سہ ماہی

مدحت

لاہور

چوتھی قومی ادبی نعت کانفرنس ۲۰۲۵

نعت: ۲۱ویں صدی کے تخلیقی و تحقیقی رجحانات

مُدیر: ڈاکٹر سرور حُسین نقشبندی

Minhaj University Lahore

حسان بن ثابت سینٹر فار ریسرچ اِن نعت لٹریچر، منہاج یونیورسٹی لاہور

اور نعت فورم انٹرنیشنل کے باہمی اشتراک سے

13 اپریل 2025 بروز اتوار

چوتھی قومی ادبی نعت کانفرنس 2025

مرکزی خیال | **نعت: 21 ویں صدی کے تخلیقی و تحقیقی رجحانات**

حسان بن ثابت سینٹر فار ریسرچ اِن نعت لٹریچر، منہاج یونیورسٹی لاہور اور نعت فورم انٹرنیشنل کے باہمی اشتراک سے نعت کی علمی، ادبی، تحقیقی اور تنقیدی اہمیت و افادیت، 21 ویں صدی کے تناظر میں اس کے رجحانات اور عصری پس منظر میں اس کے موجودہ و آئندہ امکانات کے حوالے سے چوتھی "قومی ادبی نعت کانفرنس" منہاج یونیورسٹی لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ مرکزی خیال کے تحت چند بنیادی جہتیں درج ذیل ہیں۔

1- نعتیہ شعری موضوعات اور ۲۱ ویں صدی
2- جدید عصری مسائل اور ۲۱ ویں صدی کی نعت
3- ۲۱ ویں صدی کی مقبول شعری ہیئتیں اور نعت
4- جدید ٹیکنالوجی کی سبک روی اور نعتیہ تحقیق و تنقید
5- ۲۱ ویں صدی اور نعتیہ صحافتی چیلنجز
6- نعت کے موجودہ و آئندہ رجحانات
7- عصری مطالعات نعت اور ۲۱ ویں صدی
8- بین الاقوامی زبانوں میں نعتیہ تخلیقات کا رجحان
9- نعتیہ تراجم کی ضرورت و اہمیت اور جدید صدی
10- قومی و بین الاقوامی نعتیہ دبستان اور ۲۱ ویں صدی
11- نعتیہ نسائی ادب اور ۲۱ ویں صدی
12- نعت اطفال اور ۲۱ ویں صدی

MINHAJ UNIVERSITY LAHORE
Hamdard Chowk, Township Lahore, Pakistan.
Ph: +92-42-35145621-6, Ext. 472 - www.mul.edu.pk

FOLLOW US HCRNOFFICIAL https://hcrn.mul.edu.pk

سہ ماہی

مدحت

لاہور

میرِ کاروانِ نعتِ جدید **حضرت حفیظ تائبؒ**

مدیر

ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی

+92 300 844 2475

midhatlahore@gmail.com

جلد نمبر 9

شمارہ نمبر 1 — جنوری تا مارچ 2025ء

+

شمارہ نمبر 2 — اپریل تا جون 2025ء

Midhat 23
Special Edition

Price: 800/-

Account Detail

الائیڈ بنک لمیٹڈ

(فیروز پور روڈ برانچ-لاہور پاکستان)

A/c Name: **Naat Forum**

A/c No.

PK35ABPA0010005065800019

Branch Code: 0598

مرکزی دفتر:

Office # 26, 2nd Floor, Big City Plaza,
Liberty, Gulberg III, Lahore. Ph: 042-35774050
Email: midhatlahore@gmail.com
Web: www.naatforum.com

زیرِ اہتمام:

نعت انٹرنیشنل فورم

کسی بھی جگہ سے "مدحت" کے حصول کے لئے رابطہ کریں

سرکولیشن انچارج:

محمد احمد پراچہ 03204522709

ظہیر احمد 0322-4471996

ناشر محمد سرور حسین نے بابا جانی پرنٹرز لاہور سے
چھپوا کر آفس نمبر 26، 2nd فلور، بگ سٹی پلازہ لبرٹی
مارکیٹ گلبرگ لاہور سے جاری کیا

تقسیم کار

طٰہٰ پبلی کیشنز، اُردو بازار لاہور

0333-4470509

خصوصی شمارہ

چوتھی قومی ادبی نعت کانفرنس2025ء

نعت:21ویں صدی کے تخلیقی و تحقیقی رجحانات

فہرست

اظہاریہ: "21ویں صدی کا تغیراتی تنوع اور نعتیہ ادب" 5

1- ڈاکٹر عزیز احسن — 21ویں صدی کی مقبول شعری ہیئتیں اور نعت 13
2- ڈاکٹر سید عرفی ہاشمی — نعتیہ ادب کا مستقبل: انسان کا دل یا مشین کا ذہن 57
3- ڈاکٹر ظفر اقبال نوری — نعتیہ ادب کی روایت اور 21ویں صدی کے موضوعاتی تقاضے 63
4- ڈاکٹر شبیر احمد قادری — جدید عصری مسائل اور 21ویں صدی کی نعت 80
5- ڈاکٹر علامہ محمد شہزاد مجددی — 21ویں صدی کی نعت میں منقبت نگاری کی روایت 95
6- ڈاکٹر کاشف عرفان — نعت اور 21ویں صدی کا تہذیبی آشوب 110
7- ڈاکٹر سیدہ سعدیہ — 21ویں صدی کا معاصر سماجی شعور اور فن نعت گوئی 117
8- ڈاکٹر شاہد اشرف — نعتیہ شعری موضوعات اور 21ویں صدی 130
9- علی صابر رضوی — 21ویں صدی کی نعت اور عصری تقاضے 136
10- ڈاکٹر شوکت محمود شوکت — نعتیہ تراجم کی ضرورت و اہمیت اور جدید صدی 155
11- ڈاکٹر اسد محمود — نعتیہ شاعری میں نقوش سیرت: عسکری پہلوؤں کا جائزہ 161
12- تنویر پھول — 21ویں صدی کی نعت میں ادب اطفال کا حصہ 181
13- سمعیہ ناز — برطانیہ میں نعتیہ نسائی ادب کے حوالے اور 21ویں صدی 199
14- ڈاکٹر مختار عزمی — عصر جدید کی اردو نعت میں زوال امت کا استغاثہ 214

15- ڈاکٹر فضیلت بانو — 21ویں صدی کے معروف نعت گو اور جدید شعری ہیئتیں 225
16- ڈاکٹر عبدالجبار قمر — فروغ نعت میں تحریک منہاج القرآن کا کردار 240
17- افتخار احمد خالد — استغاثہ کی روایت اور 21ویں صدی کی پنجابی نعت 254
18- ارم رحمٰن — نعت نگاری اور وضع اصطلاح کا تنقیدی جائزہ 280
19- حبیب الرحمن انجم — شعری ہئیتی تنوعات اور 21ویں صدی 297
20- محمد شعیب مرزا — نعت کے فروغ میں بچوں کے رسائل کا کردار 322
21- ارسلان احمد ارسل — 21ویں صدی میں نعتیہ تحقیق کے حوالے سے مجرمانہ غفلتیں 327
22- ڈاکٹر محمد حفیظ طاہر گھوٹیہ، عارفہ ممتاز، صبا سحرین عمران- بہاولپور میں نعت گوئی کا رسوخ 334
23- میمونہ ماریہ — جامعات کے طلبہ وطالبات میں ذوقِ نعت کی اہمیت وافادیت 348
24- ثمینہ شوکت — 21ویں صدی کی مقبول شعری ہیئتیں 352
25- ذی وقار نجیب، عمر خان گھوٹیہ، محمد حفیظ خان — بہاولپور میں سرائیکی نعت کی روایت 356
26- خدیجۃ الکبریٰ—حافظ مظہر الدینؒ کے نعتیہ شعری موضوعات اور 21ویں صدی 370
27- ڈاکٹر عامر حیات — پیر نصیر الدین کی نعت میں عشق رسول کے نقوش 389
28- شگفتہ عثمانی — ریاض چوہدری کی شاعری: عصر حاضر کے مسائل کے تناظر میں 405
29- ڈاکٹر شگفتہ فردوس— شاز ملک کی نعت کا تحقیقی جائزہ 418
30- ڈاکٹر سلیم اللہ جندران — English Naat Valley Journey 428
31- مدیحہ عمر— Recitation and Writing Trends of Naat 440
32- سیدہ عریبہ نور — Mystical Naat Poetry in 21st Century 465
33- شہزاد احمد بھٹی— Rendering Reverence and Poetic Essence 480

⊙⊙⊙

اظہاریہ
21ویں صدی کا تغیراتی تنوع اور نعتیہ ادب

21 ویں صدی کے پہلے حصے کی تکمیل کا یہ آخری سال ہے اور اس حیرتوں سے بھری صدی کا ایک حصہ اپنی تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ ہر صدی کا پہلا کوارٹر کئی حوالوں سے زندگی کے ہر شعبے کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ہر آنے والی صدی اپنے ساتھ کچھ بنیادی تغیرات لے کر آتی ہے جو پچھلی صدی سے یکسر مختلف ہوتے ہیں اور اس کا ظہور کم و بیش اس کے پہلے حصے میں ہو جاتا ہے یا پچھلی صدی کی آخری دہائی اس کی طرف پیش قدمی کا آغاز کر چکی ہوتی ہے۔ یہیں سے زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے صاحبان شعور کی دانش و بصیرت کا امتحان شروع ہو جاتا ہے جن کے ذمے ایک طرف ان تغیراتی تنوعات پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کی روشنی میں اپنے شعبے کے موجودگان و آئندگان کے لیے کچھ نئے پیرائے اور اہداف کا تعین کرتے ہوئے سمت نمائی بھی کرنا ہوتی ہے۔ ان صاحبان بصیرت و دانش کو صدی کے ان تغیرات اور سمت روی کی روشنی میں اپنے شعبے کے موجودہ تناظرات کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ اور دوسری طرف نئی تبدیلیوں اور امکانات کی روشنی میں اپنے سفر کے اہداف کی طرف پیش قدمی اور لائحۂ عمل ترتیب دینے کا چیلنج درپیش ہوتا ہے۔ یہ بات اب کوئی راز نہیں رہی کہ 18ویں صدی کے انسانوں کے لیے 19ویں صدی میں ہونے والے تغیرات ناممکنات یا طلسمات کدے کی حیثیت رکھتے ہوں گے لیکن یہی حیرت انگیزیاں 20ویں صدی کے لیے بالکل عمومی ہو کر رہ گئیں اور ان کے سامنے نئے امکانات کے در کھلنے لگے جن سے باشعور قوموں نے فائدہ اٹھا کر ہر محاذ پر کامیابیاں بھی حاصل کیں اور دوسروں کو محکوم بھی بنایا۔ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ تغیرات اکثر صدی کے پہلے حصے میں رونما ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور 21ویں صدی میں بھی اس کا عملی آغاز ہو چکا ہے جس سے زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ مصنوعی ذہانت (AI) اس صدی کی وہ اٹل سچائی ہے جس سے انکار اور اس سے لاعلم و بے خبر رہنا اسی طرح سے نقصان دہ ہے جس طرح ہم نے

پچھلی ایجادات کو اہمیت نہیں دی اور اس کے نتیجے میں خود غیر اہم ہوتے چلے گئے۔ مصنوعی ذہانت (AI) اب ہماری جدید نسل کے ہاتھوں میں آچکی ہے جس کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ اسے ایک طلسمات کدے کا نام ہی دیا جا سکتا ہے جس نے ہماری زندگیوں، حالات اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو براہ راست چیلنج کر دیا ہے۔ یہاں انسانوں نے انسانوں سے ہی حاصل کئے ہوئے مواد (Data) کو ایک مصنوعی مشین میں ڈال کر اس سے ایک نئی دنیا تخلیق کر دی ہے۔ اب کوئی لفظ منہ سے نکالیں اور اس پر چند سیکنڈ میں بنا بنایا مواد (Data) آپ کے ہاتھوں میں پہنچ جاتا ہے۔ بچپن میں الہ دین کے چراغ والی افسانوی کہانی 'جو کیا حکم ہے میرے آقا پر' ہر چیز حاضر کر دیتا تھا، اب حقیقت کا روپ دھار چکی ہے۔ پچھلی صدی کے لوگوں کو لگتا ہے کہ شاید اب انسانوں کے کرنے کے کام اور ذرائع بہت محدود ہو رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ٹیکنالوجی کی اس جادو نگری نے بہت سارے ایسے دروازے بھی کھول دیئے ہیں جن کا پچھلی صدیوں کے باسیوں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہو گا اور یہی تغیرات ہر صدی کا خاصہ رہے ہیں۔ دنیا اب ای کامرس (E-Commerce) کی طرف منتقل ہو چکی ہے اور روز گار کے نئے اور ناقابل یقین ذرائع پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا کہ جن کے پاس اپنی ایک بھی گاڑی نہیں تھی وہ لوگ نئی صدی کی نبض پر ہاتھ رکھے دنیا بھر میں Online گاڑیوں کو کرائے پر دینے کے ہوش ربا بزنس کر رہے ہیں۔ جس کا اپنا کوئی ہوٹل نہیں تھا انھوں نے ڈیجیٹلائزیشن کی رمز کو سمجھ کر دنیا بھر کی ہوٹل کمپنیوں کو اپنے ساتھ منسلک ہونے پر مجبور کر دیا ہے کہ ہوٹل بکنگ کے لیے مالکان اور ٹورسٹ دونوں انھی کی طرف دیکھنے لگے ہیں۔ اپنا ایک بھی سٹور نہ رکھنے والوں نے اسی صدی کے جنیاتی زاویئے کو بھانپ کر اتنے بڑے سٹورز بنا دیئے ہیں کہ جن میں دنیا سما گئی ہے اور ہر سٹور والا اپنا سامان ان کے ذریعے دنیا تک پہچانے کا کام لے رہا ہے۔

لوگوں کو اب زمین پر جگہ بنانے کی نہیں بلکہ آن لائن سٹورز میں تخیلاتی سپیس خریدنا پڑ رہی ہے جس کے وہ پیسے بھی دے رہے ہیں اور وہاں سے بزنس بھی کر رہے ہیں۔ ڈیٹا (Data) کو محفوظ کرنے کے لیے اب کلاؤڈ سپیس کی اصطلاح وجود میں آچکی ہے جس میں آپ کو کسی قسم کی کوئی ڈرائیو نہ پاس رکھنے کی ضرورت ہے نہ اس کے گم یا خراب ہونے کا خوف۔ اب آپ اپنا تمام تر ڈیٹا کلاؤڈ سپیس (Cloud Space) میں جمع کرواتے چلے جا رہے ہیں۔

انٹرنیٹ کا برقی رابطہ جو سمندری راستوں سے بندھا ہوا تھا وہ بھی اب فضاؤں میں سیٹلائیٹ پر منتقل ہونے کو ہے جس پر بیشتر کام ہو چکا ہے اور یہ معاملہ بھی اب بہت زیادہ دور نہیں رہا۔ منزل تک پہنچنے کے وقت اور دوری کا سارا نقشہ آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے جسے دیکھتے ہوئے آپ رواں دواں رہتے ہیں۔ آپ جس کی طرف جا رہے ہیں وہ بھی اپنے ہاتھوں میں آپ سے فاصلے کو ماپ کر اپنے معمولات ترتیب دے رہا ہے اور جو آپ کی طرف آ رہا ہے وہ بھی وقت، مقام اور راستے کا مشاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے۔ دوسرے سیاروں پر کمندیں ڈالنے اور وہاں سپیس کی خریداری کا حیرت انگیز عمل بھی شروع ہو چکا ہے۔

اس ساری تمہید کے تناظر میں دراصل ہم ایک تخیلاتی دنیا کا حصہ بن چکے ہیں جس میں اب بیشتر چیزیں حسیات سے کوسوں دور بلکہ ناقابل شناخت ہیں لیکن ہم اس پر غیر محسوس طریقے سے حسیاتی یقین کے دور میں بھی داخل ہو کر اس کو کلیتاً عملی طور پر اختیار بھی کر چکے ہیں۔ شاید یہ ہی وہ دور ہے جو دراصل خدا کے وجود پر یقین کا سب سے بہتر اور بڑا استعارہ بن رہا ہے جہاں ہر چیز حسیات میں آئے بغیر ہمارے یقین کا محور بن رہی ہے۔ یہی وہ حقیقی پس منظر ہے جو دراصل اب پیش منظروں میں سرائیت ہوتا ہوا محسوس کیا جا سکتا ہے اور یہی وہ وجود حقیقی ہے جس نے ہمیں بے وجودی حسیات پر یقین کرنے پہ مجبور کر دیا ہے۔

اس منظر نامے سے اس صدی میں AI کو 21ویں صدی کے تغیرات کی بنیادی اکائی کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا جس نے دنیا بھر کے انسانوں کے ڈیٹا(Data) کو ہر ایک کے لیے قابل استعمال بنا دیا ہے۔ اب نہ انسان اجنبی رہے ہیں اور نہ زبانیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ڈیوائس نے اس ساری اجنبیت کے احساس کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ اس طلسماتی صدی کے حیرت انگیز اثرات نعتیہ ادب پر بھی ویسے ہی اثر پذیر ہو سکتے ہیں جیسے زندگی کے کسی بھی دوسرے شعبے پر ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کے لیے ہمیں ایسے صاحبان دانش و بینش کی فکری صلاحیتوں کی ضرورت ہے جو اسے مثبت استعمال میں لا کر اس سے لامحدود کام لینے کی طرف نوجوان نسل کی توجہ منتقل کر سکیں۔ 21ویں صدی تخلیق نعت اور تحقیق نعت میں حیرت انگیز انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے جس میں ایک طرف تحقیق کی جستجو رکھنے والوں کو ایسی آسانی میسر آ سکتی ہے جس کا اس سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حقیقی تخلیق کار اور تحقیق نگار اس صدی کی بہت بڑی ایجاد سے

مستفید ہوتے ہوئے نعتیہ ادب میں بہت سارے نئے دروازے کھولنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ دوسری طرف تن آسانیوں کا مزاج رکھنے والوں کے ہاتھ بھی اس کے ذریعے ایساٹول آگیا ہے جسے وہ بظاہر کھیل سمجھ رہے ہیں لیکن یہی دراصل ان کے لیے ایک نئی امتحان گاہ بھی ہے۔AI کے ٹول اب ہر مزاج اور ہر موضوع کی شاعری کرنے کے لیے بھی استعمال ہو رہے ہیں جس کے اثرات مذہبی شاعری پر بھی ہونے کے امکانات سے نظر نہیں چرائی جاسکتی۔ ایک طرف اس ایجاد کو مدد کے طور پر لینے سے نعت کے موضوع پر کام کی رفتار تیز ترین ہو سکتی ہے اور دوسری طرف اس کے تخلیقی ٹول کا منفی استعمال ذہنی صلاحیتوں کے زنگ آلود ہونے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اس صدی کے نعتیہ محققین کو حوالہ جات تک رسائی، موضوعات کے تنوعات، رائٹنگ سکل کو امپروکرنے میں یہ ایجادات انتہائی معاون ہو سکتی ہیں اور اس حقیقت سے انکار کیسے ممکن ہے کہ اتنی بڑی آسانی کم از کم پچھلی صدی کے محققین کو حاصل نہیں تھی۔

اس وقت نعتیہ شعبے کو مختلف جہات پر زمانی و تاریخی اور مختلف زبانوں کے سرمائے کوAI کے خزانے میں جمع کرنے کا چیلنج درپیش ہے تاکہ عہد آئندہ اس مواد تک رسائی کے نتیجے میں نئے راستوں کو روشن کر سکیں کہ اس صدی میں پیدا ہونے والوں کے ذہنی رجحانات اور زاویئے پچھلی صدی سے حد درجہ مختلف اور نئے پن سے مزین ہیں۔ اس وقت ہمیں نعت کے ڈیجیٹل معاونین کی مدد درکار ہے جو اس تیز رفتار صدی کے تغیر میں نعت کے خزانے کو زیادہ سے زیادہ وسعت پذیر کرنے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔ اب آپ کے راستے میں نہ تو زبان کی اجنبیت حائل ہے اور نہ ہی مواد سے دوری۔ بلکہ یہاں تک کہ لکھنے کے لیے سپوکن ٹائپ رائٹر نے ٹائپنگ سے بھی بے نیاز کر دیا ہے۔ انٹرنیٹ پر کسی بھی زبان میں ہونے والی گفتگو، شاعری یا مکالمے کو آپ اپنی زبان کے ترجمے کے ساتھ ساتھ نہ صرف پڑھ سکتے ہیں بلکہ عملی طور پر کسی سرگرمی کا حصہ بنے بغیر مشین کے ذریعے ہی اسے تحریری طور پر محفوظ کرنے کے عمل سے بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ ان جادوئی تبدیلیوں کے زیر اثر جہاں ایک طرف شاعری سیکھنے کا عمل آسان ہو گیا ہے وہاں غیر سنجیدہ شاعروں کے لیے تخلیق بھی ایک کھلونا بن کر ان کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ آنے والے دنوں میں تخلیق کی حقانیت کو جاننا بھی دوبھر ہو جائے گا کہ یہ عمل ذہن انسانی کی کاوش سے روپذیر ہوا ہے یا مصنوعی ذہانت کا شاخسانہ ہے۔

اب یہ اہم ترین فیصلہ آج کے ادیب، شاعر نعت نگار محقق اور نقاد کے اپنے ہاتھوں میں ہے کہ اس نے مصنوعی ذہانت کو استعمال کر کے اپنے سفر میں حقیقی جست لگا کر آگے بڑھنا ہے یا اس کے ہاتھوں سے استعمال ہو کر اپنی صلاحیتوں کو زنگ آلود کرنا ہے۔ اس وقت اس ٹیکنالوجی کے خطرناک عمل کے منفی اثرات سے خود کو بچانا ہی شاید اس صدی کے تخلیق کار اور محقق کا سب سے بڑا چیلنج بن سکتا ہے کیونکہ اب تخلیق کار بننے سے زیادہ مصنوعی تخلیقی عمل سے بچنے کا چیلنج درپیش ہے۔ اگلے پچیس سالوں میں اس صدی کے تغیراتی تنوع کے ساتھ مثبت پیش قدمی سے یکسو ہونے کے عمل کو حقیقی معنوں میں اپنانے کی صورت میں ہی نعتیہ ادب کے متعلقین اس صدی کو نعت کی صدی کہنے پر حق بجانب ہو سکتے ہیں۔

نعتیہ ادب کے تخلیق اور تحقیق نگار 21ویں صدی کے اس ٹول کو جتنا جلدی سمجھ لیں اتنا ہی جلد آنے والے لوگوں اور خود ان کے لیے آسانیوں کے سامان بہم ہو سکیں گے۔ ہمیں اب نعت کی بہت بڑی ڈیجیٹل لائبریری تشکیل دینے کی ضرورت ہے جس کے لیے آئی ٹی کے ایکسپرٹ اور نعت سے محبت کرنے والی مستعد ٹیم درکار ہے جو نعت کی الگ کائنات کو ایک جگہ مجتمع کرنے میں اپنا اپنا کردار ادا کر سکیں۔ یہ عمل کسی انفرادی شخصی کاوش کا نہیں بلکہ وابستگان نعت کے اجتماعی شعور کا متقاضی ہے۔ڈیٹا(Data) کی دستیابی اور ڈیجیٹل ورلڈ میں اس کی منتقلی اور مواد کی فراہمی کے سفر میں آیئے آگے بڑھیں اور اس صدی کے تغیراتی تنوع کے حوالے سے خود کو حقیقی معنوں میں درست زاویئے پر اس کے استعمال کے قابل بنا کر آئندہ نسلوں کے لیے اپنی ذمہ داری کو بہتر انداز سے پورا کرنے کی سعی کریں۔

حسانؓ بن ثابت سینٹر فار ریسرچ اِن نعت لٹریچر منہاج یونیورسٹی لاہور اور نعت فورم انٹرنیشنل کے باہمی اشتراک سے چوتھی قومی ادبی نعت کانفرنس 2025ء میں اس سال بنیادی تھیم ہی یہی رکھا گیا ہے کہ ہمارے محققین اس صدی کے تغیرات پر غور کر کے نعت کاری کے عمل میں اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو اجاگر کریں تاکہ آج کا تخلیق کار اور محقق و نقاد اس کی روشنی میں اپنا سفر آگے بڑھا سکے۔

صدی کے تغیرات کے تناظر میں نعتیہ ادب کے امکانات کا پہلو بالکل نیا زاویہ ہے جس پر یہ کانفرنس دراصل اس پہلو سے سوچنے کے عمل کو پروان چڑھانے کی طرف بہترین پیش قدمی ثابت

ہو سکتی ہے۔ ہمیں روایتی مضامین اور انداز سے آگے بڑھ کر نئے آفاق کی طرف اپنی تخلیق اور تحقیق کو روشناس کروانے کی ضرورت ہے۔ ہر چند یہ عمل نیا ہونے کے سبب غیر مانوس اور مشکل بھی ہو سکتا ہے لیکن اسی سے نعتیہ ادب کے حوالے سے اس صدی کے نئے جہان کی روشنی نمو پذیر ہو سکتی ہے۔

ان تمام محققین کا شکریہ جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اپنی اپنی بساط میں بہترین کاوش کر کے اس تاریخی دستاویز کا حصہ بنے۔ قومی ادبی نعت کانفرنس اب ایک توانا روایت بن چکی ہے جس نے اندرون و بیرون ملک بھی اہل ادب کی توجہ اس طرف مبذول کروائی ہے اور اب اس کی گونج سمندر پار بھی سنائی دے رہی ہے جو بہت خوش آئند و حوصلہ افزا ہے۔

اللہ کرے کہ یہ صدی جسے نعت کی صدی کا نام بھی دیا جا رہا ہے حقیقی معنوں میں اس مبارک فن کے نئے زاویوں کی طرف اپنے سفر کا آغاز کرے۔ جدید طرز علم و تحقیق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہ صرف اس عمل کو آگے بڑھانے کا سبب بنے بلکہ جدید خطوط پر اس کی ترویج و اشاعت میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکے۔ آمین

مدیر مدحت
ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی

⊙⊙⊙

نعت: 21ویں صدی کے تخلیقی و تحقیقی رجحانات

مقالات و مضامین

ڈاکٹر عزیز احسن
کراچی

اکیسویں صدی کی مقبول شعری ہیئتیں اور نعت!

ABSTRACT:

This text delves into a deeper study of the modes of production of devotional texts into various poetic forms during the 21st century. Literature cannot be confined to a specific era; its roots must be traced through a long historical background. Therefore, this article highlights some literary legacies of the past as a starting point for identifying poetic forms. Among these, ghazal remains the most dominant form in Urdu literature, and the textual presentation of naat is no exception. However, other forms such as haiku, si-harfi, triolet, free verse, prose poetry, mahiya, qita, rubaai, odes, and more are also used to present naatia texts in 21st Century. Details of these forms, along with examples, are presented below.

ادبی تخلیقات کی عمر، ان کے نزولی عہد سے نہیں بل کہ پوری روایت کی روشنی میں متعین کی جاتی ہے۔ اس لیے صرف "اکیسویں صدی کی مقبول شعری ہیئتیں اور نعت!" کہنے سے یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ جو ہیئتی صنف نعتیہ متن کے لیے اکیسویں صدی میں برتی گئی، وہ واقعتاً صرف اسی صدی کی دین ہے۔ شعری مجموعوں میں شامل کلام کا تخلیقی دورانیہ کئی دھائیوں قبل کا بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے عنوان میں دی گئی دورانیے کی حد بندی کا لحاظ کرتے ہوئے یہ تو کیا جاسکتا ہے کہ نعتیہ مجموعوں کی تاریخِ اشاعت کو پیشِ نظر رکھیں، لیکن یہ قطعی باور نہیں کیا جاسکتا کہ کتابوں میں شامل تمام کلام سن ۲۰۰۱ء سے ۲۰۲۴ء کے دورانیے ہی میں تخلیق ہوا تھا! تاہم، اس مضمون میں ہم نے کتابوں کی تاریخِ اشاعت ہی کو معیار بنایا ہے۔

اب ہم مختلف شعری اصناف کی ہیئتوں (Poetic Forms) میں ڈھلے متن (Text) کا

جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

نعتیہ غزل:

مولوی نجم الغنی رامپوری، بحر الفصاحت میں لکھتے ہیں:

"لغت میں غزل، جوانی کا حال بیان کرنے، عورتوں کی صحبت اور عشق کا ذکر کرنے کو کہتے ہیں..... غزل، ان اشعارِ متفق الوزن و القوافی کو کہتے ہیں، جن کی بیت اول کے دونوں مصرعے مقفیٰ ہوں۔ اس بیت کو مطلع کہتے ہیں۔ باقی ابیاتِ غزل میں صرف مصرعِ ثانی میں قافیہ ہوتا ہے..... سب سے آخر کی بیت کو متممِ غزل اور مقطع کہتے ہیں"[۱]

صاحبِ کشافِ تنقیدی اصطلاحات نے لکھا:

"غزل عربی لفظ ہے مگر ایک صنفِ شعر کی حیثیت سے ایرانیوں کی ایجاد ہے۔ غزل کے لغوی معنی ہیں:

(الف) ذکرِ زنان و عشق بازی با ایشاں و شرح زیبائی معشوق و بیانِ سوز و گداز و حدیثِ اشتیاق و دل باختگی۔

(ب) ہرن کی وہ ضعیف، دردناک، پر سوز اور رحم انگیز آواز جو شکاری کتوں میں گھِر جانے کے وقت اس کے حلق سے نکلتی ہے۔

چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ شروع میں اول الذکر معانی سے غزل کے موضوعات اور مؤخر الذکر معانی سے غزل کا لہجہ متعین ہوا"۔[۲]

فراق گورکھپوری نے غزل کی روحانی قدر بتاتے ہوئے لکھا:

"غزل دوسرے اصنافِ ادب سے اس لحاظ سے متمائز ہے کہ اس کے ہر شعر کا موضوع، یا خارجی مادہ (Objective co-relative) سے کم ہوتا ہے، اس "کم سے کم" کو وجدانی، جمالیاتی، تخئیلی یا معنوی لحاظ سے "زیادہ سے زیادہ "بل کہ لامحدود بنادینا، اور اس طرح درد یا راحت، غم یا نشاط، مانوسیت یا حیرت، درکِ محض یا استعجاب، غرض کہ تمام نفسیاتی کیفیات و تجربات کا شعورِ خالص پیدا کر کے ہمیں ایک ناقابلِ بیان و ناقابلِ فراموش انبساط و طمانیت کی دولت عطا کرنا، غزل کا اصلی منصب

ومقصد ہے..... اگر تمام فنونِ لطیفہ، احساسِ حیات وکائنات کا عطر ہیں تو غزل اس عطر کا عطر ہے۔ غزل کی ماہیت تہذیب وانسانیت کے مرکزی جمالیاتی ووجدانی تجربات کی اس ماہیت و اصلیت میں پوشیدہ ہیں۔ جہاں عقلی، اخلاقی جمالیاتی حقیقتوں کا ایک ماورائی عالم میں یا لامحدود کے مرکز پر سنگم ہوتا ہے۔ غزل کا ہر ایک شعر ایک روحانی دورِ کامل ایک مکمل روحانی عمل یا ردِ عمل ہوتا ہے"۔ (۳)

غزل بحیثیتِ صنفِ سخن، اردو میں ابتداء ہی سے لکھی جاتی رہی ہے، لیکن موضوع میں لغوی معانی کی تحدید کبھی نہیں رہی۔ تاہم لہجے کی لطافت کے اعتبار سے غزل، قصیدے سے ذرا مختلف زبان میں لکھی جاتی ہے۔ میرؔ کی غزل، دھیمے لہجے، زبان کی لطافت (Softness) اور سادگی کی وجہ سے غزل کے معنوی ڈھانچے کی بہترین مثال ہے۔ اردو کے نامور شعرا نے غزل میں مختلف النوع مضامین کا اضافہ کیا ہے۔

نعتیہ متن بھی زیادہ تر غزل کے پیکر میں ڈھل کے سامنے آیا ہے۔ اس ہیئت میں جذبے اور احساس کی نمود کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ ہم یہاں چند غزلیہ نعتوں کے اشعار پیش کر کے اس اجمال کی تفصیل عرض کریں گے: فدؔا خالدی کی نعت میں غزل کا معنوی لہجہ اور زبان کا کلاسیکی برتاؤ ہے:

تسکینِ دل نہ ہو مجھے آرامِ جاں نہ ہو — مر جاؤں اُن کا نام جو وردِ زباں نہ ہو
اُن کے کرم کی بات ہے دنیا ہے مہرباں — وہ مہرباں نہ ہوں تو کوئی مہرباں نہ ہو
کیسی بہار؟ ایک بھی غنچہ نہ کِھل سکے — جب تک لبِ حضور ﷺ تبسم فشاں نہ ہو
روضے کو اُن کے دیکھ کے دم توڑ دوں فداؔ — جینا گراں سہی مجھے مرنا گراں نہ ہو (۴)

زبان کی لطافت، روانی، سادگی اور فصاحت کے لیے حافظ مظہر الدین کی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جب تک بدن میں جان دہن میں زباں رہے — لب پر ثنائے خواجۂ کون و مکاں رہے
کیف آفریں جمالِ شہِ مرسلاں رہے — پیہم نبیؐ کا ذکر، نبیؐ کا بیاں رہے
جاری رہے حضورؐ کی مدحت کا سلسلہ — جب تک جیوں یہ نور کا چشمہ رواں رہے (۵)

نعت کہنے والے شعراء میں کچھ تو صرف فن شناس ہوتے ہیں اور کچھ موضوع کی لطافتوں اور

اس کے روحانی تقاضوں سے نہ صرف آگاہ ہوتے ہیں بل کہ ان تقاضوں کو اپنے پورے وجود کے ساتھ نباہتے بھی ہیں۔ ایسے لوگ صاحبِ حال ہوتے ہیں۔ حضرت شفیق احمد فاروقی مدنی ایسے ہی ایک بزرگ تھے جن کی نعت، ان کے صاحبِ حال ہونے کی غماز ہے:

عشقِ سرکارؐ میرے قلب میں یوں زندہ ہے — جیسے میثاقِ الستُ کا جنوں زندہ ہے
حُبِّ آقاؐ سے حرارت جسے ملتی ہے سدا — تپش آمادہ مرے دل میں وہ خوں زندہ ہے
جان دے کر بھی قتیلانِ وفا زندہ ہیں — جسم ساکت ہے مگر ان کا لبطوں زندہ ہے
ہے تو مدفون لحد ہی میں شہیدِ برحق — امر ربّی ہے کہ میں اس کو کہوں زندہ ہے
زندگی کیا ہے فقط رفقِ رفیقِ اعلیٰ — ہے جو پیوستہ بصد شان و شیوں زندہ ہے
ان کی یادوں سے جو معمور ہے سینہ میرا — چین سے روح بھی ہے، دل کو سکوں زندہ ہے
جب سے دل میں ہے شفیقؔ اپنے گدازِ جامی — مدحِ سرکارؐ کے صدقے میں جنوں زندہ ہے (۶)

نعتیہ شاعری کو شعری جمالیات سے ہم کنار کرتے ہوئے اپنے جذبات و احساسات سے مملو کرنے کا عمل سید شاکر القادری کے اشعار میں نظر آتا ہے:

ہرے بھرے ہوں درود و سلام سے شب و روز — تری ثنا سے ثمر بار اپنا بخت کروں
سجاؤں محفلِ یارانِ نعت اگر شاکرؔ — دھنک کو فرش کروں خوشبوؤں کو تخت کروں
نزولِ تسکینِ شامِ غم ہے ترا کرم ہے — گداز ہے دل تو آنکھ نم ہے ترا کرم ہے
نہیں ہے زنداں میں غم گساری کو اور کوئی — ثنا ہے قرطاس ہے قلم ہے ترا کرم ہے
ریاضِ جنت میں معتکف ہے خیال میرا — نظر میں آئینۂ حرم ہے ترا کرم ہے
درود کو حرزِ جاں کیا ہے تو بہرِ مدحت — زمینِ دل میں عجیب نم ہے، ترا کرم ہے (۷)

عرش ہاشمی کی نعتیہ غزل میں روایتی مضامین کو سہل اور کومل لہجے میں بیان کرنے کا ہنر ملاحظہ ہو:

وہی جو لائقِ تعظیم ہیں سبھی کے لیے — یہ کائنات بنائی گئی انہی ﷺ کے لیے
کوئی کسی کے لیے ہے، کوئی کسی کے لیے — مگر حضور ﷺ کی چشمِ کرم سبھی کے لیے

حضور ﷺ آئے دو عالم کی رہبری کے لیے ہماری ذات بنی طاعتِ نبی ﷺ کے لیے
جو پوچھا رب نے، عمل بھی ہے کوئی پاس ترے کہوں گا ہاں، ترے محبوب ﷺ کی ثنا کی تھی(۸)

حافظ نور احمد قادری کی نعتیہ غزل میں ہجرِ طیبہ، تاریخی تلمیح اور کیفیاتِ قلب کی عکاسی دیکھیے:

بن کے طیبہ سے وہ قرار آئی آہ، میری جو بے قرار گئی
لائی ان کے کرم کی سوغاتیں جب کوئی چشمِ اشک بار گئی
دیکھ پائے نہ آپ کو دشمن گو نظر ان کی گردِ غار گئی
میں تو پہنچا نہیں مدینے تک ہاں! مری روح باربار گئی
نورؔ جب دل میں بس گیا طیبہ نارسائی بھی مجھ سے ہار گئی(۹)

ظفر اقبال ظفر کی تخلیقی دانش کا اظہار ملاحظہ ہو:

جو کمال تھے، جو جمال تھے، سبھی اُنؐ کی ذات میں آ گئے
وہ جو کائنات کا فخر تھے، وہی کائنات میں آ گئے

یہ فکر کسی راہ پہ لا سکتی ہے ہم کو اب آپؐ کی سیرت ہی بچا سکتی ہے ہم کو
خدا شناس اگر مصطفیٰؐ شناس نہیں تو پھر گماں کے سوا کچھ بھی اس کے پاس نہیں(۱۰)

احمد وسیم شیخ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہیں مبتلائے کارِ خطا، اعتراف ہے ہے التجائے عفو و کرم، تجھ کریم سے
کوچۂ دل میں برستی ہوئی آنکھوں سے وسیمؔ میرا ماحول جو بہتر ہو تو پھر نعت کہوں
صداقت کو مجسّم یوں دکھانا بھی ضروری تھا جہاں میں پیکرِ احمد کا آنا بھی ضروری تھا
چلن اُنؐ کا بقائے آدمیت کی ضمانت ہے شعارِ زندگی اِس کو بنانا بھی ضروری تھا(۱۱)

اُمِّ عبدُ منیب کی شاعری میں غزل کی ہیئت میں نعتیہ متن بڑی خوبصورتی سے ڈھلا ہے:

پھول نعتوں کے چنے زینت بڑھی قرطاس کی ڈھل گئی اشعار میں پاکیزگی احساس کی
آپ ﷺ مکرم، مُزّمّل، مُدّثّر، اور محبوب آپ ﷺ سے اچھا کوئی نہیں ہے دنیا میں ملقُوب
جس کے نام لکھی ہے رب نے اسرا کی تفضیل آپ ﷺ ہیں ربِ ارض و سما کے وہ عبدِ محبوب

آپ ﷺ نے فرمائی تشریح مقاماتِ شعور آپ ﷺ کے ہیں ریزہ چیں یہ ماہرینِ نفسیات
آپ ﷺ کی خصلت سے ہر اچھی روایت کا ظہور آپ ﷺ کی سنت سے ٹوٹے بدعتوں کے سومنات
لاکھ ہوں دنیا کے سب دانش وروں کے فلسفے ان پہ برتر ہے یقیناً آپ ﷺ کی ایک ایک بات
آپ ﷺ نے بخشا ہے عورت کو تحفظ اور وقار جاہلیت میں تو عورت نام ہی منحوس تھا(۱۲)

تابش کمال کی شعری کائنات میں غزل کی جلوہ گری اچھی لگی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

سیکھے ہیں سب نے آپؐ سے احکامِ زندگی ہے آپؐ کی حیات میں اکرامِ زندگی
قُرآں، زبانِ صاحبِ قرآں سے سُن لیا اَزبر کیا ہے ہم نے یہ پیغامِ زندگی

غفلت کے سائے سائے جو گزرے ہیں رات دن
اُس عرصۂ حیات کو دیں نامِ زندگی؟(۱۳)

نعتیہ نظمِ معریٰ:

یہ صنف انگریزی سے اردو میں آئی۔ آکسفورڈ ادبی اصطلاحات کی لغت میں لکھا ہے کہ، سب سے پہلے ہنری ہاورڈ نے ۱۵۴۰ء میں یہ صنف متعارف کروائی تھی، جو بہت جلد مقبول صنفِ سخن بن گئی۔ شیکسپیئر، ملٹن، ورڈسورتھ، ٹینی سن اور اسٹیوینز نے اس صنف کو خوب برتا۔ اٹلی اور جرمنی میں بھی یہ صنف ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔

یہ صنف "آزاد نظم" سے جدا ہیئت رکھتی ہے۔ آزاد نظم میں باقاعدہ کوئی عروضی نظام نہیں ہوتا ہے۔ جب کہ "نظمِ معریٰ" میں بحر یکساں ہوتی ہے۔ قافیے کی یکسانیت کی ضرورت نہیں۔ ہر مصرع مختلف قافیے (یا ردیف) کا حامل ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمد اشرف لکھتے ہیں:

> "بغیر قافیہ کے ایک ہی بحر میں لکھی گئی نظم "نظمِ معریٰ" کہلاتی ہے۔ اسے انیسویں صدی میں انجمنِ پنجاب کے ذریعے مقبولیت ملی..... اس نظم کے ہر مصرعے میں ارکان کی تعداد برابر ہوتی ہے"(۱۴)

ڈاکٹر حنیف کیفیؔ کی تحقیق کے مطابق، نظمِ معریٰ کی ابتدا آزاد اور اسماعیل کے ہاتھوں ہوئی اور عبدالحلیم شررؔ نے اس نظم کی تخلیقی سرگرمیوں کو ایک تحریک کی صورت دیدی۔ بیسویں

صدی کی پہلی دہائی کے اختتام پر شررؔ نے ایک مختصر منظوم ڈراما "مظلوم ورجینیا" نظمِ معریٰ کی ہیئت میں لکھا اور ایک مضمون "نظمِ معریٰ" کے عنوان سے لکھ کر اس کی وکالت کی (۱۵)

نعت میں "نظمِ معریٰ" کے تجربات ذرا کم ہوئے ہیں۔ اکیسویں صدی کی مناسبت سے صرف ریاض حسین چودھری کی ایک مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ لیکن انھوں نے "نظمِ معریٰ" میں ترکیب بند کا ہیولا دینے کی جدت پیدا کی ہے اور اس طرح، ہر بند کے آخیر میں ایک مطلع نما شعر بھی بڑھا دیا ہے۔

افلاک پر ہے دھوم کہ آتے ہیں وہ رسول ﷺ
جن کا پیام ہے کہ خدا صرف ایک ہے

خالق ہے سب کا، سب کا ہے روزی رساں بھی وہ
جس نے فلک پہ چاند ستارے سجائے ہیں

جس نے افق افق پہ بکھیری ہے کہکشاں
جس نے سمندروں کو عطا کی ہے زندگی

جس نے کھلائے شاخِ سخن پر چمن ہزار
پیدا کیے ہیں جس نے دھنگ، چاندنی، ہوا

پانی کی چھاگلوں سے بھرا دامنِ سحاب
تسخیرِ کائنات کے کھولے ہیں جس نے در

ہر چیز سجدہ ریز ہے اُس کی جناب میں
وہ بولتا ہے آج بھی اُم الکتاب میں

افلاک پر ہے دھوم کہ آتے ہیں وہ رسول ﷺ
جن کا خدا، خدائے رحیم و کریم ہے

جس کی عنایتوں کا نہیں ہے کوئی شمار
اذنِ سفر ہواؤں کو دیتا ہے رات دن

اپنی تمام خلق پہ وہ مہربان ہے
اُس کی نہ ابتدا ہے کوئی اور نہ انتہا

جاری ہے اُس کی حمد لبِ کائنات پر
روزِ جزا کا مالک و مختار ہے وہی

معبود کوئی اور سوائے خدا نہیں
کوئی مرے نبی ﷺ کے خدا سے بڑا نہیں

افلاک پر ہے دھوم کہ آتے ہیں وہ رسول
جن پر خدا بھی بھیجتا ہے ہر گھڑی درود

سارے ملائکہ کا وظیفہ بھی ہے یہی
جن کے حصارِ رحمت و الطاف میں ریاضؔ

میرا بدن ہے جرعۂ شبنم بنا ہوا
جن کے سپرد حشر تلک سب قیادتیں

صادق بھی ہیں امین بھی میرے وہی رسول ﷺ
روزِ ازل سے منبر و محراب میں حضور ﷺ

کرنیں لٹا رہے ہیں ہدایت کے نور کی
مقصودِ کائنات ہیں سردارِ انبیا

اپنے قلم سے نعتِ پیمبر لکھا کروں
اورقِ جاں پہ حرفِ معطر لکھا کروں

افلاک پر ہے دھوم کہ آتے ہیں وہ رسول ﷺ تکمیلِ شخصیت کا ہیں جو آخری نصاب
جن کی کوئی مثال نہ کل تھی نہ آج ہے تا حشر ہے جواب نہ جن کے کمال کا
جن کے وجود سے شرف انساں کا ہے بحال روئے زمیں پہ جو بشر بے مثال ہیں
جن کی نظیر ارض و سما میں کوئی نہیں تخلیق کارِ اوّل و آخر کا شاہ کار
میرے حضورؐ، میرے پیمبرؐ، مرے نبیؐ سردارِ کائنات کی خلعت انھیں ملی
اُن کے درِ خلوص پہ جھکتی ہے کائنات اسوہ مرے حضورؐ کا ہے باعثِ نجات[۱۶]

آزاد نظم اور نعت:

اردو، دنیائے سخن میں، ایک طویل عرصے تک، کلاسیکی ہیئتی اصناف کی پابندی جاری رہی جس کی وجہ سے تخلیقی ادب کی فضا میں ایک گھٹن محسوس کی جاتی تھی۔ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کی تحقیق کے مطابق اردو کا پہلا شاعر ملّا داؤد ہے، جس نے ۷۸۱ھ۔۱۳۷۹ء میں بعہد فیروز شاہ تغلق "مثنوی چندائن" لکھی۔ اس مثنوی میں حمد و نعت کے اشعار تھے۔[۱۷]

فخر دین نظامی کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" کا زمانہء تصنیف ۸۲۵ھ۔۱۴۲۱ء، تا۸۳۹ھ۔ ۱۴۳۵ء ہے۔ اس میں بھی حمد و نعت کے اشعار شامل تھے۔[۱۸]

اردو شاعری کا تمام سرمایہ مثنوی، قصیدہ، مسدس، مثمن، مسمط، فرد،، قطعہ، رباعی، مستزاد، مسبع، مخمس، تخمیس، ترکیب بند، ترجیع بند اور غزل کی ہیئتی اصناف کا مرہونِ منت رہا۔ ان تمام اصناف میں قافیہ ردیف کی پابندیوں کے باعث، فکری پرواز کو کوئی بسیط فضا میسر نہیں آتی تھی۔ غالب جیسے قادرالکلام شاعر کو اس جکڑ بندی کے تخلیقی ماحول سے شکایت پیدا ہوئی تو وہ کہہ اٹھا:

بہ قدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

غلام رسول مہرؔ نے اس شعر کی شرح بیان کرتے ہوئے اس نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے: (غالب کا کہنا ہے):

"میں جو مضامین اس زمین میں لانا چاہتا ہوں، انھیں اپنے شوق اور خواہش کے مطابق غزل میں نہیں لا سکتا۔ مطالب کا تقاضا یہ ہے کہ میرے بیان میں کسی قدر وسعت پیدا

ہو جائے"(۱۹)

ناصر دہلوی نے شرحِ دیوانِ غالب میں لکھا ہے:

"[فرماتے ہیں] میرے ذوقِ شاعری کے لیے غزل کا میدان تنگ ہے۔ میں جو کچھ اور جس قدر کہنا چاہتا ہوں اس کے لیے بہت بڑی وسیع زمین درکار ہے"(۲۰)

حالی نے، غالبؔ کے نقطہء نظر کی وضاحت کے لیے مقدمہء شعر و شاعری میں لکھا تھا:

"یورپ میں آج کل بلینک ورس یعنی غیر مقفیٰ نظم کا بہ نسبت مقفیٰ کے زیادہ رواج ہے..... قافیہ اور خاص کر ایسا جیسا کہ شعرائے عجم نے اس کو نہایت سخت قیدوں سے جکڑ بند کر دیا ہے اور پھر ردیف اضافہ فرمائی ہے۔ شاعر کو بلاشبہ اُس کے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے۔ جس طرح صنائع لفظی کی پابندی معنی کا خون کر دیتی ہے، اسی طرح بل کہ اس سے بہت زیادہ قافیہ کی قید ادائے مطلب میں خلل انداز ہوتی ہے۔ شاعر کو بجائے اس کے کہ اول اپنے ذہن میں ایک خیال کو ترتیب دے کر اُس کے لیے الفاظ مہیا کرے، سب سے پہلے قافیہ تجویز کرنا پڑتا ہے اور پھر اس کے مناسب کوئی خیال ترتیب دے کر اس کے ادا کرنے کے لیے ایسے الفاظ مہیا کیے جاتے ہیں جن کا سب سے اخیر جزو، قافیۂ مجوزہ قرار پائے" (۲۱)

ایڈورڈ اسٹورر (Edward Storer 1880-1944) اور ٹی۔ای۔ہیوم (T.E. Hulme 1883-1917) دونوں انگریز لکھاری ہیں۔ آزاد نظم کی وکالت کرتے ہوئے ان دونوں نے حالیؔ سے ملتی جلتی رائے دی تھی:

"عروضی اوزان جیسی چیزیں محض ذریعہ ہیں مقصد نہیں۔ جو بچکانہ غیر معقولیت اور غیر ضروری تکرار کی حامل ہوتی ہیں"

(ایڈورڈ اسٹورر Edward Storer) (۲۲)

"عروضی شاعری پر میرا اعتراض یہ ہے کہ وہ لوگ جنھیں نہ تو شعری فیضان حاصل ہے اور نہ جن کے دماغ میں نئے پیکروں کا ذخیرہ ہوتا ہے وہ بھی شاعری کرنے کے مجاز ہوتے ہیں" (Hulme) (۲۳)

پروفیسر عتیق اللہ لکھتے ہیں:

"گویا ہیوم اور اسٹورر، نظم کی آزاد ہیئت پر اس لیے زور دیتے ہیں کہ پابند ہیئت محض

ایک منصوبے کی حامل ہوتی ہے۔ جس نے تقطیع اور عروض پر مسلسل مشق کے بعد مہارت حاصل کرلی ہو وہ بھی چند خیالات اور موضوعات کو کسی تکنیکی ڈھانچے میں ڈھال سکتا ہے۔ خواہ وہ مناسب خلّاقانہ صلاحیتوں سے بہرہ ور ہو یا نہ ہو"۔ (۲۴)

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتداء میں فرانس کے شاعر والٹ وہائٹ مان (Walt Whitman) نے آزاد نظم لکھی۔ یہ نظم، کسی عروضی پیمانے کی پابند نہیں ہوتی، خیال کی رَو کے ساتھ ساتھ اپنا اظہاری ڈھانچہ خود بناتی ہے۔ اس طرح شاعر، قافیہ اور ردیف کی پابندی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

شعری اصناف کے ظرف کی تنگی کے احساس نے جہاں حالی سے مقدمہ لکھوایا، وہیں بعد کے تجربہ پسند شعراء نے مغرب کی پیروی میں وزن و قافیہ کی قید سے آزاد شعری مرقعے تیار کرنا شروع کر دیے۔ نظمِ معرا اور آزاد نظموں میں فکری متون کو شعری پیکر دینے کا رواج ہوا۔ آزاد نظم لکھی جانے لگی تو اس کی نزاکتوں کا بھی ذکر ہوا۔ چناں چہ آلِ احمد سرور نے لکھا:

"ڈی۔ ایچ۔ لارنس نے کہا ہے کہ آزاد نظم، پابند نظم سے زیادہ مشکل ہے اور مکمل طور پر آزاد بھی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں ارتکازِ خیال کی وجہ سے زبان میں بھرتی کے لفظوں کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی وجہ سے فن کار کو اونگھنے کا موقع نہیں اور ہر وقت ذہنی طور پر بیدار رہنا اس کے لیے اشد ضروری ہے۔ آزاد نظم میں ہر لفظ کا جواز ہونا چاہیے۔"(۲۵)

محققین کے بقول ڈاکٹر تصدق حسین خالد نے ۱۹۲۶ء میں، اردو شاعری میں آزاد نظم کو متعارف کروایا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں ن۔م۔ راشد نے اس ہیئت کو اپنایا، پھر میر اجی نے آزاد نظم میں دلکشی پیدا کر دی۔

ڈاکٹر حنیف کیفی لکھتے ہیں:

"انگریزی شاعری میں "Verse Libre" یا اس کے لفظی ترجمہ "Free Verse" کا اطلاق نظم کی اس قسم پر کیا جاتا ہے جس کی تشکیل عروض کے قدیم اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ایسے غیر مساوی مصرعوں سے کی جاتی ہے جن میں یا تو مختلف اوزان کا امتزاج پایا جاتا ہے یا جو وزن و بحر سے یکسر عاری ہوتے ہیں اور یہ مصرعے عموماً بے قافیہ ہوتے ہیں"۔ (۲۶)

نظم کا ایک معتبر اور مشاق شاعر اختر الایمان ایک جگہ لکھتا ہے:

"نظم لفظوں تک تو محدود نہیں ہوتی۔ اس سے کہیں آگے تک ہوتی ہے۔ لغوی اور اصطلاحی معنوں کے علاوہ لفظوں کی تہہ داری ایسا پھیلا ہوا عمل ہے، اس کی وضاحت کرو تو بچکانہ پن محسوس ہونے لگتا ہے۔ اور پڑھنے والے کا ذہن وہاں تک نہ پہنچے تو نظم اپنا بھرپور مفہوم گنوا دیتی ہے۔ ایمائیت، علامیّہ، لفظی تصویر میں داستانوں سے ربط اور پھر ان داستانوں کا پھیلاؤ، ہفت خواں طے کرنے والی بات ہوتی ہے۔" (۲۷)

کشاف تنقیدی اصطلاحات کے مرتب ابو الاعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

"یہ سوچنا غلط ہو گا کہ نظمِ معرا یا نظمِ آزاد، پابندیوں سے بچنے کے لیے سہل انگار شعرا کی سہولت طلبی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ نظمِ آزاد اور نظمِ معرا لکھنے والے شعرا نے اگر ایک طرف بعض پابندیوں سے انحراف کر کے کچھ سہولتیں حاصل کر لی ہیں تو دوسری طرف انھوں نے اس قسم کی نئی شاعری کا وقار بلند کرنے (اور اس کا جواز ثابت کرنے) کے لیے شعر کے بعض ایسے پہلوؤں پر زور بھی دیا ہے جن کی جانب قدیم اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرنے والے شاعر کم توجہ دیتے تھے۔ (۲۸)

نعت میں بھی آزاد نظم کے اچھے نمونے سامنے آتے رہے ہیں۔ اکیسویں صدی میں شایع ہونے والی کتابوں سے چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

جس نے دیکھا انہیں ﷺ..... اس کی بینائی کے واہمے دُھل گئے..... اس پہ آفاق کے سب ورق کھل گئے

جس نے مانا انہیں..... اپنے پیکر میں شہر یقیں ہو گیا..... جس نے جانا انہیں ﷺ
جہل بھی اس کا علم آفریں ہو گیا..... جس نے چاہا انہیں ﷺ..... اس کی چاہت بقا کی نگارش بنی
اس پہ دن رات پھولوں کی بارش ہوئی..... جس نے چاہا انہیں ﷺ
اس کو چاہا گیا..... اس کی دہلیز تک ہر دور اہا گیا

(حرف نسبت، شبنم رومانی) (۲۹)

ساکت و صامت ہے نبضِ کائنات..... ذرّہ و سیّارہ و ماہ و نجوم..... ساری مخلوقاتِ عالم کا ہجوم
ہے تغیر جن کی فطرت..... اُن کو ہے حکمِ ثبات..... دم بخود ہیں ..... آب و آتش، خاک و باد

سب عناصر، سارے اجزا..... بے نیازِ امتداد..... وقت تھم کر رہ گیا ہے..... لمحہء موجود میں
فاصلے کم ہو گئے ہیں ..... عبد اور معبود میں ..... اک طرف ہے خالقِ کون و مکاں
ایک جانب حاصلِ کونین ہے..... درمیاں، بس پردۂ قوسین ہے..... بہرِ استقبال یارِ خوش خرام
خیر مقدم کا عجب ہے اہتمام..... سب فرشتے صف بہ صف..... سارے ملائک باادب
گونجتی ہے ہر طرف بس اک صدا..... مرحبا، صدمرحبا، صلِّ علیٰ ..... نازشِ اہلِ عجم، فخرِ عرب
اشرف الانسان..... پیغمبر نسب..... محرمِ اسرارِ کُن، اُمّی لقب..... رُک گیا ہے
دل کی دھڑکن کی طرح..... سارا نظام..... اور اسی خلوت گہہِ انوار میں... روشنی ہے، روشنی سے
ہم کلام

("معراج" سرشار صدیقی)[۳۰]

توصیف تبسم کی ایک تاثر انگیز نظم ملاحظہ ہو:

سُنا ہے..... ہوا گہرا نیلا سمندر ہے..... جس کی تہوں میں کئی راز ہیں!..... صدائیں وہ امواج ہیں جو
سماعت کے ساحل پہ..... سر کو پٹکتی ہیں اور ٹوٹتی ہیں..... دائرہ دائرہ پھیلتی ہیں
بظاہر گزرتی ہیں لیکن گزرتی نہیں ہیں..... فضاؤں میں رہتی ہیں ..... مرتی نہیں ہیں !
کبھی کاش یہ دُور جاتی صدائیں .....پلٹ آئیں الٹے قدم..... اپنے نقشِ قدم پر!
تو پھر سُن سکوں میں .....وہ لہجہ جو شبنم کی صورت، دلوں پر اُترتا تھا..... کانوں میں رس گھولتا تھا
وہ لہجہ کہ جس میں خدا بولتا تھا!

(بازگشت، توصیف تبسم)[۳۱]

عبودیت نشاں سجدہ گہہِ ختم الرسلؐ ہے..... دوسرے کلمے کی نصف آخر..... شہادت کی
امیں محرابِ نوریں..... زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہے..... کہ تاحینِ ابد سارا زمانہ آپؐ
کا ہے..... نسلِ فردا، مقتدی ہے... مصلائے امام الانبیاؐ پر بارگاہِ ایزدی میں ... لرزتے دل
برستی آنکھ سے جھکتے... نبیؐ کی اقتداء میں ... ادب سے قبلہ رُو ہو کر... خدا کے ایک ہونے
کی گواہی دی ہے میں نے..... نشاطِ بندگی پائی ہے میں نے

(مصلائے نبویؐ پر... شرف الدین شامی)

☆ اک عرصہء دست بستگی میں ... جن، انس و ملائکہ سے ہٹ کر... ذی روح و شعور جو

بھی شے ہے... سب بھول کے اپنی منزلت کو... اوقات مٹا کے اپنی اپنی... تسلیم و ادب کے دائروں میں ...نیہوڑائے ہوئے سروں کو اپنے... بے خود سی جناب میں کھڑی ہے... یہ بارگہہِ محمدی ﷺ ہے

(یہ بارگہہِ محمدی ﷺ ہے، شرف الدین شامی)

☆مرے اطراف..... عہدِ رحمت للعالمینی کی..... ہوائیں چل رہی ہیں..... اور مناظر جاگتے ہیں

یوں کہ جیسے..... عہدِ ماضی کے سب اکنافِ مدینہ..... حال کی مسجد میں شامل ہو گئے ہیں

آنے والے اور سب کے سب زمانے... اسی دھارے میں آکر مل گئے ہیں

(باز آمد... شرف الدین شامی) (۳۲)

تم اُس پیغمبرِ اسلامؐ کی توہین کرتے ہو؟... جو دنیا کی سماجی نفرتوں میں آشتی اور امن کا پیغام لایا تھا... کہ جو خود ساختہ جھوٹے خداؤں کے جہاں میں دینِ حق، "اسلام" لایا تھا... کہ جس کی حضرتِ آدمؑ سے لے کر آلِ ابراہیمؑ تک سب نے گواہی دی... جسے خود ربِّ کعبہ نے نبوت کے درخشاں سلسلے کی کجکلاہی دی... تم اُس پیغمبرِ اسلام کی توہین کرتے ہو؟ تمہیں غیرت نہیں آتی؟

(تمہیں غیرت نہیں آتی؟، ظفر اقبال ظفرؔ) (۳۳)

خدمتِ اقدس میں اذنِ باریابی چاہیے ..... میرے دو ہمدم بھی میرے ساتھ ہیں .....

چشمِ گریاں اور قلبِ ناصبور..... "اے فروغِ بزمِ اعصار و ظہور"..... الاماں یہ فتنہ ہائے افتراق

یہ ہوائے زہر آگینِ نفاق..... کتنے فرقوں میں بٹی ہے آپ کی امت حضور ﷺ!

کوئی اسم ایسا نہیں دنیا میں آقا جس قدر..... اتحاد آموز ہے اسمِ گرامی آپ کا

ہونٹ بھی آپس میں مل جاتے ہیں جس کے ورد سے..... کیوں نہیں آپس میں ملتے نام لیوا آپ ﷺ کے

(انور مسعود) (۳۴)

خزاں کا راج ہے ہر سو..... مرے خیاباں میں ..... میں اس کی زد میں ہر اک پھول..... ہر شجر دیکھوں

گماں یہ ہے کہ مسلسل خزاں ہی پھیلے گی!..... مگر مجھے تو اُمیدوں کے پھول چننے ہیں..... مجھے تو

سخت مراحل

سے اب گزرنا ہے..... کسیلی شاموں کے کچھ ذائقے بھی چکھنے ہیں.....زمیں پہ زرد ہے موسم مگر
مگر پھر بھی ..... یہ جبر عہد، نیا تو نہیں ہے دنیا میں ..... یہ جبر عہد، زیادہ نہیں ہے طائف سے!
جہاں رسولِ گرامی ﷺ نے ..... سختیاں جھیلیں.....فقط، پیامِ صداقت، پیامِ دیں کے لیے!
اکیلی ذات نبی ﷺ کی تھی اور جہاں ظالم.....جہاں ایسا کہ جس کا ہر ایک طفلِ لعیں
لیے ہوئے تھا یدِ قہرماں میں .....پتھر ہی..... مگر ثباتِ نبی ﷺ کو کبھی نہ آنچ آئی
سنو! پھر آپ ﷺ کی تدبیر .....رب کی نصرت سے.....اُسی ستم گر و ظالم گروہ نے آکر...
کیا قبول وہ پیغامِ حق.....بہ عجز و نیاز..... پھر اس جہاں میں .....وہی لوگ معتبر ٹھہرے
یہ عہدِ جبر و ستم.....بے پناہ...بدتر ہے..... مگر اُس عہد سے کم ہے جو.....اُن ﷺ پہ گزرا ہے
کہ اُن ﷺ کے ساتھ..... کوئی کارواں، خدَم نہ حَشَم.....نہ کوئی پاس سواری
نہ قوتِ نانِ جویں..... مگر ہمیں تو یہ سب کچھ یہاں مُیسر ہے.....زمیں پہ پھیلی ہوئی فوج
اور آسائش!..... تفنگ و تیغ سے ہم لیس ہیں ..... مگر پھر بھی ..... یہ جبر عہد ہمیں لے رہا ہے
نرغے میں!..... کوئی دلیل تو اس کی.....زبانِ وقت پہ ہے؟.....ندامتوں کے سمندر میں ڈوب
جائیں اگر.....ہم اپنے طرزِ عمل پر ذرا بھی غور کریں..... کہ خوفِ مرگ میں ہم مبتلا ہوئے جب سے
ہم اپنا عہدِ وفا ہی .....سرے سے بھول گئے!.....ہم اپنے زعم میں اُمّیدِ فتح یابی میں
خود اپنے "عہد" کی شرطیں بُھلا کے بیٹھ گئے.....ملی، نویدِ ظفر تھی ہماری ملت کو
مگر وفا سے وہ مشروط تھی ..... بہر قیمت!.....ہوا جو ہم پہ اثر.....جہلِ عقل و دانش کا
تو ہم فریبِ تمنا میں آگئے ایسے ..... کہ اپنا عہدِ وفا ہی .....سرے سے بھول گئے!
ابھی ہے وقت کہ "عہدِ وفا" کا پاس کریں.....وگرنہ سیلِ زماں میں تو بہتے رہتے ہیں
ہماری طرح کے بے انت.....یاں، خس و خاشاک!..... کہیں زمانہ اسی طرح سے ہمیں اک
دن.....بہائے اور سمندر میں غرق کر ڈالے!

(شرطِ وفا...عزیز احسن)(۳۵)

احسان اکبر کی کتاب " طہور" کا انتساب، ایک آزاد نظم کی صورت رقم ہوا ہے۔ اس میں آزاد نظم کی شعری جمالیات کا بھرپور عکس دیکھنے میں آیا:

عظمتِ آدم اسؑ کے عمل سے ہَوَیدہ ہوئی... ایسی تہذیب اُبھری جو انساں کو تکریم

دے... اسؐ نے تنزیہہ کی کلک سے اسمِ "اللہ" لکھا... سبھی کو سنایا... کہ سب کی گواہی ہو... تاریخ میں آخری بار... اسؐ نے جو سب گورے کالوں کو اک نام لے کر صدا دی... تو سب نے کہا... ہم نے جانا ہے، مانا ہے، تصدیق کی... آسمانی گواہی سے اسؐ نے تخاطب کیا..... "دیکھ! تُو [جل جلالہٗ] اس کا شاہد ہو... جو سن رہا ہے"..... برابر کے پلڑوں میں مسکینوں مجبوروں... امت کے سب بن خریدے غلاموں کو... شاہوں کے ہمراہ میزان میں رکھ کے تولا... اور اس وزن ہی کے برابر... مساکیں کے صدقے اُتارے" ... (انتساب، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام) (پروفیسر ڈاکٹر احسان اکبر، "طہور"، المسطر پبلیشرز، اسلام آباد، بارِ اوّل: اپریل ۲۰۲۱ء)(۳۶)

نثری نظم میں نعتیہ متن:

نثری نظم کو انگریزی میں Prose Poem کہا جاتا ہے۔ انیسویں صدی کے فرانسیسی شعرا، بادلیر (Baudelaire) اور آرتھر رامبو (Arther Rimbaud) نے، اس صنف کو متعارف کروایا تھا۔

نثری تحریر میں تخلیقی دانش کا ایسا اظہار، جس کی قراءت سے نثر پر بھی نظم کا گمان ہو، نثری شاعری یا نثری نظم میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس نظم کا شاعرانہ عنصر (Poetic element)، اسے وزن کی قید سے آزاد ہونے کے باوجود شاعری کا درجہ دلواتا ہے۔

قمر جمیل اپنے مضمون "پروز پوئم کا معیار" میں لکھتے ہیں:

"پروز پوئم کسی فنکار پر تخلیق کا کوئی آسان دروازہ نہیں کھولتی بل کہ اس صنف کے جوہر کے جتنے جمالیاتی تقاضے ہیں، ان کی تکمیل کے بغیر کوئی پروز پوئم، شعری قدر حاصل نہیں کر سکتی..... ہم میں سے ہر شخص کو اس بات پر اتفاق ہے کہ پروز پوئم میں ذاتی آہنگ ہوتا ہے۔ یہ ذاتی آہنگ شاعر کے اپنے احساس اور جذبے کی رفتار کا سچّا مظہر ہوتا ہے اور شاعر ہی کے جذبے اور احساس سے پیدا ہوتا ہے۔ آہنگ دراصل آوازوں کی مخصوص ترتیب اور اس کے باقاعدہ وقفے سے پیدا ہوتا ہے... نثری نظم ذاتی آہنگ کے علاوہ ایک طرح کی موسیقیت بھی رکھتی ہے، جسے ہم سُریلا پن کہتے ہیں۔" (۳۷)

عزیز حامد مدنی لکھتے ہیں:

"نثری نظم، بیشتر ایک رپورتاژ کی نثر یا واقعاتی بیان کی نثر سے الگ ایک اپنی خود احتسابی کا نظام رکھتی ہے۔ اس کی تیز رفتاری واقعاتی بیان سے الگ موسیقی کے (NOTATIONS) کی طرح ہوتی ہے..... نثری نظم ایجاز سے کام لیتے ہوئے بڑی قوت سے ایک خیال کو ایک شبیہ (پیکر تراشی) میں ڈھالنے کے مترادف ہوتی ہے۔ کچھ نثری نظم کی ہیئت میں اپنے پورے تجربات کا اظہار کرنے والے شعرا ایک اندرونی آہنگ، ایک بحر، عروضی حساب کا سا تموج پیدا کر دیتے ہیں"(۳۸)

"حالی نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے:

"انگریزی میں دو لفظ استعمال میں آتے ہیں، ایک شعر اور دوسرا نظم، اور جس طرح ان کے ہاں وزن کی شرط پوئٹری (Poetry) کے لیے نہیں، بلکہ ورس (Verse) کے لیے ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی یہ شرط شعر میں نہیں بل کہ نظم میں معتبر ہے... قدیم عرب کے لوگ یقیناً شعر کے یہی معنی سمجھتے تھے۔ جو شخص معمولی آدمیوں سے بڑھ کر کوئی موثر اور دلکش تقریر کرتا تھا، اسی کو شاعر جانتے تھے۔"(۳۹)

قدیم عرب، صرف خوبصورت بات کو شعر قرار دیتے تھے۔ مشہور ہے کہ حضرت حسانؓ کے بیٹے کو کسی کیڑے نے کاٹ لیا۔ اس کا نام وہ نہیں جانتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے اس کا نقشہ یوں کھینچا... وہ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ وہ حیرہ کی دو چادروں میں لپٹا ہو... 'کانہ ملتف فی بردی حیرہ'... حیرہ کی چادریں نقش و نگار اور خوبصورتی میں بہت مشہور تھیں۔ موقع و محل کے لحاظ سے یہ اندازِ بیاں اتنا خوبصورت اور دلنشین تھا کہ حضرت حسانؓ بے ساختہ کہہ اٹھے "رب کعبہ کی قسم یہ تو شعر ہے" — شعر ورب الکعبہ —"(۴۰)

حضرتِ حسانؓ کا اپنے بیٹے کو شاعر قرار دینا، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کسی خیال کا دل نشین انداز میں اظہار ہی شاعری ہے۔

ویسے تو Prose Poem کا رواج فرانس میں انیسوں صدی عیسوی میں چارلس بادلیئر (Baudelaire) اور آرتھر رامبو (Arther Rimbaud) کے ہاتھوں ہوا۔ لیکن اس سے بہت پہلے بائبل میں مزامیر داؤد علیہ السلام کی ہیئت میں وہ لطافت پوشیدہ تھی جسے "نثری نظم" کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں ایک عیسائی فلسفی شاعر جبران خلیل جبران (پیدائش ۶/ جنوری ۱۸۸۳ء ... وفات ۱۰/ اپریل ۱۹۳۱ء) نے نثری نظمیں لکھ کر عربی ادب کو متاثر کیا۔ اسی کی نظموں کے اثر سے، عربی ادب میں، کلاسیکی دبستاں شکنی کا رجحان پیدا ہوا اور نثری نظم کو فروغ ملا۔ قمر جمیل نے مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب "غبارِ خاطر" کو نثری نظموں کا مجموعہ تسلیم کیا ہے۔

تقدیسی شاعری میں نعتیہ نثری نظمیں لکھنے والے متعدد شعرا ہیں لیکن اس صنف کے شعری تقاضے پورے کرنے کے حوالے سے احمد ہمیش کا نام نمایاں ہے۔ ان کی نثری نظم میں، شدتِ احساس نے روحِ شاعری، کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ احمد ہمیش کی نعتیہ نثری نظم بعنوان "رسالت مآب ﷺ کے حضور میں" ملاحظہ ہو:

ابھی میں نے اپنی گھڑی موت کی گھڑی سے ملائی ہے
یارسول اللہ ﷺ!
مجھے، میری موت سے پہلے میرے جسم کی گندی مٹی سے پاک کر دیجیے یا اُسے معاف کر دیجیے
صرف چند سال زندہ رہنے کے لالچ کے اوپر میری روح کو کسی مضبوط رسی سے باندھ دیجیے
اور پھر میرے جسم کی سمتوں کو اس تلوار سے کاٹ دیجیے، جو اللہ نے آپ کو سونپی تھی
اور شیطان کے گنجان بالوں سے ڈھکے ہوئے میرے خمیر کو جلا کر خاک کر دیجیے
اور خاک کو ان ہواؤں میں اُڑا دیجیے جو آپ کے قدموں میں چلتی ہیں
یارسول اللہ ﷺ!
ایک سرد رات جو میری پسلیوں کی تکلیف پر کھنچ گئی تھی اور پانی برس رہا تھا اور میری عمر کے چھتیس
سال میرے بچھونے کمرے سے باہر کھڑے بھیک مانگ رہے تھے
تو جتنا میں نے دنیا سے آگ جلانا سیکھا تھا، اتنا ہی میں نے آگ جلائی، اس انگیٹھی میں جو گھر میں بے کار پڑی ہوئی پرانی صراحی کے ٹوٹے ہوئے ٹھیکرے سے بنائی گئی تھی
اور میں نے اس مہاکال کی ان تنت آسودہ جلاوطنیوں پر چپ چاپ ماتم کرتی ہوئی لکڑی کی ٹال سے جو دو روپے کے ڈیڑھ سیر کوئلے مول لیے تھے۔ اس میں سے صرف آٹھ کوئلے جلا کے اس لالٹین

کے لیے دُکھی تھا، جو لکڑی کی ٹال میں حقیر حاجتوں کے اوپر ٹنگی ہوئی ہمارے ماضی کی غمگین عورتوں کے

دھواں دھواں لہو ملے ہوئے، جھلسے ہوئے آنسو رو رہی تھی

یارسول اللہ ﷺ!

میں نے صبر کر لیا کہ صبر کرنے والے اللہ کو پیارے ہوتے ہیں

تب میں نے انگاروں کی زبان سنی کہ انگارے بھی دہک دہک کر کوئی ایسی آیت پڑھتے ہیں جو قرآنِ پاک کے مرکز میں ہوتی ہے

تب اگلے پچھلے گناہوں سے ڈرنے والی صرف آنکھیں ہوتی ہیں جو نہ کھلتی ہیں نہ بند ہوتی ہیں

زندگی کے نام پر عمر ایک ان دیکھی اونچائی سے ان دیکھی ڈھلان میں اُترتی چلی جاتی ہے

عمر، جو نہ جاگتی ہے نہ سوتی ہے

عمر، خود اپنے ہاتھوں میں ایک پھاوڑا لیے ہماری قبر کھودتی رہتی ہے

اور ہاں! یہ قبر ہمارے آنے والی جانکنی تک کھلی رہتی ہے

یہ اور بات ہے کہ ہم اُسے دیکھتے ہوئے بھی دیکھ نہیں سکتے

ریڑھ کی ہڈی کے گودے سے چپکے ہوئے، روم روم میں آباد، کھال کی پرتوں سے لپٹے ہوئے گوشت اور چربی میں گندھے ہوئے شریانوں کے جال پھیلائے ہوئے، ٹرانسپیرنٹ جھلی چڑھائے

ہوئے لُعاب اور تھوک کے قبیلہ میں آگے چلتے ہوئے ان گنت مقدر مسلوب، ذلیل لذتوں کے بینر

اٹھائے ہوئے ہمارے اعصاب ہمیں ٹانگے ہوئے لیے جاتے ہیں دھند میں

نہ جسم کی آب وہوا میں پلنے والا سوّر نہ وہ بانس کی بلّیوں اور رسی کا شکنجہ

نہ گرم غذاؤں، الکحل اور تیز مصالحوں سے بنی ہوئی موٹی کھال کی دیواریں

نہ ناخنوں سے روز کھرچے، رگڑے جانے والے ان کے پلستر، اور نہ وہ چربی جو جسم کے ابتدائی

ایندھن میں کام آئے گی

اور نہ وہ بھالا جس کی نوک سے اعصاب اور جانکنی کے درمیان کا نشہ آور مگھم اذیت

ناک سفر طے ہوتا ہے
مگر ہمیں کچھ نہیں دکھائی دیتا، نہ وہ ہمارے ہاتھ، جو بھالے کی نوک سے خود کو چبھوتے ہیں، کھودتے ہیں، کھینچتے ہیں،
کھرونچتے ہیں، سوراخ کرتے ہیں تاکہ کھال پر چڑھی ہوئی طویل راتوں کی موٹی سیاہی اتر جائے اور ایک ابدی دن نکلے اور سفر ختم ہو
یہاں تک کہ اعصاب اور جانکنی کے درمیان پہنچ کر ہماری زمین کا وقت بتانے والی تمام انسانی گھڑیاں غلط ہو جاتی ہیں..... تب ایک ہی گھڑی صحیح ہوتی ہے..... موت کی گھڑی
یارسول اللہ ﷺ !
میں نے اپنی گھڑی موت کی گھڑی سے ملا کے آسمان کی طرف دیکھا کہ زمین کے وقت سے گزر جانے کی دعا مانگوں مگر عرصہ ہوا میں اپنی نسل کے لوگوں کے ہجوم میں وہ دعا بھول چکا ہوں
یارسول اللہ ﷺ !
میری بھول کو چھوڑ کر صرف میری اُس ایک نیت کو اٹھا لیجیے جو آپ کو شافعِ محشر جان کر آنسوؤں کی زبان میں روتی ہے
کیوں کہ انتظار، ابد کا دل ہے اور کوئی کہتا ہے کہ میرے بچے مت رو... مت رو
وہ کون تھا جو میرے خون کی بوند لیے عرب سے آیا تھا اور ہند کی زمین پر جنگیں جیت کر خود اپنے اندر ہار گیا تھا
اور زندگی کے پڑاؤ پر اس نے گھر، مسجد تالاب اور کوئیں بنوائے تھے
پیڑ اور پودے اُگائے تھے، فصلیں بوئی تھیں، مویشی پالے تھے
وہ کون تھا! جس کے خون نے میرے باپ کے باپ کو اپنی آنکھیں دی تھیں۔ اور وہی آنکھیں میرے باپ نے مجھے دی تھیں
تب مجھے معلوم نہیں تھا کہ وراثت اپنے ساتھ اپنا ایک کیمرہ بھی لیے ہوئے چلتی ہے
خون کی اک اک بوند میں ان گنت لینس ہوتے ہیں
ایک بوند بھی کہیں گر جائے تو اَن گنت لینس ٹوٹ جاتے ہیں
کون جانے کہ میری پیدائش سے پہلے خون کی کتنی بوندیں گری تھیں، اور کتنے لینس

ٹوٹے تھے
مجھے کتنی بار پیدا کیا گیا اور کتنی بار قتل کیا گیا
اگر پیدا ہونے والے بچے کے کان میں اذان دینے کی رسم نہ ہوتی تو میرے پیدا ہونے کا مطلب کون بتاتا
یارسول اللہ ﷺ!
مجھے آپ کا مبارک نام کون بتاتا
یہ میری وراثت تھی، جو کم عمری میں میرے سر کو جگائے رکھتی تھی، اس وقت جب کہ دیہاتی مسجد کے صحن میں میری کم سنی کے سر پر جامن کے پیڑ کی ٹہنیاں گرتی تھیں۔ اور میں سمجھتا تھا کہ وہ آپ کے فرمان کی ٹہنیاں تھیں
یارسول اللہ ﷺ!
آپ کے فرمان سے بچھڑنے کی وہ آخری شام تھی
میدانوں میں ننگے پاؤں تیز دوڑنے والے بچوں کے ساتھ، دھوپ دوڑ لگا کے تھک چکی تھی۔ مسجد کے صحن میں نماز بے نیاز تھی۔ میں اُسے پڑھ لیتا تب بھی اور نہ پڑھتا تب بھی، وہ مجھ سے بے نیاز تھی
منہ میرا کعبے کی طرف تھا، سورج کی دمکتی طشتری کو چھپا کے لے جانے والا بھی تو اللہ ہی تھا، پھر وہ کون سی ہونی تھی جس نے میرا منہ پھیر دیا تھا
میرے پیٹ اور پیٹھ کو کچلنے والے نمائندوں نے دنیا پر حکومت کی، ان کے پاس اپنی نسلیں چلانے کے لیے کافی ایندھن تھا
میں ان گنت اندھیروں میں اپنا اندھیرا لیے ہوئے غلام ملکوں کی ریلوں میں سفر کرتا آبادیوں میں کبھی نہ ملنے والے ٹھکانوں پر مانگی ہوئی مٹی سے نیند مانگتا، اور اپنی بیداری سستے داموں بیچ کر پیٹ بھرتا،
اور کبھی نہ ملنے والی عورت کے نام پر اپنا بستر چھوڑ کر ایک آبادی سے دوسری آبادی بھٹکتا وہ ایمان والوں کی آنکھوں سے روشنی چھیننے والی لڑکیاں تھیں یا آب وہوا کی تبدیلی تھی یا تاریخ کا جبر!

یا صرف میرے لیے زمین کی گردش رُک گئی تھی
یارسول اللہ ﷺ !
آپ کے فرمان سے بچھڑنے کی وہ آخری شام تھی (احمد ہمیش)(۴۱)

نثری نظم کا تقدیسی متن ظاہر کرنے کی غرض سے میں نے یہی ایک مظم منتخب کی ہے۔ احمد ہمیش کی نظم روایتی متون(Texts) سے بالکل مختلف ذائقے کی نظم ہے جسمیں افسانوی فضا کی عکاسی ہے۔ لیکن اس میں تاریخ کے روشن دریچوں سے آنے والی روشنی کے ساتھ ساتھ، ایمانی حسیّت کا پرتو بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

نعتیہ ترویٰنی:

ترویٰنی ایک نئی ہیئتی صنفِ سخن ہے جس کے موجد معروف فلم ڈائرکٹر اور ادیب گلزار ہیں۔ گلزار نے اس صنف کے بارے میں لکھا ہے:

"ترویٰنی نہ تو مثلث ہے، نہ ہائکو، نہ تین مصرعوں میں کہی ایک نظم۔ ان تینوں فارمز میں ایک خیال اور ایک امیج کا تسلسل ملتا ہے۔ لیکن ترویٰنی کا فرق اس کے مزاج کا فرق ہے۔ تیسرا مصرع دو مصرعوں کے مفہوم کو کبھی نکھار دیتا ہے، کبھی اضافہ کرتا ہے، یا ان پر کمنٹ (Comment) کرتا ہے۔ ترویٰنی نام اس لیے دیا کہ سنگم پر تین ندیاں ملتی ہیں۔ گنگا، جمنا اور سرسوتی۔ گنگا اور جمنا کے دھارے سطح پر نظر آتے ہیں، لیکن سرسوتی جو ٹیکسلا کے راستے بہہ کر آتی تھی وہ زمین دوز ہو چکی ہے۔ ترویٰنی کے تیسرے مصرعے کا کام سرسوتی دکھانا ہے، جو پہلے دو مصرعوں سے چھپی ہوئی ہے"(۴۲)

شاعر علی شاعرؔ کا مجموعہ "ترویٰنیاں" ۲۰۰۷ء میں شایع ہوا تھا جسے ڈاکٹر سلیم اختر نے ترویٰنی کا اوّلین نقش قرار دیا تھا۔(۴۳)

اب شاعر علی شاعر نے اپنی کتاب "نعت کے سات رنگ" میں ایک سو نعتیہ ترویٰنیاں لکھ کر، پھر ایک بار یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ترویٰنی میں نعتیہ متن پیش کرنے والے نمایاں سخنور ہیں۔ ان کی لکھی ترویٰنیاں ملاحظہ ہوں:

☆ شاخوں شاخوں بیٹھے پنچھی... بول رہے ہیں اپنی زباں میں... احمد ﷺ جیسا کوئی نہیں ہے

☆ بادِ صبا کو کہہ کر میں نے..... اُن کے روضے پر بھیجا ہے..... غم کا مارا رہ تکتا ہے
☆ ہم رستوں سے ناواقف تھے... وہ جو رہبر بن کر آئے... آسانی سے پائی منزل
☆ اچھے اپنے بھاگ رہے ہیں... تم آئے تو غفلت چھوٹی... سوتے تھے اب جاگ رہے ہیں
☆ اپنی نسبت دے کر ہم کو... کر ڈالا ہے ارفع، اعلیٰ... کوئی نہیں ہے تم سے سچا
☆ شمعِ رسالت کا پروانہ... مجھ کو بنانا ایسا مولا... اُن پہ نچھاور ہو جاؤں میں
☆ غم کی دیمک چاٹ رہی تھی... خانوں خانوں بانٹ رہی تھی... تم نے آ کر کی غم خواری
☆ خواب میں اکثر سوتے دیکھوں... نور کی بارش ہوتے دیکھوں... کیسے جاؤں شہر مدینہ (۴۴)

شفیق احمد شفیقؔ کی کتاب "مدحتِ خیر الوریٰ" میں دو نعتیہ ترویناہیں:

☆ ہم جا کے مدینہ دیکھیں گے... جو کچھ نہیں دیکھا دیکھیں گے... مل جائے جو اذن ربِّ جہاں
☆ قربان رسولِ عربی کے... قربان نبیٔ اُمّی کے..... قرآن سا تحفہ ہم کو دیا (۴۵)

یہ ترویناں نعتیہ ادب میں ہیئتی صنف کے اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ہائیکو میں نعتیہ متون:

جاپانی صنف سخن ہائیکو تین مصرعوں پر مشتمل مختصر نظم ہوتی ہے۔ جاپانی شعرا اس میں فضاؤں کی رنگینی اور پھل، پھول وغیرہ کا ذکر لازمی سمجھتے ہیں۔ عموماً تین مصرعے ۵-۷-۵ (فعلن فعلن فع... فعلن فعلن فعلن فع... فعلن فعلن فع) کی ترتیب سے کہے جاتے ہیں۔ لیکن بعض شعراء نے اس ترتیب سے انحراف کرتے ہوئے کم یا زیادہ اوزان بھی برتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی نے لکھا: "ہائکو کا تلفظ ہائک ہے۔ جاپانی 'بہت سے لفظ جب رومن رسم الخط میں لکھتے ہیں تو اختتام مصوتہ (Vowel) پر کرتے ہیں۔ اردو میں ہم نے اسی رسم کو اختیار کر لیا ہے۔ (۴۶)

اردو میں نعتیہ متون سے اس صنفِ سخن کو مالا مال کرنے والے لائق ذکر شعرا میں شبنم رومانی، سہیل غازی پوری، سرشار صدیقی، اقبال حیدر، صبیح رحمانی، شفیق الدین شارق، انجم اعظمی، ابوالخیر کشفی، محسن بھوپالی، وضاحت نسیم، رونق حیات، معراج حسن عامر، آفتاب مضطر، رضی الدین رضی، سلیم کوثر، اختر شمار، مقبول نقش، سید قمر ہاشمی، مظفر وارثی، اکرم کلیم، اقبال نجمی، آفتاب کریمی اور طاہر سلطانی وغیرہم کے نام شامل ہیں۔

ہائیکو کی ہیئت میں اظہار کا ایک نیا پن ظاہر ہوتا ہے۔ احساس کی لہروں کو ایک الگ زبان مل جاتی ہے اور شاعر غیر محسوس طور پر روایت سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے، نیا آہنگ اختیار کرتا ہے۔ اکیسویں صدی کی مناسبت سے ہمیں صرف دو مثالیں پیش کرنی ہیں:

شاعر علی شاعر نے ہائکو کی ہیئت میں نعتیہ متن کو تخلیقی زبان دی ہے:

نام ادب سے لے... سارے اُجالے پھیلے ہیں... اسمِ محمد ﷺ سے
جو بھی سلامت ہے... اِس دورِ پُر آفت میں... اُن کی رحمت ہے (شاعر علی شاعر)[۴۷]

سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی نے بھی ہائیکو میں نعتیہ متن کی کرنیں بکھیری ہیں:

روشن سینہ ہے... تیری محبت کا آقا... دل گنجینہ ہے
جانِ عبادت ہے... شاہِ امم کی مدح و ثنا... بڑی سعادت ہے
کتنا ہے خوش حال... عشقِ نبی کی دولت سے... جو ہے مالا مال
رحمت کی ہے سبیل ... سیرتِ شاہِ دیں پہ عمل... عظمت کی ہے دلیل
کھل گئی شاخِ دل... کوچہء شاہ کون و مکاں... میری ہے منزل
برسیں گے انوار... نور سجاؤ بزمِ نبی... دل ہو گا سرشار
میرے پیارے رسول... تیری ایک توجہ سے... کانٹے ہو گئے پھول
قومِ مسلم جاگ... پانی سر تک آ پہنچا... سوئے طیبہ بھاگ[۴۸]

نعتیہ قطعات:

ابو الاعجاز حفیظ صدیقی نے "کشاف تنقیدی اصطلاحات" میں لکھا ہے:

"قطعہ کے لغوی معنی ٹکڑے کے ہیں اور اصطلاحی معنوں میں یہ ایک صنفِ شعر ہے جس میں قوافی کی ترتیب قصیدے یا غزل کے مطابق ہوتی ہے۔ یعنی تمام اشعار کے مصرع ہائے ثانی ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن غزل اور قصیدے کے برعکس قطعے میں مطلع نہیں ہوتا اور مقطع ضروری نہیں۔ قطعہ کے لیے کم از کم دو شعروں کا ہونا ضروری ہے زیادہ اشعار کی کوئی قید نہیں۔ البتہ غزل کی طرح قطعے کا طول بھی دس بارہ شعروں تک ہی مناسب سمجھا جاتا ہے۔" [۴۹]

نعتیہ قطعات لکھنے والے متعدد شعرا ہیں۔ شاہد الوری کے نعتیہ قطعات، غالب کے مصرعوں

پر کہے گئے ہیں اور اختتام پر غالب کے مصرعے پر گرہ لگا کر "تضمین" نگاری کا ہنر بھی دکھایا گیا ہے۔ دیگر شعرا کے قطعات، روایتی اظہاریے کے عکاس ہیں:

ہر اعتبار سے ممدوحِ خلق و خالق ہے — وہ ذاتِ پاک جو رحمت ہے دوجہاں کے لیے
اُسی کے حُسنِ توجہ سے پار اُترے ہیں — ترس رہے تھے سفینے جو بادباں کے لیے
اُسی کا نام وظیفہ قرارِ جاں کے لیے

ہر ایک وصف ہے عنوانِ صد ہزار اوصاف — کہاں سے لائے گا طاقت کوئی بیاں کے لیے
تمام دولتِ عرفاں ہے معرفت اس کی — بڑا نشاں ہے وہی ایک بے نشاں کے لیے
اُسی کی ذاتِ گرامی ہے فخر موجودات — شرف اُسی کی غلامی ہے اِنس وجاں کے لیے
بغیرِ فضلِ خدا نعت ہو نہیں سکتی — "سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے"
محیط ابرِ کرم کی طرح ہے اُس کی ذات — وہ روشنیِ ہدایت ہے دو جہاں کے لیے
اُسیؐ کے پرچمِ عظمت سے سرُخرو ہے زمیں — اُسیؐ کے نقشِ قدم تاج کہکشاں کے لیے
اُسیؐ کا نور ہے قندیلِ معرفت کی ضیاء — اُسیؐ کا حسن ہے تزئینِ لا مکاں کے لیے
اُسیؐ کے سامنے میرا سرِ نیاز ہے خم — "بنا ہے چرخِ بریں جس کے آستاں کے لیے"

(شاہد الوری)(۵۰)

مرے خیال میں بستا نہیں ہے کوئی جمیل — مری نگاہ میں جچتا نہیں ہے کوئی حسیں
ہزار خانۂ دل میں ہے روشنی کا ہجوم — چراغِ عشقِ محمد ﷺ نہیں تو کچھ بھی نہیں

(خیال آفاقی)(۵۱)

ذکرِ محبوبِ خدا ہے باعثِ کیف و سرور — یادِ ختم المرسلیں ہے تازگی ایمان کی
اتباعِ مصطفیٰ ﷺ پر جو عمل پیرا رہا — اس نے ہر مشکل گھڑی اپنے لئے آسان کی

(قمر وارثی)(۵۲)

جہل کے مابین ایوانِ ادب کھولے گئے — آدمی پر عقدہ ہائے روز وشب کھولے گئے
عظمتِ آدمؑ، وقارِ آدمی، عزّ بشر — آپ جب آئے تو یہ اسرار سب کھولے گئے
قلب آزردہ و محزوں نہ رہا نعت کے بعد — انبساط ایسا طبیعت کو ملا نعت کے بعد

قریۂ جاں میں فقط خاک اُڑاکرتی تھی یہ خرابہ بھی تو آباد ہوا نعت کے بعد
منبعِ نُور، درِ سیّدِ لولاک کی خیر وجہ تمکینِ زمیں، باعثِ افلاک کی خیر
ہجرِ سرکار میں بہتے ہوئے اشکوں کو سلام! یادِ سرکار میں ہر دیدۂ نمناک کی خیر
(جُنید نسیم سیٹھی)(۵۳)

سی حرفی کا نعتیہ متن:

'سی حرفی'، پنجابی کی ایک صنف ہے جس کا ہر بند الف سے یاتک کے حروفِ تہجی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔

ابو الاعجاز لکھتے ہیں:

"اردو میں سی حرفی کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ افسر صدیقی امروہوی کا خیال ہے کہ اردو میں سب سے پہلی سی حرفی شاید شاہ برہان الدین جانم (متوفی ۹۹۰ھ) کی ہے۔ محقق موصوف نے اپنے مضمون "سی حرفی معظم" میں شاہ تراب، شاہ کرم، شاہ وجھن، شاہ محمد غوث چشتی صابری اور معظم کی اردو سی حرفیوں کا ذکر کیا ہے"۔(۵۴)

نعتیہ ادب میں بھی اس ہیئتی صنف کے نقوش بننے لگے ہیں۔ حفیظ تائب کی "سی حرفی زمزمہء درود" معرکہ آرا ہے۔ ملاحظہ ہو:

نامِ خدا سے سلسلا... زمزمہء درود کا... منزلِ ذات کا پتا... نور و ظہورِ مصطفیٰؐ... روح و رواں کی ہے صدا
صلِّ علیٰ نبینا... صلِّ علیٰ محمدٍ..... جلوہء روئے آں جنابؐ... ارض و سما کی آب و تاب
مطلعِ حق کا آفتاب... آپؐ کی شرعِ مستطاب... قدر گرو جہت نما... صلِّ علیٰ نبینا... صلِّ علیٰ محمدٍ
مقصدِ کن فکاں ہیں آپؐ... قائدِ مُرسلاں ہیں آپ... نیّرِ لامکاں ہیں آپؐ... رہبر ہر زماں ہیں آپؐ
آپؐ کا شوقِ دل کُشا... صلِّ علیٰ نبینا... صلِّ علیٰ محمدٍ... آپؐ ہیں جوہرِ حیات... نورِ نگاہِ کائنات
پیکرِ جراءت و ثبات... موجبِ راحت و نجات... فکر و نظر کا منتہا... صلِّ علیٰ نبینا... صلِّ علیٰ محمدٍ
نوعِ ذکور کے غیاث... محسنِ طبقہء اناث... خلقِ خدا کے مستغاث... آپؐ کا عزم و انبعاث
مردہ دلوں کا حوصلا... صلِّ علیٰ نبینا... صلِّ علیٰ محمدٍ... عدل کا ان کے سر پہ تاج... عقل و خرد

پہ ان کا راج
حق نے کہا انھیں سراج ...تا ابد ان کی احتیاج...ان پہ ہیں دو جہاں فدا...صلِّ علیٰ نبینا...صلِّ علیٰ محمدٍ
آپؐ ہیں ضامنِ فلاح...شاہدِ اوج، انشراح...آپؐ نگاہ کی صباح...آپؐ سے ہی دلوں کی راح
آپؐ کا ذکر جاں فزا...صلِّ علیٰ نبینا...صلِّ علیٰ محمدٍ.....زیست کی راہِ سنگلاخ...ان کے کرم سے ہے فراخ
بارور ان سے شاخ شاخ...مہکے ہیں ان سے کنج و کاخ...نور ہے ان کا جا بہ جا...صلِّ علیٰ نبینا...صلِّ علیٰ محمدٍ
آپؐ کی دل نواز یاد ...کرتی ہے جسم و جاں کو شاد...دیتی ہے مدح گر کو داد...بھرتی ہے دامنِ مراد
آپؐ ہیں معدنِ عطا...صلِّ علیٰ نبینا...صلِّ علیٰ محمدٍ.....جن کے سبب طلب لذیذ...زیست کی تاب و تب لذیذ...تلخیِ روز و شب لذیذ...علم و فن و ادب لذیذ...جن سے قدم قدم ہدیٰ...صلِّ علیٰ نبینا...صلِّ علیٰ محمدٍ
مُرسَلِ خوش خبر حضورؐ...خسروِ خشک و تر حضورؐ...دہر کے چارہ گر حضورؐ...حُسن ہیں سر بہ سر حضورؐ...رحمتِ حق کی انتہا
صلِّ علیٰ نبینا...صلِّ علیٰ محمدٍ.....میرِ عجم، شہِ حجاز...جن پہ کھلا ہر ایک راز...جن کے غلام سرفراز جن پہ ہے سروری کو ناز...والیِ کشورِ بقا...صلِّ علیٰ نبینا...صلِّ علیٰ محمدٍ.....جسم پہ صبر کا لباس ...ہاتھ میں پرچمِ سپاس ...شُکر طراز و حق شناس ...قصرِ وجود کی اساس...مہرِ سپہرِ ارتقا...صلِّ علیٰ نبینا
صلِّ علیٰ محمدٍ.....آپؐ بہارِ عرش و فرش...عزّ و وقارِ عرش و فرش...تاب و قرارِ عرش و فرش دارو مدارِ عرش و فرش...دیدہ و دل کا مدّعا...صلِّ علیٰ نبینا...صلِّ علیٰ محمدٍ.....آپؐ کا ہے پیام خاص خلقِ خدا کے نام خاص...آپؐ کی بزمِ عام، خاص...عظمت و احترام خاص...آپؐ کا مرتبہ جدا صلِّ علیٰ نبینا...صلِّ علیٰ محمدٍ.....پھیلا ہوا ہے خوانِ فیض ...آتے ہیں طالبانِ فیض ...پاتے ہیں ارمغانِ فیض

کہتے ہیں داستانِ فیض ...لب پہ ہے سب کے مرحبا... صلِّ علیٰ نبینا... صلِّ علیٰ محمدٍ.....رُوح کا ان سے ارتباط

باعثِ فرحت و نشاط... قلب ہے آپؐ کی رباط... کم ہے کوئی یہ انبساط... میرے لبوں پہ ہے سدا

صلِّ علیٰ نبینا... صلِّ علیٰ محمدٍ..... عجز طبیعتِ حفیظ... رنگِ محبتِ حفیظ... شوق و عقیدتِ حفیظ

عزت و شہرتِ حفیظ... صدقہ ہے اُس جناب کا... صلِّ علیٰ نبینا... صلِّ علیٰ محمدٍ

(حفیظ تائب)(۵۵)

اسی طرح "سی حرفی" کے بند اردو حروفِ تہجی کے آخری حرف "ی" تک چلے ہیں اور یہ خوبصورت تخلیقی نقش مکمل ہوا ہے۔

نعت رنگ (شمارہ ۳۰، نومبر ۲۰۲۰ء) میں، اشفاق احمد غوری کی ایک نعتیہ "سی حرفی" شایع ہوئی تھی۔ اس میں شاعر نے اردو کے (بشمول، الف ممدودہ، یائے مجہول اور نون غنا) ۳۷ حروف کو ردیف کے طور پر استعمال کیا ہے۔ مثلاً

دف بجاتے قلب کی دھڑکن میں آ غرفہء احساس کے درپن میں آ

روح کو آسودگی دے وصل کی یا رسول اللہ انت قبلتی

یہاں ہم اس "سی حرفی" کے ہر بند کا صرف ایک ایک مصرع لکھ کر پوری نظم کا اسلوبی التزام دکھانا چاہیں گے:

(آ) دف بجاتے قلب کی دھڑکن میں آ ا۔ فکر و فن کو تو شہء گوہر ملا

۲۔ آپ ہیں کون و مکاں کی تاب و تب ۳۔ ہجر میں فرمائیں گے تخفیف آپ

۴۔ آپ سے ہے زندگانی کو ثبات ۵۔ ہے مری فردِ عمل میں صرف کھوٹ

۶۔ آج ہیں پلکیں مری اشکوں سے لیث ۷۔ آپ کی مدحت کو دیتا ہوں رواج

۸۔ آپ کی ہے سیرتِ ضو بار سچ ۹۔ ہیں صحابہ کے یہ اقوالِ صحیح

۱۰۔ کہہ دیا اللہ نے اے ماہ رخ ۱۱۔ منبعِ علم و ادب عقل و خرد

۱۲۔ جسم و جاں پر ہے شریعت کا نفوذ ۱۳۔ دو جہاں اس زاویئے پر ہیں اکھنڈ

۱۴۔چھوڑ آتے تھے زمیں اپنی شجر ۱۵۔آپ کو اللہ نے بخشا فراز
۱۶۔آپ کی جس کو عطا ہوجائے آڑ ۱۷۔جز معاصی کچھ نہیں ہے میرے پاس
۱۸۔ہم نے چاہے جو بھی رکھی ہو روش ۱۹۔میں بھی ہوں دربارِ اطہر کا حریص
۲۰۔حسرتِ دیدار ہے میرا مرض ۲۱۔خدمتِ مدحت کا حاصل ہے نشاط

بیچ کے حروف چھوڑ کر آخری حرف کا مصر لکھتے ہیں:

دست بستہ کہہ رہا ہے بس یہی یا رسول اللہ انت قبلتی

(اشفاق احمد غوری)[۳]

اشفاق غوری کی "سی حرفی" میں، الف ممدودہ سمیت کل ۳۷ بند ہوئے۔ سی حرفی کی ہیئت میں یہ مسمط نعتیہ شعری ادب میں یقیناً ایک اضافہ ہے۔

نعتیہ دوہے:

دوہا :

دوہا، خالص ہندی بھاشا میں لکھی جانے والی شعری صنف ہے۔ اردو میں یہ صنف بہت کم شعراء نے اپنائی ہے۔ ہر "دوہا" غزل کے مطلع کی طرح ہوتا ہے اور صرف یہی دو مصرعے اسے مکمل نظم کی صورت دیدیتے ہیں۔ ایک سے زیادہ دوہے بھی لکھے جائیں تو وہ کوئی طویل نظم نہیں بنتی۔ ہر دوہا، انفرادی چھب دکھلاتا ہے۔ نعتیہ دوہے کہنے والے بھی کم ہیں۔

شاعر علی شاعر لکھتے ہیں:

"دوہا" میں کافی مباحث پائے جاتے ہیں۔ اسلاف دوہا نگاروں نے سرسی چھند میں دوہے لکھے ہیں جس کی بحر ہے: فعلن فعلن فاعلن، فعلن فعلن فع
مگر جناب جمیل الدین عالیؔ نے اِس صنفِ سخن میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اُنہوں نے دوہے کی نئی بحر اختراع کی جو انتہائی رواں، سلیس اور سہل ہے۔ اِس بحر کو ناقدینِ فنِ شاعری نے "عالی چال" کا نام دیا ہے۔ عالی چال کی بحر کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں:
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فاع"[۵۷]

شاعر علی شاعر کے نعتیہ دوہے:

اُن کی ہمت سے مسلم تھے سیسے کی دیوار اِسی لیے تو آپس میں تھا اِک دوجے سے پیار
سب کا رب ہے مولا سائیں نام اُس کا رحمٰن جس نے محمد ﷺ کو بخشی ہے میٹھی پاک زبان
طائف میں جو سر سے پاتنک زخموں سے تھا چُور آخر اُس نے دور کیا ہے نفرت کا ناسور
نعت کے سارے موتی چن لے موتی ہیں انمول اُن کو نیکی کے پلّے میں رکھ رکھ کے تو تول
اُن کی نعتیں لکھنے سے تو ہوتا ہے دل شاد اُن کے غم میں رہنے والا کرتا نہیں فریاد
(شاعر علی شاعر)(۵۸)

یاور وارثی نوابی کی کتاب "وادیٔ ماہ" (دوہوں کا مجموعہ) میں بیشتر دوہے فعلن فعلن فاعلن فعلن فعلن فاع کے وزن پر ہیں۔ چند ملاحظہ ہو:

خواب وہ دیکھوں ایک دن میرے ربِّ قدیر شہر نبیؐ کی دید ہی جس کی ہو تعبیر
نعت نگاری میں مجھے ہونا ہے معروف میرے خدا افکار کو میرے کر مصروف
مرنے سے پہلے کر عطا مجھ کو یہ سوغات مانگ رہا ہوں اے خدا طیبہ کی اک رات
چھیڑی جب سرکارؐ نے رحم دلی کی جنگ خاک اوڑھی اور سوگئے ظلم کے سب اورنگ
چاہے جیسا وقت ہو جیسے ہوں حالات گنبدِ خضرا کی طرف دیکھوں میں دن رات
ذکرِ نبیؐ کے گلی گلی جلتے رہیں چراغ جائے اُجالا دور تک روشن رہیں دماغ
باربار مضمون یہ قلم کرے تحریر نور سراپا آپؐ ہیں کیسے بنے تصویر(۵۹)

خیام العصر محسن اعظم ملیح آبادی کے نعتیہ دوہے، ہندی اردو کے تال میل سے تخلیق ہوئے ہیں۔ انھوں نے دوہے کا اصل مزاج برقرار رکھنے کے لیے مقامی ثقافت کو پیشِ نظر رکھا ہے:

میرے نبی سب کے لیے، رب کا مہان انعام ہر پل اُن پر بھیجیے لاکھوں درود و سلام
جو آپؐ کا منکر ہوا، کہیے اُسے شیطان بے شک ہے ایسا منش، رب کا نا فرمان
آپؐ ہی کی تعلیم سے، سب نے پایا شعور آپؐ ہی کی تقلید سے، سب کے دلوں میں نور
آپؐ سے پہلے، یا نبیؐ!، اِس جگ میں تھی رات ہے جگ والوں کے لیے، سورج آپؐ کی ذات
آپؐ ہی ہیں کامل تریں، معصوم اک انسان کوئی نہیں سنسار میں، آپؐ کی طرح مہان

سارے نبیوں میں بڑا، میرے نبی کا نام سب ہی کے ہیں پیشوا، سب کے ہیں وہ امام
(خیام العصر محسن اعظم ملیح آبادی[۶۰])

نعتیہ ثلاثی:

ثلاثی تین مصرعوں پر مشتمل مختصر نظم ہوتی ہے جس کا پہلا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اردو میں یہ تجربہ حمایت علی شاعر نے کیا تھا۔ نعتیہ ثلاثیاں، شاعر علی شاعر نے لکھی ہیں۔ چند ثلاثیاں ملاحظہ ہوں:

شمعِ ہدایت نور ہے اُن کا... سب کرتے ہیں مدحت اُن کی... لطف و کرم مشہور ہے اُن کا
جو بھی اُن کی جانب آئے... کفر سے ناتا ٹُوٹے اُس کا... راہِ جنت وہ پا جائے
نامِ محمد ﷺ نورِ خدا ہے... ہو نہیں سکتے اُن سے الگ ہم... ہر عاشق کے دل کی صدا ہے
گنبدِ خضریٰ دیکھنے والا... شہر مدینہ کی گلیوں سے... آنکھوں میں بھرتا ہے اُجالا
وقت کا آئینہ یہ بولا... وہ ہیں سراپا نور کا پیکر... کوئی نہیں ہے آقا ﷺ جیسا
پھول کِھلے ہیں آنگن آنگن... جب سے ہُوئی ہے اُن کی آمد... بن گئی دنیا گلشن گلشن
جب جب اُن کی یاد آتی ہے..... شہر مدینہ دیکھ نہ پایا..... ہونٹوں پر فریاد آتی ہے[۶۱]

نعتیہ سانیٹ:

سانیٹ ایک صنفِ سخن ہے جس کا آغاز اٹلی میں چودھوی صدی عیسوی میں ہوا۔ اس شاعری کا بیشتر حصہ، محبت کے نغمات کی شکل میں منصۂ شہود پر آیا۔ سولھویں صدی عیسوی میں اس صنف کی طرف اسپین، فرانس اور انگلینڈ کے شعراء نے توجہ دی اور سترھویں صدی عیسوی میں یہ صنف جرمنی پہنچی۔ ابتدائی سانیٹ جسمانی پیاس بجھانے والی محبت کے زیرِ اثر وجود میں آئے۔ لیکن سترھویں صدی میں جون ڈن نے اس کے موضوعات میں مذہبی عنصر داخل کیا اور ملٹن نے اسے سیاسی مقاصد کے لیے برتا۔ اٹھارویں صدی میں یہ صنف بے توجہی کا شکار رہی لیکن اس کا احیاء انیسویں صدی میں ورڈسورتھ، کیٹس اور بودلیئر نے کیا۔ (Oxford Dictionary of Literary Terms, University Peress, United Kingdom)[۶۲]

ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"چودہ مصرعوں پر مشتمل سانیٹ دو بندوں سے ترکیب پاتی ہے۔ پہلے بند کا پہلا مصرعہ اور آخری مصرع، ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ درمیان کے تین اشعار انفرادی قوافی کے حامل ہوتے ہیں۔ دوسرے بند کا پہلا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ جب کہ دو اشعار انفرادی طور پر قافیہ کے حامل ہوتے ہیں..... اگرچہ اختر شیرانی سے لے کر نم راشد تک متعدد اچھے شعراء نے سانیٹ لکھے، لیکن پھر بھی اسے مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ جس کی ایک وجہ مشکل تیکنیک بھی ہو سکتی ہے" (۶۳)

ڈاکٹر افضال انور کی تحقیق کے مطابق نعتیہ ادب میں پہلا سانیٹ کا مجموعہ علیم صبا نویدی کا تھا۔ (مقالہ پی ایچ ڈی۔ ص ۵۴۹)۔ (۶۴)

صبیح رحمانی نے بھی علیم صبا نویدی کو نعتیہ سانیٹ لکھنے والا اولین شاعر لکھا ہے۔ ان کے سانیٹ کا مجموعہ "نورالسمٰوات" جنوری ۱۹۹۰ء میں شایع ہوا تھا۔ اکا دکا نعتیہ سانیٹ لکھنے والوں میں کامل القادری، نعیم تقوی، حفیظ تائب، تنویر پھول اور صبیح رحمانی کے نام شامل ہیں۔ (۶۵)

حال ہی میں عارف منصور کی کتاب "سیّد المبشّرین ﷺ" کے نام سے شیر افگن خان جوہر نے شایع کی ہے۔ جس میں سیرت النبی ﷺ کے قرآنی استدلال پر مشتمل نعتیہ سانیٹس ہیں۔

نعتیہ سانیٹس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

آپؐ آئے تو ہوا عہدِ خزاں عہدِ بہار — آپؐ ہیں خُلقِ مجسم آپؐ سب پر مہرباں
آپؐ کی نسبت سے ہی روشن ہے میرا شہرِ جاں — آپؐ جیسا ہو نہیں سکتا کوئی بھی شہر یار
آپؐ ختم المرسلیں ہیں آپؐ ہیں نورِ ازل — تا ابد روشن رہے گی آپؐ ہی سے ہر نظر
آپؐ ہیں قرآنِ ناطق، عاملِ خیر العمل — ہو بشر کیوں کر نہ نازاں آپؐ ہیں خیر البشر
آپؐ ہی ٹھہرے فصیحؐ جس پہ نازاں ہے کلام — آپؐ سا صادق امیں کوئی نہیں ہے بالیقیں
آپؐ سا جواد ہو کوئی کبھی ممکن نہیں — آپؐ ہی خیر الوریٰ ہیں آپؐ ہی خیر الانام

نور سے لکھی ہیں رب نے آپؐ کی ساری صفات
آپؐ آئے تو جہاں سے چھٹ گئی صدیوں کی رات

(منصور ملتانی [عارف منصور]) (۶۶)

تنویر پھول نے بھی کچھ سانیٹ کہے ہیں، ایک سانیٹ ملاحظہ ہو:

لولاک شان آپ ﷺ کی ہے شاہِ ﷺ انبیا! تخلیقِ کائنات کا واحد سبب ہیں آپ ﷺ!
کچھ اس میں شک نہیں ہے کہ محبوبِ رب ہیں آپ ﷺ! انساں کو حق کی راہ پہ چلنا سکھا دیا!
سردارِ ﷺ کائنات ہیں اللہ کے قریب! ظلمت کدہ تھا دہر وہ پرنور کر دیا!
انساں کے دل کو نور سے معمور کر دیا! امراض جو ہیں قلب کے ان سب کے ہیں طبیب!
حاصل ہے قرب آپ ﷺ کو اللہ کا سدا! اقرب ہیں رب سے، آپ ﷺ ہیں وہ عبدِ بے مثال
محروم اُس کو رکھتے نہیں جو کرے سوال بخشش کی آس دل میں لیے آگیا گدا!
احقر کی لاج آپ ﷺ کے دستِ کرم میں ہے! اک التجائے پھول نہاں چشمِ نم میں ہے!

(تنویر پھول)[۶۷]

نعتیہ گیت:

صاحبِ "ادبی اصناف" ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

"[گیت] ہلکی پھلکی غنائی نظم ہے، جو ہندی سے اردو میں آئی ہے، گیت چوں کہ گانے کے کے لیے ہوتا ہے اس لیے زیادہ طویل نہیں ہوتا۔ پانسات، دس پندرہ سطروں ہی کا ہوتا ہے۔ اس میں اکثر ایک تیک یا انترا ہوتی ہے جسے بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پہلے مصرع کو یا جزواً دہراتے ہیں۔ آخری مصرع یا اس سے پہلے مصرع میں اکثر شاعر کا تخلص آتا ہے۔ اس کی ہیئت، مصرعوں کا نظامِ قوافی اور مصرعوں کا طول مقرر نہیں۔ شاعر حسبِ منشا فیصلہ کر سکتا ہے"۔[۶۸]

حفیظ تائب کا نعتیہ گیت پیشِ خدمت ہے:

ہو دور یہ اداسی طیبہ نگر کے باسی ﷺ
بے اختیار آنکھیں یہ اشکبار آنکھیں
یہ سوگوار آنکھیں دیدار کی ہیں پیاسی
طیبہ نگر کے باسی ﷺ

ہر دم حبیب میرے ہو تو قریب میرے
جاگیں نصیب میرے ہر غم سے ہو خلاصی
طیبہ نگر کے باسی ﷺ

اے بے کسوں کے یاور برپا ہو جب کہ محشر
کرنا نہ دیر پل بھر گھبرا نہ جائیں عاصی
طیبہ نگر کے باسی ﷺ (۶۹)

نعتیہ ماہیے:

ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"اظہارِ محبت (ماہی: محبوب) کے لیے تین مصرعوں پر مشتمل پنجابی اور سرائیکی کی مقبول صنفِ سخن، اردو میں بھی مستعمل ہے..... اس وقت متعدد شعراء اردو میں ماہیا لکھ رہے ہیں اور ماہیا کے مجموعے بھی چھپ چکے ہیں"۔ (۷۰)

"ماہیا" پنجابی صنف سخن ہے۔ یہ صنف اُردو کی شعری اصناف میں در آئی اور خوب پھلی پھولی۔ پنجابی ماہیے مخصوص وزن میں لکھے جاتے رہے ہیں۔ شاعر علی شاعر کی تحقیق کے مطابق اُردو میں چراغ حسن حسرتؔ نے اِس کی بحر، وزن اور شکل مخصوص کر دی ہے۔ اُن کا مشہور اُردو ماہیا:

باغوں میں پڑے جھولے.....
تم بھول گئے ہم کو.....
ہم تم کو نہیں بھولے

ہے جس کے ارکان مفعول مفاعیلن ہیں۔

اردو ماہیا آج تک تین مصرعوں ہی میں لکھا گیا ہے اور لکھا جارہا ہے جس کا اپنا علیحدہ حسن و جمال ہے" (۷۱)

شاعر علی شاعرؔ کے نعتیہ ماہیے ملاحظہ ہوں:

خیرات ملے مجھ کو... میں نعت کا شاعر ہوں... اب نعت ملے مجھ کو
کیا اچھا نظارہ ہے... بس میرے تصور میں... آقا ﷺ کا مدینہ ہے
رحمت کا پیام آیا... جس وقت زبانوں پر... سرکار ﷺ کا نام آیا

(شاعر علی شاعر) (۷۲)

نعتیہ قصائد:

ڈاکٹر ابو محمد سحرؔ اپنے مضمون "قصیدہ، صنفِ سخن کی حیثیت سے" میں لکھتے ہیں:

"قصیدہ" عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی مغزِ غلیظ کے ہیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ قصیدہ لفظ قصد سے نکلا ہے اور اس کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ اصطلاحاً قصیدہ اس مسلسل نظم کو کہتے ہیں جس کے پہلے شعر کے دنوں مصرعے اور بقیہ اشعار کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں اور جس میں مدح یا ذم، نصیحت و موعظت یا مختلف کیفیات و حالات وغیرہ کا بیان ہو"۔ (۷۳)

قصیدے کے اجزائے ترکیبی میں "تشبیب"، "گریز"، "مدح"، "عرضِ مطلب و دعا" جیسے چار اجزا شامل ہیں۔ (۷۴)

نعتیہ قصائد میں شعراء نے قصیدے کے معنوی اور ہیئتی پیکر کا خیال رکھا ہے۔ اردو میں قدما نے بہت اچھے نعتیہ قصائد کہے ہیں۔ مومن، حالی، محسن کاکوروی، احمد رضا خاں بریلوی، کرامت علی شہیدی، غلام ہمدانی مصحفی وغیرہ کے قصائد شہرہ آفاق ہیں۔ پاکستان میں عبد العزیز خالد، خالد احمد، نعیم صدیقی، سرو سہارنپوری، ریاض حسین چودھری، علیم ناصری، جعفر طاہر اور فدا خالدی کے نام نمایاں ہیں۔ عبد العزیز خالد اور خالد احمد کے طویل طویل قصائد پر مشتمل کتب شایع ہو چکی ہیں۔

حضورِ اکرم کی تشریف آوری کے حوالے سے انبیائے ماسبق کی پیش گوئیوں کی طرف تلمیحاتی اشارے کرتے ہوئے، سرو سہارنپوری نے کیسے خوبصورت پیرائے میں بات کی ہے، ملاحظہ ہو:

ظاہر ہوئی وہ آہِ براہیمؑ کی تاثیر — شرمندۂ تعبیر ہوا خوابِ ترکیٰ
قالب میں ڈھلی آج نویدِ بنِ مریمؑ — جاگا ہے وہ سویا ہوا دنیا کا نصیبا

بعد کے اشعار میں حضورِ اکرم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا ذکر کرتے ہوئے، آپ کے فیضانِ جاریہ کا حوالہ قلم بند ہوا ہے:

جن ہاتھوں نے کانٹے تری راہوں میں بچھائے — پایا ہے انہوں نے بھی ترے لطف سے حصہ
ان ہاتھوں نے پہنے ترے دربار میں کنگن — جو ہاتھ تھے ماضی میں ترے خون کے جویا

آزادیِ افکار سے واقف تھا یہاں کون احسان ہے یہ بھی تو ترے درسِ وفا کا
یہ جراءت اظہار ترا فیض کرم ہے یہ حفظِ خودی تیری عنایت کا نتیجہ

(سرو سہارنپوری)(۷۵)

فدا خالدی دہلوی، جانشینِ بیخود دہلوی تھے۔ ان کی شعری دانش، زبان و بیان کی سادگی اور نفاست سے عبارت ہے۔ قصیدے کے اجزائے ترکیبی کی مکمل صورت ظاہر کرنے کی غرض سے تشبیب، گریز، مدح اور دعا سے مملو اشعار درج کیے جاتے ہیں:

تشبیب:

۱ ابتر تھی فضا تیرگیٔ جہل تھی چھائی ناواقفِ اسرارِ محبت تھی خدائی
۲ ہر ذہن میں وہ بغض وعداوت کا دھواں تھا جاری تھی ہمہ وقت قبیلوں میں لڑائی
۳ وہ رات کے پردے میں دہلتے ہوئے انجم دشمن نظر آتا تھا جہاں بھائی کا بھائی
۴ دھبے تھے کدورت کے ہر آئینۂ دل پر دشوار نظر آتی تھی باطن کی صفائی
۵ ہر ذہن پہ وہ نشۂ نخوت تھا مسلط ہر شخص کو درکار تھی اپنی ہی بڑائی
۶ دختر کو دبا آتے تھے زندہ ہی زمیں میں نادان سمجھتے تھے بُرائی کو بھلائی
۷ انسان بکا کرتا تھا انسان کے ہاتھوں تھی گردنِ مفلس پہ رواں تیغِ طلائی
۸ زیبائشِ محفل تھے کھنکتے ہوئے ساغر رقصاں تھا سرِ راہِ طرب حسنِ خفائی
۹ محفوظ نہ تھی عفت وعصمت کسی صورت تھا جام بکف بزم میں ہر دستِ حنائی

گریز:

۲۱ گفتار میں تلخی تھی تو لہجے میں تکبر آخر یہ روش ان کی مشیت کو نہ بھائی
۲۲ اُبھرا افقِ ذہن پہ اک مطلع دلکش رخشندہ و تابندہ و پُرنور و ضیائی
۲۳ بدلی وہ فضا رحمت حق جوش میں آئی ظلمت میں کرن پھوٹی پئے راہنمائی
۲۴ منسوب ہوا نامِ محمدؐ سے وہی نور تنویر ہدایت متشکل نظر آئی

مدح:

۲۵ چمکا دیا دنیا کو اسی نور مبیں نے چھائی ہوئی سب تیرگیٔ جہل مٹائی
۲۶ چہروں سے برسنے لگے انوار یقیں کے ایمان سے ہونے لگی قلبوں کی صفائی
۲۷ بندوں کو خبردار کیا عظمتِ رب سے گردن ستم وجور سے انساں کی چھڑائی
۲۸ وہ جس نے یتیموں کو کلیجے سے لگایا دی جس نے غلاموں کو غلامی سے رہائی
۲۹ بندوں کو جھکایا درِ معبود پہ جس نے وہ راہنما جس نے رہِ راست دکھائی
۳۸ وہ جس کا ہر اک قول ہے گنجینۂ حکمت وہ جس کی ہر اک بات میں پوشیدہ بھلائی
۳۹ وہ دلبرِ حق سرورِ کونین کہ جس کے جبریل امیں در پہ کریں ناصیہ سائی
۴۰ وہ جس کو کہیں سید و محمود و مبشر وہ پیکر عظمت دے جسے زیب بڑائی
۴۱ یٰسین بھی طٰہٰ بھی ہو صادق بھی امیں بھی حیران ہوں کیا اس کی کروں مدح سرائی

دعا:

۴۲ کرتا ہوں فدآ ختم قصیدے کو دعا پر اللہ درِ سرورِ دیں تک ہو رسائی

(فدا خالدی)[۷۶]

خالد علیم کی تصنیف "اَوصاف" میں نعتیہ قصائد کی بہاریں عروج پر نظر آتی ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہاں وہ رسولِ انام، سیّدٌ عالی جناب بحرِ رسالت کا وہ اک گہر انتخاب
سائرِ ہفت آسماں، طائرِ سدرہ مکاں خاتمِ وحی و صحف، ملہمِ امُّ الکتاب
سیّدِ اہلِ حرم، راہ نمائے اُمم تاجورِ محترم، خسروِ گردوں رکاب
خُردو کلاں کا ہے وہ ہم قدمِ بے مثال گمشدگاں کا ہے وہ راہ برِ لاجواب
اُس کے خصائل بلند، اُس کے شمائل عظیم اُس کے مقامات ہیں بے بدل و بے حساب
روکشِ مہتابِ شب اُس کی ردائے سیاہ مطلعِ خورشیدِ صبح اُس کا رُخِ مستطاب
مقتبس از حُسنِ اُو قرصِ مہِ نیم شب مفتخر از گوہرش مشتری و آفتاب

اُس کا نفس مشکبو، اُس کی نظر گل فشاں اُس کا تکلم لطیف، اُس کا تبسم گلاب
اُس کا بیاں جاں فروز، اُس کی زباں دل نواز اُس کا پیام الہدیٰ، اُس کا کلام الکتاب
وہ ہے رفیع المقام، وہ ہے بلیغ الکلام وہ ہے فصیح البیاں، صاحبِ فصل الخطاب
وہ ہے لسان العرب، وہ ہے بیان العجم دانش و علم و حِکَم اُس سے کریں اکتساب
وہ شہِ والا صفات، جس کی قلم رَو میں ہے حِلم سعادت نشاں، علم فضیلت مآب
وہ نظر کیمیا، جس سے زمانے میں ہے صبحِ یقیں جاوداں، شامِ توہُّم حباب
وہ نگہِ التفات، جس کی عطاؤں سے ہے ایک جہاں مستفیض، ایک جہاں فیض یاب
اُس کی سخا یم بہ یم، اُس کا کرم جُو بہ جُو موجِ مئے سلسبیل اُس کے دہن کا لعاب
مونسِ افسردگاں، ہم دمِ آزردگاں چارۂ غم خوردگاں، شافعِ یوم الحساب
خوش خبرِ دردمند، دادرسِ مستمند گاہ انیسِ یتیم، گاہ جلیسِ مُصاب
گاہ رؤف و رحیم، گاہ وسیم و قسیم گاہ فہیم و علیم، گاہ مجیب و مجاب
گاہ حمود و حمید، گاہ سعود و سعید گاہ مزّکی لقب، گاہ مطیّب خطابؐ
اُس کی ثنا سے ملی زندگیِ جاوداں ورنہ فنا کے سوا، کیا ہے وجودِ حباب
اُس کی عطا سے حَکَم، میرے زبان و قلم میری صدا دل فروز، میری نوا استیاب
بارگہِ قدس میں اُس کی شفاعت سے ہو میرا عمل مستحب، میری دعا مستجاب (۷۷)

(خالد علیم، اَوصَاف، کارواں پبلی کیشنز، لاہور، اکتوبر ۲۰۲۴ء، ص۹۸)

آج کل زیادہ تر قصائد، غزلِ مسلسل کی شکل میں تخلیق کیے جارہے ہیں۔ اس لیے بیشتر قصائد روایتی اجزائے ترکیبی کے حامل نہیں ہوتے۔

مسدس:

مسدس کے معنی، شش جہتی، شش پہلو، چھے کونیا، چھ پہلووالی چیز۔ شاعری میں ایسی نظم کو مسدس کہتے ہیں جس کے چار مصرعے ایک وزن، قافیے اور ردیف کے ہوں اور دو مصرعے، مطلع کی طرح الگ قافیہ ردیف کے ہوں۔ ردیف ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر پہلے مصرعے میں آئے

گی تو بقیہ تین مصارع میں بھی لازماً لانی ہو گی۔ اختتامی بیت میں نیا قافیہ ہو گا اور اگر ردیف بھی ہو تو دونوں مصرعوں میں یکساں ردیف ہو گی۔ اردو میں مسدسِ حالی اور اقبال کی نظمیں شکوہ جوابِ شکوہ، اسی ہیئتی صنف میں ہیں۔ مرثیہ گو شعراء نے مسدس کی ہیئت اس صنف کے لیے مختص کر لی ہے۔ قادر الکلام شعراء نے نعتیہ مسدس بہت لکھے ہیں لیکن تخلیقی ادب کے دورانیے کے پیشِ نظر ہم صرف ان چند مثالوں پر اکتفا کریں گے جو ۲۰۰۱ء تا ۲۰۲۴ء زیورِ طباعت سے مزیّن کتب میں بار پا سکیں:

رحمانی کیانی نے رزمیہ مسدس لکھا ہے:

جب بھی سپاہیوں سے پیمبر کو پوچھیے — خندق کا ذکر کیجیے، خیبر کو پوچھیے
بدر و اُحُد کے قائدِ لشکر کو پوچھیے — یا غزوۂ تبوک کے سرور کو پوچھیے
ہم کو حنین و مکّہ و موتہ بھی یاد ہیں — ہم امتیِ بانیِ رسمِ جہاد ہیں
رسمِ جہاد، حق کی اقامت کے واسطے — کمزور و ناتواں کی حمایت کے واسطے
خیر و فلاح و امن و عدالت کے واسطے — خیر الممات مرگِ شہادت کے واسطے
لڑتے ہیں جس کے شوق میں ہم جھوم جھوم کے — پیتے ہیں جامِ مرگ کو بھی چوم چوم کے
لاکھوں درود ایسے پیمبرؐ کے نام پر — جو حرفِ لاتخف سے بناتا ہوا نڈر
اک جاوداں حیات کی بھی دے گیا خبر — یعنی خدا کی راہ میں کٹ جائے سر اگر
ہم کو یقین ہے کبھی مرتے نہیں ہیں ہم — اور اس لیے کسی سے بھی ڈرتے نہیں ہیں ہم

(رحمانی کیانی)[۷۸]

صبح ولادت نبی مکرمؐ

وہ پو پھٹی وہ نورِ خدا کا ہوا ظہور — بدلا شبِ سیاہ کا اندازِ پُر غرور
اے لو وہ آسمان سے برسا زمیں پہ نور — پائی ہر ایک ذرے نے شانِ چراغِ طور
اک صبح پُر بہار ضیا بار ہو گئی — دنیا تمام نیند سے بیدار ہو گئی
یہ صبح لے کے آئی ہے وہ نورِ انقلاب — جس کی کوئی نظیر نہ جس کا کوئی جواب
شرمندہ جس کے سامنے مہتاب و آفتاب — کون و مکاں ہیں اس کی لطافت سے فیض یاب

احباب شاد کام ہوئے غیر کٹ گئے پھیلی وہ روشنی کہ اندھیرے سمٹ گئے
ارض و سما بنے ہیں اسی نور کے طفیل تارے چمک رہے ہیں اسی نور کے طفیل
گلشن ہرے بھرے ہیں اِسی نور کے طفیل دونوں جہاں سجے ہیں اِسی نور کے طفیل
اِس نور کا ازل سے ابد تک ہے سلسلہ یہ نور وہ ہے جس کا طرف دار ہے خدا
آیا ہے راہِ راست دکھانے کے واسطے بندوں کو ان کے رب سے ملانے کے واسطے
بنیاد بت کدوں کی گرانے کے واسطے رسم و رواجِ کفر مٹانے کے واسطے
انساں کو بندگی کا سلیقہ سکھائے گا یہ نور ظلمتوں کو اجالے بنائے گا
آیا ہے مفلسوں کی حمایت لیے ہوئے مظلوموں، بیکسوں کی محبت لیے ہوئے
اہلِ گنہ کا حقِ شفاعت لیے ہوئے سارے جہان کے لیے رحمت لیے ہوئے
ہو گا اسی کی ذات پہ قرآن کا نزول وہ آخری کتاب ہے یہ آخری رسول

(فدا خالدی دہلوی) (۷۹)

رباعی میں نعتیہ متون:

مولوی نجم الغنی رامپوری، بحر الفصاحت میں لکھتے ہیں:

"بدیع الافکار فی صنائع الاشعار" میں مولانا حسین کاشفی واعظ نے لکھا ہے کہ اس کو رباعی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بحر ہزج سے مخصوص ہے۔ بحر ہزج عرب کے شعروں میں چار اجزا پر ختم ہوتی ہے۔ پس رباعی کی ایک بیت دو بیت مربع کی طرح ہو گی اور مجموعہ چار بیتیں ہو گا' ہزج "مربع الاجزا" ہے"۔ (۸۰)

ڈاکٹر سلیم اختر کہتے ہیں:

"چو مصرع، چوبولا، دوبیتی، ترانہ بھی اسی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ رباعی کے لیے صرف ایک وزن مخصوص ہے "لاحول ولا قوۃ الاباللہ" اس مخصوص وزن میں صرف چار مصرعوں میں (پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع، ہم قافیہ، تیسرا غیر مقفیٰ) بڑے سے بڑا مضمون، پیچیدہ سے پیچیدہ خیال اور تخیّل سے لے کر تصوف تک ہر نوع کی نکتہ آفرینی کی جاتی ہے اور وہ بھی گنتی کے چند الفاظ میں... اسی لیے رباعی مشکل صنف تسلیم کی جاتی ہے

کہ یہ قطرۂ شبنم میں دھنک کے ست رنگے آنچل کی تصویر کشی کے مترادف ہے"۔ (۸۱)

نعتیہ رباعیات کہنے والے، بزرگ شعراء کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ راجا رشید محمود نے اپنی کتاب "نعت کائنات" میں ستیہ پال رضوانی سے یزدانی جالندھری تک ۴۳ شعراء کی رباعیات درج کی ہیں۔ بعض شعراء نے تو نعتیہ رباعیات کے پورے پورے مجموعے شایع کیے ہیں۔

مبعوث ہوئے رحیم رحمت کے لیے... مقدور اجازت ہے شفاعت کے لیے... قربان محمدؐ
پہ کہ وہ حشر کے دن ..... سجدے میں دعا کریں گے امت کے لیے (بشیر رزمی، "یا اللہ!"، حمد و نعت کے معنیاتی زاویئے، ص ۹۳)

کچھ اور بلندی کو اٹھا کرتے ہیں... طے جادۂ محبوبِ خدا کرتے ہیں... پیغمبر و صدیق و شہید و صالح... مر کر بھی نہیں مرتے، جیا کرتے ہیں (ایضاً ص ۹۵)

الکوثر کے معنی رزمی... رب نے آخر کو کھولے مجھ پر... اُمت بھی تو آلِ نبیؐ ہے... اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (ایضاص ۹۵) (بشیر رزمی) (۸۲)

ریاض احمد پرواز کی چند رباعیات ملاحظہ ہوں:

تقدیر جو بگڑی تھی بنی ہے آکر — اور روح مطہر بھی ہوئی ہے آکر
دل کھول کے آنسو بھی بہائے میں نے — ہر بات جو دل میں تھی کہی ہے آکر
اوراد درودوں کے سجے رہتے ہیں — جذبات مرے دل میں بسے رہتے ہیں
ماحول پہ مہکی ہوئی ایماں کی بہار — ہاتھ اپنے دعاؤں کے اٹھے رہتے ہیں
طاہر بھی مطہّر بھی وہ اطہر بھی ہیں — انور بھی منیر اور منور بھی ہیں
انسان احاطہ کہاں کرسکتا ہے — وہ صدر بھی مصدر بھی مُصَدَّر بھئی ہیں

(ریاض احمد پرواز) (۸۳)

نعتیہ شاعری کے لیے اصنافِ شاعری کے مختلف اور رنگارنگ سانچے برتنے کی مثالیں جدید و قدیم عہد کے ہر دورانیے میں نظر آتی ہیں۔ ہم نے صرف اس کلام کی مثالیں پیش کرنے کی کوشش ہے جو ۲۰۰۱ء سے ۲۰۲۴ء تک شایع کیا گیا تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کلام اکیسویں صدی کے چوبیس برسوں میں شایع ہوا ہو وہ اسی دورانیے میں تخلیق بھی ہوا ہو۔ تاہم "اکیسویں صدی کی مقبول شعری ہیئتیں اور نعت!" کے عنوان کی مقتضیات کالحاظ رکھنا ضروری

تھا۔ اصنافِ سخن کی ہیئتیں، روز بروز وسعت پذیر ہیں۔ نعتیہ شاعری میں بھی قدیم وجدید ہیئتوں کے تجربے ہو رہے ہیں۔ لیکن ہر عہد کی طرح اکیسویں صدی میں بھی "غزل" کا پلّہ بھاری ہی رہا۔ ہم نے، اپنے عنوان کی روشنی میں، صرف ایک خاکہ سا بنا دیا ہے... کیوں کہ احساس یہی ہوتا ہے:

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

حوالہ جات:

غزل:

(۱) مولوی نجم الغنی رامپوری، بحر الفصاحت، حصہ اول، مجلس ترقیٔ ادب، لاہور، جون ۱۹۹۹ء، ص ۱۵۶

(۲) ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول، جولائی ۱۹۸۵ء

(۳) فراق گورکھپوری، غزل کی ماہیت و ہیئت، مشمولہ: تنقید کی جمالیات، پروفیسر عتیق اللہ، جلد ۱۰، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۴۴

(۴) فدا خالدی دہلوی، کلیاتِ فدا خالدی، مرتبہ: ڈاکٹر عزیز احسن، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی، مارچ ۲۰۲۳ء

(۵) حافظ مظہر الدین، کلیاتِ مظہر، مرتبہ: ارسلان احمد ارسل، ارفع پبلشرز، لاہور، فروری ۲۰۱۳ء

(۶) شفیق احمد فاروقی، صلوٰۃ ربی علیٰ نبیٍ ﷺ، بیت المعاف خانقاہِ نظامیہ، گلزارِ سعیدیہ، ناظم آباد، کراچی، ۲۰۱۳ء

(۷) شاکر القادری، سائبان، اکادمی فروغِ نعت پاکستان، اٹک، اشاعتِ اوّل: ۲۰۲۳ء

(۸) عرش ہاشمی، درود ان پر، سلام ان پر، بیلا پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۲۰ء

(۹) حافظ نور احمد قادری، متاعِ نور، بیلا پبلی کیشنز، اسلام آباد، جنوری ۲۰۱۱ء

(۱۰) ظفر اقبال ظفر، حضور! آپ ﷺ، ثاقب پبلی کیشنز، شجاع آباد، ۲۰۲۱ء

(۱۱) احمد وسیم شیخ، اشک پہنچے مرے مدینے میں، لالہ زار کالونی، مین گیٹ، بورے والا، ۲۰۱۹ء

(۱۲) اُمِّ عبد مُنیب، کلیاتِ حمد و نعت، مشربہ علم و حکمت، کامران پارک نزد منصورہ ہسپتال، ملتان روڈ، لاہور

(۱۳) تابش کمال، نورِ مبین ﷺ، دار الکمال، کمال آباد، بنڈی روڈ، چکوال، اکتوبر ۲۰۱۹ء

نعتیہ نظمِ معریٰ:

۱۴۔ ڈاکٹر محمد اشرف کمال، تاریخ اصنافِ نظم و نثر، سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۱۷ء، ص ۲۶۰

۱۵۔ ڈاکٹر حنیف کیفی، اُردو میں نظمِ معرّا اور آزاد نظم، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۶۹

۱۶۔ ریاض حسین چودھری، مشمولہ: نعت رنگ ۲۰، اگست ۲۰۰۸ء، ص ۴۶۹

آزاد نظم اور نعت:

۱۷۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری، اردو شاعری میں نعت، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، اشاعتِ دوم: ۲۰۱۸ء، ص ۲۸)

۱۸۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، مثنوی نظامی دکنی، انجمنِ ترقیٔ اردو، کراچی، ۱۹۷۳ء

۱۹۔ غلام رسول مہرؔ، نوائے سروش، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س۔ن۔، ص۳۹۷
۲۰۔ ناصر دہلوی، شرحِ دیوانِ غالب، علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء، ص۴۵۰
۲۱۔ خواجہ الطاف حسین حالیؔ، مقدمہ شعر و شاعری، کتب خانہ علم و ادب، دہلی، س۔ن، ص۳۸
۲۲۔ پروفیسر عتیق اللہ، تنقید کی جمالیات، جلد ۷، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص۲۵۳
۲۳۔ ایضاً
۲۴۔ ایضاً
۲۵۔ پروفیسر آلِ احمد سرور، پیش لفظ، اُردو میں نظمِ معرا اور آزاد نظم، ڈاکٹر حنیف کیفی، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص۱۴
۲۶۔ ڈاکٹر حنیف کیفی، اُردو میں نظمِ معرا اور آزاد نظم، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص۱۶۹
۲۷۔ اختر الایمان، کلیاتِ اختر الایمان، آج کی کتابیں، کراچی ۴۰۰ ۷۴، پہلی پاکستانی اشاعت، ۲۰۰۰ء، ص۴۰
۲۸۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، نظر ثانی آفتاب احمد خاں، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جولائی ۱۹۸۵ء
۲۹۔ شبنم رومانی، عطرِ خیال، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص۴۸
۳۰۔ سرشار صدیقی، معراج، میثاق، حرا فاؤنڈیشن پاکستان، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص۴۳
۳۱۔ توصیف تبسم، سلسبیل، عکاس پبلی کیشنز اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، صفحہ ۳۹
۳۲۔ شرف الدین شامی، مقامات، میٹرکس پبلی کیشنز، راولپنڈی، جنوری: ۲۰۱۳ء، ص۱۷۴
۳۳۔ ظفر اقبال ظفر، حضور! آپ ﷺ، ثاقب پبلی کیشنز، شجاع آباد، مکتبہ حسینیہ، شجاع آباد۔ ۲۰۲۱ء، ص۶۹
۳۴۔ انور مسعود، باریاب، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص۴۱
۳۵۔ عزیز احسن، ڈاکٹر، پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، جولائی ۲۰۱۴ء، ص۷۷۱
۳۶۔ پروفیسر ڈاکٹر احسان اکبر، ''طہور''، المسطر پبلیشرز، اسلام آباد، بارِ اوّل: اپریل ۲۰۲۱ء

نثری نظم میں نعتیہ متن:

۳۷۔ قمر جمیل، جدید ادب کی سرحدیں، جلد اول، مکتبہ دریافت، کراچی، فروری ۲۰۰۰ء، ص۲۳۴
۳۸۔ عزیز حامد مدنی، جدید اردو شاعری، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۴ء، حصہ دوم، ص۴۱۰
۳۹۔ خواجہ الطاف حسین حالیؔ، مقدمۂ شعر و شاعری، کتب خانہ علم و ادب، دہلی، س۔ن، ص۳۶
۴۰۔ عبد الحلیم ندوی، عربی ادب کی تاریخ، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص۱۲۲
۴۱۔ احمد ہمیش، نعت رنگ، شمارہ ۳۰، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، نومبر ۲۰۲۰ء، ص۵۹۹

نعتیہ ترویٰنی:

۴۲۔ ڈاکٹر محمد اشرف کمال، تاریخِ اصنافِ نظم و نثر، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص۲۰..... بحوالہ: ''یہ ہے گلزار''، از حسن رضا عباس، فنون لاہور، جنوری، اپریل ۲۰۰۳ء
۴۳۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تنقیدی اصطلاحات، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۸۶

۴۴۔ شاعر علی شاعر، نعت کے سات رنگ، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۲۳ء، ص ۱۲۴
۴۵۔ شفیق احمد شفیقؔ، مدحتِ خیر الوریٰ، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۱۶ء، ص ۱۲۳

ہائیکو میں نعتیہ متون:

۴۶۔ نعت رنگ، شمارہ ۳، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، ستمبر ۱۹۹۶ء، ص ۲۷۶
۴۷۔ شاعر علی شاعر، نعت کے سات رنگ، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۲۴ء، ص ۸۸
۴۸۔ سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی، سورج نکلا ہے، ھائکو کا مجموعہ، دبستانِ نوابیہ عزیزیہ، قاضی پور شریف، ستمبر ۲۰۱۹ء

نعتیہ قطعات:

۴۹۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی "کشاف تنقیدی اصطلاحات"، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۳
۵۰۔ شاہد الوری، نعت رنگ، شمارہ ۳۰، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، نومبر ۲۰۲۰ء، ص ۵۸۱۔۵۸۳
۵۱۔ خیال آفاقی، یاسیدی، کراچی
۵۲۔ قمر وارثی، قطعات کے تین رنگ، دبستانِ وارثیہ، کراچی ۲۰۲۲ء
۵۳۔ جنید نسیم سیٹھی، ثناء نژاد، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، ستمبر ۲۰۲۱ء، ص ۱۵۸۔۱۵۹

سی حرفی کا نعتیہ متن:

۵۴۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اول، جولائی ۱۹۸۵ء، ص ۱۰۶
۵۵۔ حفیظ تائب، کلیاتِ حفیظ تائب، القمر انٹر پرائزز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۲۴۷
۵۶۔ نعت رنگ، شمارہ ۳۰، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، نومبر ۲۰۲۰ء

نعتیہ دوہے:

۵۷۔ شاعر علی شاعر، حمد کے سات رنگ، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۲۳ء، ص ۱۴۶
۵۸۔ ایضاً ص ۱۴۶
۵۹۔ یاور وارثی نوابی، "وادیٔ ماہ [دوہوں کا مجموعہ]"، دبستانِ نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز، کانپور (بھارت)، ۲۰۲۳ء،
۶۰۔ خیام العصر محسن اعظم ملیح آبادی، دوہا آرام، جہانِ حمد پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۱۸ء

نعتیہ ثلاثی:

۶۱۔ نعت کے سات رنگ، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۲۳ء ص ۳۰

نعتیہ سانیٹ:

۶۲۔ Oxford Dictionary of Literary Terms, University Peress, United Kingdom
۶۳۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تنقیدی اصطلاحات، توضیحی لغت، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶۱
۶۴۔ علیم صبا نویدی... ڈاکٹر افضال احمد انور، اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ، غیر مطبوعہ، ص ۳۳۴
۶۵۔ نعتیہ شاعری میں سانیٹ کی روایت، صبیح رحمانی، مشمولہ: اوج، نعت نمبر، مرتبہ: آفتاب نقوی، جلد ۲، گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور، ۹۳ء۔۱۹۹۲ء، ص ۱۱۹
۶۶۔ عارف منصور، سید المبشرین ﷺ، مرتبہ: شیر افگن خان جوہر، جوہر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور، ملتان، ۲۰۰۳ء

۶۷۔ تنویر پھول، نعت رنگ، شمارہ ۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۳۵۷

نعتیہ گیت:

۶۸۔ ڈاکٹر گیان چند، ادبی اصناف، گجرات اردو اکادمی، گاندھی نگر، احمد آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۸۸

۶۹۔ حفیظ تائب، کلیاتِ حفیظ تائب، القمر انٹر پرائزز، لاہور، ستمبر ۲۰۱۷ء، ص ۹۲۵

نعتیہ ماہیے:

۷۰۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تنقیدی اصطلاحات، توضیحی لغت، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۲۳۲

۷۱۔ شاعر علی شاعر، حمد کے سات رنگ، رنگِ ادب، کراچی، ۲۰۲۳ء

۷۲۔ شاعر علی شاعر، نعت کے سات رنگ، ص ۱۰۲

نعتیہ قصائد:

۷۳۔ ڈاکٹر ابو محمد سحرؔ، قصیدہ، صنفِ سخن کی حیثیت سے، مشمولہ: نگارِ پاکستان، اصنافِ شاعری نمبر، نومبر و دسمبر، سالنامہ ۱۹۶۷ء، کراچی، ص ۱۵۰

۷۴۔ ایضاً ص ۱۵۵

۷۵۔ سرو سہارنپوری، زخمۂ دل، القمر انٹر پرائزز، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۴ء

۷۶۔ فدا خالدی، م۔ص، کلیاتِ فدا خالدی، ص ۱۸۰

۷۷۔ خالد علیم، اوصاف، کارواں پبلی کیشنز، لاہور، اکتوبر ۲۰۲۴ء، ص ۹۸

مسدس:

۱۔ نعت کائنات، ص ۵۵۲

۷۸۔ رحمان کیانی، اذان، رحمان کیانی میموریل سوسائٹی، کراچی، اشاعتِ دوم: ۲۰۱۳ء، ص ۲۹)(۱۰۷)(۲)

۷۹۔ کلیاتِ فدا خالدی، مرتبہ: ڈاکٹر عزیز احسن، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی، مارچ ۲۰۲۳ء، ص ۱۶۲

رباعی میں نعتیہ متون:

۸۰۔ مولوی نجم الغنی رامپوری، بحر الفصاحت، حصہ اول، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۲۱۷

۸۱۔ ڈاکٹر سلیم اختر، تنقیدی اصطلاحات، ص ۱۳۶

۸۲۔ بشیر رزمی، مشمولہ، حمد و نعت کے معنیاتی زاویئے، ڈاکٹر عزیز احسن، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ، مطابق: مئی ۲۰۱۸ء، ص ۹۵

۸۳۔ ریاض احمد پروازؔ، تہجد سے ذرا پہلے، (نعتیہ رباعیات)، نعت اکادمی فیصل آباد، دسمبر ۲۰۲۲ء

⊙⊙⊙

ڈاکٹر عرفی ہاشمی
سڈنی، آسٹریلیا

”نعتیہ ادب کا مستقبل: انسان کا دل یا مشین کا ذہن؟“

اگر آپ مجھ سے پوچھیں گے کہ جس شخص میں سننے کی صلاحیت نہ ہو اسے اردو یا انگلش میں کیا کہہ کر پکارا جائے گا تو ممکنہ طور پر میرا جواب ہو گا کہ اسے جو بھی کہہ کے بلالیا جائے سننے کی صلاحیت نہ رکھنے کے سبب اسے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ اگر آپ عالم مدہوشی و مجذوبیت میں دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوتے ہوئے نعتیہ ادب تخلیق کرنے یا نعت کہنے، سننے یا سنانے پر تلے ہوئے ہیں اور اگلے دس سال اس روش پر چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو یہ مضمون آپ کے لیے نہیں ہے۔ میں فرانسس بیکن، رچرڈ ڈاکنز، عبد الرحمن بدوی، رینی گینوں یا سید حسین نصر کی طرح سائنس کو ادب اور مذہب کا دشمن یا ایک چیلنج سمجھنے کے بجائے ایک opportunity گردانتا ہوں اور اسے ادب کے مستقبل کے لیے ایک خوش آئند خبر کے طور پر لیتا ہوں۔ اس مضمون کا مقصد بھی یہ ہے کہ آرٹیفیشل انٹیلی جنس یعنی مصنوعی ذہانت (اے آئی) کس طرح تقدیسی ادب پر اثر انداز ہو رہی ہے اور اے آئی کس طرح تقدیسی ادب کے تخلیق کاروں کی صلاحیتوں کو بڑھا سکتی ہے؟ اس مضمون میں ذیلی طور پر میں اے آئی کی ان ہوش ربا صلاحیتوں کا تذکرہ بھی کروں گا جو اپیس کی شکل میں تقدیسی ادب اور خاص طور پر نعتیہ ادب کے منظر نامے کو تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

اے آئی کا بین الاقوامی ادب کے لیے کردار؟

اے آئی کا لفظ صرف ان کے لیے اجنبی ہے جو اس سے خود کو اجنبی کیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اے آئی حالیہ دہائیوں میں ایک انقلاب کی طرح ہمارے سامنے آئی ہے اور اس نے زندگی کے ہر شعبے کی طرح عالمی ادب کو بھی متاثر کیا ہے۔ مغربی ممالک خصوصیت کے ساتھ اس تحقیقی میدان میں انویسٹ کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر یورپین یونین نے " Creative Programmed" کے تحت اے آئی اور تخلیقی شعبوں پر تحقیق کے لیے ۲٫۴۴ billion پاؤنڈ مختص کیے ہیں۔ اسی طرح امریکہ میں National Endowment for

Humanities پروگرام کے ذیل میں اے آئی اور انسانی اور سماجی علوم کے درمیان تعلقات پر تحقیق کے لیے ۲۰۰ء$ ملین ڈالر فراہم کیے ہیں۔ ان پروگرامز کا مقصد اے آئی کے ادب اور ثقافت پر اثرات کا مطالعہ کرنا ہے۔ یہ دو مثالیں اختصار کے سبب ہیں ورنہ یورپ اور امریکا میں حکومتیں اور تحقیقی ادارے اے آئی کے ادب پر اثرات کے مطالعے کے لیے generous فنڈنگ فراہم کر رہے ہیں۔ تاہم کوئی پروگرام مذہبی یا تقدیسی ادب پر اے آئی کے اثرات کے اہم موضوع پر فوکس نہیں کر رہا۔ اس حوالے سے بھی یہ مضمون میری معلومات کے مطابق پہلا مضمون ہے جو تقدیسی ادب اور بالخصوص نعتیہ ادب پر اے آئی کے اثرات کا تفصیلی جائزہ فراہم کرتا ہے اور تقدیسی ادب اور نعتیہ ادب کے محققین کے لیے نئے در وا کرتا ہے۔ میرا تھیسس یہ ہے کہ مذہبی اور اخلاقی حساسیت، انسانی جذبات کی عکاسی اور تخلیقی اصالت جیسے موضوعات پر تحقیق سے نعتیہ ادب میں اے آئی کے موثر اور ذمہ دارانہ استعمال کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ تاہم اگر یہ ممکن ہے تو ایسا کیسے ممکن ہو سکے گا؟ یہیں سے ذہن میں دوسرا اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اے آئی کیسے تقدیسی ادب کو بالعموم اور نعتیہ ادب کو بالخصوص متاثر کر رہی ہے؟ آیئے ان سوالوں کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اے آئی کے تقدیسی ادب اور نعتیہ ادب پر اثرات

مجھے امید ہے کہ آپ کو اس بات سے حیرانی نہیں ہوگی کہ اے آئی کی مدد سے تقدیسی ادب اور نعتیہ شاعری کی تخلیق بھی ممکن ہو چکی ہے۔ اے آئی نعتیہ شاعری تخلیق کرنے کے لیے ڈیٹا کلیکشن اینڈ ٹریننگ کا میکنزم استعمال کرتی ہے اس میکنزم کے تحت نعتیہ شاعری کے بڑے ڈیٹا سیٹ پر اے آئی ماڈلز کی تربیت ہوتی ہے۔ ان ماڈلز کی مثال کلاسیکل نعتیہ شاعری، جدید نعتیہ شاعری، اسلوبیاتی نعتیہ شاعری اور دیگر ماڈلز ہیں جو این ایل پی یعنی نیچرل لینگویج پروسیسنگ کی بنیاد پر کام کرتے ہیں اور ان ماڈلز میں اردو کے ساتھ اسلامی روایات اور مذہبی جذبات کی حساسیت کے پیرامیٹرز شامل کر دیئے جاتے ہیں جو نعت کو تقدیسی رنگ اور آہنگ دینے کے کام بھی آتے ہیں اور اسے آلائشی زبان سے بھی دور رکھتے ہیں۔ جدید اے آئی generative pre-trained transformative ماڈلز کو تربیت دے کر انہیں نعتیہ کلام کی تحقیق، تخلیق اور تنقید کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ ماڈلز تراکیب، اوزان، استعارات، علامات،

تلمیحات، تشبیہات اور مذہبی احترام کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نعتیہ اشعار تخلیق اور ان پر تنقید کرنے کی صلاحیت حاصل کر چکے ہیں۔ اے آئی نعتوں کی فائن ٹیوننگ اور اصلاح کی صلاحیت بھی حاصل کر چکی ہے۔ مثال کے طور پر اے آئی ماڈلز کو اسلامی روایات، اخلاقیات اور ادب سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اضافی اسلامی فیڈ بیک فراہم کیا جاتا ہے تاکہ تخلیق مذہبی ادبی اور ثقافتی معیارات پر پورا اترے۔ اس کے علاوہ اے آئی لسانی اور عروضی تجزیے کا سہارا لے کر نعت کے اشعار میں بہتری اور اصلاح بھی کر رہی ہے۔ اے آئی عروض کو سمجھ کر اشعار کے وزن ردیف قافیہ اور بحور کی درستی کر سکتی ہے یہ کام لسانی اور عروضی تجزیے کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ عروضی اصولوں کے مطابق اشعار کو درست کرنے کے لیے سینٹی میٹرک انالسز کا سہارا لیا جاتا ہے۔

اے آئی میں مذہبی ادبی اور نعتیہ حساسیت کا احساس

نعتیہ ادب میں مذہبی اور ادبی حساسیت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ مذہبی اصطلاحات، احترام اور عقیدت کے اصولوں کے مطابق اے آئی نعتیہ شاعری کا نہ صرف جائزہ لے سکتی ہے بلکہ اگر کسی شعر میں نامناسب یا غیر روایتی الفاظ در آئیں تو ان کی نشاندہی کر کے متبادل تجاویز بھی دے سکتی ہے۔ آخر میں اے آئی غیر معمولی نعتیہ اشعار پر بھی تنقید اور تجزیہ کرنے کی صلاحیت بھی حاصل کر چکی ہے۔یہی نہیں بلکہ اے آئی ماہرین کی رائے پر مبنی تجزیے کے ذریعے سے نعتیہ ادب کو بہتر کرنے اور اس کے مقبولیت کے امکانات پر بھی رائے دینے کے علاوہ اسے موثر بنانے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ مختصر یہ کہ اے آئی کی مدد سے نعتیہ شاعری میں تحقیق، تخلیق اور تنقید کے تینوں پہلوؤں پر کام کیا جاسکتا ہے تاہم اس میں انسانی مداخلت ضروری ہے تاکہ مذہبی اور ادبی اصولوں کی پاسداری یقینی بنائی جاسکے۔ تحقیق، تخلیق اور تنقید کے علاوہ اے آئی مشین لرننگ اور نیچرل لرننگ پروسیسنگ کے ایلگورردمز کے ذریعے سے نعت کی تشریح اور بین الاقوامی زبانوں میں بہترین ترجمہ کرنے کی صلاحیت بھی حاصل کر چکی ہے۔ اے آئی کی مدد سے نعتوں کی پیشکش میں بھی جدّت آئی ہے۔ مثلاً اے آئی پر مبنی صوتی شناخت اور تراکیب کے سسٹمز کے ذریعے نعت خوانی میں مختلف آوازوں اور اندازوں کا استعمال ممکن ہو چکا ہے۔ اس سے نعت خوانی کی محافل میں تنوع اور جدت پیدا ہوئی ہے جو سامعین کے لیے مزید دلچسپی کا سبب ہے۔

نعتیہ ادب میں تحقیق، تخلیق اور تنقید کے لیے فائدہ مند اے آئی ایپس؟

آیئے اب ہم بہت کام کی بات کی طرف آتے ہیں۔ آپ اے آئی ایپ کے ذریعے سے نعتیہ ادب کو مختلف زاویوں سے بہتر بنا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر گفتگو لکھنے لکھانے اور نئے خیالات کی تشکیل کے لیے آپ Chat GPT استعمال کر کے نعتیہ ادب کو تحقیق کے دائرے میں لا سکتے ہیں۔ اسی طرح Grammarly اور Quill Bot کو اپنا رائٹنگ اسسٹنٹ بنا کر آپ مختلف زبانوں میں اپنی تحریروں کو بہتر کرنے کا سبب بنا سکتے ہیں۔ Canva کے ذریعے سے آپ اپنے خیالات کو تصویری شکل دے سکتے ہیں۔ Napkin کے ذریعے سے آپ اپنی نعتوں اور نعتیہ مضامین کو لوجیکل ماڈل کی شکل میں پیش کر سکتے ہیں۔ Google LM کے ذریعے سے آپ اپنے نعتیہ مضامین کی پوڈ کاسٹ تشکیل دے کر انہیں انٹریکٹو بنا سکتے ہیں۔ Lumen five AI کے ذریعے سے آپ اپنے مضامین اور نعتیہ تخلیقات کو ٹیکسٹ سے ویڈیو کی شکل دے سکتے ہیں۔ چیٹ جی پی ٹی جیسے ٹولز سے کہانی نویسی، نعت گوئی، اور ادبی تجزیہ میں مدد لی جا سکتی ہے۔ Google Translate اور Deep L جیسے مترجم ایپس اردو متون کو دنیا کی دیگر زبانوں میں منتقل کر کے عالمی سطح پر پیش کرنے میں مدد دیتے ہیں، جبکہ Grammarly اور Quill Bot جیسے ٹولز اردو تحریر کی اصلاح اور جملوں کو بہتر بنانے میں معاون ہیں۔ Canva اور Tarteel AI نعتیہ کلام کی خوبصورت پیشکش اور صوتی معیار کی جانچ میں مددگار ہیں۔ ان ایپس کے ذریعے اردو ادب کی تخلیق، اصلاح اور اشاعت کا عمل پہلے سے کہیں زیادہ آسان اور جدید ہو چکا ہے، جو اردو ادیبوں کو عالمی ادب کے میدان میں نمایاں مقام دلانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اردو ادیبوں کے لیے دیگر مفید ٹولز میں Notion AI شامل ہے، جو تحریری منصوبہ بندی، نوٹس لینے اور تخلیقی خیالات کو منظم کرنے میں معاونت فراہم کرتا ہے۔ Microsoft Editor اردو میں تحریر کرتے ہوئے گرامر اور ساخت کی بہتری کے لیے مددگار ہے، خاص طور پر Word جیسے پلیٹ فارمز پر۔ Poe ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں مختلف AI ماڈلز کے ذریعے اردو میں فوری سوالات کے جوابات اور ادبی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح TTS (Text-to-Speech) ٹولز، جیسے Google Text-to-Speech، اردو تحریر کو آواز میں تبدیل کر کے نعت خوانی یا شاعری کی پیشکش کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ تمام AI ٹولز اردو زبان میں تخلیقی اظہار کو فروغ دینے اور ادیبوں کو

جدید تکنیکی سہولتوں سے ہم آہنگ کرنے میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ آج کی اے آئی کلاسیکل اور جدید نعت میں فرق کر سکتی ہے۔ مختلف شاعروں کے اسالیب کو پہچان کر مصرعوں کو علیحدہ کر سکتی ہے. اے آئی کے بڑھتے ہوئے کردار کے ساتھ نعتیہ ادب کے اشاعتی معیار میں بھی تبدیلیاں آرہی ہیں۔ اے آئی کے ذریعے سے تحریر کردہ ebooks ایمازون کنڈر ڈائریکٹ پبلشنگ اور اس جیسے کئی پلیٹ فارمز پر تیزی سے مقبول ہو رہی ہیں اور پڑھی جارہی ہیں۔ اے آئی کے سبب نعتیہ ادب میں زبانوں کی سرحدیں بھی ختم ہو رہی ہیں۔ اگر ان تمام زاویوں کو یکجا کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اے آئی مصنفین کے لیے حریف نہیں بلکہ ایک معاون بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

اے آئی کے سبب نعتیہ ادب کے لیے پیدا ہونے والے چیلنجز کیا ہیں؟

نعتیہ ادب کے معیار پر اے آئی کے مثبت اثرات کے باوجود کچھ چیلنجز اور مسائل بھی ہمارے سامنے ہیں۔ ان چیلنجز میں پہلا مسئلہ تخلیقی اصالت کا مسئلہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اے آئی کا نظام موجودہ نعتیہ ادب کے ڈاٹا پر تربیت حاصل کرتا ہے۔ ان کی تخلیقات میں ممکنہ طور پر تقلید یا مواد کی تکرار کا مسئلہ درپیش ہو سکتا ہے جو ایک طرف نعت کے معیار کو متاثر کرتا ہے اور دوسری جانب نعتیہ ادب کی تخلیقی تنوع کو محدود کر دیتا ہے۔ اسی طرح نعتیہ ادب میں ثقافتی اور مذہبی حساسیت کا خیال رکھنا انتہائی اہم ہے۔ اے آئی انسانی جذبات اور ثقافتی نزاکتوں کو مکمل طور پر سمجھ نہیں پاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اے آئی کی تحقیق تخلیق یا تنقید تینوں میں غیر مناسب یا غیر حساس مواد دکھائی دے سکتا ہے اور اس سے نعت کے تقدس اور معیار کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اے آئی کی تخلیقات میں انسانی جذبات کے احساسات کی کمی ہو سکتی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ نعتیہ ادب اور خصوصی طور پر نعتیہ شاعری میں انسانی جذبات اور داخلی روحانیت کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اس زاویے سے اے آئی نعت کے معیار میں کمی کا سبب بن سکتی ہے اور سامعین کے روحانی تجربے کو محدود کر سکتی ہے۔ نعت کا اصل سرچشمہ انسان کا عقیدہ خلوص اور وہ داخلی تجربہ ہے جس کے ذریعے سے وہ نعتیہ مضامین و اشعار تخلیق کرتا ہے۔ اے آئی نے ادب کی دنیا میں ایک نیا باب کھولا ہے جہاں تخلیقی عمل میں انسان و مشین ایک ساتھ کام کر سکتے ہیں۔ لیکن کیا ایک دن ایسا آئے گا جب اے آئی مکمل طور پہ انسانی مصنفین کی جگہ لے لے گی۔ اس کا جواب دینا ابھی قبل از

وقت ہے۔ تاہم ایک دیہاتی کے ایک شگفتہ گفتگو سے ہم مستقبل میں اے آئی کے نعتیہ ادب میں کردار کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ دیہاتی مسجد کے مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور سوال کیا کہ، "مولوی صاحب یہ بتایئے کیا وضو کے بغیر نماز ہو جاتی ہے؟" مولوی نے استغفار پڑھا اور کہا "وضو کے بغیر کیسے نماز ہو سکتی ہے؟" اس دیہاتی نے مولوی کے چہرے کی طرف حیرانی سے دیکھا اور سادگی سے کہا "اچھا! مولوی صاحب میں تو ابھی نماز ختم کر کے آرہا ہوں۔" میں سمجھتا ہوں اگلے ۱۰ سالوں میں نعتیہ ادب کے ساتھ بھی ایسا ہی مسئلہ ہو گا۔ اے آئی کے وضو کے بغیر آپ کی تحقیق تخلیق اور تنقید کی نماز پڑھی تو جا سکے گی مگر اس کے قبول ہونے میں اشکال کا اندیشہ رہے گا۔

Future Readings

ان ریفرنسز سے ہم اے آئی کے religious text پر مزید ٹرینڈز ملاحظہ فرما سکتے ہیں

Alkhouri, K. I. (2024). The role of artificial intelligence in the study of the psychology of religion. Religions, 15(3), 290.

Huang, Y. H. (2024). Exploring the implementation of artificial intelligence applications among academic libraries in Taiwan. Library Hi Tech, 42(3), 885-905.

Reed, R. (2021). AI in Religion, AI for Religion, AI and Religion: Towards a theory of religious studies and artificial intelligence. Religions, 12(6), 401.

Tsuria, R., & Tsuria, Y. (2024). Artificial intelligence's understanding of religion: Investigating the moralistic approaches presented by generative artificial intelligence tools. Religions, 15(3), 375.

⊙⊙⊙

ڈاکٹر ظفر اقبال نوری
امریکہ

نعتیہ ادب کی روایت
(21 ویں صدی کے موضوعاتی تقاضے)

نعت؛ اپنے مالک کے حضور ایک بردہ کا اعترافِ عجز ہے۔ نعت، محبوبِ قلب وجاں کے لیے، محبِّ صادق کا اظہار محبت ہے۔ نعت، کعبۂ فکر و نظر کے گرد، سچے جذبوں کا مجذوبانہ طوافِ عقیدت ہے۔[۱]

شاعرِ نعت راجا رشید محمود رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

"نعت؛ معراجِ فہم و شعور ہے۔ کشفِ حقیقتِ جمال محمدی ہے۔"

دل کے بنجر کھیت میں جذبوں کی فصل پکتی ہے تو نعت ہوتی ہے۔ یہ انسان کا محسنِ انسانیت کے حضور ہدیۂ تشکر و امتنان ہے۔ یہ بندے کا اپنے آقا و مولا (علیہ التحیہ والثناء) کی بارگاہ میں ادب و احترام سے حاضر ہونا ہے۔ یہ احساسِ ممنونیت ہے۔ احساسِ انسانیت ہے۔ آئینہ دل کو جلا ملے، شعور جذبوں کی آنچ مجیں جلنے لگے تو وارداتِ دل کا اظہار ہوتا ہے۔ نعت ہوتی ہے۔[۲]

نعت لفظ و معنی کے آئینے میں:

عربی میں لفظِ نعت کا مادۂ اشتقاق ن، ع، ت ہے۔ جس کا معنی اربابِ لغت نے تعریف اور وصف لکھا ہے۔ "المنجد" کے مطابق "نعتاً" تعریف کرنا، بیان کرنا، نعت نعتاً" اچھی صفات دکھانا۔ النعت خوبصورت چہرے والا ہونا۔ اچھے اخلاق والا ہونا۔ نَعَتَ نَعَّاتته الرّجل پیدائش ہی سے اچھی صفات والا ہونا۔

صاحبِ تاج العروس علامہ زبیدی حنفی نے لکھا "کہ نعت کا لفظ جب باب ''فتح یفتح'' سے آئے تو اس کا معنی وصف ہوتا ہے اور جب ''تَقَبَّلَ یَتَقَبَّلُ'' سے آئے تو اس کا معنی کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا ہوتا ہے۔ "لسان العرب" کے مصنف ابن منظور نے نعت کے معنی کسی

---

۱ تقریظ نشید مدحت مجموعہ نعت محمد افضل بشیر۔
۲ مقدمہ نعت کائنات: راجا رشید محمود

ذات کا اپنی جنس کی دیگر انواع سے افضل ہونا نقل کیا ہے۔

الصحاح للجوہری میں ہے کہ نعت جب ''کَرُمَ یَکْرِم'' سے آئے تو اس کا معنی چہرے کا حسین ہونا ہوتا ہے۔ اسی سے ''نُعیت'' اسم علم بھی استعمال ہوتا ہے۔

معدنِ احادیث میں نعت کے لفظ نگینے

معدنِ احادیث میں حضور معلم کائنات ﷺ کے لب ہائے نُور سے ادا ہوئے الفاظ دانش و حکمت اور بصرت و معرفت کے لفظ نگینے بن کر چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ جہانِ نعت میں جس ہستی کے الفاظ سب سے پہلے گہرہائے تابدار کی صورعت جگمگائے وہ بابِ شہر علم مولائے کائنات سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ امام ترمذیؒ نے اپنی معروف تصنیف شمائل ترمذی کو انہی کے لفظ نگینوں سے سجاتے ہوئے روایت کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے مدینۃ العلم حضور ختمیٔ مرتبت کے جمال جہاں آراء کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''یقول ناعتُه لم ارىٰ قبله ولا بعدهُ مثله''

''ان کی نعت کہنے والا بس یہی کہتا ہے کہ میں نہ نہ اس سے قبل ان سا حسین و جمیل دیکھا ہے اور نہ اس کے بعد ہی ان سا دیکھ پانے کی توقع ہے۔''

مفسر قرآن علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب زیدہ مجدہٗ نے اپنے ایک مضمون ''نعت کیا ہے'' میں شمائل ترمذی کے مندرجہ بالا حوالۂ نور کے علاوہ بھی دیگر کتبِ احادیث میں لفظ نعت کے استعمال پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سنن ابی داؤد میں ابواب الدیات اور الصحیح للبخاری میں ابواب انبیاء میں علی الترتیب اِنّه لیس بالنعت اور لقیت عیسیٰ، موسیٰ لنعته النبي ﷺ میں لفظ نعت بیانِ احوال اور حلیہ وغیرہ میں استعمال ہوا ہے۔ امام مسلم نے یہ لفظ اپنی جامع میں (باب الایمان) نعت الیه رجل منهم کی صورت میں نقل کیا ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں نعت کا ایک معنی سفارش کرنا بھی لایا گیا ہے۔ سنن دارمی میں کیف تجد نعت رسول الله في التوارت لکھ کر حضور ﷺ کی ذات کے خاص قرار دیا گیا ہے۔

لغت و آثار اور روایتِ احادیث کی مدد سے حضرت مفسر قرآن زید مجدہٗ نے لفظ نعت کے پندرہ معنی بیان کئے ہیں:

۱۔ اوصاف بیان کرنا ۲۔ احوال بیان کرنا

۳۔ حلیہ واضح کرنا ۴۔ تعریف میں مبالغہ کرنا
۵۔ سفارش کرنا ۶۔ نقل کرنا یق نقل اتارنا
۷۔ جوہر سامنے لانا ۸۔ کسی جنس کا اپنی نوع پر فضیلت ثابت کرنا
۹۔ خواص منکشف کرنا ۱۰۔ عمدہ صفات رکھنا
۱۱۔ کسی شے کا قدیم الاصل ہونا ۱۲۔ دوڑ میں آگے بڑھ جانا
۱۳۔ صفت کو موصوف کے ساتھ ملانا ۱۴۔ ایک خاص نشان رکھنا
۱۵۔ حضور ﷺ کی مدح و تحمید بجالانا

حضور شہر علم ﷺ اور بابِ شہر علم کرم اللہ وجہہ الکریم کے انتخاب لفظِ نعت ہی کا فیض ہے کہ مدح و تحمیدِ رسول ﷺ کے لیے لفظ نعت خاص ہو کر رہ گیا۔ لفظ نعت کو پڑھنے یا سننے والا بالقیس یہ سمجھتا ہے کہ حضور محبوب خدا حضرت محمد ﷺ کی تعریف و توصیف اور مدح و ثنا کی جا رہی ہے۔

رموزِ تفہیمِ نعت اور اربابِ فکر و نظر

جمالِ احادیثِ نبوی سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے اردو ادب کے اربابِ فکر و نظر نے اپنے اپنے انداز میں اصطلاحِ نعت کی تفہیم و تشریح کی کوشش کی ہے۔ شاعرِ نعت راجا رشید محمودؒ نے اپنی معرکۃ الآراء ضخیم تصنیف "نعت کائنات" کے مقدمے میں اپنے سمیت ۵۸ نامور شعرائے نعت اور نقادوں کے حوالے سے نعت کی ادبی حیثیت اور اس کی تخلیقی و تحقیقی مقام کی تشریح کرنے کی سعی کی ہے۔ جن میں سے چند ایک کے حوالے نذرِ قارئین ہیں۔

انہوں نے لکھا "محمد فیروز شاہ تخلیق نعت کے مرحلے کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: "محبوبِ قلب و نظر کے بارے میں سوچتے ہوئے بھی کانپ اٹھتا ہوں۔ خاک کا علامِ پاک کے سردار سے ربط و رابطہ؟ تب میرے عمل کی ندامتیں اس کی رحمتوں کے حضور سوالی بنتی ہیں تو لفظ۔۔۔ سچے لفظ ۔۔۔ تخلیق ہوتے ہیں۔

لکھنؤ کے پروفیسر ڈاکٹر ملک زادہ منظور نعت کو کمالاتِ نبوت کی تصویر کہتے ہیں۔ "نعت محض رسول کریم ﷺ کی شاعرانہ توصیف کا نام نہیں بلکہ بقول ایک تنقید نگار، نبوت کے حقیقی کمالات کی ایسی تصویر کشی کا نام ہے جس سے ایمان میں تازگی اور روح کی بالیدگی پیدا ہو سکے۔ اور

یہ تازگی و بالیدگی اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب مدّاح کا دل رسول ﷺ کی محبت کے حقیقت جذبات سے پُر ہو۔ حضرت غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمیؒ کے بقول "زبانِ شعر میں بارگاہِ نبوت کا ہدیۂ شوق و محبت نعت ہے۔"

جمالیاتی ادب کے ماہر ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے الفاظ میں "نعت عشق کی تخلیق بھی ہے اور عشق آفرین بھی۔ حُسنِ نعت دل میں محبتِ رسول ﷺ کی شمع فروزاں کر دیتا ہے۔ اور اس شمع کا سوز اثر میں قرۃ العین ہوتا ہے۔ جس کے لیے میں جمالیاتی ٹھنڈک کی تعبیر بھی اختیار کرتا ہوں۔"

سر شیخ عبد القادر نے نعت کی بنیاد سرکار ﷺ کی غلامی کو اور مخلصانہ محبت کو قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "ہمارے زندہ نبی حضرت رسولِ مقبول ﷺ کا زندہ معجزہ ہے کہ ہر ملک، ہر قوم اور ہر زمانے میں ان کے مدح سرا پیدا ہوتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ کی جانب سے آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کے ساتھ مخلصانہ محبت ہوتی ہے۔ اور جو آپ کی غلامی پر نازاں ہوتے ہیں۔ ان میں جن کو نظم پر قدرت ہے وہ اپنے دلی جذبات کا اظہار اشعار کے ذریعے کرتے ہیں۔"

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" کے فلیپ پر محمد عبد اللہ قریشی یوں رقم طراز نظر آتے ہیں: "نعت گو جب تک عشق رسول (ﷺ) میں ڈوب کر توحید و رسالت اور عبودیت کے نازک رشتوں میں کامل ہم آہنگی پیدا نہ کرے، جذباتِ عالیہ، درد، سوز و گداز، رفعتِ بیان اور حُسنِ ذوق سے آشنا نہ ہو، اس وقت تک وہ نعت گوئی کے منصب سے عہدہ براء نہیں ہو سکتا۔"

ڈاکٹر ارشاد الحق قدوسی اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں: "نعت نے نبی اکرم ﷺ سے لے کر عصرِ حاضر تک ایک ایسے مضراب کا کام انجام دیا جس سے اسلامی غیرت، حمیت اور اخوت کے تاروں کو جنبش ہوتی ہے اور محبت و عقیدت کے ان جذبات کو فروغ حاصل ہوتا رہا ہے جس پر ہماری ملی قوت، بقا اور ارتقاء کا انحصار ہے۔ مدحِ رسول ﷺ واقعی ایک ایسا دریا ہے جس کی تہہ تک نہ پہنچا جا سکتا ہے اور نہ ہی آج تک کسی نے اس کا حق ادا کیا ہے۔"

ڈاکٹر سید احسن زیدی نعت کو تبلیغ اسلام کا موثر ذریعہ بتاتے ہیں۔ "نعت گوئی شبِ تار الست کے سینے سے پھوٹنے والے نُورِ اوّلیں کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار ہی نہیں یہ تبلیغ اسلام کا موثر ذریعہ بھی ہے۔"

حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے نزدیک نعت درحقیقت جمالِ محمدی ﷺ کے خالق کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرنا ہے۔

اردو ادب کے استاذ الاساتذہ جناب ڈاکٹر سید عبد اللہ فرماتے ہیں "نعت بھی عجیب صنف ہے اس میں محبت عقیدت کے تابع ہو کر چلتی ہے اور عقیدت احترام کے سامنے ظاہر ہوتی ہے۔"

شاہنامہ اسلام اور قومی ترانۂ پاکستان کے مصنف ابو الاثر حفیظ جالندھری نے نعت کی عبادت کو اعترافِ عجز کا نام دیا ہے۔ کیونکہ ثنا کے خواجہ تو مرتبہ دانِ خواجہ ہی کر سکتا ہے۔ اور وہ خالقِ کُل جل جلالہٗ ہے۔ باقی سب تو اس کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ اس کے حکم پر دربار مصطفوی ہدیۂ درود و سلام پیش کرتے ہیں لیکن عجز فہم اور عجز بیاں کے اعتراف کے ساتھ ابو الاثرؒ نے کہا: "حمد و نعت کا جس قدر لٹریچر چھپا ہے، اعترافِ عجز کے علاوہ اسے کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس اعتراف کا ثواب قیامت تک ترقی کرتا اور سنورتا چلا جائے گا۔ اور یہ ایک قسم کی عبادت ہے۔"

معروف محقق، شاعر اور ادیب خواجہ رضی حیدر نعت کو لامحدود امکانات کی شاعری قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: "اس میں خیر و برکت بھی ہے اور التجائے رحمت بھی۔ اس میں نعتِ ابدی بھی ہے اور نجاتِ اُخروی بھی۔"

پروفیسر ڈاکٹر ابو الخیر کشفی "توحید نبوت" کی تشریح کرتے ہیں: "نبی کریم (ﷺ) کی معرفت تصوف اور تزکیہ نفس کا پہلا مرحلہ بھی ہے اور آخری مرحلہ بھی۔ مقامِ محمد ﷺ کی طرف سے سفر کرنے والوں کو نفسِ مطمئنہ اور زبانِ حمد عطا کی جاتی ہے۔ حمد کے لیے لازم ہے کہ جس ذات کی حمد کی جا رہی ہے اس کی صفات اور کمالات کا پوری طرح ادراک اور علم ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ ادراک و علم حضرت رسول کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کے طفیل ہمیں نصیب ہوا۔ وہ رسول جو احمد تھا بے حد حمد کرنے کا عمل جس کا اسمِ ذاتی ٹھہرا۔ وہ رسول جو محمد ﷺ تھا اس نے اس درجہ اپنے منبع و مصدر کی حمد کی خود وجہِ حمد و ستائش بن گیا۔"

انسانی معاشرے کی اصلاح کی ایک مثبت اور تعمیری کوشش کے طور پر اس صنفِ سخن کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر منظور حسین شور کہتے ہیں: "اردو شاعری میں اگر کوئی صنفِ سخن انسانی معاشرے کے لیے نفس کی تہذیب اور کردار کی شائستگی کا بہترین درس دے سکتی ہے تو وہ سرکار دو عالم ﷺ کی ذاتِ پاک ہوتی ہے۔ اس لیے کامیاب نعت گوئی انسانی معاشرے کے لیے ایک مثبت اور تعمیری خدمت کے مترادف ہوتی ہے۔"

اس سلسلۂ اقتباسات کو نعت کائنات کے مولف شاعر نعت راجا رشید محمودؒ اپنے اقتباس پر ہی

ختم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ”راقم الحروف کے نزدیک نعت سنت کبریا ہے۔ قلم وزبان کا اس راہ میں قدم رکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اس فرض سے وہی شخص بطریق احسن عہدہ براء ہو سکتا ہے جس کی نگاہ علم دین کے تمام شعبوں پر ہو، جو شریعت پر پوری طرح عامل ہو۔ جو رحمت عالم ﷺ نورِ مجسم سے سچی محبت رکھتا ہو اور جس آدمی کو ممدوح کبریا (علیہ التحیہ والثنا) کی رفعتِ شان کا ادراک واحساس نہ ہو وہ نعت کیا لکھے گا۔“

تحریر نعت اور ضبط واحتیاط

نعت گوئی دیگر اصنافِ سخت کی طرح نہیں ہے یہاں لفظوں کے چناؤ، تراکیب سازی اور خیال آفرینی پر ضبط و احتیاط کے پہرے بٹھانا پڑتے ہیں۔ نعتیہ ادب کے مشاہیر نے اس اہم اور ضروری بات پر بہت زور دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلویؒ لکھتے ہیں:

”حقیقتاً نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے۔ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے اور نعت میں دونوں جانب سخت پابندی ہے۔“ (الملفوظ: مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا نوری)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے لکھا:

”نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم اور وسیع موضوع ہے اس کی عظمت و وسعت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے۔ شاعر کے پائے فکر میں ذرا سی لغزش ہوئی اور وہ نعت کی بجائے گیا حمد و منقبت کی سرحدوں میں۔ اس لیے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقتاً نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔“

(نقوش رسول نمبر، جلد ۱۰، صفحہ ۲۵)

ڈاکٹر اے ڈی نسیم قریشی کے مطابق:

”نعت گوئی کا راستہ پل صراط کا راستہ ہے اس پر بڑی احتیاط اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے اکثر شاعروں نے نعت کہنے میں بے بسی کا اظہار کیا ہے۔ جس

ہستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے۔"
(نقوش رسول نمبر، جلد ۱۰)

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کی سنیے:

"نعت کے موضوع سے عہدہ براء ہونا آسان نہیں۔ موضوع کا احترام کلام کی بے کیفی اور بے رونقی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ نقاد کو نعت گو سے باز پُرس کرنے میں تابل ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف نعت گو کو اپنی فنی کمزوی چھپانے کے لیے نعت کا پردہ بھی بڑی آسانی سے مل جاتا ہے۔ شاعر ہر مرحلہ پر اپنے معتقدات کی آڑ پکڑتا ہے۔ اور نقاد جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے۔ لیکن نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے۔" (نقوش رسول نمبر، جلد ۱۰ ص ۲۵)

مجید امجد کہتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالتمآب ﷺ کی تعریف میں ذرا سی لغزش نعت گو کو حدودِ کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ ذرا سا شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آسکتا ہے۔ ذرا سی عجز بیانی اہانت کا باعث بن سکتی ہے۔" (نقوش رسول نمبر، جلد ۱۰ ص ۲۷)

پروفیسر محمد اقبال جاوید:

"نعت گوئی ایک ارفع اور نازک مقام ہے۔ ارفع اس لیے کہ جس ذاتِ اقدس کی تعریف مالکِ کون ومکاں کرتے ہیں، اس کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ اور نازک اس لیے کہ احتیاط کے تقاضے کڑے ہیں۔ قلم اور زبان کی ہلکی سی لغزش ایمان کے آبگینے کو ٹھیس پہنچا سکتی ہے۔"

شروع میں انہوں نے لکھا:

"میرے نزدیک نعت ایک ایسی نمازِ نیاز ہے جس کے لیے صدقِ دل، آبدیدہ اور خونِ جگر کی ضرورت ہے۔ جب تک دل کے خون سے کشید ہونے والے آنسوؤں سے وضو نہ کیا جائے، نعت میں کیف آ ہی نہیں سکتا۔ نعت وہ واحد مقام ہے جہاں بندہ و مولا ایک مرکز پر آجاتے ہیں کہ خدا بھی درود بھیجتا ہے اور بندہ بھی۔"

(مخزنِ نعت: پروفیسر محمد اقبال جاوید)

میر افق کاظمی امروہوی:

"حقیقت یہ ہے کہ شانِ حبیب اللہ ﷺ میں جنبشِ زبان و قلم بڑی اندیشہ ناک اور پُر خطر ہے۔ مقامِ رسالت بڑا ہی عظمت و جلالت والا مقام اور ادب گاہِ نازک ترین ہے۔ یہاں پائے فکر و تخیل کی ذرا سی لغزش قعرِ ہلاکت میں گرا دیتی ہے۔"

(فروغِ محامد: میر افق کاظمی امروہوی)

مولانا کوثر نیازی:

"جو نزاکت نعت گوئی میں ہے وہ کسی اور صنفِ سخن میں نہیں۔ یہاں ایک طرف محبت کے تقاضے ہیں تو دوسری طرف شریعت کی حدود۔ جذبہ ایک طرف کھینچتا ہے تو علم دوری طرف۔ عام محبوبوں کا معاملہ ہو تو قلم آزاد ہے۔ جس طرح چاہے وارداتِ قلب کا نقشہ کھینچ دے۔ مگر یہاں جس محبوب ﷺ کی بات ہونی ہے 'وہ محبوبِ خدا ہے۔' ایک ایک لفظ میزان میں تل کے نکلنا چاہیے۔ کہ کہیں سوئے ادب نہ ہو جائے۔ لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ جو بات ہو افراط و تفریط سے بچ کر ہو۔ میرا اپنا ایک شعر ہے۔

لے سانس بھی آہستہ یہ دربار نبوی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا

ایک طرف یہ پابندیاں ہیں، دوسری طرف شعر کا مزاج اتنا حساس ہے کہ وہ ان حدود و قیود سے فوراً آدرد میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اب محض علم کے بل بوتے پر نعت کہو تو جذبے کی روح سے خالی ہو گی۔ اور محض جذبے کی بنا پر شعر کہو تو اس پر نعت کا اطلاق نہ ہو گا۔ گویا نعت گوئی کیا ہے ایک کارگہ شیشہ گراں ہے۔ ذرا سی ٹھیس لگی اور آبگینہ ٹوٹ گیا۔ آب و آتش کو یکجا کرنا پھر آسان ہے مگر جذبہ اور علم کے کامل شعور کو برقرار رکھتے ہوئے نعت کہنا کارِ دارد" (مولانا کوثر نیازی، مسرور کیفی مولائے کل)

مسعود حسن شہاب دہلوی مدیر "الہام"

"مقصدی شاعری میں نعت سب سے زیادہ مشکل صنف ہے۔ جس پاک ہستی کا خدا خود مداح ہو، اس کی تعریف کا حق انسان کیا ادا کر سکتا ہے۔ اس راہ میں حزم و احتیاط اور ادب و احترام نہایت ضروری ہے کیونکہ خدائے بے نیاز اپنے خلاف تو دریدہ دہنی کی

بھی پروا نہیں کرتا لیکن اپنے محبوب (ﷺ) کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی اسے ہرگز گوارا نہیں۔" (مسعود حسن شہاب دہلوی؛ موجِ نور)

نعت گوئی کی اس مشکل گھاٹی کو "نعت کائنات" کے قابلِ قدر مولف راجا رشید محمودؒ کے اقتباس ہی سے سر کرتے ہیں۔ اپنے انتخاب نعت بعنوان "نعتِ خاتم المرسلین" کے دیباچے میں انہوں نے لکھا تھا:

"نعت کے مضامین قرآن و حدیث سے ماخوذ ہونے چاہئیں اور نعت گو کو ان مضامین میں کامل درک کی ضرورت ہے۔ پھر ان مضامین کو اسلوب کی نیرنگی کے ساتھ ادا کرنا ہوتا ہے، مگر طرز ادا میں جو آزادی غزل میں ہوتی ہے، یہاں نہیں برتی جاسکتی۔ حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعتِ شان کا تقاضا ہے کہ نعت کہنے والا سراپائے ادب ہو۔ ذاتِ ممدوح کی عظمت و شوکت کا احساس بھی عناں گیر ہوتا ہے اس بارگاہِ بیکس پناہ کے آداب کا لحاظ بھی ہوتا ہے جہاں اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرنے کی الوہی ہدایت ہے۔ احساساتِ عقیدت واردات سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو انسان کی بے بضاعتی، کم علمی اور بے مائیگی سدِ راہ ہوتی ہے کیونکہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی تعریف و ثنا میں خود خدائے عزوجل رطب اللسان ہے۔

غالب ثنائے کواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است (ﷺ)

نعتیہ ادب کی روایت اور عصر حاضر کے موضوعات تقاضے

نعتیہ شاعری کا سراغ دورِ رسالت مآب ﷺ سے قبل شاہِ یمن تبع حمیری اور رسولِ جمال و رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جد امجد کعب بن لوی کے اشعار میں ملتا ہے۔ اور پھر یہ حسین روایت آنحضور ﷺ کے عالی گھرانے تک پہنچتی ہے تو جہاں بھر کی ماؤں کی سردار، فخر امومت آپ ﷺ کی مادرِ مشفق سیدہ آمنہ بنت وہبؓ کے روح پرور امید افزا مصارع باصرہ افروز ہوتے ہیں۔

اِن صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِي المنامِ
فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْاَنامِ تُبْعَثُ فِي الْحِلِّ وَفِي الْحَرَامِ

تُبْعَثُ فِي التَّحْقِيْقِ وَالْاِسْلَامِ دِيْنِ اَبِيْكَ الْبَرّ اِبْرَاهَامِ
فاللّٰهُ اَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَامِ وَاَلَّا تُوَالِيْهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

"یعنی میں نے جو خواب دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے
تو آپ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے جائیں گے۔ حل اور حرام سب جگہ آپ نبی ہوں گے۔ آپ کو اپنے باپ ابراہیم کے دین اسلام پر مبعوث کیا جائے گا۔ میں آپ کو بتوں سے خدا واسطہ دے کر روکتی ہوں کہ آپ دوسروں قوموں کے ساتھ مل کر ان کی دوستی نہ کریں۔" (حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ، ضیاء النبی، جلد دوم صفحہ ۷۷)

یوں تو آپ کے دادا حضرت عبد المطلب، آپ ﷺ کے چچاؤں، پھوپھیوں اور دیگر قرابت داروں کے نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں لیکن ابتدائی عمر میں آپ کی خدمت کی سعادت پانے والے عظیم عمِ کریم حضرت ابو طالب کی اس شعر کو زمانوں سے ایک آفاقیت حاصل ہے۔ جس میں انہوں نے عرض کیا تھا

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى وَعِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

"ان کی رنگت سفید ہے۔ ان کے رُخِ انور کا واسطہ دے کر بارش کی بھیک مانگی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کی پناہ ہیں اور بیواؤں کی عصمت کے محافظ ہیں۔"

ان کے اسی شہرہ آفاق قصیدہ لامیہ میں نبی اکرم ﷺ کے دفاع میں ان کا یہ شعر بھی ہے جو عصر حاضر کے موضوعاتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

أُقيُم على نصرِ النبيِّ محمّدٍ
أُقاتلُ عنهُ بالقناء القنابلِ

(اور دنیا والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ) میں رسول خدا حضرت محمد ﷺ کی مدد و نصرت میں ثابت قدم ہوں اور (جب ضرورت پڑے گی تو ان کی حمایت و نصرت کرتے ہوئے) ان کے دشمنوں سے نیزوں اور دیگر ساز و سامان حرب کے ساتھ مقابلہ کروں گا۔ (دیوان ابی طالب عم النبی) مرتبہ ڈاکٹر محمد التنوجی، ترجمہ رضی جعفر نقوی

نعتیہ شاعری کی یہ روایت خاندانِ رسالت مآب ﷺ تک ہی محدود نہ تھی۔ محبت و

عقیدت کا شاعرانہ اظہار شمع رسالت پر پروانہ وار فدا ہونے والے اصحاب النبی کے ہاں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ علامہ حافظ ابن عبد البر مالکی اندلسی (۳۶۸-۴۶۳ھ) نے ۱۲۰ صحابہ کرام اور فتح الدین ابو الفتح الاشبیلی المعروف بابن سید الناس شافعی (۶۷۱ھ - ۷۳۴ھ) نے ۲۰۰ صحابہ کرام کو نعت گو شعراء شمار کیا ہے۔

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۲۴۵ھ - ۱۳۵۰ھ) نے ۴ جلدوں میں عربی نعت کا انتخاب کیا تھا جس میں ۳۴ صحابہ کرام کے ۴۶۱ اشعار شامل کئے تھے۔ عصر حاضر کے عظیم محقق شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ۳۵ صحابہ کرام اور صحابیات کی نعوت کا تذکرہ کیا ہے۔ تمام صحابہ کرام کی نعتیہ شاعری کے علی الرّغم ایک صحابی ہیں جن کو شاعر دربار رسالت ہونے کا لقب دیا گیا ہے اور جنہیں خود ممدوح خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے منبر پر بٹھا کر اپنی نعت سماعت فرمائی۔ حضور شاہِ خوباں ﷺ کے جمال و کمال کی تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ انہوں نے حضور ختمی مرتبت ﷺ کی ناموس کے دفاع اور دشمنانِ نبی کی مذمت کے موضوع پر بھی اشعار کہے ہیں۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

هَجَوتَ مُحَمَّداً فَأَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَآءَ
هَجَوت مُحَمَّداً بَرّاً حَنِيْفًا
رَسُولَ اللهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاُ
فَاِنَّ اَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِيْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٌ مِنْكُمْ وقَاءُ

"تم نے (حضرت محمد (ﷺ) کی ہجو کی، تو میں نے آپ ﷺ کے طرف سے جواب دیا ہے۔ اور اس کی اصل جزا اللہ عزوجل ہی کے پاس ہے۔ وہ اللہ عزوجل کے سچے رسول ہیں اور ان کی خصلت وفا کرنا ہے۔ بلاشبہ میرا باپ، میرے اجداد اور میری عزت حضرت محمد ﷺ کی عزت و ناموس کے دفاع کے لیے تمہارے خلاف ڈھال ہیں۔"

نعتیہ شاعری کی روایت جب عربی سے فارسی تک پہنچی تو یہاں بھی توصیف نبوی کے رنگا رنگ نوع بہ نوع گلاب مہکے۔ اور مضامین و موضوعاتِ نعت کے انبار لگ گئے۔ خواجہ معین

الدین چشتیؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت علی احمد صابر کلریؒ، عراقی، خسرو، عرفی، قدسی، غنی کاشمیری، غنیمت کنجاہی، میرزا بیدل، مظہر جانِ جاناں، احمد رضا خاں بریلوی، حافظ محمد افضل فقیر اور پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی تک پہنچا۔ فارسی نعت بھی محبت وعقیدت، فدا کاری و جاں نثاری، ہجر و فراق اور درد و سوز سے بھرپور رہی ہے لیکن علامہ اقبال نے اسے ذاتی تجربے سے اٹھا کر ملی اور کائناتی حقیقت بنا دیا تھا۔ مضامین نعت میں عشق رسول ﷺ کے گہرے اظہار کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں امت مرحوم کی زبوں حالی کا درد و غم بھی جا بجا نظر آتا ہے۔

یہی حال اردو شاعری کا ہے۔ اردو نعت ارتقائی سفر کرتے کرتے جب الطاف حسین حالی تک پہنچتی ہے تو ان کی مسدس کو شہرت دوام اس لیے ملتی ہے کہ وہ بھی نعت کے موضوع کو ذاتی سطح سے اٹھا کر قومی و ملی مقام تک لے آتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی ایک بات ظاہر ہے کہ مسدس حالی ملت اسلامیہ کے دکھوں اور غموں کا ایک غم انگیز مرثیہ ضروری ہے لیکن وہاں سے آگے نکلنے کی راہ نہیں سجھاتی۔ یہ کام قدرت نے شاعر مشرق حکیم الامت حضرت اقبال کے لیے مختص کر رکھا تھا۔ وہ مضامین نعت کے روایتی انداز سے اوپر اٹھ کر محبت و عشق نبی ﷺ کے سچے اور کھرے جذبے کو ایک قوت متحرکہ بنا دیتے ہیں جو بندہ مومن میں جہانِ جمود کو زیر و زبر کر دینے کے لیے آمادہ کار ہو جاتا ہے۔

بقول ڈاکٹر ریاض مجید:

"ذاتی سطح پر نعت کے فکر و فن میں وسعت پیدا کرنے والے نعت نگاروں میں علامہ اقبال کی ایک مثال ہی کافی ہے۔ جن کی شعری اور تخلیقی صلاحیت نے جہاں اردو اور فارسی شاعری کو مختلف جہتوں سے متاثر کیا وہاں نعت کی صنف کو بھی ایک عالمانہ مجتہدانہ شان عطا کی۔

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا

اقبال کی انقلابی شاعری بظاہر نعتیہ شاعری نہیں لیکن اس کے اشعار میں جذبۂ عشق رسول روح کی طرح متحرک نظر آتا ہے۔ وہ ملتِ اسلامیہ کے ہر فرد کو عشق نبی ﷺ سے سرشار کر کے میدانِ کارزار میں اتارنا چاہتا ہے۔ اس کا پیغام اس کے مضامین اور اس کے موضوعات آج بھی دلوں میں ایک ولولہ تازہ اور ایک نئی امنگ پیدا کرتے ہیں۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ درمان اویست
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں اوست
اگر باد نہ رسیدی تمام بو لہبی است

ٹکڑوں میں ہے مصرئے عالمِ عرب تو وہ اس وقت بھی یہی پیغام دے رہے تھے۔

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمد عربی سے ہے عالم عربی

کبھی وہ کہتا ہے:

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است
آبروئے ما زنامِ مصطفیٰ است

اور کبھی کہتا ہے

قوتِ قلب و جگر گرد د نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی

یہ اقبال ہی کا حوصلہ ہے کہ وہ پکارتا ہے

می توانی منکر یزداں شدن
منکر از شانِ نبی فتویٰ شدن

تب و تابِ بتکدۂ عجم نرسد بسوز و گدازِ من
کہ بیک نگاہ محمد عربی، گرفت حجازِ من

"غیر عرب دنیا کی چمک دمک میرے قلبی سوز و گداز تک نہیں پہنچتی کیونکہ میرِ حجاز یعنی دل کو میرے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی نگاہ میں اپنا بنالیا ہے۔

ممتاز و معروف نعت گو اور نقاد جناب عزیز احسن نے لکھا کہ غالباً اسی شعر کی وضاحت ان کے ایک مکتوب میں ملتی ہے جو انہوں نے خان نیاز الدین خان کو لکھا تھا:

"میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جن طرح صحابہ ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہو گا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔"

وہ مسلمانوں کو پاؤں توڑ کر بیٹھنے کی بجائے ہمہ دم مصروف تگ و تاز رکھنا چاہتے ہیں

بمنزل کوش مانند مہِ نو دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقامِ خویش اگر خاہی دریں دیر بحق دل بند و راہ مصطفی رو

اکیسویں صدی میں نعت کے موضوعات تقاضے

جب چودھویں صدی ہجری کا اختتام ہونے والا تھا اور پندرھویں صدی شروع ہونے والی تھی تو کہا جارہا تھا کہ یہ صدی غلبۂ اسلام کی صدی ہو گی مگر اب پندرھویں صدی ہجری اپنا نصف افل پورا کرنے کو ہے مگر زوال امت ہے کہ کسی صورت ٹلنے کا نام نہیں لے رہا۔ اسی طرح جب اکیسویں صدی شروع ہوئی تو اسلام کی عالمگیر وسعت اور برتری کے اندازے لگائے گئے مگر حالات جوں کے توں ہیں۔ پہلے ملت اسلامیہ کو عرب سپرنگ کے بخار میں مبتلا کیا گیا اور پھر شام، سوڈان اور لیبا کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ یہی صورت اس سے قبل عراق میں بھی دیکھی گئی تھی۔ اور آج کی تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ ستاون اسلامی ممالک کی غیرت مر چکی ہے۔ مسجد اقصیٰ تو عرصہ ہوا پنجۂ یہود میں تھی اور اب ہماری آنکھوں کے سامنے غزہ و فلسطین کو صفحۂ ہستی سے مٹایا جا رہا ہے۔ غزہ تباہ حال عمارتوں کے ملبے کا ڈھیر ہے۔ بچے بوڑھے جوان مرد و عورتیں سب کٹے پھٹے وجودوں کے ساتھ قبروں میں اتر چکے ہیں اور اب غزہ کی دھرتی سے قومِ مسلم مٹنے کو ہے۔ ان حالات میں نعت گو لکھے تو کیا لکھے۔ حضرت حسان بن ثابت نے جہاں نبی انس و جاں ﷺ کے حسن و جمال کی تعریف میں

واحسن منك لم ترقط عيني
واجمل منك لم تلا النساءُ

کے جمال آگہیں اشعار کہے تھے، وہیں

هجوت محمداً فاجبتُ عند
وعندالله في ذاك الجزآءُ

اور پھر

فَإِنَّ ابي وَ وَالدَهُ و عرض
لِعرضِ محمدٍ منكم وقاء

کہہ کر دشمنانِ رسول کو للکارا بھی تھا۔

ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی بربادی پر شیخ سعدی شیرازی نے اس تباہی کا مرثیہ لکھا تھا۔

آسماں را حق بود گر خوں بیار دہر زمیں
برزوالِ ملکِ مستعصم امیر المومنیں
اے محمد گر قیامت سر بروں آری زخاک
سربروں آزد قیامت درمیان خلق بیں

یعنی آسمان کو چاہیے کہ امیر المومنین مستعصم باللہ کی حکومت کے زوال پر خون کے آنسو برسائے۔ اے محمد (ﷺ) اگر آپ قیامت میں خاک سے نمودار ہوں گے تو دیکھیے لوگوں کے درمیان قیامت برپا ہو گئی ہے۔

اسی طرح جب مسلمان اندلس سے بیک بینی ودو گوش نکال باہر کئے گئے تو عرب شعراء نے اس سانحے پر بہت سے مرثیے لکھے۔ ان میں ایک مشہور مرثیہ "قصیدہ نونیہ" ہے جسے اندلس کے معروف ادیب و شاعر ابو البقا صالح بن شریف الرندی الاندلسی نے لکھا تھا۔ ہمارے عہد کے معروف عربی دان اور استاذ الاساتذہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر مرحوم نے اس پر ایک کتاب "مرثیہ صقلیہ پر ایک نظر" لکھی تھی۔

اس اندوہناک تاریخ کے تذکرے کا مقصد یہ ہے کہ آج پھر کسی سعدی کی ضرورت ہے آج پھر کوئی ابو البقاالاندلسی درکار ہے جو غزہ وفلسطین کی تباہی وبربادی پر شہر آشوب اور مرثیے لکھے۔ میرے

نزدیک اہلِ دل نعت گو شعرا عصر حاضر میں مسلم امہ کی تباہی و بربادی سے لاتعلق نہیں رہ سکتے اور نہ ہی انہیں رہنا چاہیے۔ اگر اقبال طرابلس کے شہیدوں کا خون لے کر حضور رسالت مآب میں حاضر ہو جاتا ہے۔ اگر وہ شہدہ طرابلس فاطمہ بنت عبداللہ کو آبروئے امت مرحوم کہتا ہے اور اپنی شاعری میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہے تو آج کے نعت گو شعرا کی نعت گوئی کا سب سے اہم موضوع غزہ میں مٹتی ہوئی مسلم امت کا نوحہ ہونا چاہیے۔ پنجہ یہود میں پھنسی قوم مسلم میں کوئی غیرت کوئی ہمت جذبہ جگانے کے انقلابی نغمہ ہونے چاہئیں۔ تہذیبوں کے ٹکراؤ (Clash of civilization) اور اختتام تاریخ (End of History) جیسی بڑھتی ہوئی مغربی فکر کے آگے بند باندھنے کے لیے نعتیہ شاعری کے موضوعات میں جذبہ جہاد، فروغ عشقِ رسول، ملی بیداری، اتحاد امت، اور شعور انقلاب ایسے موضوعات کو رواج پانا چاہیے۔ اور مجھے امید ہے کہ اکیسویں صدی کا ربع اول مکمل ہونے پر نعت نگارانِ رحمتِ عالم ضرور ان موضوعات کی طرف متوجہ ہوں گے۔

کاش میرا قلم! میرے دل کی دھڑکنیں لکھ سکتا، میری آنکھوں سے گرتی آنسوؤں کی آبشار کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر سکتا۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ دھڑکنیں بیدار ہیں۔

میں ان بے وقعت حروف کو یہیں ختم کرتا ہوں اور غزہ کی بیٹی فاطمہ اور اس کے شہید والد کو خراج عقیدت اور اپنی ندامت نذر کرتے ہوئے حضرت اقبال کی اس نظم پہ بات ختم کرتا ہوں، جو انہوں نے طرابلس کے معصوم شہیدہ فاطمہ بنت عبداللہ کے لیے لکھی تھی۔

فاطمہ بنت عبداللہ

عرب لڑکی جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی۔

۱۹۱۲ء

فاطمہ تو آبروئے امتِ مرحوم ہے
ذرّہ ذرّہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت، حورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی!
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بدال میں بھی خوابیدہ ہیں
فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے
رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرّہ ذرّہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
ہل رہی ہے ایک قوم تازہ اس آغوش میں
بے خبر ہوں گرچہ ان کی وسعتِ مقصد سے میں
آفرینش دیکھتا ہوں ان کی میں اس مرقد سے میں
تازہ انجم کا فضائے آسمانی میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نُور
جو ابھی ابھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے
جن کی ضو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے
جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

⊙⊙⊙

ڈاکٹر شبیر احمد قادری
فیصل آباد

جدید عصری مسائل اور اکیسویں صدی کی نعت

نعت، صدیوں کا سفر طے کر کے یہاں پہنچی ہے۔ اس دوران میں اس صنف الاصناف نے مختلف تہذیبوں، تمدنوں اور ثقافتوں کے ٹھنڈے میٹھے چشموں سے خود کو سیر اب کیا، خوانِ وقت سے الوانِ نعمت کے ذائقے چکھے اور اپنی توانائی اور قوتِ سخن میں اضافہ کیا۔ مختلف باغوں میں ہریالی اور رنگارنگ پھولوں کی مہک سے مشامِ شعر کو سرشار کیا۔ بعض اشعار اس قدر مقبول ہوئے کہ انہیں غزل کے دوسرے شعروں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اور بعض نعتیں قارئین کو ازبر ہیں۔

حمد باری تعالیٰ کے مانند نعت بھی عقیدت افروزی کی مظہر ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کو یہ منظور نہ تھا کہ ان کی شان کے بیان کے لیے مخصوص شعری پیرایوں کو کسی صنف یا کسی ایک ہیئت کے چوکھٹے تک محدود کیا جائے۔ اسی منشا کے تناظر میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حمد و نعت میں اظہارِ مودّت کے لیے دیگر اصنافِ سخن کے مانند نہ ہیئت مخصوص کی گئی ہے نہ شاعر کے افکار کے بہاؤ کے لیے کوئی صنف سدِ راہ بنتی ہے۔ بالفاظِ دیگر ہر صنفِ سخن میں نعت کہی جاسکتی ہے اور ہر ہیئت نے اس پر اپنے دروازے مستقل طور پر وا کر رکھے ہیں۔

ماضی قریب میں نعت کے سفر و حضر پر نگاہ کی جائے تو دکنی شعرا کے بعد شمالی ہند اور دیگر خطوں کے نعت نگاروں نے اُردو اور فارسی نعت کو نئے رنگ و آہنگ سے آراستہ کیا۔ غالب، محسن کاکوروی، امیر مینائی، لطیف بریلوی، کافی مرادآبادی، غلام امام شہید حالی، مولانا احمد رضا خاں، حسن رضا خاں نے نعت کے موضوعاتی، فکری اور فنِ شعر کے اعتبار سے باثروت بنایا۔

نعت گوئی کے ضمن میں اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اس کی آبیاری کے لیے زیادہ تر ارضِ غزل ہی راس آئی۔ اور اسی میں پھل پھول کر تناور اور چھتنار شجر بنی۔۔۔ شجرِ سایہ دار جس کی چھاؤں میں عقیدت مندوں کو راحت ملتی ہے اور وہ الفتِ مصطفی کے چراغ کی لو کو تیز تر کرتے ہیں۔ غزل کا وصفِ خاص ہے اس کا ہر شعر دوسرے شعروں سے بہ اعتبار موضوع مختلف ہوتا ہے، فکری اعتبار سے بھی ہر شعر ایک سا ہو، اس کی کوئی شرط نہیں ہے۔ سو غزل کی

ریزہ خیالی اور شاعر کی آزادہ روی اس میدان میں فرسِ خیال کو اپنی شعری صوابدید کے مطابق دوڑانے پر ہر دم تیار رکھتی ہے۔ طویل تر غزلیں ہوں یا مختصر یہ منشائے شاعر ہے۔ اس ضمن میں بسا اوقات لفظ لغوی معانی سے کنی کتراتے ہوئے گاہ اصطلاحی اور گاہ مرادی معنوں کی لگام کَس کر رکھنے کے ہنر سے آگاہ ہوتا ہے۔ سو غزل کے معاملے میں شاعر اپنے آپ کو جس قدر آزادہ رو سمجھتا ہے، باغ میں صنوبر کے مانند وہ پابہ گِل بھی ہوتا ہے۔ جس کی بنا اس کا فرسِ خیال طول طویل اور بے لگام سفر کرتا بلکہ اس کا سفر درحقیقت ایک دائرے کا سفر ہوتا۔ خر اس پر بندھے بیلوں کی طرح، جن کی آنکھیں بھی مصلحتاً کھلی نہیں رکھی جاتیں۔ یہ دوسری بات کہ متعدد شعرا نے من مرضی کی ہے اور جُدا جُدا موضوعات اور فکر کے حامل شعروں کو موضوع کی یکسانیت سے ہمکنار کر کے غزلِ مسلسل سی کیفیت کو جنم دیا۔ قافیہ اور ردیف کے ساتھ ساتھ بحروں کو بھی نت نئے تجربات سے بُنت کاری کی ہے۔ اور اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کی بدولت اس کی عمدہ نمونے بھی نذرِ قرطاس کیے ہیں۔ بہت سے شعرا نے دو غزلے سے لے کر پنج غزلے کہہ کر اپنی قادر الکلامی اور زورِ بیان کا مظاہرہ کیا ہے بعض غزل گو شلگے بھرتے اور استاکاری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور بعض شعرا کی غزلیں پان سات شعروں سے آگے نہیں بڑھتیں۔

یہ حقیقت نفس الامری ہے نعت، حمد کے مانند کسی مخصوص صنف نہیں رکھتی تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ فارسی اور اردو نعتیہ کلام زیادہ تر غزل میں ملتا ہے۔ یہ صنف فی الوقت سب سے مقبول و محبوب صنف ہے اور اس کی ہیئت بھی مخصوص ہے۔ ڈاکٹر نثار ترابی ایسے انسانی جذبات کو غزل کا موضوع قرار دیتے ہیں جو داخلی طور پر ایک فرد کے ہیں لیکن ان میں ابدی سچائیاں پنہاں ہیں۔ موصوف کے مطابق: "غزل میں جب کوئی فرد اپنے کسی ذاتی اور انفرادی تجربے یا مشاہدے کو بیان کرتا ہے تو وہ انفرادی اور ذاتی ہو کر بھی ایک طرح کے اجتماعی تجربے یا مشاہدے کے احساس سے مملو ہو جاتا ہے۔ جب شاعر خارجی حالات و واقعات سے براہِ راست متاثر ہو کر انہیں اپنے وجدان، خیال، احساس اور کیفیت سے آمیخت کر کے اپنے انداز بیان میں سموتا ہے تو وہ کسی خیال کے عمل کو محض معروضی انداز میں بیان کرتا ہے۔۔۔ غزل روایت، تہذیب اور ایک زندہ معاشرے کے تسلسل کا نام ہے اور اسی تسلسل نے اسے آج تک زندہ رکھا ہوا ہے۔ اس کی ہمارے رسم و رواج، تہذیب و تمدن اور فکر و فلسفہ کے ساتھ فطری مناسبت ہے۔ اس لیے یہ خود انہی عناصر سے وجود پذیر ہوئی ہے۔۔۔"[1] غزل ہو یا کوئی دوسری صنفِ سخن، نعت کے کامیاب اور

مثالی نمونے اس میں موجود ہیں۔ موضوعاتی اور فکری اعتبار سے نعت کو ہر دور میں اہمیت حاصل رہی ہے۔ جدید عصری مسائل کے تناظر میں اکیسویں صدی کی نعت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ خوش کن پہلو سامنے آتا ہے کہ معاصر نعت نگار جہاں شمائل و خصائل مصطفیٰ بیان کرتے ہیں، اسوۂ حسنہ کے اہم گوشوں کو جزو نعت بناتے ہیں وہاں عصری مسائل کو بھی نعت میں سمونے کی سعی کرتے ہیں۔ اکیسویں صدی کا نعت نگار نئے سورجوں کی تلاش میں بھٹکتے بھٹکتے تھک جاتا ہے اور کامیابی نہیں ملتی تو حضور کے حضور یوں عرضِ حال کرتا ہے:

میں نواحِ شب میں بھٹک گیا نئے سورجوں کی تلاش میں
کوئی روشنی کہ بدل سکے مری شب کا حال مرے نبی
کہیں نفرتیں کہیں رنجشیں کہیں خاک و خون کی بارشیں
مرے عہد میں ہے عجیب رنگ کا اشتعال مرے نبی (۲)

پہلے شعر کے مصرع اولیٰ میں نواحِ شب میں نئے سورجوں کی تلاش میں بھٹکنے کا اعتراف دراصل ان افراد اور اقوام کا نوحہ ہے جنھوں حقیقی رب کی ربوبیت اور حقانیت کے بدلے "نئے سورجوں" کی پوجا شروع کر دی گویا جادۂ مستقیم سے انحراف کرتے ہوئے گمراہی کا شکار ہو گیا۔ اس کے پیچھے کوئی ضرورت ہو یا مجبوری اس سے قطع نظر ربِ کائنات کو گوارہ نہیں کہ کوئی کلمہ گو اس کے متعینہ شاہراہ کو چھوڑ کر پگڈنڈیوں کا سفر اختیار کرلے۔ نواح شب میں بھٹکتے اور نئے سورجوں تلاش کرنے والی کو احساس ہوتا ہے کہ راستہ کوئی اور ہے۔ اصل راستہ وہی ہے جس پر چلنے اور مدام چلنے کی ہدایت اللہ اور اس کے رسول نے کی۔ نئے سورج نئے دور کے اشخاص ہو سکتے ہیں اور ان سے مراد نئے افکار و نظریات بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔ بیانیوں اور مہابیانیوں کے ذیل میں مغربی مباحث اکیسویں صدی کے برناو پیر پر جس طور اثر انداز ہو رہے ہیں ان سے وہ عجیب کشمکش کا شکار ہے۔ فکری انتشار و اِفتراق ہے کہ روز افزوں ہے۔ اُلجھنوں کی ڈور ہے کہ سلجھنے کا نام نہیں لی رہی۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی ضرور ہوئی ہے تاہم مسائل کم ہونے میں نہیں آتے۔ ایسے میں شب کو روشنی میں مبدل کر دینے کی التجا بحضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسی حقیقت حال کی جانب اشارہ ہے صبیح رحمانی کی نظم "اِک عالمگیر نظام"(۳) اس ضمن میں بہت اہم ہے جس میں وہ مارکس کے فلسفہ جہدِ شکم، لینن کے پیغام، فرائڈ اور ہیگل کے نظریات کے بجائے

امنِ عالم کے لیے صرف اور صرف محمد ﷺ کے نظامِ حیات کو اپنانے کی بات کرتے ہیں۔

اسی تناظر میں حفیظ تائب کی نعتوں کا مطالعہ کریں تو یہ کہنا مبنی بر حقیقت ہو گا کہ انہوں معاصر عہد میں امت مسلمہ کو درپیش مسائل کو بہت مستحسن اور لائق تحسین انداز میں جزوِ قرطاس بنایا ہے۔ جب وہ ماحول کے لیے تبسم کی خیرات اور روشنی کے طلب گار ہوتے ہیں تو ساتھ شیریں جھلک، نوریں ڈلک کی استدعا کرتے تاکہ مسلمانوں کی تلخ و تاریک زندگی میں پھر وہ خوشگوار اور ساز گار لمحے آجائیں جن سے انہیں خوب نوازا گیا تھا۔ افرادِ امت محمدی کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہونے کا سبب شاعر نے کہ چرخ نے اسے کمزور کر دیا اور ہنر مندی کو بے ہنری میں بدل دیا وہ اذکار و تعلیمات جن پر افرادِ ملت کو بصدق و یقیں عمل پیرا ہونا تھا، اسے اغیار نے اپنا رکھا ہے۔ دشمن تو دشمن ہے اندر کے عدو نے بھی عجب نوع کے بحران کو جنم دیا ہے کہ جس کا خاتمہ ہی ہونے میں نہیں آرہا۔ گڑگڑا کر دعائیں بھی مانگی جارہی ہیں۔ صوم وصلوۃ کی پابندی کے مظاہر بھی موجود ہیں۔ بحضور حق تعالیٰ حاضری اور اقلیمِ حسن و جمال کے ذرّوں کو بوسہ دینے کی تمناؤں میں بے تابی کی لہریں موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پھر اس کربِ مسلسل سے رہائی کیوں نہیں ملتی، زخم نارسائی ہے کہ اندمال سے آشنا ہونے کو تیار نہیں، ہجومِ غم یاس کے نراس میں کیوں نہیں بدلتا، کارزارِ دہر میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، شاخِ تمنا اداس کیوں ہے۔ جب بقول حفیظ تائب آشوبِ حالات نے رسول اکرم ﷺ کی یادوں کے چہرے بھی دھندلا دے تو پھر شاعر کی نغمہ گری، نوحہ گری کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ استغاثہ و استعانت کی مثالیں انگریزوں کی برعظیم میں آمد کے بعد اور تحریکِ پاکستان اور حصولِ آزادی کی بے مثال انفرادی و اجتماعی مساعی میں بہت تواتر سے سامنے آئیں۔ حصولِ آزادی کے بعد استحکامِ پاکستان کی جدوجہد میں امید تھی کہ امت مسلمہ کے دلدر دور ہو جائیں، یبوست، نحوست اور زوال و ادبار کے بادل چھٹ جائیں گے اور اپنے قیام کے وقت دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ایک فلاحی ریاست کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اور اہلِ اسلام کو ان کا کھویا ہوا وقار اور چھن چکا اعتبار پھر حاصل ہو جائے گا اور وہ دیگر اقوام کے سامنے قابلِ ہزار رشک اعتماد کے ساتھ کھڑا ہونے کے قابل ہو جائیں گے مگر بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ منزل ان افراد کے ناروارویوں اور چالبازیوں کو ملی جو سرے سے اس جدوجہد کا حصہ ہی نہیں تھے سو ایسے میں اس ذاتِ والا صفات کے حضور عرضِ حال کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

دشمنوں کے پاؤں میں ہے، چشم کرم!
اُمتِ بیضا کا پرچم، اے ہاشمی!
غیرتِ ملّی ہوئی اب یادِ کہن
سَر ہوا پیش عدو خم، اے ہاشمی!
دندناتے پھر رہے ہیں اہلِ ہوس
اہلِ دل کی آنکھ ہے نم، اے ہاشمی![۴]

معاصر نعت نگاروں میں اسبابِ زوالِ اُمت کے تلخ حقائق کو منعوت کرنے کا میلان ڈاکٹر عزیز احسن کے ہاں بکثرت ملتا ہے۔ توصیفِ مصطفی ﷺ کے ساتھ اُنھوں نے مبتلائے ابتلا مسلم امہ کی رسوائی، پستی اور زوال کا مربوط مطالعہ نذرِ قارئین کیا ہے۔ ڈاکٹر عزیز احسن کے ہاں ملتِ اسلامی کے باب میں دردمندی اور قلبی کرب کو صاف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ غزلوں، قطعات، نظموں اور ہائیکو وغیرہ میں انھوں نے اجتماع کے دکھ کو اپنا دکھ محسوس کیا ہے۔ ان عوامل و محرکات کی نقاب کشائی کی ہے جو اس رنجیدہ زوال و ادبار سے جڑے ہوئے ہیں۔

پیروی کی بھی بنا ہم نے انا پر رکھی
ہائے افسوس کہ تہمت ہی وفا پر رکھی
اسوۂ ختمِ رسل سامنے رکھنا تھا مگر
آج امت نے نظر صرف ہوا پر رکھی
دل شوریدہ محبت کے تقاضے بھی سمجھ
کس کی اُلفت کی بِنا تو نے خطا پر رکھی
ہم نے غزوات کو قصوں کی طرح پڑھ ڈالا
اور امیدِ ظفر صرف دعا پر رکھی[۵]

التماس بحضور رسالت مآب ﷺ "کھوکھلے دعوے"، "بنیاد پرست"، "نعتیہ قطعہ بطرزِ شہر آشوب"، کاش ایسا ہو"، "تمناؤں کا چمن"، "تین شعر"، "ہائیکو"، "صاحب ایمان کیا کریں؟"، "التماسِ کرم"، "دعائے یومِ آزادی"، "مدح رسول کریم ﷺ مع استغاثہ"، "نعت بصورتِ

استغاثہ"، "شرط وفا"، "سیلِ زماں کے ایک تھپیڑے کی دیر ہے"، "شکوہ"، "حمدیہ شکوہ"، نسخۂ تسخیرِ قلوب!"، "قطعہ بند"، "صاحب ایمان کیا کریں؟"، "جواب آں غزل"، "غزلوں، نظموں، قطعات اور سیکڑوں اشعار میں ڈاکٹر عزیز حسن نے زوالِ اُمتِ محمدیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑا سخت اور ٹھوس موقف اختیار کیا۔ غیروں کی ذہنی و فکری یلغار کے اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ تو دشمن ہیں، دشمن ایسا ہی کیا کرتے ہیں، ملکوں کو کمزور کرنے کے لیے پہلے وہ افراد میں ذہنی اور فکری انتشار کو پروان چڑھاتے ہیں اقتصادی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی شکنجوں میں کستے ہیں۔ اس کے لیے زر، زمین غرض ہر طرح کا لالچ دے کر، نصابِ تعلیم، اندازِ تربیت، طرزِ تدریس میں من مرضی کی تبدیلیاں کراتے، سائنس اور ٹیکنالوجی جسے وہ انسان کے فلاحی کاموں کے زمرے میں شامل کرتے اور لوگوں کو باور کرانے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں کہ یہ سب انتظامات ان کی بھلائی کے لیے ہیں اور انہیں روایات کے اندھیروں سے نکال میں نئی روشنیوں میں لانے کا اہتمام کررہے ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے قیام کے وقت یہی حربے آزمائے گئے اور علی گڑھ تحریک پر بھی اس کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ سلطنتِ عثمانیہ کے خاتمے کے لیے بھی یہی کچھ کیا گیا، جنگ طرابلس اور دیگر معرکوں کے پس پردہ یہی محرکات تھے۔ موجودہ دور میں کشمیر، فلسطین، چیچنیا، برما، عراق، افغانستان، لبنان، شام، یمن میں مرحلہ وار جو قیامتِ صغریٰ برپا کی گئی ہے۔ اس کا کلیدی مقصد اُمتِ محمدی کو کمزور کرنا اور عوام کی ذہن سازی خاص نہج پر کرنا، طاغوتی اور استحصالی قوتوں کو تقویت دینا اور گلوبل ویلج کے نام پر اپنی غیر متزلزل حاکمیت قائم کرنا ہے۔ دوسری تلخ حقیقت یہ ہے کہ اپنوں نے بھی غیروں کی اندھادھند محبت میں ہم دین افراد کی دین داری کا مذاق اڑایا، ان کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ دوسری جانب حکمرانوں کی اپنی ہی ترجیحات ہیں۔ غیر ملکی دباؤ قبول کرنا ان کے بس کی بات نہیں اس لیے ان کے ذاتی اثاثے اور کاروبار بیرونِ ملک ہیں اور ملکِ عزیز کو ناروا قرض کے بوجھ تلے دبا دیا ہے۔ قرض دینے والے ان کمزور حکمرانوں سے فیصلے بھی اپنی مرضی کے کراتے ہیں، بجلی، گیس کی قیمتیں ہوں اور دینی و دنیاوی تعلیم کے ذرائع، ان کی نصاب سازی، موبائل اور لیپ ٹاپ کے ذریعے گمراہ کن پروپیگنڈہ کرنا، ایسا مواد پیش کرنا جسے پڑھ کر مسلمان اپنے مسلمان ہونے اور اہلِ پاکستان اپنے پاکستانی ہونے پر شرمندہ ہونا شروع کردیں، ذہین فطین لوگوں کو پاکستان میں رہ کر خدمت انجام دینے سے روکنا، بیرون ملک ان کے لیے چمک دار مواقع فراہم کرنا۔ ڈاکٹر عزیز احسن نے ان میں سے بعض حقائق

اپنی طویل مگر بے حد اہم نظم "بنیاد پرست" میں بیان کر کے ہمیں گویا ایک آئینہ دکھانے کی سعی کی ہے اور خبر دار کیا ہے کہ ہم مسلمان اپنی بنیاد سے کٹ جائیں گے تو مر جائیں گے اور ریت کے ذرّوں کے مانند بکھر جائیں گے۔ یہ بند ملاحظہ ہو جس کی استفساری جہت ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے:

آج اغیار کو خوش رکھنے کے سامان کریں؟
نور کی راہ سے ہٹ جانے کا پیمان کریں؟
دین کو کفر کے اصنام پہ قربان کریں؟
چند سانسوں کے لیے قرنوں کا نقصان کریں؟
کعبہ جاں ہی گرا دیں یہ تقاضا کیا ہے؟
اپنی بنیاد ہی ڈھا دیں یہ تقاضا کیا ہے؟(۶)

اسلام کی حقانیت بیان کرنے کے ساتھ وہ اعدا کے مذہبی تصرفات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں:

اپنے ہاتھوں سے بدل دیتے ہیں اپنا مذہب
ہیں زمانے میں وہ شیاطینِ لعیں کے مرکب
دین کے باب میں ہر چال ہے ان کی بے ڈھب
حق کے باغی ہیں وہ باطل کے پرستار ہیں سب
دین کی اصل سے ان سب نے بغاوت کی ہے
کتبِ حق کو بدلنے کی جسارت کی ہے(۷)

اب جو یورش ہے وہ اسلام کی بنیاد پہ ہے
زور ان لوگوں کا ہر طور سے الحاد پہ ہے
ان کا حملہ فقط آئینِ خداداد پہ ہے
انحصار ان کا مگر کفر کی امداد پہ ہے
ان کے ہمراہ مری صف کے ہیں کچھ اہلِ نفاق
قلب میں جن کے نہیں عظمتِ دیں کے اسباق(۸)

ڈاکٹر عزیز احسن نے نشتر نقد ہی نہیں چلایا بلکہ افرادِ امت کو صائب مشورے بھی دیے ہیں۔

وہ راہیں بھی سجھائی ہیں جن پر چل کر وہ ایک بار پھر بامِ عروج کو چھو سکتے۔ اعتبار اور وقار کا پرچم بلند کر کے اپنا تشخص اور اپنا تخصص بحال کر سکتے ہیں۔ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی کا اصول ان کی حقیقی پہچان بن سکتا ہے۔ ڈاکٹر عزیز احسن کہتے ہیں:

صدق پھیلایئے زمانے میں دل کو مانند آئینہ کیجیے
عشرتِ زندگی سے موڑ کے منہ پیرویِ نقوشِ پا کیجیے
بن کے ان کے غلام دنیا میں پاس ناموسِ دین کا کیجیے
توڑ کر سب محبتوں کے صنم خود کو ہر قید سے رہا کیجیے
ان کی سیرت کے آئینے میں عزیز آپ اپنا مشاہدہ کیجیے[۹]

اکیسویں صدی کی نعت میں استغاثہ واستمداد نئے رنگ وروپ میں سامنے آیا ہے۔ آج کا شاعر اقوامِ عالم میں کم حیثیتی اور رسوائی کا سبب اغیار کی منصوبہ بندی اور عملی اقدامات کو بھی موردِ الزام ٹھہراتا ہے تاہم اس احساس کو اب زیادہ تقویت ملی ہے جس کی طرف مومن خان مومن نے برسوں پہلے اپنی غزل کے مطلع میں اِشارہ کیا تھا:

یہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا[۱۰]

واجد امیر نے اس صورتِ حال کی جانب ایک خفیف سا اِشارہ کیا ہے۔ یہاں قریۂ بے مہر سے مراد وہی گرد وپیش کے لوگ ہیں۔ کلمہ گو ہوتے ہوئے بھی جن کی وفائیں مشکوک ہیں۔ یہ راہِ گم کردہ لوگ ہیں۔ چند ٹکوں اور بے نام عہدوں کے حصول کی خاطر اپنوں کا خون بہانے سے بھی گریز نہیں کرتے، نہ دلآزاری سے باز آتے ہیں، نہ دوجوں کو جینے کا حق دینے کو تیار ہیں، وفا غیروں کے ساتھ اور جفا اپنوں سے۔ واجد امیر کا شعر ہے:

کس قریۂ بے مہر میں ہم آن بسے ہیں
مشکوک ہیں یاں سب کی وفائیں مرے آقا[۱۱]

منافقت عام ہونے لگے اور دوسروں کا حق مارنے کو گناہ کے بجائے دُنیاداری کے ساتھ کاروباری حربہ سمجھ لیا جائے، دُشمنوں کا مخبر بن کر ظاہری طور پر عزت پانے والوں کو کثرت ہو جائے، دُنیاداری، دین داری پر غلبہ پانے کو بے چین ہو تو اس دھرتی پر ایسے مسائل سر اُٹھانا شروع

کر دیتے ہیں جن کی موجودگی میں وہ دھرتی رہنے کے قابل نہیں، روئیدگی کے آثار کے باوجود گھٹائیں برسنے سے اِنکار کر دیں تو رب تعالیٰ ان افراد اور ان افراد کا ہاتھ نہ روکنے والوں پر نو بہ نو عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ واجد امیر کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

روئیدگی اس خاک سے منہ موڑ چکی ہے
حالانکہ برستی ہیں گھٹائیں مرے آقا
جمتے ہی نہیں پائوں زمیں پر کسی صورت
کھینچے لیے پھرتی ہیں ہوائیں مرے آقا(۱۲)

افراد قریہ بے مہر ہوں تو پائوں زمین پر کیسے ٹک سکتے ہیں۔ اکیسویں صدی میں نعت نگاروں کو ماضی کے مقابلے میں زیادہ منظم جارحیت اور ابتر سیاسی و اِقتصادی حالات کا سامنا ہے۔ مسلمہ اخلاقی اقدار بُری طرح پامال ہو رہی ہیں۔ عالمی گائوں کی تشکیل اور اس کے اثرات اب سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں۔ فری ٹریڈ کے نتیجے میں صارفیت کی ایک نئی صورت شکل سامنے آ رہی ہے۔ یورپ سے بیانیہ اور مہابیانیہ کے سلسلے میں بلند ہونے والی آوازوں نے نژادِ نو میں تشکیک کے عناصر کو جنم دیا ہے۔ مغرب کی اسلام دُشمنی سے کون آگاہ نہیں ہے۔ ان نظریوں اور تحریکوں کے اثرات اہلِ اسلام کے ذہنوں پر بھی مرتب ہوئے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کے دلوں سے رُوحِ محمد نکالنے اور بنیادی اسلامی تعلیمات و احکامات کے خلاف منظم پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ گستاخیِ رسول کے مذموم مظاہر سے واسطہ پڑتا ہے تو رُوح کانپ جاتی ہے۔ تہذیبوں کا تصادم شدت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ آگ اور بارُود کی تیاری جس تیزی سے جاری ہے۔ اس سے خطرہ ہے کہ کہیں تیسری عالمی جنگ نہ چھڑ جائے۔ جوع الارض طاقتور ملکوں کی طرف سے گرد و پیش کے کمزور ممالک تک محدود تھی۔ اب تو خود طاقت ور ملک باہم دگر زور آزمائی میں مصروف ہیں۔ زیادہ طاقت ور ملک، کم طاقت ور یورپی ممالک پر قبضے کے لیے منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ یہ کثرتِ معنی اور بین العلومیت کا دور ہے۔ میڈیا وار زوروں پر ہے جس کا اوّل و آخر مقصد راسخ العقیدہ افراد کو اُن عقائد سے دُور کرنا ہے جو یہ مہم چلانے والوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہیں۔ اقتدار کی شکست و ریخت اور اپنی تہذیب و ثقافت جس میں زبانیں اور ان کا رسم الخط بھی شامل، پر اس یلغار سے ہر فرد پریشان ہے۔ خاندانی نظام درہم برہم ہو رہا ہے۔ حرص و ہوس کے ساتھ جائز ناجائز طریقے سے دنوں میں امیر بننے کا

بھوت سوار ہے۔۔۔ ایسے میں معاصر نعت کا متن خارجی اور داخلی دونوں سطحوں پر سنجیدہ قاری کی توجہ چاہتا ہے۔ اس بات کا پتہ چلانا ازبس ضروری ہے کہ گوناگوں مسائل کی موجودہ صدی میں شاعر بحضور سرورِ کائنات ﷺ نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اور کس نہج پر سوچ رہا ہے۔ وہ کون سے اسباب و علل ہیں جو اس چمکتی و دمکتی اور نظروں کو خیرہ کرتی روشنیوں کے ہوتے ہوئے اپنے ظاہر و باطن کے طاقچوں میں نبی آخر الزماں ﷺ کی محبت کے روشن چراغوں کی لو کو اور بھی تیز کرنے کی تمنّا رکھتا ہے۔ نعیم صدیقی کو تحریکِ ادب اسلامی کی سب سے نمایاں آواز سمجھا جاتا ہے۔ ان کے لیے "سیارہ" لاہور کے لیے لکھے گئے اداریوں، مضامین و مقالات اور کتب کے ساتھ نعتیہ مجموعہ "نور کی ندیاں رواں" میں جو رنگ دکھائی دیتے ہیں وہ قابلِ توجہ ہیں۔ وہ رہِ عشق پر رواں دواں تھکے ماندے شخص کو اپنی ناکامیوں کا خود ذمہ دار سمجھتے ہیں۔

اپنے قدمِ شوق کی زنجیر ہوں میں خود
اور میں ہی رہِ عشق میں اپنے لیے ہوں سدّ[۱۳]

سدِ راہِ خیر بننے والی اناؤں کی بے خشت دیواروں کو مسمار کرنا بہت ضروری ہے۔ کعبہ و کلیسا کی کھینچا تانی میں بحیثیت مسلم ہمیں تحفظِ کعبہ پر توجہ مرکوز رکھنا ہو گی اور باطل قوتوں کے کاذب افکار کا دلائل کے ساتھ رد کرنا ہو گا۔ اس کے بعد ہی دُعاؤں، مناجاتوں اور استغاثوں میں تاثیر اور تاثیر پیدا ہو گی۔

احمد ندیم قاسمی نے میں تیرگی کے عالم میں حضور نبی پاک ﷺ کی ذات والا صفات کو مطلعِ انوار اور اپنے لیے قبلۂ صوت و صدا کہہ کر بطحا سے فلسطین میں آنے اور پاشکستگاں کا سہارا بننے کی التجا کی تھی۔ "بحضور اکرم ﷺ" میں انھوں نے آج کے عہدِ ظلمت میں تعلیم مساوات کی بات کرنے والوں کی زبانیں کٹنے، اور ایک لقمے کے لیے کروڑوں بھوکوں کے لیے نوحہ گری کی ہے جو لقمے کے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو ظالم قوتیں وہ ہاتھ پکڑ لیتی ہیں یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

آج انسان کی پہچان ہوئی ہے دشوار
آج تقدیس کا معیار زراندوزی ہے
آج تہذیب کے پردے میں ہے انسان کشی
امن کے نام پہ تدبیرِ جہاں سوزی ہے

جنگ ہوتی ہے تو یاروں کے چمن کھلتے ہیں
خوں کے چھینٹوں پہ گمانِ چمن افروزی ہے (۱۴)

ریاض حسین چودھری نے اپنی نعتیہ غزلوں، نظموں، قطعات اور دیگر اصناف میں مدحِ مصطفی ﷺ کے ساتھ ساتھ احوالِ اُمت پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ اندرونی خلفشار ہو یا بیرونی دُنیا میں ظلم و ستم کی حکمرانی، وہ دونوں صورتوں میں ستم کاروں کی ستم کاریوں اور بے گناہ انسانوں کے خون کی ارزانی کے پر قلم بکف ہیں۔ ان کی ایک نظم "ابھی جھوٹے خدائوں کی عملداری میں زندہ ہوں" ملاحظہ ہو:

حضور! اب کے برس مجھ کو ملا
جو میں نے مانگا تھا
حریمِ نعت میں آقا
چراغاں ہی چراغاں ہے
مرے اندر کا انسان مطمئن ہے یارسول اللہ!
خدا کا فضل ہی شامل رہے احوال میں میرے
مگر یہ کیا
مرے اِس خارجی ماحول میں بارُود پھیلا ہے
مرے باہر کا انساں مضطرب ہے
وہ کدھر جائے
حصارِ خوف میں بچے
شرارت بھی نہیں کرتے
کھلونوں سے بھی ڈرتے ہیں
زمانے بھر کی رسوائی مرے کشکول میں اُتری
صبا نے خون اُگلا ہے
فلک نے خون نگلا ہے
فضا بارُود کو اوڑھے ہوئے آنگن میں پھرتی ہے

مجھے خارش زدہ چہروں سے لڑنا ہے قیامت تک
ابھی جھوٹے خدائوں کی عملداری میں زندہ ہوں
نبی جی! آپ کی رحمت
مرے آنگن کے پیڑوں پر اُتر آئے
نبی جی!
بھیج دیں فاروقِ اعظم کو سرِ مقتل
منافق لوگ اپنی گردنوں پر ناز کرتے ہیں (۱۵)

گویا آج کا نعت نگار ظالم قوتوں کے خلاف مزاحمت پر آمادہ ہے۔ کھل کر اُن کی مذمت کرتا ہے اور یہی چاہتا ہے کہ ظلم کا یہ سورج جلد غروب ہو جائے اور نئی سحر نئی اُمیدوں کی مہک لیے طلوع ہو۔ ریاض حسین چودھری بحضور رسالت مآب علیہ السلام اِلتجا گزار ہیں۔ شاعرِ حمد و نعت طاہر سلطانی نسبتِ مصطفی ﷺ کو امان کا وسیلہ اور سنتِ مصطفی ﷺ کو روشنی اور آگہی کا منبع قرار دیتے ہوئے خبردار کرتے ہیں:

مشکلوں میں گھر گئے ہم اُن کا رستہ چھوڑ کر
خوش بھلا کیسے رہیں گے اُن کا اُسوہ چھوڑ کر
ہے طفیل مصطفیؐ سے ہر عطا اللہ کی
در پہ غیروں کے نہ جائو بابِ طیبہ چوڑ کر
ذِلّت و عبرت کا طوفاں سامنے ہے دیکھیے
ڈوب ہی جائیں نہ ہم اُن کا سفینہ چھوڑ کر (۱۶)

سیّد صبیح رحمانی آج کے نعت گو کو مکمل عصری آگہی رکھنے والا فرد قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں: ”کربِ ذات سے مسائلِ کائنات تک غور کرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انسانیت کو درپیش مسائل کے حل کے لیے سیرتِ اطہر کو اس بے چین اور سکون کی طالب دُنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے کہ یہی راستہ ہے جو نسلِ انسانی کی بقا اور فلاح کا راستہ ہے۔ مسائل کائنات سے نبرد آزما دُنیا اِسلام اور رسولِ کائنات ﷺ کی حقانیت سے متاثر ہو کر دامنِ مصطفیٰ ﷺ میں پناہ ڈھونڈ رہی ہے۔“ (۱۷) اس تناظر میں سیّد صبیح رحمانی کے یہ نکات ناعتین و ناقدین کے لیے بہت

اہمیت کے حامل ہیں:

- ادبی تناظر میں نعتیہ ادب کا مطالعہ اس صنفِ سخن کے ساتھ ہی نہیں بلکہ پورے ادب کے ساتھ اِنصاف کے مترادف ہو گا۔
- نقاد۔۔۔ اس گراں مایہ نعتیہ سرمائے کو اِنتقاد کی کسوٹی پر پرکھ کر اُس کے معنوی اور فنی پہلوئوں کو دیکھیں اور اس میں ہیئت کے تجربوں اور تازہ کاری کے رجحان کو نظر میں رکھ کر اس کی صحیح قدر و قیمت کا تعین کریں۔
- موجودہ صورتِ حال میں جب مغربی فکری یلغار اور رویوں نے اسلام کا حقیقی چہرہ مسخ کرنے کی منصوبہ بندی کر رکھی ہے اور مسلمانوں کو دہشت گرد بنانے کا پروگرام بنا رکھا ہے، ہمیں نعت سے کام لینا ہو گا۔[۱۸]

اسلام کا حقیقی چہرہ غیروں نے مسخ کرنے کی جو مذموم کوششیں کیں سو کیں، اس ضمن میں خود مسلمانوں کی منفی پیش رفت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جدید ذرائع ابلاغ اور مغربی تعلیم کے دلدادہ افراد اور اپنی زبان، اپنے دین، اپنی تہذیب و ثقافت سے بیزار ذہنوں نے نژادِ نو کو راہِ راست سے ہٹانے میں کوئی کم کردار ادا نہیں کیا۔ ظاہر ہے اس روش کی کسی صورت میں حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی سو دیگر اہلِ قلم کے ساتھ ساتھ نعت نگار، ناقدین، محققین اور مؤرخین ان باطل قوتوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑی ہیں۔ ساختیات پسِ ساختیات، جدیدیت، مابعد جدیدیت، مارکسیت، نو تاریخیت۔۔۔ اور دیگر مغربی افکار و نظریات کے منفی زاویوں سے اکیسویں صدی کا نعت نگار پوری طرح آگاہ ہے اور اس کی نعتوں میں مزاحمت کے جو عناصر کارفرما ہیں، اس کا حقیقی سبب یہی اِدراک اور یہ آگاہی ہے اور نعت نگاری کے باوجود جس کا دل نہیں بدلا، اس حوالے سے ڈاکٹر سرور نقشبندی کہتے ہیں:

نعت کہنے سے اگر دل نہیں بدلا سرورؔ
آنکھ پھر تُو نے حقیقت سے چُرائی ہوئی ہے[۱۹]

مومن کا دل مہبطِ انوارِ رسول ﷺ ہے وہ باوجود تسلیم و رضا کے آپ کی محبت سے خالی کیسے رہ سکتا ہے۔ اگر دل کا پیالہ حُبِ رسول سے بھرا ہوا ہے تو پھر وہ دل بدلتا کیوں نہیں ہے۔ یہی صورت فکر و نظر کی ہے جس کے بارے میں سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی کہتے ہیں:

ایسے مریض کا بھری دُنیا میں کیا علاج
جس پر نہ ہو نبی کی نظر وہ ہے لاعلاج
دُنیا میں کبر ہے مرض از بس کہ لاعلاج
ممکن ہوا نہ علم سے بوجہل کا علاج
دل کی جلن مٹا نہ سکیں گے یہ چارہ ساز
بے سود اِس مرض میں ہر اِک دوا، علاج
بیمارِ آرزوئے مدینہ کا ہے یہ حال
اِس کا کوئی نہیں ترے در کے سوا علاج(۲۰)

دل و نگاہ کی تطہیر ذِکر الٰہ اور ذکرِ مصطفی ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔ ذکر کی اہمیت سے اِنکار ممکن نہیں۔ ذکر کی افادیت فکر سے مربوط ہے۔ فکر صادق ہو گی تو سماج سدھار کی صورتیں سامنے آسکتی ہیں۔ نعت نگار ایک طرف مدح و ثنا کو شعار بناتا ہے تو دوسری جانب اسے عصری احوال کو جزوِ نعت بنا کر اپنے فکر و فن کو اپنے عہد کو اپنے فکر و فن سے مربوط کرنے کی بے تاب تمنّا رکھتا ہے جو ادبی اعتبار سے بہر کیف مثبت اور صحت مند سرگرمی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نثار ترابی، ڈاکٹر، ابتدائیہ: اُردو غزل کے عصری رویے، اسلام آباد: نیشنل بک فائونڈیشن طبع اوّل، ۲۰۲۴ء، ص ۱۲
۲۔ صبیح رحمانی، کلیاتِ صبیح رحمانی، مرتب: ڈاکٹر شہزاد احمد، لاہور: دارالسلام، طبع اوّل، ۲۰۱۹ء، ص ۲۰۰
۳۔ ایضاً، ص ۲۲۲
۴۔ ریاض مجید، سیّد نا محمد، فیصل آباد: نعت اکادمی، طبع اوّل، ۲۰۰۳ء، ص ۲۱۲
۵۔ عزیز احسن، ڈاکٹر، کلیاتِ عزیز احسن، مرتب: صبیح رحمانی، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، طبع دوم، ۲۰۱۷ء (طبع اوّل ۲۰۰۵ء)، ص ۲۳۰
۶۔ ایضاً، ص ۲۶۰
۷۔ ایضاً، ص ۲۷۰
۸۔ ایضاً، ص ۲۷۶
۹۔ ایضاً، ص ۲۰۵
۱۰۔ مومن خان مومن، کلیاتِ مومن، جلد اوّل، لاہور: مجلس ترقی اُدب، طبع اوّل، ۱۹۶۴ء، ص ۲۷

۱۱۔ واجد امیر، اِذن، لاہور: ادراک، طبع اوّل، ۲۰۱۳ء، ص ۴۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۷

۱۳۔ نعیم صدیقی، نوری کی ندیاں رواں، دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۵۴

۱۴۔ احمد ندیم قاسمی، جمال، لاہور: بیاض، ۱۹۹۲ء، ص ۴۷

۱۵۔ ریاض حسین چودھری، روشنی یا نبی، ترتیب و تدوین: شیخ عبدالعزیز دباغ، کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، طبع اوّل، ۲۰۲۲ء، ص ۲۰۹۔۲۱۰

۱۶۔ طاہر سلطانی، پیشِ خدا ہوں نعت کا دیواں لیے ہوئے، فیصل آباد: نعت اکادمی، طبع اوّل، ۲۰۲۱ء، ص ۱۸۴۔۱۸۵

۱۷۔ صبیح رحمانی، سیّد، ابتدائیہ، نعت رنگ، ادبی مجلہ، کراچی (مُدیر: سیّد صبیح رحمانی)، شمارہ نمبر ۲، دسمبر ۱۹۹۵ء، ص ۹

۱۸۔ ایضاً، ص ۹

۱۹۔ سرور حسین نقشبندی، ڈاکٹر، حضور جانتے ہیں، لاہور: مدحت پبلی کیشنز، طبع اوّل، ۲۰۲۵ء، ص ۷۹

۲۰۔ نصیر الدین نصیر گیلانی، سیّد، دیں ہمہ اُوست، اِسلام آباد: مہر یہ نصیر یہ پبلشرز، بار ہفتم، ۲۰۱۴ء، ص ۱۲۱

⊙⊙⊙

ڈاکٹر محمد شہزاد مجددی
دارلاخلاص،لاہور

21ویں صدی کی نعت میں منقبت نگاری کی روایت

Abstract:

In Urdu literature, the trend of writing Manaqib (panegyrics) eventually led to the publication of numerous anthologies and collections on this theme. Many poets have also compiled and published their works in book form. In contemporary times, research papers are being written on the Manaqib of various poets. The inclination to incorporate Manaqib within Na'at (devotional poetry) is prominent among Urdu poets, a trend deeply influenced by Persian poetry, while also reflecting theological and ideological leanings.

References to The Praised and Noble Prophet Muhammad ﷺ, his family (Ahl-e-Bayt), his wives (Azwaj-e-Mutaharat), and his companions (Sahabah) often appear in Na'at poetry in a timely and relevant manner. Furthermore, many poets also celebrate revered figures from the Ummah, including popular saints and scholars, within their Manaqib. This article highlights selected verses of Manaqib dedicated to the Rightly Guided Caliphs and the companions of the Prophet ﷺ who were also Na'at poets, focusing on their praise and admiration of these historical figures.

Keywords: Urdu literature, Companions, Saints, Historical figures

اردو کی تقدیسی شاعری جہاں حمد و نعت، مرثیہ اور سلام جیسی اصناف سے مملو و معمور ہے وہاں مناقب نگاری کے فیوض سے بھی اس کا دامن توصیف مالا مال ہے۔

اردو نعتیہ ادب میں مستقل منقبت نگاری کا رجحان بالآخر مجموعہ ہای مناقب کی صورت میں بھی سامنے آیا اور متعدد مجموعے اور انتخاب وغیرہ اسی حوالہ سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے، شعراء کرام نے خود بھی اپنی نگارشات کو جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ عصر حاضر میں بعض شعراء کی مناقب پر تحقیقی مقالے بھی لکھے جا رہے ہیں۔

اردو نعت گو شعراء کے ہاں نعت کے اندر منقبت پر مبنی اشعار کہنے کا رجحان بھی پایا جاتا ہے جو یقیناً فارسی شاعری کے زیر اثر پروان چڑھا ہے جبکہ اسی میں اعتقادی اور نظریاتی میلانات کا بھی گہرا اثر موجود ہے۔ ممدوح کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، ازواج مطہرات، اور آل و اصحاب کا تذکرہ جگہ جگہ نعتیہ شاعری میں ملتا ہے اور یہ اکثر بر محل اور برجستہ ہوتا ہے۔

بعض شعراء کرام امت کے اکابر اولیاء میں سے بھی کچھ مقبول و محبوب شخصیات کا تذکرہ بطور منقبت، نعتیہ اشعار میں کرتے ہیں۔

پیش نظر تحریر خلفاء راشدین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت گو صحابہ کے مناقب پر مبنی کچھ اشعار کے منتخب نمونوں پر مشتمل ہے۔

Keywords۔

نعت۔ مناقب۔ صحابہ۔ شعرا۔

مناقب صحابہ کرام علیہم الرضوان پر مبنی اشعار

صحابہ کرام کی ستاروں سے مشابہت پر مبنی اشعار

(1)

حضور ﷺ اکرم کی محفل کیا مہ و انجم کی محفل ہے
صحابہ ہیں ستارے آپ کامل ماہ کیا کہنا![1]

بیچین رجپوری، بدایونی (م۔ ۲۰۰۱ء)

---

۱ رجپوری، بیچین، کلیاتِ بیچین، طبع، نعتیہ لائبریری، مکتبہ بیچین، ۲۷۔ وحدت کالونی، لاہور۔ صفحہ نمبر: ۳۲۳

(2)

ہیں ستاروں کی طرح راہبر اصحاب نبی پا گیا راہ وہ، پاس اُن کے جو کوئی آیا[1]

اصغر حسین، لودھیانوی

اشعار سے متعلق حدیث:

سعید بن ابی بردہ نے ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انھوں نے اپنے والد (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی۔۔۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے، پھر فرمایا کہ ستارے آسمان کے بچاؤ ہیں، جب ستارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر بھی جس بات کا وعدہ ہے وہ آ جائے گی (یعنی قیامت آجائے گی اور آسمان بھی پھٹ کر خراب ہو جائے گا)۔ اور میں اپنے اصحاب کا بچاؤ ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ اور فساد اور لڑائیاں)۔ اور میرے اصحاب میری امت کے بچاؤ ہیں۔ جب اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی اختلاف وانتشار وغیرہ)۔

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس کو مستدرک میں لکھا ہے۔[2]

امام الطبرانی نے معجم الاوسط اور معجم الصغیر میں اس کو لکھا ہے۔[3]

مناقب سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مبنی اشعار

(3)

صدرِ ایوانِ خلافت میں وزیر اعظم
یارِ غارِ شہِ ابرار ﷺ ہے سبحان اللہ[4]

کافیؔ مراد آبادی (م۔۱۸۵۸ء)

---

۱ لدھیانوی، اصغر حسین، آفتاب حرا، طبع، مجلس اُردو، لاہور۔ صفحہ نمبر:۱۰۲

۲ نیشاپوری، محمد ابن عبد اللہ الحاکم، مستدرک، ۳/۵۱۷، رقم:۵۹۲۶۔

۳ الطبرانی، سلیمان بن احمد، معجم الاوسط، رقم:۶۶۸۷۔

۴ کافیؔ، مراد آبادی، دیوان کافی، طبع، نامی گرامی ابو العلائی گلزار حوض، حیدر آباد دکن۔ صفحہ نمبر:۴۲

(4)

مرتبہ حضرت صدیق کا ہے یہ سیدؔ
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا[1]

سیّد محمد، کچھوچھوی (م۔۱۹۶۱ء)

(5)

صداقت یوں رفیق غار کے جلووں پہ صدقے تھی
کہ حق! خود بول اُٹھا، صدیق اکبر ہو تو ایسا ہو[2]

شاہ انصار الہٰ آبادی (م۔۲۰۰۸ء)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

ترجمہ: ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں جب ہمیں صحابہ کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔
اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔[3]

---

۱ کچھوچھوی، سیّد محمد، فرش پر عرش، طبع، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی۔ صفحہ نمبر: ۱۱
۲ الہٰ آبادی، انصار، کلیاتِ شاہ انصار الہٰ آبادی، طبع، ادبستان انصار، کراچی پاکستان۔ صفحہ نمبر: ۲۷۹
۳ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار السلام ۲۰۱۲ء، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضل ابی بکر بعد نبی ﷺ، رقم: ۳۶۵۵

مناقب سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر مبنی شعر

(6)

یا جان لینے آیا تھا قاتل حضور ﷺ کی
یا اپنی جان دینا بھی منظور ہو گیا[1]

عزیز الحسن مجذوب (م۔ ۱۹۴۴ء)

مناقب شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر مبنی اشعار

(7)

اللہ رے رفاقت کہ ابو بکر و عمر نے
چھوڑا نہ پس مرگ بھی پہلوئے محمد ﷺ[2]

امیرؔ مینائی (م۔ ۱۹۰۰ء)

مناقب سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر مبنی شعر

(8)

اور عثمانِ غنی بحر سخا ذی النورین
کیا حیا مند و حیا دار ہے سبحان اللہ[3]

کافیؔ مراد آبادی (م۔ ۱۸۵۸ء)

فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ، ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ، ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ: «أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ

---

۱ مجذوب، عزیز الحسن، کشکول مجذوب، طبع، ظہور الحسن ناظم امداد الغرباء سہارنپور۔ صفحہ نمبر: ۵۳
۲ مینائی، امیرؔ، محامد خاتم النبیین، طبع، پیر اماؤنٹ پبلشنگ انٹر پرائز، کراچی۔ صفحہ نمبر: ۱۴۴
۳ کافیؔ، مراد آبادی، دیوان کافی، ط، نامی گرامی ابو الاعلائی گلزار حوض، حیدر آباد دکن۔ صفحہ نمبر: ۴۲

الْمَلَائِكَةُ.[۱]

جب وہ چلے گئے تو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خیال نہ کیا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خیال نہ کیا، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں؟۔

اس موضوع پر ایک اور حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے۔[۲]

امام احمد نے اسے اپنی مسند میں لکھا ہے۔[۳]

امام بیہقی نے بھی اس کو اپنی سنن میں لکھا ہے۔[۴]

امام ابن حبان نے بھی اس کو اپنی صحیح میں لکھا ہے۔[۵]

مناقبِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مبنی شعر

(9)

دید علی عبادت ذکرِ علی عبادت
کیا شان ہے علی کی کیا مرتضیٰ علی ہے[۶]
سید علی حسین، اشرفی (م۔۱۹۳۶ء)

---

۱ صحیح مسلم، كِتَابُ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنهُم، بَاب مِنْ فَضَائِلِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، رقم۶۲۰۹۔

۲ جامع ترمذی، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حدیث: ۳۷۱۴۔

۳ مسند احمد '۲۸۸/۶، حدیث: ۲۶۵۱۰

۴ البیہقی، سنن الکبری '۲۳۰/۲ حدیث: '۳۰۵۹

۵ صحیح ابن حبان '۳۳۶/۱۵

۶ اشرفی، علی حسین، سید، تحائف اشرفی، ط، خانقاہ اشرفی سرکار کلاں کچھوچھہ شریف، فیض آباد۔ صفحہ نمبر: ۱۴۶

شعر سے متعلق حدیث:

عن عبد الله رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : النظر الی وجه علی عبادة. رواه الحاكم و الطبراني.

"حضرت عبد اللہ بن مسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا (بھی) عبادت ہے۔"

اس حدیث کو امام حاکم[1] اور طبرانی[2] نے روایت کیا ہے۔

منقبت سیدنا امیر حمزہ پر مبنی شعر

(10)

ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غرانِ سطوت پہ لاکھوں سلام[3]

احمد رضا خان، بریلوی (م۔۱۹۲۱ء)

اشعار سے متعلق حدیث:

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَنْصُورٍ سَجَّادَةُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاهِرٍ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَنَشِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ وَمِثْلِ بَابِ حِطَّةٍ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ» لَمْ يَرْوِهِ عَنِ الْأَعْمَشِ إِلَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ.

ترجمہ: سیّدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا اور بنی اسرائیل کے حطہ دروازے

---

۱ الحاکم، مستدرک، ۳/ ۱۵۲، حدیث: ۴۶۸۲

۲ الطبرانی، معجم الکبیر، ۱۰/ ۷۶، حدیث: ۱۰۰۰۶

۳ بریلوی، احمد رضا، خان، حدائق بخشش (حصہ دوم)، فرید بک سٹال، اُردو بازار، لاہور۔ صفحہ نمبر: ۲۸

کی مثال ہے۔

امام الطبرانی نے معجم الکبیر، معجم الاوسط اور معجم الصغیر میں اس کو لکھا ہے۔[1]

امام ہیثمی نے بھی اس کو اپنی کتاب میں لکھا ہے۔[2]

سیدنا بلال حبشی کی لکنت سے متعلق اشعار

(11)

نکلا جو سین، اذاں میں زبانِ بلال سے
وہ جاتے جاتے عرش پہ خود شین ہو گیا[3]

شاہ انصار الٰہ آبادی (م۔۲۰۰۸ء)

(12)

عجب مقام اذانِ بلال حبشی ہے
کہ سین اُنکے سرِ عرش، شین ہوتے ہیں[4]

شاہ انصار الٰہ آبادی (م۔۲۰۰۸ء)

(13)

گرچہ لُکنت ہے زباں میں پھر بھی ہے حکم اذاں
ایک عاشق کا یہ رُتبہ ہے محبت کے طفیل[5]

رفیع الدین، ذکی قریشی

اشعار سے متعلق روایت:

روایت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "سین بلال عند اللہ شین"۔ بلال کا سین بھی اللہ کے

---

۱ الطبرانی، سلیمان بن احمد، معجم الکبیر: ۳/۴۵۔ معجم الاوسط، رقم: ۳۴۷۸۔ معجم الصغیر رقم: ۸۶۸۔

۲ الہیثمی، نورالدین، علی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، طبع، دارالفکر، بیروت، جلد ۹، ص ۲۶۰، رقم ۱۴۹۷۸۔

۳ الہٰ آبادی، انصار، کلیاتِ شاہ انصار الہٰ آبادی، طبع، ادبستان انصار، کراچی پاکستان۔ صفحہ نمبر: ۲۵۸

۴ الہٰ آبادی، انصار، کلام لاکلام، طبع، شمالی ناظم آباد، عُروسُ البلاد، پاکستان۔ صفحہ نمبر: ۴۷

۵ ذکی، رفیع الدین، قریشی، ریاضِ نعت، طبع، المدینہ پبلی کیشنز، ۲۶-گلزیب کالونی سمن آباد، لاہور۔ صفحہ نمبر: ۶۲

نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے:"ان بلالا کان یبدل الشین فی الاذان سینا"۔ بلال رضی اللہ عنہ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابراہیم ناجی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ [۱]، کی تصریحات کے مطابق یہ روایت "بے اصل" ہے، اور اسی پر حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ [۲]، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ [۳] اور علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ [۴] نے اعتماد کیا ہے، اس لئے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت حسان بن ثابت پر مبنی اشعار

(14)

بٹھا کر سامنے منبر پہ عظمت بے بہا بخشی
دُعا حسان کو دی، اپنے کاندھے کی ردا بخشی [۵]

مظہر الدین، حافظؔ (م۔ ۱۹۸۱ء)

(15)

عطا ہوئی تھی جو حسّان ابن ثابت کو
میں کتنے رشک سے پڑھتا ہوں اُس ردا کی حدیث [۶]

راسخ، عرفانی (م۔ ۱۹۹۰ء)

---

۱ القوقجی، محمد بن خلیل، اللؤلؤ المرصوع، ت: فواز احمد زمرلی، طبع، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ص۱۰۰، حدیث: ۲۶۲۔

۲ السخاوی، محمد بن عبد الرحمٰن، المقاصد الحسنۃ، ت، عبد اللطیف حسن، طبع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط:۱۴۲۷ھ، ص۲۸۸، حدیث: ۵۸۰۔

۳ العجلونی، اسماعیل بن محمد، کشف الخفاء، ت: یوسف بن محمود، طبع، مکتبۃ العلم الحدیث، جدۃ، ط:۱۴۲۱ھ، ص ۲۶۰، حدیث: ۶۹۵۔

۴ پٹنی، محمد طاھر بن علی، تذکرۃ الموضوعات، طبع، کتب خانہ مجیدیہ ملتان، ص۱۰۱۔

۵ مظہرؔ، مظہر الدین، حافظ، کُلیاتِ مظہر، طبع، ارفع پبلیشرز، اردو بازار، لاہور۔ صفحہ نمبر: ۲۵

۶ عرفانی، راسخ، ذکر خیر ﷺ، طبع، مکتبہ نورِ ادب، گوجرانوالہ۔ صفحہ نمبر: ۵۳۸

(16)

سرکار نے حسان کو منبر پر بٹھایا
آقا کے ثنا خوان کی توقیر بڑی ہے[1]

محمد علی، ظہوری (م۔۱۹۹۹ء)

(17)

نعت سننا سنتِ سرکار ہے
نعت پڑھنا سنت حسان ہے[2]

خالد محمود (م۔۲۰۱۸ء)

حضرت کعب بن زہیر کے اعزاز پر مبنی اشعار

(18)

مثال کعب میں بھی زندۂ جاوید ہو جاؤں
رداء اُن کو ملی دیدار کی ہو مجھ کو ارزانی[3]

عارف رضا

(19)

کعب نے اُس کی تجلی کا بیاں خوب کیا
کہ ہے اللہ کی شمشیر مہند احمد ﷺ[4]

خورشید رضوی، ڈاکٹر

---

۱ ظہوری، محمد علی، نوائے ظہوری، طبع، مکتبہ حسان، قصور، کوٹ پیراں۔ صفحہ نمبر:۲۰
۲ خالدؔ محمود، خالد، سَیل تجلیات، طبع، یونائٹڈ ڈائری، پاکستان، ۲۰۰۷ء۔ صفحہ نمبر:۱۲۳
۳ رضا، عارف، عطا کی خوشبو، طبع، نعت اکادمی، فیصل آباد۔ صفحہ نمبر:۹۵
۴ رضوی، خورشید، ڈاکٹر، نسبتیں، طبع، انٹرنیشنل نعت مرکز پبلی کیشنز (رجسٹرڈ) اردو بازار، لاہور۔ صفحہ نمبر:۴۳

نعت گو صحابہ کے مشترکہ ذکر پر مبنی شعر

(20)

کعب ہوں، ابن رواحہ ہوں کہ حسانِ زماں
کس قدر صاحب شہرت تھے یہ سب نعت نگار[1]

محب اللہ، نوری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے شعراء کرام کو دادو تحسین' دعا اور شفقت سے نوازنا ثابت ہے' جناب حسان کو منبر عطا کرنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے[2] البتہ ان کا منبر پر بیٹھنا محض تصوراتی خیال آرائی ہے جب کہ درست تصور منبر پر کھڑے ہو کر مدافعت و مدحت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔ جیسا سنن ابی داؤد کی روایت میں واضح رہنمائی موجود ہے۔ مزید برآں عام نعت گو حضرات کی طرح کئی بزرگ اور سینئر شعراء کے کلام میں بھی حضرت حسان کو چادر عطا ہونے کا ذکر ملتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا اشعار میں مندرج ہے لیکن بصد تجسس و تحقیق ابھی تک ایسی کوئی مستند روایت کتب حدیث و سیر میں نہیں مل سکی۔ البتہ کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعتیہ قصیدہ پیش کرنے پر چادر کا ملنا مشہور و معروف ہے۔

عبد اللہ ابن زبعری کو بھی فتح مکہ کے موقع پر توبہ و رجوع کے بعد نعتیہ قصیدہ پیش کرنے پر "حلہ" یا خلعت عطا کیے جانے کا ذکر "الاصابہ" وغیرہ میں موجود ہے۔[3] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مناقبِ اہل بیت پر مبنی اشعار

(21)

اُلفتِ آلِ پیمبر کا ہے جذبہ دل میں حضرت نوح کا رکھتا ہوں سفینہ دل میں[4]

سیّد محمد، کچھوچھوی (م۔ ۱۹۶۱ء)

---

۱ نوری، محب اللہ، اَرمُغانِ محبت، طبع، فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور شریف۔ صفحہ نمبر: ۸۱

۲ جامع ترمذی، أَبْوَابُ الِاسْتِئْذَانِ وَالْآدَابِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَاب مَا جَاءَ فِي إِنْشَادِ الشِّعْرِ، حدیث: ۲۸۴۶۔

۳ عسقلانی، ابن حجر، الاصابة في تمييز الصحابة، ۲/۳۰۰۔

۴ کچھوچھوی، سیّد محمد، فرش پر عرش، طبع، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی۔ صفحہ نمبر: ۱۵۰

(22)

نبی ﷺ کس شان سے نجران میں اللہ اکبر ہیں
علی ہیں فاطمہ ہیں ساتھ میں شبیر و شبر ہیں
نصاریٰ کہہ رہے ہیں دیکھ کر اک اک کو آپس میں
یہ کیسا کارواں ہے جس میں سب رہبر ہی رہبر ہیں[1]

محمد حسین قمر جلالوی (م۔ ۱۹۶۸ء)

(23)

ہوا ارشاد حضرت اہل بیت مصطفےٰ یہ ہیں
لیا ہے آل کو سرکار نے جس وقت چادر میں[2]

درد کاکوروی (م۔ ۱۹۷۲ء)

(24)

ہے آل کی عظمت میں یہ ارشاد محمد ﷺ
ہے آل مری نوح سفینے کے برابر[3]

درد کاکوروی (م۔ ۱۹۷۲ء)

مناقب سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر مبنی اشعار

(25)

لطفِ خیر النساء مرا حافظ بضعتِ مصطفےٰ مرا حافظ[4]

سید محمد یوسف عزیز (م۔ ۱۹۷۵ء)

---

۱ جلالوی، حسین قمر، محمد، عقیدتِ جاوداں، طبع، شیخ شوکت علی اینڈ سنز، اردو بازار، کراچی۔ صفحہ نمبر: ۴۲

۲ کاکوروی، درد، درد کا درماں، طبع، ایجوکیشنل پریس، کراچی۔ صفحہ نمبر: ۷۰

۳ کاکوروی، درد، درد کا درماں، طبع، ایجوکیشنل پریس، کراچی۔ صفحہ نمبر: ۱۱۷

۴ عزیز، یوسف، محمد، سید، طبع، نغمہء عندلیب، ط، شعبہء نشرواشاعت حضرت خواجہ عزیز الاولیاء سلیمانی ٹرسٹ، کراچی۔ صفحہ نمبر: ۱۳۸

(26)

بقولِ عائشہ پاک، شکل و سیرت میں
جناب سیدہ تھیں، سید البشر کی طرح[1]

شاہ انصار الٰہ آبادی(م۔۲۰۰۸ء)

ان اشعار سے متعلق روایات:

ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے ان سے ابن ابی ملیکہ نے ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اس لیے جس نے اسے ناحق ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔ صحیح بخاری میں اس مضمون و مفہوم پر مبنی مزید روایات مندرج ہیں۔[2]

مناقب حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر مبنی اشعار

(27)

سبطین سے ظاہر ہے وہی شان وہی آن
اک بوئے محمد ہے تو اک خوئے محمد[3]

امیرؔ مینائی(م۔۱۹۰۰ء)

(28)

کی شہادت کی نبی ﷺ نے نانِ نعمت نصف نصف
ہو گئی دونوں نواسوں کو عنایت نصف نصف[4]

امیرؔ مینائی(م۔۱۹۰۰ء)

---

۱ الٰہ آبادی، انصار، کلیاتِ شاہ انصار الٰہ آبادی، طبع، ادبستان انصار، کراچی پاکستان۔ صفحہ نمبر:۲۸۰

۲ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، طبع، دارالسلام(۲۰۱۲ء)، كِتَابُ فَضَائِلِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔، رقم ۳۷۱۴۔

۳ مینائی، امیرؔ، محامد خاتم النبیین، طبع، پیر اماؤنٹ پبلشنگ انٹر پرائز، کراچی۔ صفحہ نمبر:۱۴۳

۴ مینائی، امیرؔ، محامد خاتم النبیین، طبع، پیر اماؤنٹ پبلشنگ انٹر پرائز، کراچی۔ صفحہ نمبر:۱۵۹

(29)

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نُور کا[1]

احمد رضا خان، بریلوی (م۔ ۱۹۲۱ء)

(30)

عجیب بات ہے زہرا کے باغ کی سیدؔ
حسن گل نبوی ہیں حسین بوئے رسول[2]

سیّد محمد، کچھوچھوی (م۔ ۱۹۶۱ء)

مندرجہ بالا اشعار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشترکہ فضائل پر مشتمل ہیں جو اکثر احادیث صحیحہ مشہورہ و معتبرہ سے ثابت ہیں۔ اس کی ایک بنیادی وجہ شعراء کرام کا صاحب علم و فضل ہونا بھی ہے۔

مجھ سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے اور انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے، اور عبدالرزاق نے بیان کیا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ اور کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ نہیں تھا۔

عبدالرزاق کی روایت کو امام احمد اور عبد بن حمید نے روایت کیا ہے، اس سند کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حضرت انس سے ثابت ہو جائے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی لکھا ہے۔[3]

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حسن سینہ سے سر تک کے حصہ میں رسول اللہ ﷺ سے سب

---

۱ بریلوی، احمد رضا، خان، حدائق بخشش (حصہ دوم)، فرید بک سٹال، اُردو بازار، لاہور۔ صفحہ نمبر: ۵

۲ کچھوچھوی، سیّد محمد، فرش پر عرش، طبع، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی۔ صفحہ نمبر: ۱۱۱

۳ جامع ترمذی، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، بَابُ مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، حدیث: ۳۷۷۶

سے زیادہ مشابہ تھے، اور حسین اس حصہ میں جو اس سے نیچے کا ہے سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ سے مشابہ تھے۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

اس کو امام احمد نے بھی لکھا ہے۔[1]

فضائل ابنائے رسول پر مبنی اشعار

(31)

فردوس میں کیا جلد گئے طیب و طاہر پھولے نہ پھلے ہائے نہالانِ محمد[2]

سید محمد یوسف عزیز (م۔۱۹۷۵ء)

اس شعر میں حضور ﷺ نے دو صاحب زادوں جانب قاسم بن محمد اور عبد اللہ بن محمد رسول اللہ ابیھما و علیھما الصلاۃ و السلام کے القاب طیب وطاھرۃ کا تذکرہ کرتے ہوئے شاعر محترم نے ان کی کمسنی میں وفات کا ذکر کیا ہے، جس کی مثالیں اردو نعتیہ شاعری میں انتہائی شاذ ہیں۔

ان دونوں شہزادگان رسالت کی بچپن میں وفات اور سیدہ خدیجہ کے بطن سے ہونے کا بیان مستند و معتبر اسناد سے اکثر کتب سیر و تاریخ میں موجود ہے۔ ماہرین انساب نے مکمل تفصیلات اس موضوع کی مناسبت سے فراہم کی ہیں۔

امام محب الدین طبری نے اس موضوع پر لکھا ہے۔[3]

ابن جوزی نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے۔[4]

ابن عبد البر القرطبی نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے۔[5]

⊙⊙⊙

---

۱ امام احمد، مسند احمد، ۱/۹۹

۲ عزیز، یوسف، محمد، سید، ط، نغمہء عندلیب، طبع، شعبہء نشرواشاعت حضرت خواجہ عزیز الاولیاء سلیمانی ٹرسٹ، کراچی۔ صفحہ نمبر:۹۹

۳ الطبری، محب الدین، ذخائر العقبی، طبع، دار الکتب المصریۃ، ص۲۶۱۔

۴ ابن جوزی، جمال الدین، صفۃ الصلاۃ، طبع، دار الحدیث، القاھرۃ، ۱/۷۷۔

۵ ابن عبد البر، القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، طبع، دار الجیل، بیروت، ۴/ ۱۸۱۸، ۱۸۱۹۔

ڈاکٹر کاشف عرفان
اسلام آباد

نعت اور 21 صدی کا تہذیبی آشوب

نعت فرازِ حرف و صورت ہے اور نورِ فکر و عمل بھی۔ عمل کے گلستان کا سب سے معطر پھول بھی نعت ہے۔ نعت عقیدہ و عقیدت کے درمیان درست تال میل سے پیدا ہونے والے ایسے شعری اظہار کا نام ہے جس کی بنیاد میں اخلاص اور عجز موجود ہوتے ہیں۔ نعت کا راستہ آسان نہیں کہ یہ ہُنر کاری (craft) سے ماوراء ایک مختلف صورتحال ہے۔ استعارات و علائم سے کیفیات کو تصویر کرنے کا عمل نعت ہے۔

اردو میں نعت نگاری آغاز سے ہی موجود ہونے کے باوجود کبھی ایک صنفِ سخن کے طور پر خود کو منوا نہیں سکی۔ قلی قطب شاہ اور سعد سلمان لاہوری کے کلام میں تبرکاً نعت کے نمونے تو موجود ہیں لیکن برائے رحمت و برکت بالکل ایسے ہی جیسے آج بھی ہمارے غزل گو اپنی غزل کے مجموعوں کے آغاز میں حمد و نعت برائے برکت شامل کرتے ہیں اور ایسا کرنا کچھ غلط بھی نہیں۔ انیسویں صدی میں محسن کاکوروی وہ پہلے باقاعدہ نعت گو تھے جنہوں نے غزل کے استعارات و علائم اور الفاظ و تراکیب کو شعوری کوشش سے نعت میں برتا۔ اُن کی شاعری نے غزل کے آہنگ میں رہتے ہوئے نعت کو ایک صنفِ سخن کے طور پر متعارف کروایا۔ قصیدہ "لامہ" میں ہندی الفاظ و تراکیب اور ماحول سے کیفیات کو مرتسم کرتے ہوئے شاعر موصوف نے اس خطے کی اجتماعی تہذیب کو حضرت محمدؐ کی شخصیت کے حوالے سے منعکس کیا یوں زبان کی سطح پر نبی اکرمؐ کی انسان دوستی کی تہذیبی روایت کا آغاز کیا۔ اُسی عہد میں احمد رضا خان کے ہاں عشقِ رسولؐ میں قلندرانہ کیفیت پر مبنی شاعری کے ساتھ ساتھ علمی بلندی پر مشتمل تخلیقات بھی سامنے آئیں۔ احمد رضا خان کے ہاں عشقِ رسولؐ کی سچی اور تیز رنگوں سے سجی ہوئی تصاویر سامنے آئیں۔ اِن دو شعرائے کرام کے علاوہ انیسویں صدی میں حالیؔ کے ہاں نعت کے موضوعات میں تنوع نظر آیا۔ حالیؔ حضرت محمدؐ بحیثیت رحمت للعالمین کے بیان میں آقا کریمؐ کے جسمانی اوصاف اور معاشرتی خصائص کے بیان کی طرف زیادہ توجہ دیتے تھے۔ حالیؔ کا غالب رجحان غزل سے نظم کی جانب منعطف ہو چکا تھا لہٰذا اجتماعی سطح کے موضوعات مناجاتی کیفیات اور استغاثہ زیادہ نمایا نظر آتا ہے۔

اے خاصہ خاصان رُسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت وقت دعا ہے

جیسے اشعار اُن کے قومی مزاج، سرسید سے اُن کی فکری ہم آہنگی اور پوسٹ کالونیل مسائل پر اُن کی گہری اور عمیق نظر کی وضاحت کرتے ہیں۔ انگریزی نظم کے مطالعے اور اِسی طرز پر نظموں کے موضوعات مشاعروں کی تنظیم و ترتیب اور اِسی طرز کی شاعری نے اُن کے مزاج میں کچھ معروضیت پیدا کی جو آقا کریمؐ کی جسمانی زندگی اور معاشرتی فکر پر مشتمل شاعری پر منتج ہوئی۔ حالیؔ نے نبی اکرمؐ کی ہمہ گیر شخصیت کے اُس روحانی پہلو پر زیادہ گفتگو نہیں کی جو کسی بھی مسلمان کے لیے خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے اور نظریاتی تقویت کا بھی۔

محمد حسن عسکری اپنے معرکۃ الآراء مضمون "محسن کاکوروی" میں لکھتے ہیں:

"مفلر والے مولونا حالی کی تعلیم کی رُو سے تو محسن کا ہر شعر مذاق شاعری سے بے گانہ ٹھہرتا ہے لیکن زندگی ہم سے جو پہلیاں بجھواتی ہے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مولانا حالی اور لارڈ میکالے کی توقعات کے برعکس ایک زمانے میں محسن کا نعتیہ قصیدہ اِسی طرح زبان زد خلائق تھا جس طرح بعد میں مسدس حالی ہوا۔"

(اردو نعت کی شعری روایت ص ۲۷۸)

محسن اور حالیؔ کی نعتیہ تخلیقات کی ان دو جہات کے حوالے سے جمال پانی پتی کا ایک جملہ دیکھیے:

"گویا عسکری صاحب کی نزدیک حالیؔ اور محسنؔ دونوں ہی کو حضور نبی کریمؐ کی صرف ایک جہت سے سروکار رہا۔ حالی نے آپؐ کی بشری یا انسانی جہت کو لے لیا، ماورائی یا نوری جہت کو چھوڑ دیا۔ محسنؔ نے ماورائی یا نوری جہت کو لے لیا، بشری یا انسانی جہت کو چھوڑ دیا۔" (ایضاً، ص ۳۴۶)

محمد حسن عسکری اور جمال پانی پتی کے درمیان محسنؔ اور حالی میں ہونے والے اس تقابل نے بیسویں صدی کے نعت ناقدین کے لیے ایک راستہ کھول دیا۔ محمد حسن عسکری کے اس مضمون میں نعت کے ناقدین سے بیان السطور یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ تخلیقات کے باطن میں اتگر کر تخلیق کو شخصیت، عہد اور معروضِ حقائق کی مدد سے سمجھنے کوشش کریں گے لیکن بوجوہ ایسا نہ ہو سکا جن کی

وجوہات کا ذکر میں کچھ دیر میں کرتا ہوں۔ بیسویں صدی کی پہلی تین چار دھائیاں اقبال اور حفیظ کی نعتیہ اور مذہبی شاعری سے عبارت رہی ہیں۔ اقبالؔ اردو شاعری کی تاریخ میں وہ واحد شاعری ہیں جنہوں نے تخلیقی سطح پر آقائے نامدار حضرت محمدؐ کو مرکز بنا کر امت مسلمہ کے مسائل اور دکھوں پر بات کی۔ اقبالؔ کا تاریخی شعور انہیں بار بار پیچھے مڑ کر بحیثیت مسلم اپنے شانداری ماضی کو دیکھنے پر مجبور کرتا رہا اور وہ فکری سطح پر ماضی سے مستقبل کے درمیان متحرک رہے۔ اقبال کی نظریاتی شاعری نے بیسویں صدی کے نعت گو شعراء کی جانب سے فرض کفایہ ادا کیا اور اجتماعی طور پر اپنے شانداری ماضی کی روشنی میں تخلیقی سطح پر آج کا درد بیان کیا

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
زرہ رَیک کو دیا تُو نے طلوع آفتاب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقیر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

اقبال کی وفات کے بعد تقسیم کے ہنگام سے قبل ترقی پسندانہ فکر کا غلبہ ہونے لگا تھا۔ اس کے ساتھ ادب کی داخلی کیفیات کے بیان کے لیے حلقہ اربابِ ذوق کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے بعد نئی مملکت کا قیام اور انسانوں کا قتلِ عام ایک بہت بڑا انسانی المیہ بن کر سامنے آیا۔ انسان کی ایسی بے حرمتی نے انسانیت کو ہلا کر رکھ دیا۔ انسان کا انسان سے اور انسانیت سے اعتماد اٹھ گیا۔ ایسے میں ضرورت تھی کہ نعت مبارک کو فرد سے اجتماع کی طرف موڑا جاتا اور اقبال کی فکر کی طرف رجوع کیا جاتا۔ غزل، نظم، افسانہ اور ناول اس عبوری عہد میں ایک نئے فیز میں داخل ہوئے مگر مذہبی ادبیات کو یہ فضا میسر نہ آئی۔ نئے تنقیدی نظریات اور تخلیقی جہات کے اس عہد میں نعت نگار، نعت کو ایک ادبی صنفِ سخن تسلیم کروانے کی جدوجہد کر رہا تھا اور تنقید نعت کا شعبہ تو ابھی وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔ غزل، نظم، افسانہ اور ناول جب نئی روشنی میں نئے تخلیقی آہنگ کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے، حمد و نعت بنیادی نوعیت کے سوالات کے جوابات تلاش کر رہی تھی اور آج تک اپنی حیثیت کے تعین کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ اس جدوجہد کی

طویل عمری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۲۰۱۹ء میں لاہور میں ہونے والی قومی نعت کانفرنس میں ڈاکٹر ارشد محمد ناشاد نے کلیدی خطبہ "نعت کی صنفی حیثیت" کے عنوان سے ارشاد کیا۔ بیسویں صدی کی چھٹی دہائی سے تنقید نعت کا جستہ جستہ کام سامنے آنے لگا تھا۔ اُس عہد میں ربع صدی کے دوران تنقیدی نعت کے حوالے سے مندرجہ ذیل کام سامنے آیا:

- محسن کاکوروی از محمد حسن عسکری
- صنفِ نعت از مجید امجد
- نعت گوئی اور جدید شعور از شمیم احمد
- نعت اور گنجینۂ معنی کا طلسم از ڈاکٹر ابوالخیر کشفی
- نعت گوئی کا تصورِ انسان از جمال پانی پتی
- اردو میں نعت نگاری (ایک جائزہ) ۱۹۷۵ء تک از ڈاکٹر انور سدید
- نعت کی تعریف از ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق

اس عبوری عہد کے بعد ڈاکٹر ریاض مجید کا مقالہ "نعت موضوع محض سے معجزہ فن تک" سامنے آیا۔ مذاہب پر سامیہ دارانہ فکر کا غلبہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا مسئلہ تھا جس کا ادراک کرنا ضروری تھا۔ فلسطینی علاقوں میں یہودی بستیاں بسانے کی کوششیں اسرائیل کے قیام کا پیش خیمہ بن چکی تھیں۔ روس اور امریکہ کے درمیان طاقت کے حصول کے لیے سرد جنگ کا آغاز اور پھر روس کی ریاست کی تقسیم نے مذہب کے درمیان ایک جنگ کا آغاز کر دیا تھا۔ یونی پولار ئزیشن اور نیو ورلڈ آرڈر کی تشکیل نے یہ بات ثابت کر دی تھی کہ امریکی سرمایہ دارانہ نظام کے لیے کسی بھی مذہب کی قوت قابلِ قبول نہ ہو گی۔ اسلام کی حقانیت اور دلوں کو تسخیر کرنے کی صلاحیت سے مغربی معاشرے تو مستفید ہو رہے تھے لیکن مغربی سیاسی نظام کے لیے یہ قابلِ قبول نہ تھا۔ ۲۰۰۱ء میں اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی مختلف حیلوں بہانوں کے ذریعے مسلمانوں کو زیر کرنے کی کوششیں جاری تھی۔ بیس برسوں میں یہ کوششیں ایک اور طرح کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔

۲۰ویں صدی کے ہمارے نعت گو شعراء اور ناقدین نعت کے مسائل نظریاتی سے زیادہ ادبی تھے۔ نعت کو ادبی صنف کی حیثیت سے اردو ادب میں تسلیم کروانا ہی ان کا سب سے بڑا مسئلہ تھا اور اسی سلسلے میں ان کی کاوشیں جاری تھیں۔ اکیسویں صدی کے نعت گو اور نعتیہ نقاد کو کئی محاذوں پر جنگ لڑنی پڑ رہی ہے۔ وہ ٹیکنالوجی اور بین العلومیت سے نبرد آزما ہے۔ مغربی اذہان میں تشکیک

اور رد تشکیل کی پیچیدگی سے بھی جنگ لڑ رہا اور 9/11 کے بعد اسلام پر براہِ راست حملوں اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کی شان میں گستاخی کے خلاف بھی سراپا احتجاج ہے۔ مذاہب کے درمیان پیدا شدہ اس مصنوعی فاصلے نے دنیا کو ایک بڑے تہذیبی انہدام کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے لیکن بیسویں صدی کے نعت گو کے تتبع میں اکیسویں صدی کے نعت گو کے ہاں نعت میں روایتی موضوعات مثلاً شِ عقیدت و محبت، ہجر مدینہ، دوری کی تڑپ، عشق سرکار میں وارفتگی جیسے موضوعات پر طبع آزمائی ہو رہی ہے۔ تخلیق کی یہ سطح انسانی جذبات کو مس کر کے خط پیدا کرتی ہے۔ دوسری سطح پر نعت کے تخلیقی کار کو سیرت رسولؐ کے ان گوشوں کو بھی نعتیہ کلام کا حصہ بنانا ہو گا جہاں ابھی روایتی نعت گو کی نظر نہیں پہنچی۔ اِن موضوعات میں نبی اکرمؐ کی انسان دوستی، سیرت کے حوالے سے بڑے کائناتی مظاہر کی تفہیم، نبی اکرمؐ کی زندگی کے حوالے سے معجزات نبویؐ کو سامنے رکھتے ہوئے بڑے کائناتی سوالات کی پیشکش، سیرت پاک کا ایسے علامتی نظام میں بیان کہ جدید تنقیدی تناظرات بھی نعتیہ فکر کا حصہ بن سکیں، شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مغربی تنگ نظری اور اسلام دشمنی کے حوالے سے ایک بڑے مکالمے کا آغاز جس میں مغرب سے نبی اکرمؐ کی سیرت اور کردار کی بلندی کے حوالے سے گفتگو ہو۔ مغربی مستشرقین کی جانب بھی پیغام رسانی کی جا سکے۔ بدقسمتی سے ابھی ہمارا تخلیق کار، ناقد اور ادبی تنظیمیں بھی اس کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چند ماہ قبل میں نے حلقہ ارباب ذوق اسلام آباد کو اپنی ایک نعتیہ نظم تنقید کے لیے ارسال کی۔ میرا خیال تھا کہ حلقہ ارباب ذوق اس طرح کی مکالماتی تخلیقات پر گفتگو کے لیے مناسب ترین فورم ہے لیکن حلقہ کے منتظمین اور مجلس عاملہ کی جانب سے مجھے جواب ملا کہ حلقہ میں نعتیہ تخلیقات تنقید اور گفتگو کے لیے پیش نہیں کی جا سکتی ہیں۔ ہماری ادبی اذہان ابھی تک نعت کو "غزلیہ فارمیٹ" میں لکھی گئی روایتی نعت کے طور پر دیکھ رہا ہے اور عقیدت کے حوالے سے ان تخلیقات پر گفتگو کے لیے تیار نہیں۔ میری نعتیہ نظام کا عنوان "چارلی ایبڈو کے نام ایک پیغام" تھا۔ یاد رہے کہ "چارلی ایبڈو" اس نام نہاد مغربی جریدے کا نام ہے جو آزادی اظہار کے نام پر نبی اکرمؐ کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہا ہے اور ایک عرصے سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ حلقہ ارباب ذوق سے کیا شکایت کہ ابھی نعت گو شعراء بھی ایسی فکری شاعری کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چند سال قبل ایسی نعتیہ تخلیقات جن میں نبی اکرمؐ کے حوالے سے نئی شعری فکر کا اظہار ہو، کو جمع کرنے اور ان پر تنقید و تفہیم کا خیال پیدا ہوا لیکن بہت تلاش کے بعد میں چند نعتیہ نظمیں تلاش کرنے میں

کامیاب ہو سکا جن میں موضوعات کا تنوع بھی موجود ہو اور شعریت بھی۔

اکیسویں صدی کے جس تہذیبی آشوب کا ذکر عنوان میں کیا گیا ہے، اس کا تعلق براہِ راست ہماری اجتماعی ادبی زندگی، معیشت، معاشرت اور اخلاق کے ساتھ ہے۔ یہ تہذیبی ٹکراؤ مذہب کے درمیان ایک بڑی خلیج پیدا کر رہا ہے جس کے باعث دنیا ایک بڑے آگ کے گولے کی شکل اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ نعتیہ ادب کو اب ایسی تخلیقات پیش کرنی ہوں گی جس میں موضوعات تنوع موجود ہو، فکر ہو اور نئے تقاضوں کو سمجھنے کی اہلیت ہو۔ بین العلومیت پر مبنی ایسی نعتیہ تخلیقات ہی اب نعت نگاری کے نئے دور کا آغاز ثابت ہو سکتی ہیں۔ نعتیہ نقاد کو بھی اس نئے منظر نامے کا حصہ بننے کے لیے خود کو علمی اور فکری طور پر تیار کرنا ہو گا۔ اس حوالے سے میں اکیسویں صدی کے نعت نگار اور ناقد کے سامنے چند سوالات رکھنے کی جسارت کر رہا ہوں:

- کیا عصر حاضر کے نعت ناقدین کے ہاں حدِ تخلیق سے آگے کی کسی تخلیق کی تفہیم کے لیے مناسب انتظام ہے؟
- کیا جدیدیت اور مابعد جدیدیت فکر کی حامل نعتیہ تخلیقات کی تفہیم کے لیے روایتی تنقیدی ٹولز (Tools) کافی ثابت ہو سکتے ہیں؟
- کیا اکیسویں صدی کے نعتیہ نقاد کے پاس بیسویں صدی کی مذہبی، معاشرتی اور ادبی تحریکات کا شعور موجود ہے؟
- کیا نئے نقاد کے پاس نعت کی کلاسیکی روایت کا خاطر خواہ مطالعہ موجود ہے؟
- کیا اکیسویں صدی کے نئے تخلیق کار زندگی کی پیچیدگی اور ٹیکنالوجی کے ادغام کو نعتیہ تخلیقات اور نعتیہ استغاثوں میں سمونے میں کامیاب ہو رہے ہیں؟
- کلاسیکی، عبوری، جدید اور مابعد جدید عہدِ نعت کے درمیان جس ناقد کو پل کا کردار ادا کرنا ہے، کیا وہ اس اہم علمی، ادبی اور مذہبی کاوش کے لیے خود کو تیار کر چکا ہے؟
- ایسی حمدیہ و نعتیہ تخلیقات اب سامنے آنے کا وقت آ چکا ہے جن میں ماضی، حال، مستقبل اور ماوراء کے درمیان حدِ فاصل قائم نہیں ہوتی گویا ان تخلیقات میں ابہام بحیثیت ایک شعری عنصر کے تخلیق کا حصہ بنتا ہے۔ ایسی تخلیقات کی تفہیم کا عمل موجود تنقیدی تنظار میں نہیں ہو سکتا۔ اس تفہیم کے لیے بنیادی ضوابط کی ترتیب و تزئین کس کا کام ہے؟

- بڑے کائناتی سوالات یا بڑے کائنات مظاہر کے حوالے سے حیرانی اور فکر کے عمل پر مشتمل تخلیقات کی تفہیم منطقی و سماجی اور سائنسی علوم کے بغیر ممکن نہیں۔ تخلیق کار اور ناقد اس حوالے سے سنجیدگی دکھانے کو تیار ہے؟
- نعت کو، ادبی حیثیت کے حوالے سے بنائے گئے کلیشے کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔ تخلیق کار اور ناقدین اس حوالے سے کیا سوچتے ہیں؟
- آخری سوال جو اس حوالے سے ذہن میں آتا ہے کہ نئے خلیق کار اور ناقد کی تربیت کی ذمہ داری عام طور پر مذہبی ادبی رسائل و جرائد کرتے ہیں۔ کیا ہمارے نئے نعتیہ نقاد کی تربیت نعت سے متعلق شائع ہونے والے رسائل و جرائد کر رہے ہیں؟

نعتیہ تنقید کے ضمن میں ڈاکٹر عزیز احسن اور ڈاکٹر ریاض مجید کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ دونوں حضرات نے ایک تنظیم جتنا کام اکیلے سر انجام دیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نئے عہد کے تقاضوں کو سمجھا جائے اور تخلیق کار خ نعتیہ غزلیات کے ساتھ ساتھ نعتیہ نظموں کی طرف بھی موڑا جائے تاکہ ہم دنیا کی بڑی شاعری کے مقابل اپنی نعتیہ شاعری کو رکھ سکیں تراجم کی مدد سے دنیا کی مختلف زبانوں میں اسے پیش کیا جا سکے اور اس شاعری کو سامنے رکھ کر ایک بڑے سماجی بیانے کی تشکیل ہو سکے۔ وہ سماجی بیانہ جو دنیا کے تمام افراد کو بلا تخصیص مذہب و ملت آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت اور احترام کا پیغام دے سکے۔

⊙⊙⊙

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ
ڈائریکٹر سیرت چیئر و ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ
جی سی یونیورسٹی، سیالکوٹ

21ویں صدی کا معاصر سماجی شعور اور فن نعت گوئی

ملخص

کسی بھی قوم کے سماجی شعور کی پختگی و تہذیب و تمدن کی نمو و آبیاری میں ادب کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی ادب جب مذہبی نظریات، عقیدت و روحانی وابستگی کے قالب اور اخلاق کے موضوعات میں ڈھل جائے تو افراد معاشرہ کو صالحیت، بلند فکری اور اخلاق عالیہ سے ہمکنار کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ناول، افسانے، سفر نامے اردو ادب میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں وہیں فن نعت گوئی شاعری کی صنف کا لازمی حصہ ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو کسی حد تک بے جا نہ ہو گا کہ یہ نعت گوئی ہی ادب کی دنیا میں سب سے قدیم فن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے محبت ہر مسلمان کا اثاثہ زیست ہے۔ امت مسلمہ کے جس فرد کو جیسی توفیق ملی اس نے مقدور بھر آپ ﷺ کی ذات سے نسبت اور تعلق کو قائم کرنے کی سعی کی۔ کسی نے میدان سیرت میں اپنی رشحات قلم پیش کرنے کو باعث سعادت گردانا اور کسی نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کو پورا کرنے کو اپنی فوز و فلاح جانا۔ اردو ادب میں نعت گوئی بھی ایک اہم ادبی صنف اور فن کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ جہاں علم و ادب کے تمام میادین میں بہت سی ترقیات ہوئی ہیں وہیں فن نعت گوئی بھی ایک اہم صنف کی حیثیت سے سامنے آیا ہے۔ تمام ارباب دانش و بینا اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ ہمیشہ سے عوام اور خواص (صاحبان علم، واقف احوال، اصحاب معرفت) کے پسند و ناپسند، قبول و عدم قبول کے معیارات میں فرق ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ صورت احوال المیہ اور رطب و یابس کی کیفیت ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ کچھ ایسی ہی صورتحال ہمارے معاصر سماجی شعور اور فن نعت گوئی کے حوالے سے بھی ہے۔ ان میں سے چند اہم نکات موضوع بحث بنایا جائے گا۔

نعت گوئی کی مختصر تاریخ

نعت اپنے لغوی و اصطلاحی مفاہیم میں نبی کریم ﷺ کے ذکر و ثناء کے لئے مختص ہے۔ اسے ادب کی مقدس ترین صنف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کا قرآنی تقدس بلا شرکت غیر حضور ختمی مرتبت کی شان جلالت مآب سے ایک نسبت خاص رکھتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مِدحت، تعریف و توصیف، شمائل و خصائص کے منظوم کلام کو نعت گوئی یا نعت خوانی کہتے ہیں۔

عربی زبان میں نعت کے لئے لفظ "مدحیہ ءرسول اللہ" استعمال ہوتا ہے۔ ۱

پروفیسر سید محمد یونس گیلانی "نعت" سے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"نعت کا مفہوم اہل لغت کے نزدیک ان اچھی صفات، عادات و خصائل کا بیان کرنا ہے، جو خلقتاً و طبعاً کسی شخص میں پائی جائیں، یہی وجہ ہے کہ نعت کا لفظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی تعریف و توصیف کے لئے مختص ہو گیا ہے۔ نعت رسول مقبول کا بیان روز اول سے لے کر آج تک مسلسل و متواتر جاری ہے اور ابد تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔"[۲]

نبی کریم ﷺ کے شمائل و اخلاق کریمانہ کا بیان تمام انبیاء کرامؑ کی سنت رہی ہے۔ صحف سماویہ میں نہ صرف نبی کریم ﷺ کی آمد کی پیش گوئی کی گئی بلکہ آپ ﷺ کے بہت سے اوصاف و کمالات کا بیان بھی کیا گیا ہے۔ قرآن کریم ﷺ میں آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے بیان، اصحاب رسول ﷺ کی آپ ﷺ کی مدح و ثناء میں کہے ہوئے الفاظ و اشعار سب نعتیہ ادب کا اولین ذخیرہ ہیں۔ ابن ہشام نے ایک قصیدہ نقل کیا ہے جو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی جانب منسوب ہے جس میں ابو طالبؓ نے پر جوش اشعار میں نبی کریمؐ کی مدح کی اور اپنے خاندان (بنو ہاشم) کی خصوصیات کا ذکر کیا۔ اردو عربی کے ممتاز ادیب و ناقد اور دار العلوم ندوۃ العلما کے سابق معتمد التعلیم مولانا عبد اللہ عباس ندوی نے اپنی کتاب "عربی میں نعتیہ کلام" میں دنیائے ادب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابو طالب وہ پہلے شخص ہیں جن کی زبان مبارکہ سے سب سے پہلے آپؐ کے لیے مدحیہ

---

۱ انصاری، فریدہ نثار احمد، نعت شریف کی مختصر تاریخ، عالمی ادبستان، مئوناتھ بھنجن یوپی، اکتوبر ۱۱، ۲۰۲۲ء،

۲ تذکرہ نعت گویان اردو، ۱۹۸۲، مکہ بکس لاہور، حصہ اول: ص:۳۰

اشعار نکلے۔ مولانا اپنے ایک مضمون "عربی میں نعت کا ابتدائی سرمایہ، ابوطالب کی نعتیں" میں ابن ہشام کی کتاب "سیرۃ النبی" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"سیرۃ النبی میں ابن ہشام نے اس قصیدہ کے سات شعر نقل کئے ہیں جن کو ہم سب سے پہلی نعت قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس قصیدہ سے پہلے کوئی کلام ایسا نہیں ملتا جس میں براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت یا مدح ہو، اس قصیدے کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں:

اذا اجتمعتْ یوماً قریشٌ لِمُفتخرِ
فعَبدُ منافِ سِرّها وصمیمها
وإن حصلت أشراف عبد منافها
وفی هاشم أشرافها وقدیمها
وإن فخرت یوماً فإن محمداً
هو المصطفیٰ من سرّها وکریمها[1]

عہد رسالت میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت خنساء، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ نے بھی نعتیں لکھی اور پڑھی ہیں۔

نعت گوئی یہ روایت مسلسل پنپتی رہی، اہل علم و محبین آپ ﷺ کے ساتھ اپنی محبت و وارفتگی کے اظہار کے لئے نعت کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ جن میں امام ابو حنیفہؒ، مولانا رومی، جنید، و بایزید بسطامی، شیخ سعدیؒ، مولانا جامیؒ جیسی جلیل القدر ہستیوں کے نام بھی اس فہرست میں نظر آتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناخوانی کرنے والے ہر دور میں آئے جن میں سے کچھ ناموں نے اس فن اور ہنر کے طفیل شہرت پائی۔ امیر خسرو، الطاف حسین حالی، علامہ اقبال، امیر مینائی، ماہر القادری، مولانا طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، صائم چشتی، محمد علی ظہوری، حافظ مظہر الدین

---

۱ ابن ہشام، ابی محمد عبد الملک، السیرۃ النبویہ، بیروت، ج ۱، ص: ۱۵۶

مظہر، خالد محمود نقشبندی، اعظم چشتی، حفیظ تائب، پیر نصیر الدین نصیر، علامہ ریاض الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام کا شمار نامور نعت گو شعراء میں کیا جاتا ہے۔ امام رضا خان جن کا مشہور سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" عوام و خواص میں آج بھی مقبول ہے۔

آپ ﷺ کی مدحت و ثنا خوانی صرف مسلمانوں کا ہی شعار نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم شعراء نے بھی آپ ﷺ کے کمالات و اوصاف حمیدہ کو بیان فرمایا ہے۔[1]

جن سے ان شعراء کرام کی آپ ﷺ سے دلی عقیدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ

ا۔ (جگن ناتھ)

سلام اس ذات اقدس پر سلام اس فخر دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے انساں پر

۲۔ مہاراجہ کشن پرشاد شادؔ

سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لئے بے تاب سجدوں کو جبینوں میں

ڈاکٹر سید شمیم گوہر کی مطابق

"عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نعتیہ شاعری کا آغاز ہوا اور بتدریج ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے آج آفاقی عظمت کی حامل بن گئی، نعتیہ ادب کی خوشبو قیامت تک مہکتی رہے گی۔[2]

دنیا کی ہر زبان میں آپ ﷺ کی تعریف و ثناء بیان کی گئی ہے اور کی جاتی رہے گی۔ کہ یہ ورفعنالک ذکرلک کا عملی اظہار اور اعجاز ہے۔

معاصر سماجی شعور اور فن نعت گوئی

ادب اور سماج کا تعلق بہت گہرا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہیں۔ کبھی ادب سماج پر اثرات مرتب کرتا ہے اور کبھی سماج کا مزاج ادب کا رخ اور دھارا متعین کرتا ہے۔ کسی بھی

ا قریشی، ڈاکٹر شریف احمد، اردو نعت گوئی اور غیر مسلم شعراء، ۹ جون ۲۰۲۲

۲ شمیم گوہر، ڈاکٹر، نعت کے چند شعرائے متقدمین، خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ۔ الہ آباد، ۱۹۸۹، ص: ۹

۳ الم نشرح: ۴

قوم کی شعوری پختگی میں ادب کی کلیدی حیثیت ہے۔ بحیثیت مجموعی ہمارا معاشرہ میں روحانیت کے ساتھ گہری وابستگی پائی جاتی ہے۔ معاشرہ کا عمومی رجحان دن کی طرف ہے۔ لیکن ایسے میں جہاں اصحاب منبر و محراب کی ذمہ داری کئی گنا بڑھ جاتی ہے کہ وہ عوام الناس کو دین السلام کی درست تعبیر و تشریح سکھائیں اور افتراق و انتشار سے بچائیں وہیں قلم و قرطاس سے رشتہ رکھنے والے والے رجال کار کی بھی فریضہ ہے وہ ایسا ادب، ایسی تحریر، ایسا فن، ایسا سخن اپنے قارئین و سامعین تک پہنچائیں جو شریعت کے مزاج کے موافق ہو نہ کہ "غلو فی الدین" کے زمرے میں آتا ہو۔

نعت گوئی بھی معاصر سماجی صورتحال میں بعض حوالوں سے ایک اہم تحدی کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بہت سے افراد فن نعت کے لطائف و نکتہ آفرینیوں سے مکمل طور پر بہرہ مند نہیں ہوتے صرف شوق اور مقبولیت عامہ کے لئے نعت، کہیں منقبت، کہیں فضائل، کہیں مرثیہ اور کہیں صوفیانہ کلام کی آمیزش و ربط بنا کر ایک نیا کلام اختراع کر لیتے ہیں۔ عام طور پر ایسے کلام عوام الناس میں بہت مشہور و معروف بھی ہو جاتے ہیں۔ مشہور مقولہ ہے: "العوام کالانعام"۔ معاصر سماجی شعور بھی کچھ اسی طرح کی التباسی کیفیت کا کم و بیش شکار ہے۔ نعت گوئی ایک انتہائی اہم، حساس اور توجہ طلب کام ہے۔ اس حوالے سے درج ذیل پہلو ضرور مد نظر رہنے چاہییں:

ا۔ باقاعدہ فن نعت گوئی کی تعلیم دینے اور لینے کا اہتمام:

کسی بھی علم یا فن کے حصول کے عام طور دو ذرائع ہوتے ہیں: ا۔ وہبی ۲، کسبی

ا۔ وہبی یعنی اللہ رب العزت کی جانب سے عطا کردہ، انسان کی خداداد صلاحیت، اس کا رجحان۔

بلاشبہ شاعری کی صلاحیت ہونا وہبی ہے۔ اس میں میری ناقص رائے میں کسب کو تقریبا نہ ہونے کے برابر عمل دخل ہے۔

۲۔ شاعری کی صلاحیت کسب یعنی کوشش کے ذریعے بہتر تو کی جاسکتی ہے لیکن پیدا نہیں کی جاسکتی۔

ہر شخص جس بھی علم یا فن سے شغف رکھتا ہے یا اس میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی مشق کرتا ہے، اس کی ریاضت کرتا ہے اور اہل علم و فن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتا ہے۔ عمومی جائزہ لیا جائے تو فن نعت گوئی اس حوالے سے بہت حد تک عدم توجہی کا شکار رہی ہے۔ نعت

گوئی کے سکھانے کے لئے باقاعدہ سنٹرز یا اکیڈمیز کا قیام قلیل تعداد میں نظر آتا ہے۔ جب کہ ایسے سنٹرز جہاں نعت خوانی سکھائی جاتی ہے ان کی تعداد کئی گنا ہے۔ اس لئے فن کی باریک سے آشنا ہوئے بغیر، اس بحر کا شناور بنے بغیر نعت کہنا نازک ترین معاملہ ہے۔

۲۔ فن نعت کے اسرار و رموز سے مکمل واقفیت:

نعت گوئی ادب کی ایک مستقل صنفِ ہے۔ قریباً ہر شاعر نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ اپنی دینی و ادبی اہمیت کے باوجود نعت بڑی نازک صنف ہے۔ شاعری کی تمام اصناف میں شاید سب سے زیادہ نازک صنف یہی ہے۔ عقیدے کی حد تک دیکھا جائے تو نعت شاعر و غیر شاعر سب کی توجہ کا مرکز رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے فکری و فنی اعتبار سے اس کے موضوعات، اس کے اسرار و رموز اور اس فن کے محاسن و جہات سے کما حقہ واقف ہو۔ نعت گو کو صاحب بصارت و صاحب بصیرت ہونا لازم ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس نبوت اور عبدت کے اوج کمال پر تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ موضوع (نعت) ایسا نہیں جس پر ہر کس و ناکس تخیل اندازی اور خامہ فرسائی کر سکے۔ اس راستے میں شاعر کو جگہ جگہ رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ ایک تو موضوع اک احترام شاعر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ نپے تلے الفاظ، حسن خطاب اور حسن بیان کے ساتھ عقیدے کی تفصیلات اور باریکیوں کو صحت کے ساتھ لے کر چلے اور قدم قدم پر اس کا لحاظ کرے کہ تخیل کی پرواز کہیں ان مقامات تک نہ پہنچا دے جن سے صادق البیانی پر حرف آئے اور نتیجۃً نعت، نعت نہ رہے۔۔۔۔"[1]

اس میں زبان کے ساتھ فن شاعری اور علم عروض کے اسرار و رموز کا ادارک ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ نعت تو ندرت فکر کے ساتھ الفاظ و خیال کی طہارت اور اشکوں کے وضو کے بغیر ہو نہیں سکتی۔

اس لئے نعت گو حضرات کے لئے ضروری ہے کہ وہ فن نعت کے اسرار و رموز، ادب کی اس اہم صنف کی واقفیت حاصل کریں۔

---

۱ رفیع الدین، سید اردو میں نعتیہ شاعری، اردو اکیڈمی سندھ کراچی، ۱۹۷۶، ص: ۵۶

۳۔ عوام کی پسند کو معیار بنانا:

نعت گوئی میں محتاط روش کی ضرورت عصر حاضر میں کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ اس کی وجہ ہمارا سماجی شعور ہے۔ جس میں عوام الناس نعت اور دیگر کلام میں فرق و امتیاز سے واقف نہیں ہیں اور نعت خواں حضرات اپنی شہرت و مقبولیت کے چکر میں سفر مدینہ کی کیفیات، احوال، اصحاب رسول اللہ ﷺ کے فضائل و مناقب، اور دیگر کلام کو عوام کے سامنے رطب و یابس بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔

علمائے ادب نے صنف "نعت" کے موضوعات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے صحابہ کرام کے توصیف و ثنا کے بیان کے انضمام کو مسترد کرتے ہوئے "نعت" کو محض جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذکر سے ہی موسوم کیا ہے۔ اور ان کے اہل بیت اور صحابہ کرام کے تذکرے کے لئے "منقبت" جیسی صنف کی ترویج کی گئی جو آج بھی رائج ہے اور صاحبان مودت اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے منقبت کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خانوادہ عصمت و طہارت و نجابت اور ان کے اصحاب ذوالاحترام کی خدمت میں اپنے اظہار عقیدت کے لئے "منقبت" جیسی مقدس صنف کا سہارا لیتے ہیں۔[1]

مجید امجد، نعت کے حوالے سے یوں اظہار خیال فرماتے ہیں۔

> "حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالتمآب کی تعریف میں ذرا سی لغزش نعت گو کو حدود کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے، ذرا سا شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آسکتا ہے ذرا سی عجز بیانی اہانت کا باعث بن سکتی ہے۔[2]

نعتیہ شاعری میں نہ صرف نہ صرف شعر و سخن کی آزمائش ہوتی ہے بلکہ اس کسوٹی پر عقیدۂ توحید و رسالت اور عشق حقیقی کی پرکھ بھی بدرجہ اتم ہوتی ہے، اس لیے اربابِ سخن نعتیہ شاعری کو دو دھاری تلوار سے تشبیہ دیتے ہیں کہ اگر اس میں ذرا بھی ترمیم و تنسیخ یا افراط و تفریط کا شائبہ ہو گیا تو سامان بخشش بننے کے بجائے طوق کفر و ضلالت بھی بن سکتا ہے۔

یہ معاملہ صرف نعت خواں حضرات تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ نعت گو حضرات بھی اس میں

---

۱ حسینی، حیات عامر، نعت، مرثیہ اور عرفان (ایک علمیاتی، بحث) زینب پبلی کیشنز علی گڑھ ۲۰۱۶، ص: ۲۵

۲ منظور حسین، مہجور، "بام عرش" ماورا پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۲، ص: ۱۲

شامل ہو جاتے ہیں۔ عوامی سطح پر بھی سامعین کی توجہ اور تربیت کا اہتمام کرنا ہو گا تا کہ ماحول بنانے میں آسانی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غزلیہ حمد و نعت کا سُننا سنانا کسی خاص طبقہ تک محدود ہو کر رہ جائے یا پھر اس کے قبولِ عام ہونے کیلئے لمبا عرصہ درکار ہو۔ اکثر ایسی نعتیں بھی سننے میں آتی ہیں جن کی طرز فلمی گانوں پر بنائی جاتی ہیں اور کئی بڑے بڑے نعت خواں بھی اس روش پر چل نکلتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کے ایسا کسی مجبوری سے ہوتا ہو یا کچھ سامعین اسے پسند بھی کرتے ہوں لیکن مجھے ذاتی طور پر اس سے نعت کا تقدس مجروح ہوتا دکھائی دیتا ہے، اس کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔ تھوڑی سی کوشش اور ریاضت سے کوئی منفرد طرز موزوں کرنا چنداں مشکل نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اگر کوئی لکھاری جان بوجھ کر کسی فلمی گانے کی تضمین لکھنے کی کوشش کرے تو یہ بھی سخت نامناسب ہے۔

۴۔ نعت کے بنیادی مآخذ سے واقفیت:

نعت درود و سلام کے پیکر شعری کا نام ہے۔ آقا ﷺ کی سیرتِ مقدسہ سے اکتساب شعور کرنے کی سعی ہے۔ جس طرح ہر فن کو سیکھنے کے لئے اس علم سے متعلق بنیادی علمی مآخذ سے واقفیت اور ان سے وابستگی بہت ضروری ہے۔ "محض شاعری کی زبان میں ذات پاک نبی ﷺ کی توصیف کر دینا آسان بہت آسان ہے۔ لیکن اس کے یورے لاوزم وشرائط سے عہدہ بر آ ہونا بہت مشکل ہے۔ حب رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ نبوت کے اصلی کمالات اور کارناموں، اسلام کی صحیح روح، عہد رسالت کے واقعات اور آیات واحادیث سے واقفیت ضروری ہے جو کہ کم شعراء کو ہوتی ہے۔ اس کے بغیر صحیح نعت گوئی ممکن نہیں۔"[1]

نعت کا بنیادی ماخذ قرآنی آیات و احادیث اور روایات ہیں۔ جہاں سے نعت اپنے موضوعات کا اکتساب کرتی ہے، اور ان موضوعات کا تعلق براہ راست حضور گرامی قدر کی ذات بابرکت سے انسلاک رکھتا ہے۔ لہذا ایک شاعر کے لئے حضور کی ذات والا صفات سے عشق اور اس کا عرفان ہونا ضروری ہے۔ ورنہ عشق کے بغیر یہ نعت گوئی اُس موذن کے اذان کی طرح ہے۔ جس کا دل اسرار اُلوہیت کے سرمدی ساز اور روح بلالی کے ابدی سوز سے محروم ہو۔[2]

نعت گوئی کے لئے بھی ضروری ہے کہ شاعر قرآن کریم اور سیرت رسول ﷺ سے بنیادی

---

۱ ندوی، شاہ معین الدین، ادبی نقوش، :ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ، ۱۹۶۰، ص:۲۸۳

۲ شاہد کمال، نعت گوئی کا تاریخی و تنقیدی تجزیہ، لکھنو، نعت کائنات، مورخہ ۱۴ مارچ، ۲۰۲۵

واقفیت ضرور رکھتا ہو۔ قرآن کریم اور سیرت یہ دونوں علوم و میادین نعت گوئی کے بنیادی مآخذ ہیں۔ جب تک ایک شاعر ان کا فہم نہیں رکھے گا اس کے ممکن نہیں ہو گا کہ وہ ایک آپ ﷺ کے محاسن و شمائل کی لئے عمدہ تراکیب، استعارات و تلمیحات کشیدہ کر سکے۔ قرآن کریم نے آپ ﷺ کے جس سیرت کا بیان کیا ہے، آپ کا اسوہ حسنہ، احادیث رسول رسول ﷺ، اور شبانہ روز کی کیفیات اور معمولات کا جب مکمل ادارک نہیں ہو گا تب تک ایک عمدہ کلام تخلیق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جتنے بڑے شعراء کرام کا کلام دیکھیں ان میں الفاظ کی چناؤ، جملوں کی تراکیب، واقعات سیرت سے اشاراتی و استعاراتی استدلال نے نعتیہ کلام کے حسن کو کئی چند کر دیا۔

اس کے برعکس ایسا کلام جس میں محض ثواب کی نیت سے کلام تو لکھا گیا لیکن اس میں موضوع کی ندرت، الفاظ کی نکہت، خیال کی جدت کم یاب رہی اور کلام سطحی نوعیت سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اسلام کی تعلیمات میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی کام کو کیا جائے تو پورے حسن اور اس کے مکمل کمال کے ساتھ کیا جائے۔ لہذا فن نعت گوئی کے دیگر لوازمات سے آشنائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نعت کے بنیادی مآخذ سے بھی واقفیت حاصل کی جائے

۵۔ تطہیر فکر و عمل:

نعت گوئی ایک ایسا یا کیزہ میدان ہے جہاں سخن ور کے لیے علمی، روحانی اور اخلاقی تطہیر لازمی شرط ہے، تاکہ وہ اس مقدس فن کی حقیقی روح کو مجسم کر سکے۔ نعت گوئی عشق و ادب کی وہ معراج ہے، جہاں فن کار کا ہر لفظ، ہر مصرع اور ہر مفہوم ذاتِ محمدی ﷺ کے انوار و تجلیات میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا روحانی سفر ہے جس میں شاعر، سخن و فکر کی تمام بلندیاں محبوبِ خدا ﷺ کے حضور سرنگوں کر دیتا ہے اور ہر تخلیق کو عبادت کا درجہ عطا کرتا ہے۔

حافظ مظہر الدین کی کتاب "جلوہ گاہ" میں احسان دانش نعتیہ کلام کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

> "صرف الفاظ سے نعت کا حق ادا نہیں ہوتا بلکہ جو جذبہ الفاظ کا جامہ قبول کر کے کاغذ پر قابل اظہار بنتا ہے، وہی جذبہ ہے، جسے ثنائے بے نقط کا نام دیا جا سکتا ہے۔ جذبات کا وہ لمحہ ایسا ہوتا ہے کہ کائنات میں دل کی دھڑکن کے سوا کوئی آواز نہیں آتی۔ اگر آنسو بھی گرتا ہے تو پہروں روح میں اس کی جھنکار گونجتی رہتی ہے۔ اس وقت انسان اور خدا

لسانی طور ایک سطح پر آجاتے ہیں، کیوں کہ جب کوئی درود پڑھتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ میں بھی درود پڑھتا ہوں، دوسرے لفظوں میں نعت کو پیرایہ درد بھی کہا جاسکتا ہے۔[1]

خالق کائنات خود آپ ﷺ کا ثناخوان ہے آپ ﷺ کی مدحت کا بیان کسی انسان کی بساط میں نہیں ہے۔ آپ وجہ تخلیق کائنات ہیں:

اے کہ ترے وجود پر خالقِ دو جہاں کو ناز
اے کہ ترا وجود ہے ---وجہِ وجودِ کائنات
اے کہ ترا سرِ نیاز ------ حدِّ کمالِ بندگی
اے کہ ترا مقامِ عشق قربِ تمام عینِ ذات
خوگر بندگی جو تھے تیرے طفیل میں ہوئے
مالکِ مصر وکاشغر --- وارثِ دجلہ وفرات
تیرے بیاں سے کھل گئیں، تیرے عمل سے حل ہوئیں
منطقیوں کی اُلجھنیں، فلسفیوں کی مشکلات
مدحتِ شاہ دُوسَراؐ، مجھ سے بیاں ہو کس طرح
تنگ میرے تصورات، پست میرے تخیلات[2]

قادر الکلام شاعر ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی ثناءخوانی کا حق بیان کرنے سے انسان خود کو عاجز تصور کرتا ہے اور زبان حال سے یہ پکار اٹھتا ہے:

يا صاحب الجمال و يا سيد البشر
من وجه المنير لقد نور القمر
لا يمكن الثناء كما كان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس طرح ایک قاری قرآن، حافظ اور محدث قرآن کریم کی تلاوت اور احادیث رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تعلم کے لئے طہارت کا اہتمام کرتا ہے بعینہ ایک ناعت کے لئے بھی لازم ہے

۱ مظہر الدین، حافظ، جلوہ گاہ، موسیٰ کاظم پریس لاہور، ۲۰۰۹ء، صفحہ نمبر6:
۲ نواب بہادر یار جنگ

کہ وہ بھی طہارت اپنی تطہیر ظاہر و باطن کی بھرپور کوشش کرے۔ اس پہلو سے احتیاط لازم رہنی چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو حبط اعمال کا سبب ہو جائے۔ نعت لکھ کر جو ہدیہ اور گلہائے عقیدت آپ ﷺ کی بارگا میں پیش کیے ہیں کہیں کسی بد عملی کے سبب وہ بارگاہ رسالت میں قبولیت سے محروم نہ رہ جائیں اور ہمیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔ اگر بارگاہ نبوی میں رفع صوت اور آپ ﷺ کو پکارنے میں عامیانہ روش قبولیت اعمال میں سد ذریعہ کا سبب بن سکتی ہے تو منکرات و فواحش کا ارتکاب، اخلاص نیت میں کمی یا ملاوٹ بھی اس کی بارگاہ رسالت میں شرف یابی سے محرومی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلاَّ طَيِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (البقرة: ۱۷۲) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ قَالَ النَّبِيُّ: فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟[1]

بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی کو قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے، جو اس نے رسولوں کو حکم دیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، بے شک میں تمہارے عملوں سے، جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہوں۔" اور فرمایا: "اے اہل ایمان! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ۔" پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جس نے لمبا سفر کیا ہے، پراگندہ حال و پراگندہ بال اور غبار آلودگی کے عالم میں آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر کہتا ہے: اے رب! اے رب! اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام کا ہے اور اس کا پینا حرام کا ہے اور اس کا لباس حرام کا ہے اور حرام ہی کے ساتھ اس نے پرورش پائی ہے گویا کہ اس کی بود و باش حرام خوری میں ہوئی ہے۔ نبی

---

۱ مسلم ابن الحجاج، امام، الجامع الصحیح للمسلم، بیت الافکار الدولیہ للنشر و التوزیع، الریاض، ۱۹۹۸ء، کتاب الزکاۃ، باب: باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، ح:۱۰۱۵

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو؟"

نعت گوئی، مدحتِ رسول مکرم ﷺ کا وہ لطیف و نورانی اظہار ہے، جو قلبِ مومن کی گہرائیوں سے پھوٹنے والے جذباتِ عشق کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ صنفِ سخن نہ صرف عشقِ رسول ﷺ کے جمالیاتی مظاہر کو آشکار کرتی ہے بلکہ ایمانی کیفیات کے عرفانی پہلوؤں کو بھی ایک منفرد فنی پیرائے میں پیش کرتی ہے۔ نعت، دراصل صناعی اور روحانیت کا حسین امتزاج ہے، جہاں سخن ور اپنے بیان کی حدوں کو عشق کی وارفتگی میں تحلیل کر دیتا ہے۔ یہ محض شعری اظہار نہیں بل کہ ایک متبرک عبادت کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں تخلیق کار اپنی تمام تر فکری و جذباتی کائنات کو مرکزیتِ محمدی ﷺ کے تابع کر دیتا ہے۔

نعت گوئی آپ ﷺ کی ذات سے محبت و عشق کے بغیر ہو نہیں سکتی۔ یہ ایمان کا اولین تقاضا بھی ہے اور اخروی نجات کا زینہ بھی۔ حدیث مبارکہ ہے: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إلَيْهِ مِن والِدِهِ ووَلَدِهِ والنَّاسِ أجْمَعِينَ[1] ناعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ذات سے اپنی عقیدت، وابستگی، محبت دنیا کے ہر رشتے، ہر تعلق سے بڑھ کر رکھے۔ حب دنیا و حب جاہ سے کنارہ کش رہے۔ آپ ﷺ کی محبت میں فنا ہو جائے۔ حب رسول ﷺ کی یہ حقیقی منزل نعتیہ کلام کو یقیناً دوام و مبارہ گاہ نبوی ﷺ میں قبولیت کی سند نصیب فرماتی ہے۔

فکر و خیال کے وضو، چشم نم، سراپا عجز و نیاز اور قلبی و جسمانی خشیت و حضوری کے بغیر نعت کہنا ایک بے روح عمل ہے۔ جب تک یہ کیفیات وارد نہیں ہو جاتیں الفاظ بے تاثیر اور موضوع بے روح ہوتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہم جس ہستی کی تعریف و توصیف بیان کر رہے ہیں اس کے اسوہ حسنہ کے حقیقی پیروکار بن جائیں، اخلاق رزیلہ کی آلودگی سے ہر ممکن طور پر اپنا دامن صاف رکھنے اور اتباع ھوائے سے کنارہ کش رہ کر محض اللہ رب العزت کا حکم اور سنت سمجھ کر آپ ﷺ کی مدح سرائی، ثناخوانی میں اپنی فکری و قلمی توانائیاں صرف کریں۔

مشہور نعت گو حفیظ تائبؒ نے نعت گوئی کے کیا آداب و تقاضے ہیں اس حوالے سے کیا خوب فرمایا ہے:

شوق و نیازِ عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
یہ کوچۂ حبیب ہے پلکوں سے چل کے آ

---

۱ الجامع الصحیح للمسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبۃ الرسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر:۱۶۹

امت کے اولیاء بھی ادب سے ہیں دم بخود
یہ بارگاہِ سرورِ دیں ہے سنبھل کے آ
آتا ہے تو جو شہرِ رسالت مآب میں
حرص و ہوا کے دام سے باہر نکل کے آ
ماہِ عرب کے آگے تری بات کیا بنے
اے ماہتاب روپ نہ ہر شب بدل کے آ
سوز و تپش سخن میں اگر چاہتا ہے تو
عشقِ نبی کی آگ سے تائبؔ پگھل کے آ[1]

⊙⊙⊙

۱ حفیظ تائب، شوق و نیازِ عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ

ڈاکٹر شاہد اشرف
شعبہ اردو، ایف سی یونیورسٹی، لاہور

نعتیہ شعری موضوعات اور 21ویں صدی

مقبول عام نعت کا دائرہ کار عشق و محبت، ذات و صفات اور سیرت و کردار کو محیط ہے۔ خاص شعراء اسی لغت کے قائل ہیں اور نعت کی تعریف میں انہی پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اسی ذیل میں سراپا نگاری، ہجر و وصال اور عقیدت و احترام کے مضامین بھی عام ملتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ اردو لغت کا زیادہ تر سرمایہ اسی دائرہ کار کا مرہون منت ہے۔ چوں کہ لغت کی صنف کسی ہئیت سے مبرّا ہے اس لیے ہر ہئیت میں نعت ملتی ہے۔ مثنوی، رباعی، غزل، نظم، قصیدہ سمیت تمام مروجہ ہئیتوں میں نعت کی مستحکم روایت موجود ہے۔ حالی اور اقبال کی نظموں میں غیر اعلانیہ نعتیہ اشعار موضوعاتی وسعت کے امکان کی غمازی کرتے ہیں۔ ازاں بعد یہ سلسلہ بتدریج آگے بڑھتا دکھائی دیتا ہے اور جدید شعراء نے سماجی، سیاسی، روحانی، اخلاقی، تربیتی سمیت کئی پہلوؤں سے نعت کے موضوعات میں وسعت پیدا کی ہے۔

اکیسویں صدی کے سیاسی اور سماجی تغیرات کا عکس اردو لغت میں جلوہ گر ہے۔ سویت یونین کا خاتمہ، نائن الیون، اور کووڈ اس صدی کے بڑے واقعات شمار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف ممالک میں جنگوں کا احوال ملتا ہے۔ جن میں دیرینہ مسائل کشمیر، فلسطین، افغانستان شامل ہیں۔ مختلف ممالک میں مسلم اقلیتوں پر ظلم و ستم بھی موجود ہے۔

اس صدی میں بعض اخلاقی اور مذہبی موضوعات نے بھی شعراء کو متوجہ کیا ہے۔ کوئی شک نہیں یہ تمام موضوعات اردو کی دیگر اصناف خصوصاً غزل اور آزاد نظم میں بھی ملتے ہیں۔ نعتیہ شاعری میں ان موضوعات کو ضمنی حیثیت حاصل ہے۔ کہیں یہ استغاثے اور استدعا کی صورت میں موجود ہیں اور کہیں عرض حال اور صورت حال کی عکاسی کرتے ہیں۔ نعت میں بہر حال حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکت کو پیشِ نظر رکھ کر بات کی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے اُردو نعت میں ادبی تحریکوں کی گونج بھی سنائی دیتی ہے اور جدید زندگی کے موضوعات کا احاطہ بھی کیا گیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ موجود نعت اپنے موضوعاتی تنوع میں زندگی کے تمام معاملات و موضوعات کے

اظہار کا مکمل نمونہ پیش کرتی ہے۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ بیسویں صدی کے بعض موضوعات اکیسویں صدی میں دہرائے گئے ہیں ان میں ایک موضوع ختم نبوت سے متعلق ہے۔ کوئی شک نہیں کہ نئی نسل کو گمراہی اور جدیدیت کی چکاچوند سے بچانے کے لیے عقیدہ ختم نوبت کی پختگی درکار ہے۔ اس عقیدے میں دراڑ کی ہزار کوششوں کے باوجود علماء اور شعراء نے وابستگی کا حق ادا کیا ہے۔

ضعیفی میں اگرچہ اپنے بچے بھول جائیں ہم مگر ختمِ نبوت کا عقیدہ یاد رہتا ہے

نادر صدیقی

آخری شخص ہوں دُنیا میں محبت کے لیے اب میرے بعد کوئی اور نہیں آئے گا

عماد اظہر

حرفِ اوّل بھی تو آخر بھی تو دیکھتا ہوں مسلسل زمانہ ترا

حفیظ تائب

سطر خاتم تھا خدا کے آخر فرمان کا بسلکِ تسبیحِ رُسل کا آخری مرجان تھا

خالد احمد

ہوتے نہیں چراغ فروزاں سحر کے بعد کوئی نبیؐ نہ آئے گا خیر البشر کے بعد

واجد امیر

اردو نعت میں تہذیب و ثقافت اور اقدار و روایات کی گونج کثرت سے ملتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یورپی تہذیب و ثقافت کی مسلسل یلغار بھی ہے۔ انگریزی عہد حکومت میں تعلیم، ثقافت اور اقدار کو بطور خاص ہدف بنایا گیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد حکومتوں کی غفلت اور اکابر کی بے توجہی کے نتیجے میں یورپی ثقافت کو پنپنے کا موقع ملا ہے۔ نوجوان نسل اپنی اقدار سے غافل اور نئی تہذیب سے خاصی متاثر ہے۔ اس کی بیخ کنی کے لیے نعت کا سرمایہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

تخلیق کے چہرے کا ضیاء ہے تری ہستی تہذیب کے ماتھے کا ہے جھومر تری سیرت

حفیظ تائب

اپنی تہذیب سے جڑنے کے سبب مدحت کے لہریے ہوں گے تمدن کے ثناخوانوں میں

دلاور علی آذر

نعت میں پاکستانیت کا موضوع اور وطن عزیز سے محبت کا قرینہ توجہ طلب ہے۔ ملک کے معاشی، سیاسی، سماجی اور عسکری مسائل کا ذکر بھی نعت کی زینت بنا ہے۔ یہ تذکرہ اس لیے بھی اہمیت رکھتا ہے کیوں کہ ملک کو خدا کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اسی ذیل میں وطن کی حفاظت و نصرت کی بابت بھی اشعار ملتے ہیں۔

ہجرت کی شب حضور نے آنسو بہائے ہیں سائل مرے عقیدے میں حُبِّ وطن بھی ہے

سائل نظامی

یہ وطن ہم نے کیا حاصل نبیؐ کے نام پر اس وطن کو حشر تک رکھے خدا آراستہ

حسرت حسین حسرت

ہر گھات اس نے اپنی حفاظت میں لے لیا سب خواب دشمنوں کے دھرے کے دھرے رہے

جلیل عالی

وہ رکھتے ہیں سایۂ رحمت میں ارض جاں ہماری رہیں آباد اپنے کوچہ و بازار سارے

جلیل عالی

نعت کے باب میں محکوم ملکوں اور تحریکوں کی توانا آواز بھی سنائی دیتی ہے۔ دہائیوں سے فلسطین، کشمیر، افغانستان اور کئی ممالک میں مسلمان زیرِ عتاب ہیں۔ نعت گو شعراء نے نعتیہ پیرائے میں ان موضوعات کو اجاگر کیا ہے اور حضور ﷺ سے مدد و نصرت کی استدعا کی ہے۔ کہیں کہیں یہ موضوعات استغاثے کی صورت میں بھی سامنے آتے ہیں۔ مسلمان حکمرانوں کی نااہلی اور بے توجہی بھی قابلِ گرفت ہے۔ شعراء کی اپنی تمام امید کا مرکز و محور ذات بابرکت ہے۔

افغانیوں پر کوہ الم ٹوٹ پڑا ہے خون ریز ہیں کہسار کے منظر مرے آقاؐ

حفظ تائب

دھرے ہوئے ہیں غزہ میں ہتھیلیوں پہ جو سر جنوں جگایا ہوا اس مہِ تمام کا ہے

جلیل عالی

ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

احمد ندیم قاسمی

ہیں محروم اذان اب مسجدِ اقصیٰ کے مینارے جہاں میں ہر طرف آہ و بکا ہے سرورِ عالم

حسن المرتضیٰ

ٹوٹ رہے ہیں سارے سہارے یارسول اللہ رو رو کر کشمیر پکارے یا رسول اللہ

سلیم بریلوی

ارزاں ہوا ہے دہر میں اسلامیوں کا خون زخموں سے چور چور ہیں عرب و عجم حضورؐ

کشمیر میں بھی جور ہے لیکن ترے غلام تھامے ہوئے ہیں آج بھی تیرا علم حضورؐ

گوہر ملسیانی

نعت میں عہد نو کے اخلاقی، سماجی، فکری اور ذاتی مسائل کا تذکرہ عام ملتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات سے روگردانی ہے۔ ہر شعبے اور میدان میں مسلسل پسپائی نے معاشرے کو حد درجہ کمزور کر دیا ہے۔ اس وجہ سے نفسانفسی اور حرص وہوس کا چلن دیکھنے میں آتا ہے۔ شعراء اس صورت حال سے غافل نہیں ہیں۔ ان کی نعوت میں جابجا اس موضوع پر واضح اشعار ملتے ہیں۔ ان میں ذاتی زندگی سے متعلق مسائل خاص پہلو رکھتے ہیں۔

اے نویدِ مسیحا تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرغ نے برتری یا نبی

حفظ تائب

عہد نو تیرگی کا حوالہ سہی میری دنیا تجلی سے روشن رہے
دھڑکنوں میں چراغ محبت جلے عشق سرکار سے قلب قندیل ہو

مسعود اختر

تیرے پیغام کی حدّت نہیں کھلتی ہم پر کتنی صدیوں سے امت کی نگہ زنگ آلود

خورشید رضوی

اردو نعت میں ایک اہم موضوع نامِ نامی کی حرمت پر قربانی سے متعلق ہے۔ مسلمان اس معاملے میں نہایت حساس ہیں۔ گزشتہ کئی دہائیوں سے یورپ میں خاکوں کی اشاعت اور قرآن کے نذرِ آتش سے انہیں حد درجہ قلبی تکلیف سے گزرنا پڑا ہے۔ اُردو شعراء نے اس موضوع پر کھلا اور

واضح موقف دیا ہے۔ وہ اپنی زندگی کو حضور ﷺ کے نام پر قربانی کے عہد سے محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ نئی نسل کو اس موضوع کی اہمیت سے آگاہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اظہار آزادیِ رائے کے نام پر جس طرح احساسات کو مجروح کیا جارہا ہے۔ اسے کسی صورت گوارا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ مسلمان کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔

عزت سے نہ مر جائیں کیوں نامِ محمدؐ پر ہم نے کسی دن یوں بھی دنیا سے تو جانا ہے

نصیر الدین نصیر

رسول اللہ کی حرمت پہ کٹنا یاد رہتا ہے ہمیں پیارے صحابہؓ کا یہ اُسوہ یاد رہتا ہے

نادر صدیقی

اکیسویں صدی کی نعت کا اہم موضوع شعرا کا عہدِ نبویؐ میں پیدا نہ ہونے کا اظہار ہے۔ یعنی کاش اس عہد میں پیدا ہوتے اور اپنے سامنے حضور ﷺ اور اصحابؓ کو چلتے پھرتے دیکھتے ہیں۔ ان فضاؤں میں سانس لیتے اور جی بھر کر نظارہ کرتے۔ جدید شعراء نے اس باب میں جی بھر کر نعتیہ اشعار کہتے ہیں۔ کم وبیش ہر شاعر کے ہاں کوئی نہ کوئی اظہار کا قرینہ مل جاتا ہے۔ حسن نثار اور زاحد فخری کی نعوت بہت مشہور ہیں۔

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا کوئی مجھ سا نہ دوسرا ہوتا
تیرے حجرے کے آس پاس کہیں میں کوئی کچا راستہ ہوتا

حسن نثار

ساری دنیا پہ جو بھاری ہے وہ لمحہ ملتا کاش سرکارؐ دو عالم کا زمانہ ملتا
بھول جاتا میں کسی طاق میں رکھ کر آنکھیں آپ کو دیکھتے رہنے کا بہانہ ملتا

زاہد فخری

ہم کہ تاخیر زمانہ کے سبب دور رہے ہم نے ہاتھوں پہ نہیں ذکر پہ بیعت کی ہے

حسین اکبر

یہ اکیسویں صدی کے چند منتخب موضوعات کا احاطہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی جشنِ ولادت پر غیر شرعی اقدام، اللہ اور رسول اللہ کے مابین امتیاز نہ رکھنا، رہبری وسیادت، فکری انتشار، حاجت

روائی، احتیاطِ نعت، تریسٹھ برس زندگی کی خواہش سمیت درجنوں موضوعات اکیسویں صدی کی نعت میں ملتے ہیں۔ فکری و فنی سطح پر ہر دور میں شاعری نئے زاویے تلاش کرتی ہے۔ نعت میں بھی کہیں جزوی اور کہیں کُلّی تبدیلی دیکھی جاسکتی ہے۔ خالص نعت کے بجائے عصری معاملات سے جڑی نعت کو پسندیدگی کا درجہ مل گیا ہے۔ اس اعتبار سے شعراء عقیدت و محبت کے اظہار میں اپنے اردگرد کی دنیا سے غافل نہیں ہیں۔

یہ غزل کی ہئیت میں نعتیہ موضوعات کا اجمالی تذکرہ ہے۔ نعتیہ نظموں میں بڑے کینوس پر ان موضوعات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان میں سعود عثمانی، عمّاد اطہر، مسعود الرحمن، ریاض حسین چودھری، خالد احمد، احمد ندیم قاسمی، امجد اسلام امجد، مسعود احمد خاں، صابر رضوی، کاشف عرفان، ابوالحسن خاور، ڈاکٹر فاروق بھٹی سمیت درجنوں شعراء کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

⊙⊙⊙

علی صابر رضوی
اوکاڑا

21ویں صدی کی نعت اور عصری تقاضے

شجر آسمان سے بھی اترا ہو، اس کی نشوونما اور بقا کا انحصار زمینی عناصر پر ہی ہوتا ہے۔ جس طرح شجر کے برگ و بار اور رنگ و مہکار پر مٹی، ہوا، پانی اور موسم کا تنوع اثر انداز ہوتا ہے، اسی طرح ثقافت یا کلچر بھی زمینی اور آسمانی عناصر کے اشتراک وانضمام سے وجود میں آتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی تشکیل و تکمیل کرتے ہیں۔ زمین کو آسمان سے اترنے والی بارش زندگی بخشتی ہے جس کو سورہ زخرف کی آیت ۱۱ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَ الَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱﴾

"اور جس نے آسمان سے اندازۂ (ضرورت) کے مطابق پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے مُردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم (بھی مرنے کے بعد زمین سے) نکالے جاؤ گے۔"

سورہ بقرہ کی آیت نمبر: ۱۶۴ میں بھی اس مضمون کو ایک اور انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۱۶۴﴾

ترجمہ: "بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اور ان جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین کو مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لئے (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔"

جس طرح زمین اور انسان کا خمیر عناصرِ اربعہ سے اٹھا ہے اسی طرح تہذیب بھی چار بنیادی عناصر سے تشکیل پاتی ہے۔ ان میں پہلا تصورِ حیات، دوسرا تصورِ کائنات، تیسرا تصورِ انسان اور چوتھا تصورِ ذمہ داری ہے۔ اور مسلمانوں کے آمد کے بعد ہندوستان میں جو مشترک تہذیب تشکیل پائی اس کے علوم و فنون، زبان و ادب اور معیشت و معاشرت پر بھی انھی کے اثرات ہیں۔ موسیقی ہو یا مصوری، خطاطی ہو یا نقاشی، فنِ تعمیر ہو یا پکوان ہر چیز میں طبعی اور مابعد الطبعی عناصر کی کارفرمائی ہے۔ اردو زبان اور اس کی نظم و نثر کی ہیئتیں بھی اسی مشترکہ تہذیب کی دین ہیں لیکن ان پر حجازی اثرات نمایاں ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہاں کا جغرافیہ اور سیاسی منظر نامہ ہی تبدیل نہیں ہوا، تہذیبی قدریں بھی ارتقائی عمل سے گزریں۔ آج ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ پاکستانی تہذیب جن زمینی اور آسمانی عناصر سے تشکیل پائی ہے اس کا خمیر ہی حجازی ہے اور زبان و بیان سے عقائد و اخلاق تک اس کی تمام قدریں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ذات و صفات کا طواف کرتی ہیں۔ وہی ذاتِ مقدس ﷺ یہاں کے تصورِ حیات و ممات، انفس و آفاق، عقائد و قوانین اور تصورِ انسان و انسانیت کی رہنما ہے۔ جو ذات ان تمام تصورات و اعمال میں پوری مات اور قوم کی رہنما ہو، اور قوم نے ہر سطح پر اس کی رہنمائی سے مادی اور روحانی فوائد اٹھائے ہوں، اس ذات سے عقیدت کا اظہار کرنا، اس کے اوصاف کو بیان کرنا اور مل کر انھیں سننا اور ان سے متاثر ہونا ایک فطری عمل ہے۔ دنیا کی ساری زبانوں اور تہذیبوں میں اس کا اظہار ملتا ہے۔ ہماری تہذیب کے (اگر صرف تہذیبی حوالے سے ہی دیکھا جائے) سب سے بڑے انسان حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اور جب ان کی ذات و صفات سے عقیدت و محبت کا اظہار تمام تر تقدیسی لوازمات کے ساتھ شعری پیرائے میں کیا جاتا ہے تو اردو نعت ظہور کرتی ہے۔ ہماری تہذیب آج اپنے آقا و مولا ﷺ سے اپنی نسبت کا اظہار کرنے میں اتنی خود رفتہ ہے کہ ڈاکٹر ریاض مجید جیسی فنافی النعت شخصیت اکیسویں صدی کو نعت کی صدی سے معنون کرتی ہے۔

کسی صدی کو نعت سے منسوب کرنا ایک خوش آئند عمل ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ پچھلی چار پانچ صدیوں کا نعتیہ ادب آج ادبِ عالیہ میں اس طرح کیوں شمار نہیں ہوتا جس طرح غزل، نظم، افسانہ اور ناول ہیں؟ ہم جنھیں نعت کے عظیم نام قرار دیتے نہیں تھکتے، دنیا کی دیگر زبانوں اور تہذیبوں میں ان کی وہ وقعت کیوں نہیں ہے؟ جس نعت کو ہم سید الاصناف کہتے ہیں وہ فنی اور فکری حوالوں سے اعلیٰ ہونے کے باوجود جدید نقادوں کی توجہ کا مرکز کیوں نہیں ہے؟ نعت

ہی کیا، تقدیسی ادب کی دیگر اصناف بھی دنیا کے بڑے بڑے نقادوں کی نظر میں کیوں نہیں ہیں؟ ہماری نعت کی کلاسیکی روایت تو لکھی جاتی ہے لیکن نعت کی کلاسیکی شعریات کے اصول وضوابط کہاں ہیں؟ ہماری نعت پر تنقید کا کام تو ہو رہا ہے لیکن اس کام کی تنقیدی حیثیت کیا ہے؟ نعت کی تنقید کو فروغ دینا ضروری ہے لیکن تنقیدِ نعت کے پیراڈایم کیا ہیں؟ کیا نعت کے لیے وہی پیراڈائم کافی ہیں جو غزل اور نظم کی تنقید کے لیے مغرب سے ہم تک پہنچے؟ اگر ان اصولوں کی روشنی میں تنقید ہو سکتی ہے تو غزل، نظم اور نعت میں بنیادی فرق کو کیسے ملحوظ رکھا جائے گا اور نعت کی ادبی، تنقیدی اور جمالیاتی حیثیت کو کیسے تسلیم اور مستحکم کروایا جائے گا؟ تنقیدی پیراڈائم کی غیر موجودگی میں اردو نعت کو نقد و نظر سے گزارنے کے لیے کن اصولوں کا سہارا لیا جائے گا؟ ہماری آج تک کی اردو نعت کی تہذیبی معنویت کیا ہے۔ اس کا تنقیدی مقام و مرتبہ کیا ہے؟ اور ہم نے چار پانچ صدیوں کے نعتیہ ادب کو کس حد تک مرتب و مدون کیا ہے؟ کیا نئی نسل کے لیے جو ورثہ ہم چھوڑے جا رہے ہیں وہ اس قابل ہے کہ اس پر نئی نسل فخر کر سکے؟ ان سوالات کے جوابات ہی نعت کے عصری اور تہذیبی تقاضوں کی نشاندہی کریں گے۔ یہ سوالات صرف نعت گوئی سے ہی متعلق نہیں ہیں، اس دائرے میں نعت خوانی اور تنقیدِ نعت بھی آتے ہیں۔

ہمارا پہلا بڑا چیلنج مغربی نظریات کی یلغار ہے۔ مغرب حسیات کو کسوٹی بنا کر ہر چیز کو تشکیکی زاویے سے پرکھنے کا قائل ہے۔ جس کے نتیجے میں آج قرآن و حدیث پر وار کر کے دونوں کی لاریبیت و حجیت کو مشکوک کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جبکہ ہمارا نعت گو اور نعت خواں اپنی دھن میں "مدینے جاوں ؛مدینے آوں" کی تکرار میں مگن ہے۔ ہیگل کی مثالیت پسندی اور اسٹیورٹ مل کی انفرادیت پسندی نے بالترتیب نظریہ کی برتری اور شخص کی آزادی کے ذریعے بالواسطہ اور بلاواسطہ مذہب کو ہدف بنایا۔ اس کے مقابلے میں اسپنسر نے معاشرے کو نامیاتی اکائی قرار دیا اور الہامی اصولوں کے فرسودہ ہونے کی بات کر کے مذہب کا انکار کر دیا۔ مغرب آزاد اخلاقیات کے ذریعے مذہبی پابندیوں کا منکر ہوا اور آج ہمارے اطراف میں جتنے مغرب پرست ہیں، ان کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو مذہبی تعلیمات سے فراریت ہی ان کا اصل مسئلہ ہے۔ اس لیے وہ ہر چیز جو مذہبی تجربے کا حصہ ہو اس کا انکار کرتے ہیں اور جن اصولوں کو تجربیت کی بنا پر ماننے کی بات کرتے ہیں وہ چند سال بعد نئے نظریات کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ آج کی مغرب زدہ تنقید و تحقیق مادے کو سب سے بڑا خدا مانتی ہے اور مادے کی ہمشیگی کی قائل ہے۔ اس لیے مادی ترقی کو ہی

اصل ترقی مانتی ہے۔ فطرت کا مشاہدہ اگر اللہ کی صنائی سے اس کی معرفت کی طرف لے جائے تو نعمت ہے لیکن اگر پیغمبری کے مقابل یا متوازی ایک شہادت کے طور پر لیا جائے تو یہی فطرت پرستی ایک بت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس کا مظاہرہ پھر یوں ہوتا ہے:

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوتِ حق کے لیے
اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

یہ شعر رسول کا انکار نہ بھی کرتا ہو، صبح یعنی ایک مظہرِ فطرت کو رسول کا متبادل بنا کر ضرور پیش کرتا ہے۔ اور ہمارا عقیدہ و ایمان ہے کہ کوئی کیسا بھی اہلِ نظر ہو، اگر وہ رسول کی رہنمائی کے بغیر حقیقت کی تلاش میں نکلے گا، شیطان کا ترنوالہ بن جائے گا۔ ہم تو وہ ہیں جو اللہ کو بھی رسولِ خدا ﷺ کی گواہی سے مانتے ہیں۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ نے یہی تو کہا تھا:

بس ایک بات پہ خالق کو ایک مان لیا
کہ بات ان کے لبِ مستند سے نکلی ہے

مغربی یلغار کا دوسرا اثر افادیت پرستی کی صورت میں ہوا۔ یعنی ہر عمل کو دنیوی فائدے اور نقصان کے ترازو میں تولنا۔ اس کے اثرات یہ ہیں کہ ہماری نعت کے بنیادی مضامین فنایت اور وارفتگی کی کیفیات سے خالی ہو کر افادیت اور مادیت زدہ ہو گئے۔ یعنی ہم نسبتِ رسالت ﷺ کے مادی فوائد کا ذکر کرنا ہی نعت گوئی کی معراج سمجھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نسبتِ رسالت سے دنیا اور آخرت کے ان گنت فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن یہ عشق کا حاصل نہیں ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی روزہ اس لیے رکھے کہ اس کے صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اللہ کے حکم یعنی تقویٰ اور رسولِ مکرم ﷺ کی سنت کو کوئی فراموش کر دے۔ اگر افادیت ہی روزے کا حاصل ہے تو بقول مولانا مودودیؒ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے کے کیا جسمانی فائدے ہیں؟ مادی اور دنیاوی فوائد نعت کی by-Product ضرور ہیں مگر اصل الاصولِ نعت نہیں۔ نعت حکمِ ربی ہے اور عشق والے امرِ ربی پر فنا ہو جانا ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ مگر آج کی شاعری میں عامیانہ پن اتنا آ گیا ہے کہ

لگیاں نے موجاں ہن لائی رکھیں سوہنیا
چنگے آں کہ مندے آں نبھائی رکھیں سوہنیا

یہ رویہ افادیت سے مادیت کی طرف یوں گامزن ہوا کہ ہر خوانی ہو یا نعت گوئی، دنیوی مفادات اور حرص ہی حاصلِ زندگی ہو گیا۔ یہ المیہ پہلے بھی تھا کہ کچھ نعت گو اور کچھ نعت خواں اس مرض کا شکار تھے۔ مگر آج یہ اس لیے شدت اختیار کر گیا ہے کہ بقول اوصاف شیخ، بھانڈ شاعر بن گئے ہیں اور شاعر بھانڈ۔ مال و متاعِ دنیا کے لالچ میں نعت جیسی مقدس صنف کو اختیار کرنے کے حوالے سے ابو داود اور ابنِ ماجہ کی ایک حدیث آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہو گی۔

"حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایسا علم جس کے ذریعے اللہ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے، محض دنیا کا مال و متاع حاصل کرنے کے لیے سیکھتا ہے وہ روزِ قیامت جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔"

آج یہ حال ہے کہ نعت خواں (الا ماشاء اللہ) شخصیت پرستی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ گانوں کی طرز پر نعتیں پڑھی جا رہی ہیں۔ محافل میں غیر شرعی رسومات رواج پا رہی ہیں۔ بھڑکیلے لباسوں میں نعت خواں منبروں پر براجمان ہیں۔ ایک دوسرے سے حسد عام ہے۔ یہ سب کچھ ایک مسلک اور مکتبِ فکر کے یہاں نہیں ہے، قریب قریب تمام مکاتب کے لوگ اس کا شکار ہیں۔ اور اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو نعت نعت نہیں رہے گی اور محفلِ نعت جس کے بارے میں کچھ لوگ نہایت سخت الفاظ بولتے ہیں، میں اگر نرم لفظوں میں بھی کہوں تو تماشا بن جائے گی۔ یہ مادہ پرستی ہے اور اس تناظر میں سید ابو الاعلی مودودی (دروس قرآن، ص: ۱۶۱۔ ۶۲) لکھتے ہیں:

"مادہ پرستانہ فلسفہ کے ساتھ آدمی کے اندر دیانت داری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔

معاصر نعت کا ایک اور المیہ یہ ہے کہ حالی نے جس نعتیہ شاعری کو انفرادیت سے اجتماعیت اور داخلیت سے خارجیت کی طرف موڑا تھا، اور اقبال نے جسے قوموں کے عروج و زوال کے تناظر میں اسلام کی نشاتِ ثانیہ کا پیراڈائم بنا کر پیش کیا تھا، آج پھر سے داخلیت اور انفرادیت پسندی کے حصار میں آ چکی ہے۔ حالی کا استغاثہ تھا:

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے — امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اقبال کے یہاں یہی فکر یوں سامنے آتی ہے:

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کرے روحِ محمد آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

حفیظ تائب کے یہاں اسی اجتماعی آشوب کا اظہار یوں ہوا ہے۔

دے تبسم کی خیرات ماحول کو ہم کو درکار ہے روشنی یا نبی ﷺ
ایک شیریں جھلک، ایک نوریں ڈلک، تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبی ﷺ
روح ویران ہے، آنکھ حیران ہے، ایک بحران تھا، ایک بحران ہے
گلشنوں، شہروں، قریوں پہ ہے پرفشاں، ایک گھمبیر افسردگی یا نبی ﷺ

یہ ایک تسلسل ہے لیکن آج کے تمام شعرا کے یہاں اس کی آواز نہیں سنائی دے رہی۔ نعت سے منسوب شعرا کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نعت گوئی کی توفیق ایک اعزاز ہے تو اس اعزاز کے ساتھ اس کے شخصی اور عصری تقاضے بھی اتنے ہی بڑے ہیں۔ نبی اپنی ذات کے لیے نہیں، پوری کائنات کے لیے ہوتا ہے اور سورہ آلِ عمران آیت ۱۱۰ میں امتِ مسلمہ کو واضح طور پر کہا گیا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾

"(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں۔"

اس آیت کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہو گا بطورِ امتی ہمارے فرائض ہماری ذات تک ہی محدود نہیں، پوری دنیا کے لوگوں تک خیر و شر کا پیغام پہنچانا ہے۔ لیکن معاصر نعت گوئی اور نعت خوانی اس منصب سے بے خبر ہے۔ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جب جب امتِ مسلمہ پر کڑا وقت آیا، رحمت للعالمین نے انسانیت کی مدد کی اور سورہ نساء آیت نمبر ۶۴ میں واضح کہا گیا ہے کہ:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝۶۴﴾

"اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔"

اور آج کے ملی کرب و انتشار کے اس زمانے میں نعت کا موضوع شمائل و سراپا نگاری، جوارِ نبوی میں پہنچنے کی بے قراری، دوری و مہجوری میں اذنِ حضوی کا انتظار، اخلاق نبوی، شفاعت طلبی، اشک ندامت، احسانات نبوی کا تذکرہ اور دور دو سلام تک ہی محدود رکھنا اور اپنی ذات کے داخلی احساسات کو پیش کرنا عصری تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ آج پھر ہم اسی طرح کے کرب سے گزر رہے ہیں جو ہمیں ۱۸۵۷ سے ۱۹۴۷ تک درپیش رہا ہے۔ پہلے ہم انگریزوں کی باقاعدہ غلامی کا شکار تھے اور آج ہم مالیاتی اداروں کے ذریعے ان کی بے قاعدہ غلامی کا شکار ہیں۔ ایک طرف ہمیں اپنی شناخت اور منزلت کا مسئلہ درپیش ہے تو دوسری طرف ہم ربطِ رسالت کو کمزور کرنے والی طاقتوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ اس لیے ہمیں نعت کو عصری آگہی، ملی شعور اور اجتماعی کرب و سوز کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جب کہیں کوئی ایسی آواز اٹھتی ہے جو امت کے مجموعی درد کو پیش کرتی ہے دعا نکلتی ہے کہ اے کاش یہ آواز پوری قوم کی آواز بن جائے۔ عبد اللہ خاور کے چند مصرعے دیکھیے:

حضور ! دشتِ بلا میں ہے شامِ غم کا ظہور
حضور! آپ کی چشمِ کرم ہے آیۂ نور
حضور! کوئی مجدد عطا ہو ملت کو
ہو جس کے فیض سے احیائے دینِ حق کا ظہور
بہت طویل ہیں آلامِ دہر کے سائے
بہت دراز ہے اب دامنِ شبِ دیجور

آج انسانی مساوات، شرفِ انسانی اور بنیادی حقوق کی تلاش میں ماری ماری پھرتی پاکستانی قوم اور پوری انسانیت کو پھر سوئے حرم لے جانے کے لیے نعت کے ذریعے انفرادیت کے مقابلے میں اجتماعیت کو فروغ دینا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس سے ایک طرف اجتماعیت اور قومیت کا تصور پیدا ہو گا تو دوسری طرف فرقہ واریت میں کمی ہو گی۔

معاصر نعتیہ شاعری کو درپیش ایک بڑا چیلنج، جو اسے ورثے میں ملا ہے، موضوع روایات پر انحصار کرنے اور انھیں شعر میں ڈھالنے کا ہے۔ یہ وہ کام ہے جو ایک صدی میں نہ ہو سکا اور آج انھی کے زیرِ اثر نئے لکھنے والے پہلوں کی غلطی کو دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں اور غلطی پر غلطی کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہجرت کے بعد مدینہ کا نام ہی نہیں، کیفیت بھی تبدیل ہوئی اور مدینہ کو یثرب نہ کہنے کی ہدایت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے موجود ہے۔ کنز العمال حدیث:۳۴۹۳۸ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ قَالَ لِلْمَدِيْنَةِ يَثْرِبَ فَكَفَّارَتُهُ اَنْ يَّقُوْلَ الْمَدِيْنَةَ عَشَرَ مَرَّاتٍ

یعنی جو شخص غیر ارادی طور پر مدینہ کو یثرب کہہ لے، کفارے کے طور پر دس بار مدینہ کہے۔

مگر ہم جب بھی کسی کو یہ کہیں گے وہ ہمارے سامنے اقبال کے اشعار پیش کر دے گا۔ یعنی ایک طرف حدیث ہے اور دوسری طرف اقبال کا شعر ہے۔ یہ ایک مثال ہے اور ہمارے نعتیہ ادب کے علما کو اس تناظر میں اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔

موضوع روایات کے دیگر نقصانات میں سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس سے ایک طرف ہم رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ جھوٹ منسوب کرتے ہیں تو دوسری طرف جھوٹی بات کو پھیلا کر گمراہی کو عام کرنے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی جھوٹ منسوب کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے (صحیح مسلم)۔ اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ جو قوم اپنے نبی کے بارے میں جھوٹی روایات گھڑ سکتی ہے، وہ اولیا اور مشائخ کے حوالے سے کیا کچھ نہ کر گزرے گی۔ پھر اس پر طرح یہ ہے کہ ہمارے خود ساختہ مبلغین بھی ان روایات کو دلیل بنا کر ولایت کا انکار کرتے ہیں۔ انکارِ حدیث کی طرف مائل ہو کر رسالت کی قانونی حیثیت کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ روایات جن کو نبی کریم ﷺ سے منسوب کیا جاتا ہے وہ ہندوستان کی مقدس کتابوں میں ہندو دیوتاؤں سے بھی منسوب ہیں اور سنسکرت میں لکھے گئے متون میں مل جاتی ہیں۔ اسد ثنائی کی

مرتبہ کتاب "نعت نگاری: فنی و تاریخی تناظر" میں ڈاکٹر یحییٰ نشیط کے مضمون "ثنائے رسول: روایت سے درایت تک" میں سے دو روایات پیشِ خدمت ہیں:

"ایک روز حضور اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ یکایک ایک فاختی اڑتی ہوئی آئی اور آپ کی عبا میں چھپ کر ملتجی ہوئی کہ آپ مجھے باز سے بچایئے۔ اسی اثنا میں باز بھی اڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ فاختی میری غذا ہے مجھے لوٹا دیجیے۔ آپ نے بجائے فاختہ کو اسے لوٹانے کے اپنا گوشت لینے پر راضی کر لیا۔ چھری سے جب آپ اپنا گوشت کاٹنے لگے تو دونوں پرندے اپنی اصل شکل میں آکر کہنے لگے کہ ہم جبریل و عزرائیل ہیں اور بحکمِ خدا آپ کے ایثار و قربانی کا امتحان لینا چاہتے تھے"

مندرجہ بالا قصہ صحاح ستہ اور تاریخ کی دیگر کتب میں تو موجود نہیں لیکن غواصی کے "طوطی نامے" میں یہی واقعہ حضرت موسیٰؑ سے منسوب ہے۔ اور یہی قصہ ہندوستان میں اجین کے راجہ شیبی رانا سے بھی منسوب ہے اس فرق کے ساتھ کہ اس میں اگنی اور ارون دیوتاوں کا بھی ذکر ہے۔ عبد السلام ندوی کی کتاب "حکماءِ اسلام" میں یہی قصہ فاختہ کی جگہ کبوتر کے کردار کے ساتھ امام رازی سے منسوب ہے۔ اب چار مقامات پر اس قصے کا آنا اور صرف اردو کتب تک ہی اس کا حوالہ موجود ہونا، اس قصے کو روایت و درایت کے معیار سے گرا دیتا ہے۔ لیکن ہماری نعت میں ایسے واقعات کی کثرت ہے جس کی ایک مثال دیتے ہوئے آگے گزر جانا چاہتا ہوں:

سورج کو ابھرنے نہیں دیتا تیرا حبشی
بے زر کو ابوزر تیری بخشش نے کیا ہے

مندرجہ بالا شعر کا پہلا مصرع بھی ایک موضوع روایت پر مبنی ہے۔ اسی طرح کی ایک اور روایت بھی مندرجہ بالا کتاب میں درج ہے۔ پہلے روایت دیکھ لیجیے:

"ایک یہودی آپ کے معراج پر جانے اور وہاں سے لوٹ آنے کے واقعات کو سن رہا تھا۔ اسے یقین نہ آیا۔ بیزاری کی حالت میں وہ محفلِ رسول سے اٹھا اور بازار سے مچھلی خرید کر گھر لوٹا۔ مچھلی بیوی کو دی اور خود دریا پر نہانے چلا گیا۔ جیسے ہی پانی میں پہلا غوطہ لگا کر اوپر آیا، مرد سے عورت بن چکا تھا۔ کنارے پر کھڑے ایک نوجوان نے اکیلی عورت کو دیکھا تو اپنے گھر لے گیا۔ بارہ برس اپنے ساتھ رکھا۔ اس دوران سات بیٹے

پیدا ہوئے۔ ایک دن وہی عورت دریا پر نہانے پہنچی۔ غوطہ لگایا اور جب باہر باہر نکلی تو مردانہ ہیت میں تھی۔ اپنی اصل مردانہ حالت میں جب گھر لوٹا تو اس کی بیوی مچھلی دھو رہی تھی۔ یہودی یہ ماجرا دیکھ کر تائب ہوا اور مسلمان ہو گیا۔"

اب اس قصے کو مختصراً پڑھنے کے بعد ہمیں یہ جان کر حیرت ہو گی کہ سنسکرت کی کتب میں یہ قصہ کرشن کے تجرد کے منکر کا بھی ملتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہی قصہ "مثنوی گلزارِ نسیم" میں تاج الملوک سے بھی منسوب ہے۔ اسی طرح کا ایک قصہ بابا فرید الدین مسعودؒ سے بھی منسوب ہے۔ یہ قصہ روایت کے ساتھ ساتھ اس لیے بھی غلط ہے کہ مدینے میں کوئی دریا نہیں بہتا اور قرآن کی آیت بتاتی ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ اس کے علاوہ روحانیت کسی کو زبردستی منوانے کا نام نہیں ہے۔ اس طرح کی ڈھیروں روایات ہمارے یہاں چھوٹی چھوٹی کتب میں ملتی ہیں اور لوگ انھیں نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ ان کو بنیاد بنا کر شعری متون بھی تشکیل دیتے ہیں۔

ان دو روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں تقدیسی ادب میں کیا کیا کچھ در آیا ہے۔ اس سارے ادبی سرمائے کی تطہیر کرنا بھی معاصر تنقیدِ نعت کا کام ہے۔ اس سے ایک طرف وہ سارا ادبی سرمایہ مرتب ہو جائے گا اور دوسرا روایت و درایت کی کسوٹی پر پرکھنے سے اس کا موضوعاتی تذکیہ بھی ہو جائے گا۔ یہ کام کون کرے گا، اس کے لیے جامعات سے وابستہ محققین نہایت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس کام کے بعد نئی نسل کو جو نعتیہ ادب ورثے میں ملے گا وہ ہر طرح سے قابلِ اعتبار و اعتماد ہو گا۔ امید کرتا ہوں منہاج یونیورسٹی کی حسان بن ثابت چیئر اس کا بیڑا اٹھائے گی۔

موضوع روایت کی بات سے ایک اور بات نکل آئی کہ ہر بات میں کتاب کا حوالہ دینے اور مانگنے والے بھی اس حوالے سے بھی ہوشیار ہو جائیں گے کہ ہر بات چاہے وہ کتاب میں بھی لکھی ہوئی ہو جب تک اسے روایت کے ساتھ ساتھ درایت کے معیار پر نہیں پرکھا جاتا، ان کی تصدیق و تکذیب نہیں کی جا سکتی۔ من گھڑت احادیث کی حد تک کافی سارا کام موجود ہے۔ ڈاکٹر شہزاد مجددی کا تحقیقی مقالہ، ملا علی قاری کی "موضوعاتِ کبیر"، محمد ظفر اقبال کی "موضوع روایات" اور کئی دوسری کتب میں وہ تمام موضوع روایات درج ہیں جن کا نبی کریم سے دور کا بھی علاقہ نہیں۔ لیکن انھیں نعتیہ ادب پر منطبق کرنا موجودہ نعت سے وابستگان کی ذمہ داری ہے۔ کسی مولوی یا شیخ کے شملے کو اونچا رکھنے سے زیادہ رسالت مآب ﷺ سے منسوب ہونے والی روایات کا تعاقب کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہ تنقیدی مزاج پیدا کرنے اور علم میں رسوخ

پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس سے ایسی روایات کو رد کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ جب ہمارے منبروں پر نعت اور منقبت پڑھنے والے ایسی روایات پیش کریں تو انھیں ٹوکنے کی ضرورت ہے۔

ہماری محافل میں علم الاعداد اور الفاظ شماری کے ذریعے عجیب و غریب قسم کے شماریاتی کرتب بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو دین کی خدمت سے زیادہ وقتی فوائد اور مادی فوائد سے تعلق رکھتے ہیں۔ محافلِ نعت کے نقیب اس تناظر میں سب سے زیادہ شور کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا عام زندگی سے تعلق ہو بھی تو انھیں عقیدے کی صورت میں پیش کرنا اور بھولے بھالے عوام کو گمراہ کرنا کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے۔ یہ آج کا مسئلہ نہیں ہے، ایک صدی قبل بھی یہی صورتِ حال تھی جس کی ایک مثال سے وضاحت کرتا ہوں:

غور سے ہم نے محمد کو جو دیکھا فرحاں
پانچ سو تیرہ برس پایا خدا سے پہلے

فرحان بریلوی کے اس شعر پر احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ دیکھیے:

"فرحان بریلوی ہمارے بریلی کے شاعر تھے۔ ان کی زندگی میں ان کی غزل چھپی تھی۔ اس میں شاعر نے مہمل اور بے ہودہ لغو مطلب رکھا ہے کہ لفظ "محمد" کے عدد ۹۲ ہیں اور خدا کے عدد ۶۰۵۔ ظاہر ہے کہ ۶۰۵ سے ۹۲ بقدر ۵۱۳ کے مقدم ہے۔ بے ہودہ اور بے معنی بات ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔"

معاصر نعت کا ایک اور مسئلہ فرقہ پرستی ہے۔ نعت پڑھنے اور سننے والے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دوسروں کے ایمان کا امتحان نعت کی محافل سجانے اور ان میں شرکت سے لیتے ہیں۔ اور جو لوگ ان محافل میں نہیں آپاتے ان کے بارے میں بدگمانی کی اس انتہا پر چلے جاتے ہیں کہ انھیں مردودِ بارگاہِ رسالت ﷺ بھی گردانتے ہیں۔ کیا یہ وہی مومن ہیں جن کو دوسروں کے بارے میں حسنِ ظن رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک مسلک کے لوگ دوسروں پر طنز کرتے ہیں اور اس طنز میں نعت کے بنیادی مضامین یعنی شمائل و خصائلِ رسالت، نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پھر یہ نعریہ شاعری محافل و مجالس میں خوب بکتی ہے اور مادہ پرست لوگ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اگر ان مادہ پرستوں کے اخلاق و کردار کو محافل و مجالس کے بعد دیکھا جائے، الا ماشاء اللہ، شیطان بھی شرما جائے۔ اس چیلنج کا مقابلہ کرنا جب تک ہماری ترجیحات کا حصہ نہیں ہو گا، مزید

تنزل پیدا ہو گا۔

آج کی نعتیہ شاعری کو دیکھیں تو بہت سی نعتیہ شاعری فکری سطح پر ہی کمزور نہیں، تلازماتی حوالوں سے بھی شعر کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ پھر ایسی شاعری ڈھیروں کے حساب سے سننے اور پڑھنے کو ملتی ہے جس میں فرض عبادات کے مقابلے میں نعت ہی کو نجات کا ذریعہ بتا کر امت کو بے عملی کا درس دیا جارہا ہے۔ ایسی تاویلات سے آگے بڑھ کر ہمیں امت کو عملی اسلام کی طرف راغب کرنے ضرورت ہے تاکہ ہمارے افکار و کردار سے وہ مسلمان ظاہر ہو جس کی وجہ سے مکینِ گنبدِ خضریٰ ﷺ کو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے ہیں۔ نعت پڑھنے والے اور نعت کہنے والے ہر فرد کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جو کچھ نعت میں پیش کیا جارہا ہے وہ بارگاہِ رسالت میں پیش کرنے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ اور وہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں یا جس انداز میں پیش کر رہا ہوں اگر میرے سامنے رسولِ خدا خود تشریف فرما ہوں تو کیا یہ سب کچھ ان کی بارگاہ میں پیش کیا جاسکتا ہے؟ بہت سے جوابات انسان کو اس کے اندر سے ہی مل جائیں گے۔

نعت کو درپیش مسائل میں ایک مسئلہ اس کو عطائے ربانی کہنا ہے۔ انسان کو اللہ کی طرف سے نعت کہنے کی صلاحیت عطا ہوتی ہے مگر نعت کا آیات کی طرح الہام ہونا ممکن نہیں ہے۔ یہ نبوی اوصاف میں سے ہے اور ہم خاتم النبیین ﷺ کے بعد ایسی جسارت نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے باوجود ایسی ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ نعت کہنے والے کے مصرعوں میں، زبان و بیان، املا، قواعد اور تذکیر و تانیث کی دسیوں غلطیاں ہوتی ہیں مگر وہ مصرعے ہوتے ہیں کہ یہ نعت ہے۔ تلازماتی ربط اور شعریت تو کہیں دور دور تک نہیں ہوتی کیوں کہ شعریت کے اپنے لوازمات ہیں۔ نعت گوئی اور نعت خوانی سے وابستہ افراد کو اپنے اندر حق بات کہنے کی جرات پیدا کرنا ہو گی اور اخلاقی قرینوں سے ایسے شعرا کو سمجھانا ہو گا کہ یہ جو کچھ آپ لکھ رہے ہیں اس سے وہ نعت نہیں تشکیل پا رہی جو اقبال و رضا کی نعت کے قریب تر بھی پہنچ سکے۔

ہماری نعت کا ایک اور پہلو جس پر گفتگو کی ضرورت ہے وہ لوازماتِ نعت میں ایمان و عشق کو لازمی عنصر کے طور پر لینا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

بہ مصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر با او نہ رسیدی تمام بولہبی

ڈاکٹر سید شاہ خسرو حسینی کا موقف ہے:

"عشقِ رسول نعت کی بنیاد ہے۔ دوسرے معنوں میں اگر کسی شاعر کو محمد ﷺ سے محبت ہی نہ ہو، نعت کہنا تو دور کی بات ہے وہ نعت کہنے کے قابل ہی نہیں۔ نعت کہنا تو بعید، ایسے شاعر کے مومن ہونے پر بھی سوالیہ نشان پڑ جائے گا۔ اسی لیے اگر فنِ نعت میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو شاعر کو چاہیے کہ خود کو عشقِ نبی کی کسوٹی پر پرکھ لے۔"

ڈاکٹر ریاض مجید کہتے ہیں:

"کامیاب نعت گوئی کے لیے جس سوز و گداز، تڑپ اور نثریت و جاذبیت کی ضرورت ہے اس کا منبع عشقِ نبی ﷺ ہی ہے۔"

عشق ایک داخلی کیفیت ہے اور عشق کو لازمۂ نعت قرار دینے سے یہ سوال ابھرے گا کہ وہ نعت جو غیر مسلم لکھ رہے ہیں اس کی حیثیت کیا ہو گی؟ کیا تنقیدی حوالے سے اس نعت کو پرکھتے ہوئے داخلی حوالوں کو رد کر دیا جائے گا؟ ہمیں اس حوالے سے طے کرنا ہو گا کہ نعت صرف تقدیسی صنف ہے یا تہذیبی صنف بھی ہے۔ اگر تقدیسی صنف ہی ہے تو کیا اس پر انھی لوگوں کا حق ہے جو ایمان رکھتے ہیں اور عشق کی آگ انھیں کشتہ کیے جا رہی ہے۔ اگر اس کو جواب ہاں میں ہے تو کنور مہندر سنگھ بیدی کے اس شعر کا وہ کیا جواب دیں گے:

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ تو نہیں

صرف کنور مہندر سنگھ ہی کیا، وہ نعت جو نبی کریم ﷺ کے اجداد اور ان کے اجداد نے لکھی اس کا کیا مقام و مرتبہ ہو گا؟ غیر مسلم شعرا کے نعتیہ کلام کو ڈاکٹر گلزار نے اور نعت کی تاریخی روایت کو ڈاکٹر شاہ محمد مری نے مرتب کیا ہے۔ اس تناظر میں بہت سی گفتگو وہاں سے لی جا سکتی ہے۔ اس لیے اگر نعت کو تہذیبی صنف سمجھنا ہے تو اس کے لیے ایمان اور عشق کی شرط پر نظر ثانی کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

تمام اصنافِ ادب تخلیق کے ساتھ ساتھ تنقید سے اعتبار حاصل کرتی ہیں۔ معاصر نعت کو درپیش چیلنجز میں ایک بڑا چیلنج نعت کو ورائے تنقید سمجھنا ہے۔ اقبال اور غالب کی خوش قسمتی تھی کہ انھیں نقاد مل گئے مگر احمد رضا خان بریلوی نعت کا اہم ترین نام ہونے کے باوجود نقد و نظر سے نہیں گزرا۔

تنقید کے نام پر جتنا کام ہمارے سامنے ہے وہ تشریحاتی نوعیت کا ہے جس میں ان کے فنی محاسن کو جمالیاتی اور جدید لسانیاتی تناظر کی بجائے میکانکی انداز میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امیر مینائی اور محسن کاکوروی کے ساتھ بھی ایسا ہی المیہ ہے اور نتیجے میں نعت کی تنقید پر میر وغالب اور اقبال و فیض کے درجے کا کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے انھیں ماورائے تنقید سمجھ کر ان کے کلام کو اس درجے پر لے گئے ہیں جہاں بات کرنے والوں کے پر نہ بھی جلیں ان کے گھر ضرور جل جائیں گے۔ یہ شدت پسندی جب تک قائم رہے گی کوئی جدید نقاد ان کے کام کو ہاتھ نہیں لگائے گا اور نتیجے میں ہم اگلے کئی سال تک معیاری کلامِ نعت پر معیاری تنقید کے اطلاق سے محروم رہیں گے۔ اس سے نہ تو تنقیدِ نعت کے پیراڈائم بن سکیں گے اور نہ ہی کسی اچھے نعت گو شاعر کا بین الاقوامی سطح پر مقام و مرتبہ متعین ہو سکے گا۔ جامعات میں جو نعت کی تنقید پر کام ہو رہا ہے وہ شاعری کی دیگر اصناف پر ہونے والے کام سے مختلف نہیں ہے۔

معاصر نعت گوئی کا ایک اور مسئلہ منصبِ رسالت کی خود تشریح کرنا ہے۔ یعنی کسی عمل کا نبی کریم کی طرف سے خود جواب دینا اور گمان کرنا کہ اگر ہمارے والے عقیدہ پر قائم نہ رہے تو اللہ کی طرف سے بھی نتیجہ اس اس طرح ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کا واقعہ نہایت اہم ہے۔ ایک بار ان کے مرید نے ان سے کہا کہ حضرت مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا:

نہ کبھی خدا بننا اور نہ کبھی رسول بننا

مرید نے کہا استادِ گرامی خدا اور رسول بننے کا کون سوچ سکتا ہے۔ فرمایا بیٹا! اگر سمجھو تو یہی جواب کافی ہے اور اگر گہرائی میں جاؤ تو معلوم ہو گا کہ بڑے بڑے لوگ خدا اور رسول بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ مرید نے حیرت سے پوچھا۔ جناب عالی! وہ کیسے؟ فرمایا: اگر تو یہ چاہے کہ جو تو چاہتا ہے وہی ہو تو یہ شان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس لیے جو آپ کی منشا کے مطابق ہو اس پر شکر کرنا اور جو آپ کی منشا کے مطابق نہ ہو اس پر صبر کرنا۔ مرید نے سوال کیا کہ پھر رسول بننے کی بات کیا ہوئی؟ فرمایا: بیٹے! روئے زمین پر یہ شان صرف رسول کی ہے کہ جو اس سے اختلاف کرے وہ کافر ہے۔ جبکہ ہم سب اپنی اپنی حیثیت کے مطابق خود کو تنقید سے ماورا سمجھتے ہیں اور دوسروں کی تنقیص اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اس رویے کو تقویٰ، خشیتِ الٰہی اور اولیا کی صحبت سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کا اہتمام کون کرے گا؟ تنقیدِ نعت اور تخلیقِ نعت سے وابستہ افراد جب تک

قلبی تطہیر کے عمل سے نہیں گزریں گے، نعت کا منظر نامہ دھندلاتا رہے گا اور معاصر نعت کا یہ اہم ترین مسئلہ آنے والے چند سال میں گھمبیر تر ہو جائے گا۔

محترم صبیح رحمانی صاحب آج بھی کوشاں ہیں کہ جدید ادب سے ممتاز نقادوں کو تنقیدِ نعت کی طرف لایا جائے۔ انھوں نے اس کے لیے ہر اس شخص سے رابطہ کیا جو تنقیدِ نعت میں معاون ہو سکتا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی سے ناصر عباس نیر تک، انھوں نے اپنی بھرپو قر کوشش کی ہے۔ خود راقم نے ایسی کئی تنقیدی نشستوں میں شرکت کی ہے جن میں بڑے نقاد مسندِ صدارت پر متمکن تھے لیکن ان کا خطبۂ صدارت تنقیدِ نعت میں اس طرح معاون نہ ہو سکا جو نعت کے تنقیدی پیراڈائم بنانے میں معاون ہوتا۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ نعت کہنے والے صوفی منش افراد تو اسے سید الاصناف کہتے ہیں لیکن نقاد اسے ادبِ عالیہ میں شمار کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اقبال اپنی فنی و فکری جہات کے ساتھ مغرب میں اپنے زمانے میں ہی ترجمہ ہو گئے لیکن ان کے معاصر نعت گو شاعر جن میں احمد رضا خان، امیر مینائی اور محسن کاکوروی شامل ہیں، اس طرح ترجمہ ہو کر دنیا بھر میں اس درجہ پذیرائی نہ حاصل کر سکے۔ خود ہمارے نقادوں نے بھی انھیں وہ مقام نہ دیا جس کے وہ حق دار تھے۔ محسن کاکوروی پر محمد حسن عسکری کا مضمون آیا تو محسن کی طرف دھیان گیا اور انھیں تنقیدی تناظر میں دیکھا گیا لیکن امیر مینائی جو علم و فن میں ان سے بہتر مطالعہ رکھتے تھے، آج تک بھی نقادوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ اس کی وجہ نعت کے لوازمات اور نئی تنقیدی فکر میں فکری بُعد ہے۔ پچھلے سو سال میں مغرب میں جو نئی تنقید سامنے آئی اس نے سوانحی، تاریخی، نفسیاتی، اخلاقی اور قاری اساس تنقید کو رد کیا۔ اس کے علاوہ اس نے سماجیاتی تناظرات کا بھی انکار کر دیا۔ اس تنقید کے محرک معانی کو متن اور رسمیاتی ڈھانچے کے اندر سے تلاش کرتے ہیں اور زبان کو اس کا محور قرار دیتے ہیں۔ نئی تنقید کو فروغ دینے والوں کا موقف ہے کہ کوئی لفظ اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اس کا پورا خاندان، اس کا زمانہ اور ارتقائی تاریخ ہوتی ہے۔ نئی تنقید اور معاصر نعت کی تنقید کی صورتِ حال مندرجہ ذیل دس نکات سے سمجھی جا سکتی ہے۔

۱- نئی تنقید متن کو خود مختار اکائی سمجھتے ہوئے لسانیاتی، ساختیاتی اور ہیتی سطح پر اس کا مکمل اور منظم جائزہ لیتی ہے۔ جبکہ ہماری نعتیہ تنقید میں زیادہ تر کام علم بیان و بدیع کی سطح کا ہوا ہے۔

۲- نئی تنقید فن پارے کے معانی متن کے اندر سے دریافت کرنے پر زور دیتی ہے اور تمام تاریخی اور خارجی تناظرات کا انکار کرتی ہے۔ اردو غزل اور نظم میں نعتیہ عناصر کی کارفرمائی کا

کام اسی حوالے اور دلیل سے ہوا ہے لیکن یہ کام معیار و مقدار کے اعتبار سے نہ ہونے کے برابر ہے۔

۳- نئی تنقید کہتی ہے کہ ہیت کو متن سے جدا نہیں کیا جاسکتا اس لیے علم بیان و بدیع کو اسی تناظر میں بروئے کار لایا جانا۔ اس کا مطلب ہے ہر ہیت اپنے لوازمات لاتی ہے اور مگر سب میں بیان و بدیع کو بروئے کار لانا تخلیق کار کا کام ہے۔یعنی مرثیے اور نوحے میں اگر حزن و ملال کا ماحول بھی ہو اور شاعر کو رعایت برتنے کا موقع ملے تو کبھی دریغ نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ فکر کے ساتھ فن کی جڑت ہی ادب کو بڑا ادب بناتی ہے۔ آج کی نعت راست بیانیے پر استوار ہے اور اگر اسی طرح دو جملوں کو ایک بحر میں پرونے کا رجحان رہا تو کل کی نعت کیا ادبِ عالیہ میں اپنا مقام بنانے کی اہل ہو گی۔ اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں نعت کو تشبیہ سے استعارے کی طرف اور تمثیل نگاری سے علامت نگاری کی طرف موڑنا ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ رعایتوں کا التزام کرنا بھی نئی نعت کا چیلنج ہے۔

۴- نئی تنقید اس بات پر زور دیتی ہے کہ متن کے معانی میں ایک اندرونی وحدت ہوتی ہے جس کو معاون تعمیری عوامل مکمل کرتے ہیں۔ نعت چاہے غزلیہ آہنگ میں ہو یا نظمیہ میں، نسبتِ رسالت اور محبتِ رسالت معنوی وحدت پیدا کرتی ہے۔یعنی نعتیہ متن میں اندرونی وحدت پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ اس لیے نعت کو نئی تنقید کے زاویوں سے تنقیدی عمل سے گزارنا چاہیے۔

۵- نئی تنقید کا اصرار ہے کہ متن آزاد ہوتا ہے اور تخلیق کار کی نیت یا منشائے مصنف سے اس کے معانی محدود ہوتے ہیں۔ نعت گو اگر کسی فن پارے کو نعت کہتا ہے تو کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ تخلیق کار کا کردار اور اس کے سماجی حالات کسی فن پارے کی تفہیم میں نہ صرف معاون ہوتے ہیں بلکہ فن پارے کی جہت نمائی کرتے ہیں۔ لیکن اس کا ایک فائدہ ہے کہ اگر آپ کسی خاص تقدیسی کیفیت میں ہوں تو غالب کے اس شعر سے نعتیہ کیف کشید کرنا آپ کا حق ہے:

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

منشائے مصنف کے انکار کا فائدہ تو ہے لیکن اس کا ایک نقصان بھی ہے کہ کسی نعتیہ متن کو پیرانِ کرام اور سیاست دانوں کا قصیدہ بننے سے نہیں روکا جاسکتا۔ پھر جس فن پارے کو

تخلیق کار نعت قرار دیتا ہے، کوئی اور اسے کسی اور تناظر میں دیکھنے اور اپنی مرضی کے معانی پہنانے کا کیا حق رکھتا ہے؟ اس طرزِ تنقید سے نعت کا تقدیسی مقام و مرتبہ ختم ہو جائے گا اور وہ ایک عام صنف کی طرح ہو جائے گی۔ اس لیے اسے عمومی تناظر میں نہیں لیا جا سکتا۔

۶- نئی تنقید منشائے مصنف کے ساتھ ساتھ قاری کی جذباتیت اور ردِ عمل کا بھی انکار کرتی ہے۔ نعت کا سارا متن ہی قاری کے ایمان اور جذباتیت سے جڑا ہوا ہے۔ کیوں کہ قاری نعتیہ متن کو داخلی تسکین کا سامان سمجھتا ہے اور اس سے اسی طرح کا فیض کشید کرتا ہے جس طرح کا فیض اسے عبادت میں حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے قاری کی جذباتیت کو نعتیہ متون سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

۷- نئی تنقید Paradox کو اہمیت دیتی ہے کہ اس سے معانی پرتیں اور گہرائی بڑھتی ہے۔ پیراڈاکس متن کی سطح پر تو قابلِ قبول ہو سکتا ہے لیکن معانی کی سطح پر نعت میں اس سے ابتذال کا خدشہ ہے جو نعت کے شایانِ شان نہیں۔

۸- نئی تنقید ابہام پر بھی زور دیتی ہے اور اس میں بیان وبدیع کے تمام ایجازی ذرائع شامل ہیں۔ یہ بات ہماری نعت کے لیے لازمۂ حیات کی طرح ہے۔ راست بیانیہ نعت کو بڑا ادب نہیں بننے دے رہا اس لیے نعت کو ادبِ عالیہ کا معتبر حصہ بنانے کے لیے ابہام کو فروغ دینا ہو گا۔ اس حوالے سے ہمارے نعت گو شعرا کو ولیم ایمپسن کا کام دیکھنا چاہیے۔

۹- نئی تنقید ابہام اور قولِ محال کے ساتھ علامت کو بھی معانی کی کثرت کے لیے اہمیت دیتی ہے۔ ہماری نعت میں استعارہ کی کارفرمائی کم ہے۔ کچھ نعت گو شاعر علامتی پیرایۂ اظہار کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ اگر ہم اس کام میں کامیاب ہو گئے تو نعت میں نہ صرف بڑے شہکار تخلیق ہوں گے بلکہ نعت گوئی میں دیگر اصنافِ ادب کو بروئے کار لانے کا رجحان بڑھے گا۔

۱۰- نئی تنقید متن میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرنے کے لیے زبان کی پیچیدگی اور رعایتِ لفظی و معنوی کی قائل ہے۔ رعایتیں تو کسی بھی شاعری کی جان ہوتی ہیں۔ اس لیے نئی تنقید رعایتوں کو بروئے کار لانے پر زور دیتی ہے لیکن ہمارے یہاں نعت میں رعایتوں کا التزام بھی کم ہوتا جا رہا ہے۔ اس کو فروغ دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۱۱- نئی تنقید کا اصرار ہے کہ خیال کوئی چیز نہیں۔ لفظ سے خیال تشکیل پاتا ہے اور اپنے ساتھ لفظوں کی پوری کہکشاں لاتا ہے۔ یہ تلمیذ الرحمٰن کے تصور کی نفی ہے۔ یعنی یہ غالب کے اس

خیال کی نفی کرتی ہے:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

آخری نکتہ ہمارے مجموعی تاثر کے خلاف ہے کہ ہم ہر کلام کو عطا سمجھتے ہیں اور مصر ہوتے ہیں کہ اسے اللہ کی طرف سے من عن اترا ہوا سمجھا جائے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قافیہ ہی خیال سجھاتا ہے اور اسی کے گرد ہی شاعر کسی شعر کا ڈھانچہ تشکیل دیتا ہے۔

نئی تنقید کے معروف ناموں نے نعتیہ تنقید میں اپنا حصہ نہیں ڈالا تو اس کی وجہ نعتیہ ادب میں ان تمام لوازمات کی کارفرمائی نہ ہونا ہے جن سے نعتیہ ادب کو بحیثیت مجموعی ادبِ عالیہ کا حصہ سمجھا جا سکے۔ ایسے میں ہمیں نعت کی تنقید کے پیراڈائم بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے نقادوں کو تیار کرنے کی ضرورت ہے جو کلاسیکی تنقیدی تصورات کے ساتھ نئے تنقیدی نظریات سے بھی پوری طرح واقف ہوں اور روایت و درایت کے معیارات کو بھی جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں اسلوبیاتی سطح پر بھی نعت کے اسلوبیاتی معیارات طے کرنا ہوں گے تاکہ تخلیقی معیارات کی تعین سے تنقیدی پیراڈائم کی تشکیل کا کام لیا جا سکے۔

اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ نعت تقدیسی اظہاریہ ہی نہیں، ایک تہذیبی سچائی اور ضرورت بھی ہے۔ اس لیے تہذیبی ارتقا کے ساتھ ساتھ اس کی جمالیاتی قدرین اور عصری لوازمات بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے میں آج کی نعت کے لیے کلاسیکی اور چند مخصوص شعرا کے کلام کو نمونے کے طور پر پیش کرنا کس حد تک جدید دور کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ حدائقِ بخشش ایک نعتیہ شہکار ہے لیکن آج کے دور میں اس کو نئی نسل کے سامنے کس انداز میں پیش کیا جانا چاہیے، اس کا تعین کرنا بھی جدید نعت کی ذمہ داری ہے۔

ہماری نعتیہ شاعری پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ شانِ رسالت میں غلو کیا جاتا ہے اور رسول کو خدا سے ملا دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا جواب کئی طرح سے دیا جا سکتا ہے لیکن یہاں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک خطبہ سے جو ان کی کتاب "خطباتِ حکیم الامت جلد ۵، صفحہ ۱۶ پر مرقوم ہے، نعت میں مضامینِ حمد و نعت کی حدود کے تعین کے حوالے سے تسلی و تشفی کا سبب ہو سکتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

"خواص ربوبیت کے علاوہ سب کمالات حضور ﷺ کے لیے امکاناً تو سب ثابت اور

وقوعاً جس میں روایت وارد ہو وہ ثابت، اور خواص ربوبیت کے علاوہ اگر کوئی ایسا امر ثابت کروگے جو روایت سے ثابت نہ ہو تو یہ کذب اور گناہ تو ہو گا لیکن اس سے تنقیصِ حق تعالیٰ کی لازم نہ آوے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مدح نبوی کے اندر دو چیزوں کی رعایت رکھو۔ ایک تو یہ کہ حضور ﷺ کو خدا کے درجہ میں مت پہنچاؤ، دوسرے یہ کہ وہ امر ثابت کرو کہ روایات ثابتہ اس کے مساعد ہوں۔ ان دو امروں کی رعایت کے بعد جو چاہو ثابت کرو کوئی منع نہیں کرتا۔"

اردو نعتیہ ادب کے سامنے ایک آخری سوال ضرور رکھنا چاہوں گا کہ قصیدہ بردہ شریف کو بیماریوں کی شفا سے خیر و برکت تک کے لیے ورد کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ اردو نعت کے پاس وہ کون سا کلام ہے جس کو بیماریوں کی شفا کے لیے ایک مخصوص تعداد میں پڑھنے کا مشورہ دیا جاسکے۔ کون سا نعت خواں ہے جس کی نعت کو شفا بخشی کا یقینی ذریعہ بنایا جاسکے۔ بوصیری کی نعت عربی زبان میں درود ہے تو اردو زبان کا درود کس نعت کو قرار دیا جائے؟ اگر اردو نعت کے پاس اس کو جواب نہیں ہے تو کون دے اور کب دے گا؟

حاصلِ کلام یہ ہے کہ نعت کو مادہ پرستی سے نکال کر روحِ محمدی سے اتصال کی طرف لے جایا جانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ فرقہ واریت کو فروغ دینے والے ہر شعر اور شاعر کی مذمت سامعین و قارئین پر فرض ہے۔ نعت میں موضوع روایات کو روکنا اور صحیح احادیث کے ساتھ نعتیہ مضامین کو آگے بڑھانا وابستگانِ نعت کا اولین فریضہ ہے۔ موسیقی کی دھنوں اور اداکارانہ نمائش کو روکنے بھی عصری تقاضا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں نعت کو ایک تہذیبی صنف کے طور پر فروغ دیتے ہوئے عشق و ایمان کی شرط مومنین تک ہی محدود رکھنا ہو گی۔ نعت کو ادبِ عالیہ کا معتبر حصہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تحقیق، تخلیق اور تنقید کے پیراڈائم متعین کیے جائیں اور روایت و درایت کے ذریعے نعتیہ ادب کو پرکھا جائے۔ نعت کو سید الاصناف بنانا جذباتی، ایمانی اور تہذیبی تناظر میں ہی نہیں، علمی، فنی اور تنقیدی حوالوں سے بھی ہماری سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

⊙⊙⊙

ڈاکٹر شوکت محمود شوکتؔ
پرنسپل، گورنمنٹ کالج، چھب (اٹک)

نعتیہ تراجم کی ضرورت واہمیت اور جدید صدی

NECESSITY AND IMPORTANCE OF NATIYA TRANSLATIONS AND MODERN CENTURY

Abstract:

It is an undeniable fact that from the existence of the universe, the "Naatiya Poetry" exists. To show heartfelt love to the benefactor of humanity, the verses are being said in his (s.a.w.w) praise in all the languages of the world. Like, Arabic, English, Persian, Punjabi etc, all the other languages, in which the "Naatiya Literature" is available, needs to be translated in Urdu Langue by using modern technologies/ tools to enrich the Urdu Naatiya Literature.

In this research article, we'll study the translated "Naatain" from different languages in Urdu and the method of translation of any original verse/segment/ Naat in Urdu Language, and identify such type of "Naatiya Literature", which needs to be translated in Urdu Language still, from the other languages of the world.

Key Words: The Holy Prophet (s.a.w.w), Naat, Naatiya Literature, Verses, Translations and Language/ Languages.

تخلیقِ کائنات سے قبل بھی سلسلہ ہائے مدحتِ رسول پاکؐ شروع ہو چکا تھا، مختلف زبانوں میں حضور اکرمؐ کی تعریف و توصیف ہو رہی تھی۔ ان زبانوں میں سب سے قدیم زبان جو کہ جنت میں حضرت آدمؑ کی زبان تھی، وہ "عربی" تھی۔ لیکن جب حضرت آدمؑ کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا گیا تو آپؑ سے "عربی" زبان واپس لے لی گئی اور آپؑ کو "سریانی" زبان عطا کر دی گئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آپؑ توبہ کر چکے تو دوبارہ آپؑ کو "عربی" زبان سے سرفراز کر دیا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربی کے بعد سریانی دنیا کی قدیم ترین زبان ہے، اس زبان میں "محمدؐ" کے لیے ایک لفظ "منحمنا" استعمال ہوا ہے۔ جس کے لغوی معنی "مددگار" اور "تعریف کیا گیا" یعنی "محمدؐ" کے ہیں، اس حوالے سے علامہ وحید الزماں "لغات الحدیث" میں لکھتے ہیں:۔

"منحمنا: سریانی لفظ ہے۔ حضرت محمدؐ کا نام مبارک ہے"(1)

سریانی زبان کے علاوہ، مصری زبان بھی قدیم زبانوں میں شمار ہوتی ہے، اس زبان میں بھی، بعض کتبے دریافت ہوئے ہیں، جن پر مدحتِ رسولؐ کے اشعار کندہ ملتے ہیں اس حوالے سے "صدیق دیندار" اپنی کتاب سرورِ عالم ﷺ، یعنی جگت گرو میں یوں رقم طراز ہیں:۔

"قدیم زبانوں میں "مصری" زبان بھی شامل ہے جو تقریباً پینتیس سو سال قبل مسیح سے بولی جاتی رہی ہے، اس زبان میں تحریر کردہ ایک قدیم کتبۂ سنگ ملا ہے جس پر درج ذیل پیشن گوئی تذکرہ درج ہے:۔

"مصر کے اہل علم کی پیشن گوئی: مصر کے اہل علم قدیمی ہیں اور ان کے ملک سے ایک پتھر کندہ نکلا تھا، جس میں (پر) حضور ﷺ کی خوبی کا ذکر ہے"(2)

مصری زبان کے بعد، ہندوؤں کی مقدس اور پوتر زبان "سنسکرت" بھی قدیم زبانوں میں شامل ہے، ہندوؤں کی مقدس کتاب "بھگوت گیتا" اسی زبان میں تحریر کردہ ہے، اس کتاب میں حضور اکرمؐ کے لیے لفظ "کلکی" استعمال ہوا ہے جس کے عربی معنی، ماحی البطلان" یعنی "باطل کو نیست و نابود کرنے والا" کے ہیں جب کہ "ماحی" حضور اکرمؐ کا صفاتی نام ہے۔ اس کتاب میں حضور اکرمؐ کے حوالے سے ایک منتر / اشلوک کا اردو ترجمہ بہ حوالہ ماہ نامہ "آستانہ"، دہلی دیکھیے، جو کہ کتاب "مدارج النعت" میں شامل ہے:۔

"جگت گرو (سرورِ عالمؐ) کے پتا کا نام وشنو بھگت (عبد اللہ) ماں کا نام سومتی (آمنہؓ) رہے

گا اور پیدائش کی تاریخ ۱۲ بیساکھ سوموار کے دن ہو گی۔ دوگھڑی دن چڑھے یہ جگت گرو (سرورِ عالمؐ) پیدا ہوں گے۔ پتا کا پہلے انتقال ہو گا۔ ماں کا بعد میں، جگت گرو (سرورِ عالمؐ) شامل زیب کی رانی (ام المومین حضرت خدیجہؓ) سے بیاہ کریں گے۔ اس شادی میں چچا (حضرت ابو طالب) اور تین بھائی شریک ہوں گے۔ ایک غار میں پرسرام (جبریلؑ) سے تعلیم پائیں گے۔ اور جب بستی میں آکر دھرم پرچار کریں گے تو لوگ تکلیفیں دیں گے۔ جگت گرو (سرورِ عالمؐ) اتری پہاڑوں (مدینہ طیبہ) کی سمت چلے جائیں گے اور وہاں سے تلواریں لے کر، پھر اپنی بستی کو واپس آئیں گے وہ بستی اور پھر سارا دیش فتح ہو جائے گا۔ جگت گرو (سرورِ عالمؐ) کا ایک گھوڑا ہو گا جو ہوا سے تیز چلے گا اس پر سوار ہو کر ساری دھرتی کی اور ساتوں آکاش کی سیر کریں گے (بھگوت گیتا)"۔[3]

مزید برآں، سنسکرت زبان میں حضور اکرمؐ کے لیے اور بھی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جیسے، کالکی اوتار، سوشارما (تعریف کیا گیا یعنی محمدؐ) اور مایتریا (بہ معنی، رحم دل یا رحمت کرنے والا) وغیرہ۔ سنسکرت زبان کے بعد، عبرانی زبان میں حضور اکرمؐ کی شان مبارکہ میں مدحیہ اشعار بھی ملتے ہیں، تاہم عبرانی زبان کے بعد، آپؐ کی مدحت و توصیف عربی زبان و ادب میں بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ آپؐ کی پیدائش مبارکہ سے بھی پہلے، عربی زبان و ادب میں، آپؐ کے حوالے سے خوب صورت اشعار ملتے ہیں۔ آپؐ کی پیدائش مبارک کے فوراً بعد، آپؐ کے دادا جناب عبد المطلب، آپؐ کو خانہ کعبہ لے گئے اور درج ذیل اشعار پڑھے۔

الحمد لله الذی اعطانی هذا الغلام الطیب الاردان
قد ساد فی المهد علی الغلمان اعیذه بالبیت ذی الارکان
حتی اراه بالغ البنیان اعیذه من شر ذی شنان
من حاسد مضطرب العیان

ترجمہ: "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے پاک آستینوں والا بچہ عطا فرمایا۔ یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے اسے بیت اللہ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں میں اس کو ہر دشمن اور ہر

حاسد، آنکھوں کے گھمانے والے کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔"(4)

جناب عبد المطلب کے مذکورہ مدحیہ اشعار کے بعد آپؐ کے چچا ابو طالب نے بھی آپؐ کی شان میں ایک خوب صورت قصیدہ "لامیہ" (جو آپؐ کی دفاع میں لکھا تھا) بھی معروف و مشہور ہے۔ دربارِ نبیؐ کے شعرا حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ انصاری خزرجیؓ، حضرت کعب بن مالک انصاریؓ کے علاوہ، جب آپؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو چند بچیوں نے آپ کے استقبال پر، خوب صورت اشعار پڑھے جو یقیناً آپؐ کے شان مبارک میں ایک قصیدے کی صورت ہیں۔ اس قصیدے کا پہلا بند ملاحظہ ہو:۔

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع
وجب الشكر علينا ما دعي لله داع
أيها المبعوث فينا جئت بالأمر المطاع
جئت شرفت المدينه مرحباً يا خير داع
طلع البدر علينا

اس قصیدے کے کئی زبانوں میں منظوم و منثور تراجم ہو چکے ہیں مگر اردو زبان میں بھی اس کے تراجم (منظوم و منثور) ملتے ہیں۔ جن میں معروف شاعر صہبا اختر کا منظوم ترجمہ اصل متن سے زیادہ قریب ہے، صہبا اختر کے اس منظوم ترجمے کا پہلا بند ملاحظہ ہو:۔

لوگو! آواز دو سب کو دیکھ لو قاصدِ رب کو
روشنی غارِ حرا کی مل گئی پردۂ شب کو
بارشِ نجم و قمر ہے آج سے حکمِ سحر ہے
رات کو رات نہ کہنا

عربی زبان میں ان قصائد کے علاوہ، اور بھی نعتیہ قصائد موجود ہیں، جن کے اردو تراجم ہونا باقی ہیں، اس حوالے سے کعب بن زہیرؓ کا قصیدہ "بانت سعاد" (جس کے کل اٹھاون اشعار ہیں، جس کے کئی زبانوں میں منظوم و منثور تراجم کیے گئے ہیں اور شرحیں بھی لکھی گئی ہیں) اور "امام محمد شرف الدین بوصیریؒ" کا قصیدہ "بردہ شریف" (جس کے کم و بیش ایک سو باسٹھ اشعار ہیں اور اس قصیدے کے بھی نوے سے زائد زبانوں میں منظوم و منثور تراجم سمیت شرحیں بھی کی گئی

ہیں)۔ اس قصیدے (بردہ شریف) کا ایک عمدہ منظوم ترجمہ اکادمی ادبیات، اسلام آباد کی چیئر پرسن پروفیسر ڈاکٹر نجیبہ عارف نے "نواحِ کاظمہ" کے سرِنامہ سے کیا ہے، تشبیب کے پہلے تین اشعار ملاحظہ ہوں:۔

یاد پھر سے آ گئے کیا ہم نشینِ ذی سلم؟
خون ہو کر بہ رہا ہے دل مسلسل دم بہ دم

کاظمہ سے کیا کوئی پیغام لائی ہے صبا؟
برق ساں جلوہ نما ہے کون بر کوہِ اضم؟

اس قدر گریہ کناں آنکھیں! سنبھلتی ہی نہیں
اس قدر آشفتگی ! اٹھتا نہیں ہے بارِ غم[5]

عربی زبان کے علاوہ، قدیم فارسی زبان میں بھی نعتیہ قصائد اور اشعار ملتے ہیں جن کہ مختلف زبانوں میں منظوم و منثور تراجم ہو چکے ہیں۔ فارسی زبان کے علاوہ، جرمنی زبان کے مشہور شاعر، یوحان وولف گانگ فان گوئٹے (پ:۱۷۴۹ء۔م:۱۸۳۲ء) کی شہرہ آفاق، نعتیہ نظم "Mahomets Gesang" (Mahomet's Song)یعنی" نغمۂ محمدیؐ" بھی کافی اہمیت کی حامل ہے، جس کے اردو سمیت کئی زبانوں میں منظوم و منثور تراجم ہو چکے ہیں۔ اس نعتیہ نظم (نغمۂ محمدی) کا فارسی ترجمہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے "جوئے آب" کے عنوان سے کیا ہے[6] جب کہ عربی زبان میں اس کا ترجمہ مصر کے ایک سابق سفیر ڈاکٹر عبد الوہاب عزام نے "النھر" کے نام سے کیا ہے[7]، جب کہ صوفی غلام تبسم نے اس کا منظوم پنجابی ترجمہ "ندی" کے عنوان سے کیا ہے[8]۔ اور اردو منظوم تراجم کرنے والوں میں سے جناب شان الحق حقی، ڈاکٹر سعد اللہ کلیم اور راقم الحروف (ڈاکٹر شوکت محمود شوکتؔ) شامل ہیں۔

جرمنی زبان کے علاوہ، چینی زبان کے ایک شاعر اور چین کے پہلے فرماں روا" ٹائی چو" کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک کتبہ دریافت ہوا ہے جس پر" نعتِ صد حروف" کے عنوان سے ایک نعتِ رسول مقبولؐ کندہ ہے۔ اس "نعتِ صد حروف" کے اردو ترجمے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"زمین و آسمان کے ظہور سے پہلے آپؐ کا نامِ مبارک عرش پر لکھا تھا۔ بلاد عرب میں پیغمبرِ اسلام محمد مصطفےٰؐ کا ظہور ہوا اور آپؐ کو قرآن پاک عطا ہوا، اس کے ذریعہ آپؐ نے تمام مسلمانوں کو ظلمت سے نکالا۔ آپؐ ہیں انسانوں کے استاد اور ہادی، آپؐ تمام نبیوں کے سردار، آپؐ ہیں خدا کے محبوب اور آپؐ تمام امتوں کے رہبر۔[9]

المختصر! دنیا کی ہر چھوٹی بڑی زبان میں حضور اکرمؐ کی شان مبارکہ میں نعت اور نعتیہ اشعار تخلیق ہو رہے ہیں، اس کے علاوہ، دنیا کی قدیم اور متروکہ زبانوں میں بھی جو نعتیہ ادب تخلیق کیا جا چکا ہے، ان تمام زبانوں میں تخلیق کردہ نعتیہ ادب کا اردو زبان میں، جہاں تک ممکن ہو سکے، منظوم و منثور ترجمہ ہونا چاہیے، چوں کہ یہ صدی "کمپیوٹر" اور "جدید آلات" کی صدی ہے اس لیے مختلف زبانوں سے اردو زبان میں تراجم ہونا یا کرنا، اگرچہ سہل نہیں ہوں گے تاہم، ناممکن ہرگز نہیں۔ لہٰذا، جدید آلات کے استعمال سے نہ صرف ان نعتوں کے تراجم ہو سکتے ہیں، بل کہ "نعت گوئی" کے آغاز و ارتقا سمیت دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں "نعت گوئی" اور ان کے اثرات کا مدللانہ، محققانہ اور کامیاب جائزہ بھی لیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ وحید الزماں، علامہ، "لغات الحدیث، لاہور، المکتبہ الرحمانیہ، ماڈل ٹاؤن، جلد چہارم، س: اگست ۲۰۰۵ء، ص: ۲۶۳
۲۔ صدیق دیندار، مولینا، سرورِ عالم ﷺ، یعنی جگت گرو، مراد آباد، آندھرا پردیش، س: ۱۹۲۷، ص: ۱۳۔
۳۔ مدارج النعت، ادیب رائے پوری، کراچی، ناظم آباد، س: ۱۹۸۶، ص: ۲۷۸
۴۔ محمد کرم شاہ، الازہری، پیر، ضیاء النبی (جلد دوم)، لاہور، ضیاالقرآن پبلی کیشنز، س: ۱۴۲۰ھ، ص: ۳۰
۵۔ نجیبہ عارف، ڈاکٹر، نواح کا ظمہ (قصیدہ بردہ شریف، منظوم اردو ترجمہ)، اسلام آباد، ایمل مطبوعات، س: ۲۰۲۲ء، ص: ۱۔
۶۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، کلیات اقبال، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س: ۱۹۸۱ (بار چہارم)، ص: ۱۲۹۔
۷۔ عبد الوہاب عزام، دکتور، پیامِ مشرق، (ترجمہ: عربی)، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، س: ۱۹۵۱، ص ن۔
۸۔ غلام مصطفی تبسم، صوفی، نقشِ اقبال، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، س: ۱۹۷۱۔ ص ن۔
۹۔ مدارج النعت، ادیب رائے پوری، کراچی، ناظم آباد، س: ۱۹۸۶، ص: ۲۶۲۔۲۶۱

⊙⊙⊙

ڈاکٹر اسد محمود خان
صدر شعبہ اردو، منہاج یونیورسٹی، لاہور

نعتیہ شاعری میں نقوش سیرت: عسکری پہلوؤں کا جائزہ

(Depictions of the Prophet's (PBUH) Life in Na'at: An Exploration of the Military Aspects)

Abstract

This study delves into the portrayal of the Prophet Muhammad's (PBUH) life and character, with a particular focus on his military aspects, as depicted in Naat poetry. Naat, a genre of Islamic poetry dedicated to praising the Prophet (PBUH), often highlights his exceptional qualities, including his leadership, strategic acumen, and adherence to principles of justice and peace even in times of conflict. This research explores how poets have integrated these aspects into their verses, emphasizing his role as a leader who balanced military responsibilities with a profound commitment to humanity and diplomacy. By analyzing these poetic depictions, the study seeks to shed light on the literary and historical dimensions of Na`at poetry, contributing to a deeper understanding of the relationship between literature and the multi-faceted life of the Prophet Muhammad (PBUH).

Keywords: Na'at poetry, Prophet Muhammad (PBUH), military aspects, leadership, justice, peace, Islamic poetry, literature and history, diplomacy, strategic acumen

(۱)

نعت عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی تعریف اور وصف بیان کرنے کے ہیں۔ اگرچہ عربی میں "مدح" کا لفظ بھی تعریف کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن ادبی اصطلاح میں "نعت" بطورِ خاص رسول اللہ ﷺ کی مدح وتوصیف کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ نعتیہ شاعری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل، سیرتِ طیبہ، اور آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کو شاعرانہ انداز میں بیان کیا جاتا ہے، جو نہ صرف عقیدت اور محبت کا اظہار ہے بلکہ ایمان کا جزو بھی ہے۔ نعت محض الفاظ کی صناعی یا شاعری کی ایک صنف نہیں بلکہ یہ عشقِ رسول ﷺ کی مظہر ہے، جس میں شاعر اپنی عاجزی، عقیدت، اور احترام کے ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بیان کرتا ہے۔ یہ صنف سخن عربی، فارسی، اردو، ترکی، اور دنیا کی دیگر زبانوں میں لکھی گئی اور ہر زبان میں اس کے اپنے مخصوص اسالیب اور روایات موجود ہیں۔ اگرچہ ہر زبان میں شعری اصول مختلف ہو سکتے ہیں، لیکن نعت میں مشترکہ قدر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف اور شاعر کا عجز اور انکساری ہے، جو اسے عام شاعری سے ممتاز بناتی ہے۔ نعت میں شاعر کا اصل مقصد اپنی فکری عظمت یا شاعرانہ مہارت کا اظہار نہیں ہوتا، بلکہ وہ انتہائی خلوص کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرنے کی سعی ہوتی ہے جو فنی و فکری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نعت کو ایک منفرد و معتبر صنف کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

دوسری جانب سیرتِ محمد ﷺ کی اصطلاح عربی لفظ "سیرت" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "چال، طریقہ یا طرزِ عمل" کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر سیرتِ نبوی ﷺ سے مراد نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی، ان کے فیصلے، عبادات، اخلاق، طرزِ معاشرت، طرزِ حکمرانی، جنگی حکمت عملی اور دیگر معمولاتِ زندگی شامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات ہے جس پر عمل کرکے انسان اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی سیرتِ نبوی ﷺ کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ محض تاریخی واقعات جاننے کے لیے نہیں بلکہ اس کا مقصد عملی زندگی میں نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اپنانا اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہی حقیقی محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا ہے۔ اس لیے نعت اور سیرت کا باہمی تعلق اس وقت زیادہ مضبوط ہوتا ہے جب نعت میں

مدحِ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ ان کے عملی کردار کو بھی اجاگر کیا جائے۔

نعتیہ شاعری کا بنیادی مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان، عظمت اور خصائلِ حمیدہ کو بیان کرنا ہے، لیکن اس کے دائرہ کار کو کسی ایک پہلو تک محدود نہیں رکھا گیا۔ اگرچہ نعت میں زیادہ تر حضور اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ، عفو و درگزر، حلم و بردباری، اور رحمت للعالمین ہونے جیسے پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے، لیکن کسی بھی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ نعت گو شعراء نے جہاں حضور اکرم ﷺ کے جمالیاتی، اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کو بیان کیا، وہیں آپ کی فکری، سیاسی، سماجی اور عسکری زندگی کو بھی اپنے کلام میں شامل کیا۔ نبی کریم ﷺ کی قیادت، عدل و انصاف، غزوات میں تدبر، دشمنوں کے ساتھ حسنِ سلوک، اور امت کی اصلاح کے لیے کیے گئے اقدامات بھی نعتیہ شاعری میں نظر آتے ہیں۔ نعت گو شعراء نے مدینہ کی ریاست کی تشکیل، بین المذاہب رواداری، معیشت اور حکمرانی جیسے موضوعات پر بھی روشنی ڈالی، تاکہ نعت صرف جذباتی عقیدت تک محدود نہ رہے بلکہ عملی رہنمائی کا ذریعہ بھی بنے۔ یوں نعت ایک مکمل آئینہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ہر پہلو کو اجاگر کرتی ہے اور ہر دور کے مسلمانوں کو دینِ اسلام کے جامع پیغام کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتی ہے۔

نعتیہ شاعری کو ہمیشہ ادب اور دینی جذبے کے امتزاج کے طور پر دیکھا گیا، کیونکہ اس کے ذریعے نہ صرف نبی کریم ﷺ کی مدح کی جاتی ہے بلکہ سیرت کے عملی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا جاتا ہے۔ اردو، فارسی، عربی اور دیگر زبانوں میں نعت کے بے شمار ذخائر موجود ہیں جن میں شعرا نے سیرتِ نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ اس روایت کا تسلسل آج تک قائم ہے اور ہر دور میں نعتیہ شاعری کو عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ سیرتِ محمدی ﷺ کے عملی پیغام کے طور پر بھی دیکھا گیا ہے۔ اس لیے تحقیق کا یہ پہلو انتہائی اہمیت رکھتا ہے کہ نعت میں سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی کو کیسے شامل کیا جائے اور اسے ایک فکری اور دینی رہنمائی کے طور پر کیسے پیش کیا جائے، تاکہ نعت گوئی محض جذباتی شاعری نہ بنے بلکہ عملی زندگی میں اس کا اثر بھی نظر آئے۔ نعت اور سیرتِ نبوی ﷺ کے تعلق پر تحقیق اس لیے ضروری ہے تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ نعت محض شاعری نہیں بلکہ سیرتِ نبوی ﷺ کا عملی اور فکری عکس ہے۔ بعض نعتیہ شاعری میں مبالغہ آرائی دیکھی جاتی ہے جو اسلامی اصولوں کے خلاف جا سکتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ نعت میں سیرتِ نبوی ﷺ کے حقیقی پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔ اس تحقیق کا بنیادی

مقصد یہ ہے کہ نعت کو صرف ایک ادبی صنف کے طور پر نہ دیکھا جائے بلکہ اسے ایک عملی پیغام کے طور پر بھی اپنایا جائے تاکہ مسلمانوں میں عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ ان کی سیرت پر عمل کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہو۔ اس تحقیق کے ذریعے یہ بھی واضح کیا جائے گا کہ ایک مستند نعت وہی ہو سکتی ہے جو سیرتِ نبوی ﷺ کی حقیقی تعلیمات کو اجاگر کرے اور اسلامی عقائد کی روشنی میں لکھی جائے۔

نعت اور سیرتِ محمد ﷺ کا باہمی تعلق اسلامی ادب اور دینی عقیدت کا ایک ایسا موضوع ہے جو صدیوں سے اہلِ علم و ادب کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ نعت گوئی محض ایک شعری صنف نہیں بلکہ عشقِ رسول ﷺ کا ایسا اظہار ہے جو عقیدت، محبت، اور دینی شعور کے امتزاج سے عبارت ہے۔ نعت کی اصل بنیاد حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ اور ان کی سیرتِ طیبہ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی سیرت ہی وہ آئینہ ہے جس میں ایک مسلمان کے لیے ہدایت اور عملی نمونہ موجود ہے۔ نعت اور سیرت کا گہرا تعلق اس پہلو سے بھی واضح ہوتا ہے کہ نعت میں جو صفاتِ نبوی ﷺ بیان کی جاتی ہیں، ان کی بنیاد نبی اکرم ﷺ کے حقیقی اوصاف اور تعلیمات پر ہوتی ہے۔ اگر نعت کو سیرت کے بغیر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو یہ محض جذباتی عقیدت تک محدود ہو جائے گی، جبکہ اس کا اصل مقصد سیرتِ نبوی ﷺ کے اسوہ حسنہ کو عام کرنا ہے۔ نعت گو شعرا نے ہمیشہ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھا کہ ان کا کلام مدحِ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ عملی طور پر سیرتِ طیبہ کا عکاس بھی ہو۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ نعت کو محض صنفِ سخن کے بجائے ایک فکری اور عملی رہنمائی کے طور پر بھی دیکھا جائے، تاکہ اس کے ذریعے ایک فرد اور معاشرہ دونوں سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اپنی اصلاح کر سکیں۔

نعت گوئی کی اصل بنیاد ہی نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر قائم ہے کیونکہ سیرتِ نبوی ﷺ وہ روشنی ہے جو ایک مسلمان کے لیے راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ نعت اور سیرتِ محمد ﷺ کے درمیان ایک گہرا تعلق پایا جاتا ہے کیونکہ نعت درحقیقت نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا ایک شعری اظہار ہے۔ نعت گوئی محض الفاظ کا خوبصورت سنگم نہیں، بلکہ اس میں سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی جھلکتی ہے۔ سیرتِ طیبہ کی تفصیلات کو سمجھے بغیر حقیقی نعت کہنا ممکن نہیں، کیونکہ نعت کی بنیاد ہی سیرت کے ان روشن پہلوؤں پر ہے جو انسانیت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو قرآن مجید نے "اسوۂ حسنہ" قرار دیا، یعنی آپؐ کی حیات

طیبہ ہر پہلو سے مکمل نمونہ ہے۔ نعت اس عملی زندگی کی مدح سرائی ہے جو نبی اکرم ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کی۔ ایک سچی نعت وہی ہو سکتی ہے جو سیرت کے حقیقی نقوش کی عکاسی کرے اور حضور اکرم ﷺ کے فرمودات، ان کی رحمت و شفقت، عدل و انصاف، اور اعلیٰ اخلاقیات کا بیان کرے۔ نعت کا اصل مقصد محض جذباتی عقیدت کا اظہار نہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ کے پیغام کو عام کرنا اور لوگوں کو ان کے طرزِ زندگی کی جانب مائل کرنا بھی ہے۔ اگر نعت کو سیرت سے جدا کر دیا جائے تو وہ محض شاعری بن کر رہ جاتی ہے اور اس میں وہ اثر باقی نہیں رہتا جو ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ کے کلام میں ہونا چاہیے۔ اس لیے ایک کامیاب نعت وہی ہے جو سیرت کے حقیقی نقوش کو اپنے اندر سموئے اور اسے ایک فکری و روحانی پیغام کے طور پر پیش کرے تاکہ سامعین کو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے روشناس کرایا جا سکے۔

نعتیہ شاعری کے موضوعات براہِ راست سیرتِ نبوی سے متاثر ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلو نعت میں مختلف انداز سے بیان کیے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر نعت میں نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف، ان کے حسن و جمال، ان کے اعلیٰ اخلاقی اوصاف، ان کی عبادات، ان کے صبر و استقامت، اور ان کی امت کے لیے دعا اور رحمت جیسے موضوعات شامل ہوتے ہیں۔ ان تمام موضوعات کی بنیاد سیرتِ نبوی پر ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو انسانی زندگی کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔ نعت میں ایک اہم موضوع نبی کریم ﷺ کی نبوت اور ان کی بعثت کا مقصد ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، اور یہی تصور نعتیہ شاعری میں بارہا دہرایا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی رحمت، درگزر، اور انصاف پسندی کو نعتیہ شاعری میں نمایاں مقام حاصل ہے کیونکہ یہی اوصاف ایک مسلمان کی عملی زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ اس کے علاوہ، نعت میں ہجرتِ نبوی، غزوات، اور نبی کریم ﷺ کے شب و روز بھی بیان کیے جاتے ہیں تاکہ حضور ﷺ کی عملی زندگی کو سامنے لایا جا سکے۔ اردو نعتیہ شاعری میں بھی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر، علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری میں نبی اکرم ﷺ کو ایک انقلابی شخصیت کے طور پر پیش کیا گیا جو ظلمت میں روشنی کی کرن بن کر آئے۔ اسی طرح، مولانا احمد رضا خان بریلوی، حفیظ تائب، اور دیگر شعراء کی نعتوں میں نبی کریم ﷺ کے مختلف سیرتی پہلو نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ تمام موضوعات اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ نعت گوئی سیرتِ

نبوی کے بغیر ادھوری ہے اور سیرت کے اثرات کے بغیر نعت کا اصل مفہوم مکمل نہیں ہو سکتا۔

نعت میں سیرت کی تطبیق کا ایک اہم پہلو نبی کریم ﷺ کی اخلاقی وروحانی عظمت کا مدحتی اظہاریہ ہے۔ قرآن کریم نبی کریم ﷺ کی سیرت کو بہترین نمونہ قرار دیتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (ترجمہ: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے) [احزاب:۲۱]۔ اس آیت کی روشنی میں نعت گو کا فرض ہے کہ وہ اپنے کلام میں نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور ان کی عظمت کو حقیقی انداز میں پیش کرے۔ سیرتِ نبوی میں ہمیں بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے صبر، حلم، عفوودرگزر، تواضع، اور محبت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ نعت میں ان پہلوؤں کو بیان کرنا اصل نعت گوئی ہے، کیونکہ یہی وہ اوصاف ہیں جنہیں اپنا کر ایک مسلمان حقیقی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ سچی نعت وہی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے کردار اور افکار کی سچائی جھلکے، نہ کہ وہ جو محض جذباتی انداز میں مدح سرائی پر مشتمل ہو۔ نعت کو سیرتِ طیبہ کے مطابق رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ شاعر اپنی شاعری میں حقیقت پسندی کو برقرار رکھے اور ایسے خیالات سے اجتناب کرے جو دین کی بنیادی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ جب نعت میں سیرتِ نبوی کا اثر ہو گا تو وہ صرف محبت اور عقیدت کا اظہار نہیں بلکہ ایک عملی درس بھی بن جائے گی جو امت کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو۔

(۲)

نعتیہ شاعری میں عمومی طور پر نبی کریم ﷺ کی رحمت، شفقت، اخلاقِ حسنہ اور روحانی عظمت کے پہلو نمایاں کیے جاتے ہیں، لیکن ایک اور اہم زاویہ جو نعت میں کم زیرِ بحث آتا ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کی عسکری قیادت اور ان کی جنگی حکمتِ عملی ہے۔ نبی کریم ﷺ محض ایک روحانی پیشوا ہی نہیں بلکہ ایک مدبر سپہ سالار بھی تھے جنہوں نے کئی اہم معرکوں میں قیادت کرتے ہوئے نہ صرف جنگی اصول متعین کیے بلکہ اخلاقی دائرے میں رہتے ہوئے عسکری کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ نعت میں عسکری پہلوؤں کی عکاسی کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی جنگی بصیرت، اصولی قیادت، اور ان کے ذریعے نافذ کردہ عسکری اخلاقیات کو نعتیہ شاعری میں بیان کیا جائے۔ بدر، احد، خندق، اور دیگر غزوات میں نبی کریم ﷺ کی حکمتِ عملی، صبر، جرأت، اور دشمن کے ساتھ عادلانہ رویہ ان کی عسکری قیادت کی روشن مثالیں ہیں۔ اگر نعت میں نبی کریم ﷺ کی شجاعت اور عسکری تدبر کو بیان کیا جائے تو یہ امتِ مسلمہ کے لیے نہ صرف ایک روحانی

تقویت کا باعث ہو گا بلکہ عملی زندگی میں راہنمائی کا ذریعہ بھی بنے گا۔ نعت صرف محبت اور عقیدت کا اظہار نہیں بلکہ سیرت کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کا ذریعہ بھی ہے، اور عسکری پہلو بھی سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک لازمی اور قابلِ توجہ موضوع ہے جسے نعت میں اجاگر کرنا وقت کی ضرورت ہے۔

نبی کریم ﷺ کی عسکری قیادت محض جنگی مہارت پر مبنی نہیں تھی بلکہ اس میں عدل، رحم دلی، اور دشمن کے ساتھ حسنِ سلوک جیسے اوصاف بھی نمایاں تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے جنگ کے دوران کسی بھی قسم کے ظلم وزیادتی کو منع فرمایا اور ہمیشہ اسلحہ اٹھانے کو آخری حل کے طور پر اپنایا۔ جنگِ بدر میں جب قریش کے قیدیوں کو گرفتار کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت دی اور انہیں کھانے، پینے اور رہائش کی بہترین سہولتیں فراہم کیں۔ اسی طرح صلحِ حدیبیہ ایک ایسی مثال ہے جس میں عسکری اور سفارتی بصیرت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا گیا، جہاں نبی کریم ﷺ نے وقتی طور پر بعض شرائط کو تسلیم کرکے ایک دیرپا کامیابی کی بنیاد رکھی۔ نعتیہ شاعری میں ان عسکری پہلوؤں کو بیان کرنا نہ صرف سیرتِ نبوی ﷺ کی مکمل تصویر کشی میں مدد دے سکتا ہے بلکہ یہ امت مسلمہ کو بھی جنگی اصولوں، اخلاقی دائرے، اور حکمتِ عملی کے بارے میں رہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عسکری کردار کو نعت میں شامل کرنے سے نعت صرف مدح وثنا کا ذریعہ نہیں رہے گی بلکہ وہ ایک فکری اور عملی درس بھی بن جائے گی جو امت کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلائے گی۔ آج کے دور میں جب جنگی نظریات اور حکمتِ عملی کے اصول مختلف چیلنجز سے دوچار ہیں، نعت کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی عسکری حکمتِ عملی کو اجاگر کرنا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے تاکہ امتِ مسلمہ اپنے عسکری اصولوں کو سیرتِ نبوی کی روشنی میں بہتر انداز میں سمجھ سکے۔

نعتیہ شاعری، سیرتِ نبوی ﷺ اور عسکری پہلوؤں کے درمیان ایک گہرا تعلق پایا جاتا ہے، جس کی جڑیں اسلامی تاریخ اور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں پیوست ہیں۔ نعت محض مدحِ رسول ﷺ کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کا ایک موثر وسیلہ بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں عسکری قیادت کا نمایاں کردار ہے، جس میں عدل، حکمت، تدبر، اور دشمن کے ساتھ حسنِ سلوک جیسے اصول ملتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں کئی نعت گو شعراء نے نبی اکرم ﷺ کے عسکری کردار کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے، جن میں بدر،

احد اور خندق جیسے غزوات میں نبی اکرم ﷺ کی جرات، استقلال، اور قیادت کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں لکھی جانے والی نعتیہ شاعری کا انداز منفرد اور ولولہ انگیز تھا۔ ان نعتوں میں صرف عقیدت و محبت کا اظہار ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ اسلامی سپاہ کے حوصلے بلند کرنے اور دشمنانِ اسلام کو للکارنے کا بھی ذریعہ بنتی تھیں۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر اصحاب نے نبی پاک ﷺ کی موجودگی میں نعتیہ شاعری کو جہاد اور عسکری روح سے ہم آہنگ کیا۔ ان اشعار میں جنگی حکمتِ عملی، میدانِ کارزار کے جذبات، غزواتِ نبوی کے تذکرے اور فتح و نصرت کی امیدیں نمایاں تھیں۔ بدر، احد، خندق اور خیبر جیسے معرکوں میں نبی پاک ﷺ کی قیادت اور مسلمانوں کی بہادری کو نعتیہ انداز میں پیش کیا گیا۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ان نعتیہ اشعار کو ابن اسحاق نے متعدد راویوں سے روایت کیا ہے:

''کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدا
ولما نطاعن دونہ وننا ضل
ونسلمہ حتی نصرع حولہ
ونذھل عن ابناءنا والحلائل

(ترجمہ): اور اللہ تعالی کے سچے گھر کی قسم اور اللہ کی قسم، بیشک اللہ تعالی بخبر نہیں۔ اللہ کے گھر قسم! اے کافرو! تم جھوٹے ہو اس گمان میں کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کو چھوڑ دیں گے۔ حالانکہ ابھی ہم نے حضور علیہ السلام کے گرد نیزوں اور تیروں سے جنگ نہ کی اور کیا ہم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تمہارے سپرد کریں گے جب تک کہ اپنے بیٹوں اور بیویوں سے غافل نہ ہو جائیں۔''[۱]

یہ نعتیہ اشعار اسلامی لشکر کے لیے ایک ترانہ تھیں جو انہیں میدانِ جنگ میں ثابت قدم رکھتی تھیں۔ عسکری موضوعات، ہتھیاروں کا ذکر، شہادت کا جذبہ، دشمن کے خلاف للکار اور اللہ کی مدد کی امید جیسے عناصر ان نعتوں کا بنیادی حصہ تھے۔ اس عہد میں نعت کو صرف ایک مدحیہ صنف کے طور پر نہیں بلکہ ایک عملی، حوصلہ افزا اور جنگی جذبے کو ابھارنے والی صنف کے طور پر

دیکھا جاتا تھا۔ یہ شاعری اسلام کے اولین سپاہیوں کے جوش وجذبے کی ترجمان تھی، جہاں عشقِ رسول ﷺ اور جہاد دونوں ایک ہی جذبے میں سمٹ جاتے تھے۔ یوں نعت صرف عقیدت کی علامت نہیں بلکہ عملی جہد وجہد اور اسلامی فتوحات کے پیغام کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔

نعت گوئی کا تاریخی پس منظر دیکھا جائے تو یہ خود نبی کریم ﷺ کے زمانے سے ہی ایک مستند روایت کے طور پر موجود رہی ہے۔ ابتدائی دور میں کئی صحابہ کرامؓ، بالخصوص حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے اپنی نعتیہ شاعری کے ذریعے نہ صرف حضور اکرم ﷺ کی شان بیان کی بلکہ دشمنانِ اسلام کی تنقید کا جواب بھی دیا۔ نعتیہ شاعری کو ہمیشہ ادب اور دینی جذبے کے امتزاج کے طور پر دیکھا گیا، کیونکہ اس کے ذریعے نہ صرف نبی کریم ﷺ کی مدح کی جاتی ہے بلکہ سیرت کے عملی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا جاتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی متعدد نعتوں میں ۲۵۰ سے زائد ایسے مصرعے یا اشعار مل جاتے ہیں کہ جن میں الفاظ کا میلان براہ راست عسکری متعلقات سے نکلتا ہے جہاں غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ ذی قرد، غزوہ خندق، غزوہ موتہ، غزوہ بنی قریظہ، فتح مکہ سے قبل اور بعد کا منظر نامہ، قبیلے، قوم اور سردار کا ذکر جب کہ مجموعی تاثیر والے الفاظ میں نصرت، ثابت قدمی، شامل ہیں۔ ایک مثال دیکھئے:

''عَدِمْنَا خَيْلَنَا إِن لَّمْ تَرَوْهَا تُثِيرُ النَّقْعَ مَوْعِدُهَا كَدَاءُ
يُبَارِينَ الاَ عِنَةَ مُصعِدَاتٍ عَلٰى اَكتَافِهَا الاَسَلُ الظِّمَاءُ
تَظَلَّ جِيَادُنَا مُتَمَطِرَاتٍ تُلطِمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

(ترجمہ): ہمارے گھوڑے باقی نہ رہیں اگر تم انہیں مقام کداء کی طرف بڑھتے ہوئے غبار اڑاتے نہ دیکھو۔ ہمارے گھوڑے وادی کے اوپر والے حصہ کی طرف چڑھتے ہوئے ایسی تیزی دکھاتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ لگام سے مقابلہ کر رہے ہیں، نیز گھڑ سواروں کے پاس خون کے پیاسے نیزے بھی اٹھائے ہوئے ہیں۔ ہمارے عمدہ گھوڑے انتہائی تیز رفتار ہیں، دشمنوں کی عورتیں ان کے چہروں پر اپنے دوپٹے مارتی ہیں تاکہ یہ واپس چلے جائیں۔''[۲]

ایک اور نعت میں غزوہ بدر میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سپہ سالاری کا بیان یوں فرماتے ہیں:

مُسْتَشْعَرِی حَلَقَ المَاذِی یقدِّمُهُمْ
جَلْدُ النَّحِیزَةِ ماضٍ غیرُ رِعدیدِ
أَعنی رَسُولَ الله فَإِنَّ الله فَضْلَهُ
عَلَی البَرِیَّةِ بِالتَّقْوَی وَبِالْجُودِ

(ترجمہ): غزوہ بدر میں مسلمانوں کے لشکر نے لوہے کا لباس پہن رکھا تھا اور ان کی قیادت مضبوط طبیعت والے، قوی اور بہادر شخص یعنی رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساری مخلوق پر تقویٰ اور سخاوت کے اعتبار سے بھی فضیلت عطا فرمائی ہے۔"[۳]

(۳)

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد نعتیہ شاعری میں دو نمایاں رجحانات ابھر کر سامنے آئے، جو اس وقت کے اسلامی حالات سے جڑے ہوئے تھے۔ پہلا رجحان اس دور کا تھا جب مسلمان فتوحات کی راہ پر گامزن تھے، اسلامی ریاست وسعت اختیار کر رہی تھی، اور ہر طرف کامیابی کے جھنڈے گاڑے جا رہے تھے۔ اس دور میں نعتوں میں نہ صرف عشقِ رسول ﷺ کا اظہار ہوتا بلکہ مسلمانوں کی فتوحات اور اللہ کی مدد کے تذکرے بھی شامل کیے جاتے تھے۔ نعتوں میں اسلامی لشکر کی فتوحات کو نبی پاک ﷺ کے فیض کا نتیجہ قرار دیا جاتا اور ان میں ایک طرح کی فخریہ کیفیت ہوتی تھی۔ خلفائے راشدین، بنو امیہ اور بنو عباس کے ادوار میں لکھی گئی نعتوں میں اسلامی قوت کی سربلندی اور اللہ کی نصرت کے جذبات نمایاں رہے۔ دوسری طرف، جب اسلامی خلافت کا زوال شروع ہوا اور امتِ مسلمہ مشکلات کا شکار ہونے لگی تو نعتیہ شاعری میں بھی تبدیلی آ گئی۔ اب ان اشعار میں جوش و جذبے کی جگہ رقت، دعا، التجا اور مدد طلبی کے جذبات نمایاں ہونے لگے۔ سقوطِ بغداد، زوالِ اندلس اور دیگر تاریخی سانحات نے اسلامی شعور پر گہرے اثرات مرتب کیے، جس کے نتیجے میں نعتیہ شاعری بھی امت کے اجتماعی کرب کی عکاس بن گئی۔ یوں نعتوں میں فتوحات کے ترانے کم اور امت کے زوال پر نوحہ خوانی زیادہ ہونے لگی، اور یہ تبدیلی آنے والے صدیوں میں مزید واضح ہوتی چلی گئی۔

فارسی زبان میں نعتیہ کلام کا ایک بیش بہا خزانہ محفوظ ہے۔ فارسی کے معتبر نعت گو شعراء

میں شرف الدین بوصیری کے اشعار میں قریب ۲۳۱ سے زائد الفاظ کا براہ راست تعلق عسکری متعلقات سے ہے جہاں مجموعی تاثیر والے الفاظ میں نصرت، ثابت قدمی، جرات، جنگ، تلوار، دشمن، بہادری، قوت، موت، شہادت، جذبہ، بدر، احزاب، خندق، لشکر، گھوڑا، تیر وغیرہ جیسے پر تاثیر الفاظ شامل ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں خصوصاً شعر نمبر ۳۰، ۳۲، ۵۶، ۶۱، ۷۱، ۹۵، ۹۹، ۱۱۰، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹ سے ۱۳۸ تک کے اشعار میں سیرت نگاری اور نعت نگاری کے عسکری حوالوں کا اہتمام دکھائی دیتا ہے۔ قصیدہ بردہ کے یہ اشعار دیکھئے:

''وشدَّ مِنْ سَعَبٍ أَحشَاءهُ وَطَوَى تحت الحجارة كشحاً مترف الأدم

وراودته الجبال الشم من ذهب عن نفسه فأراها أيما شمم

وَأَكَدَتْ زُهْدَهُ فيها ضرورته إن الضرورة لا تعدو على العصم

(ترجمہ): باندھا اور پینا فاقوں سے اپنے شکم مبارک کو پتھر سے ایسے شکم مبارک کو کہ نہایت نازک جلد تھا۔ اونچے پہاڑ سونے کے بن کر آئے کہ اپنی طرف آپ میں ہم کو مائل کریں آپ سلام نے کچھ توجہ نہ کی اور ہمت بلند رکھی۔ بہت مضبوط کر دیا آپ کے زہد کو پہاڑوں سے آپ ﷺ کی ضرورت نے بے شک ضرورت عصمت پر غلبہ نہیں کرتی۔''[۴]

شرف الدین بوصیری کے قصیدہ محمدیہ ﷺ میں شعر نمبر ۱۶۴، ۱۶۶، ۲۴۰، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷ اور ۲۴۸ میں یہی اظہاریہ مدحت کی صورت کرتا ہے۔ قصیدہ محمدیہ ﷺ کے یہ اشعار دیکھئے:

"محمد ثَابِتُ الميثاق حافِظُه

محمد طيب الأخلاق والشيم

(ترجمہ): محمد ﷺ میثاق میں ثابت رہنے والے، اُسے یاد رکھنے والے ہیں، محمد ﷺ اخلاق اور عادات میں پاک صاف ہیں۔''[۵]

اردو نعتیہ شاعری میں بھی یہی تاریخی تبدیلیاں دیکھی جاسکتی ہیں، جو مختلف ادوار کے حالات کے مطابق ڈھلتی رہی ہے۔ ابتدائی اردو شاعری میں نعتیہ اشعار میں عشقِ رسول ﷺ اور سیرتِ مبارکہ کے پہلو نمایاں نظر آتے ہیں۔ ولی دکنی، میر تقی میر، سودا اور غالب جیسے شعراء نے

نعتیہ شاعری میں مدح اور محبت کے انداز کو اپنایا۔ ان کی نعتوں میں عجز و انکساری، عشقِ رسول ﷺ، سیرتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں اور نبی کریم ﷺ کی صفات کو بیان کرنے کا رجحان غالب تھا۔ یہ نعتیں زیادہ تر ایک داخلی کیفیت کا اظہار تھیں، جن میں شاعر کی ذات اور اس کی عقیدت کی جھلک نمایاں تھی۔ اس دور میں نعتیہ شاعری کا مقصد بنیادی طور پر نبی کریم ﷺ کی عظمت اور ان کی حیاتِ مبارکہ کے روشن پہلوؤں کو اجاگر کرنا تھا۔ ان اشعار میں امتِ مسلمہ کے اجتماعی حالات کا عکس کم دکھائی دیتا تھا، بلکہ زیادہ تر شاعر کی انفرادی کیفیت اور نبی کریم ﷺ سے اس کی محبت کی ترجمانی کی جاتی تھی۔ کلاسیکی اردو شاعری میں نعت زیادہ تر وجدانی اور جمالیاتی رنگ میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہے، جس میں شریعت اور طریقت کی آمیزش کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی ذات کو عقیدت کے بلند ترین مقام پر پیش کیا جاتا تھا۔

اردو زبان میں نعتیہ کلام کا ایک خوبصورت خزانہ محفوظ ہے۔ اردو کے معتبر نعت گو شعراء کے اشعار میں قریب ۳۷۰ الفاظ کا براہ راست تعلق عسکری متعلقات سے ہے جہاں مجموعی تاثیر والے الفاظ میں جنگ، مقابلہ، عزم، ارادہ، طاقت، ظلم، توڑنا، شہادت، دشمن، نرم، سخت، مشکل، اعتماد، ساتھی، جذبہ، شہید، موت، بہادر، گھوڑے، غبار، شیر، تیز رفتاری، نیزے، گھوڑ سواری، خون، لڑائی، فتح، لشکر، تلوار، ضرب، میدان، مقابلہ، بزدل، پیغام، قابو، قتل، مدد، جھپٹنا، احزاب، بدر، مال غنیمت، تیزی، جماعت، مدد، قافلہ، ہجرت، کوچ، مقام، سیف، بے خوف، لاشہ، خیمہ، عریش، نصرت، ہتھیار، علم، لَوا اور قیادت جیسے بامعانی اور مدحتِ سیرت سے معمور الفاظ شامل ہیں۔

حفیظ تائب[۶] کی نعتیہ شاعری سے چند مثالیں دیکھئے:

صورت فاتح غالب ہو کر، داخل مکہ جب ہوے سرور ﷺ
ناقے پہ آئے سر کو جھکائے حمد لبوں پر ماشاء اللہ

شان قناعت کا ہے شاہد، خندق کا ہر ایک مجاہد
ضرب نبی ﷺ نے فتح و ظفر کے کھول دیئے در ماثار اللہ

آثار جس میں خندق و بدر و احد کے ہیں وہ خطہ ثبات دیار حبیب ﷺ ہے

نزہت بستان سلمان، عظمت صحن قبا پاس جاکر، سر جھکا کر دیکھنا اور سوچنا
ارض بدر، آثار خندق، دامن کوہ اُحد ہر قدم پرشان داور دیکھنا اور سوچنا

علامہ اقبال[۷] "جنگِ یرموک کا ایک واقعہ" میں یوں نعت لکھتے ہیں:

صف بستہ تھے عرب کے جوانان تیغ بند تھی منتظر حنا کی عروس زمین شام
اک نوجوان صورت سیماب مضطرب آ کر ہوا امیر عسا کر سے ہم کلام
بیتاب ہو رہا ہوں فراق رسول ﷺ میں اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

بیدم وارثی[۸] کی نعتیہ شاعری سے مثال دیکھئے:

دل بھی مشتاقِ شہادت ہے کماندارِ عرب اس طرف بھی کوئی پیمان مدینے والے

دیگر اہم لفظیات میں شہسوار، غار، پناہ، بچانا، چھپنا، پیچھا کرنا، زمین برگشتہ، گھوڑا، مقابلہ، معافی، کمزور، فتح، نصرت، استجاب، گھڑ سوار، دستہ، ارادہ، قیدی، بے سر و سامانی، چراگاہ، خون، خوشبو، دھوکہ، دھول، گرد، عقب، عقاب، لواء الحمد اور جھنڈا جیسے الفاظ ملتے ہیں۔

امام احمد رضا خان[۹] کا انداز ملاحظہ ہو:

قالب تہی کیے ہمہ آغوش ہے ہلال
اے شہسوار طیبہ ! میں تیری رکاب ہوں

سایہ افگن سر پہ ہو پرچم الٰہی جُھوم کر
جب لواء الحمد لے اُمت کا والی ہاتھ میں

کافروں پر تیغ والا سے گری برق غضب
ابر آسا چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی

عرش پر جس کی کمانیں چڑھ گئیں صدقے اس بازو پر قوت کیجیے
نعرہ کیجے یا رسول اللہ کا مفلسو! سامان دولت کیجیے

بنی پُرنور پر رخشاں ہے نکہ نور کا
ہے لِوَاءُ الحمد پر اُڑتا پھریرا نور کا

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی [۱۰] کا انداز ملاحظہ کیجئے:

اُن کا وسیلہ رب کی رحمت کا حیلہ بن جاتا ہے
نوح کی نیا پار لگائی، مشکل کو آسان کیا
ظلم و ستم کا دور گیا، تفریق و تکبر ختم ہوئے
عدل و مساوات اور اخوت کو جزو ایمان کیا

تیری مزاحمت ہوئی آخر کو سرنگوں
اے دشمنِ رسول! بتا تجھ کو کیا ملا

منہ کے بل لات و مبل گر پڑے اُن کے آگے ختم کعبے میں ہے ترشے ہوئے پتھر کا طواف
خیر سے اُن کی گزر گاہ میں ہے گھر میرا چاندنی کیوں نہ کرے آکر مرے گھر کا طواف

تاہم، بعد کے ادوار میں، خصوصاً ۱۹ویں اور ۲۰ویں صدی میں، جب برصغیر میں مسلمان استعماری قوتوں کے تسلط میں آ گئے، تو نعتیہ شاعری میں دعا، التجا اور استعانت کے جذبات نمایاں ہونے لگے۔ اب نعت محض مدحِ رسول ﷺ تک محدود نہ رہی بلکہ امتِ مسلمہ کے اجتماعی دکھ، مسائل اور زوال کی عکاس بھی بن گئی۔ احمد رضا خان بریلوی، محسن کاکوروی، امیر مینائی اور دیگر شعراء کی نعتوں میں امت کے زوال اور مشکلات کے بیانیے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ جدید اردو نعت میں عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ امتِ مسلمہ کے حالات، مشکلات، استعماری طاقتوں کے تسلط اور مسلمانوں کی بے بسی کے احساسات بھی شامل ہو گئے۔ نعت میں دعا اور التجا کے الفاظ زیادہ استعمال ہونے لگے اور امتِ مسلمہ کے لیے نبی کریم ﷺ کی شفاعت طلب کرنے کا رجحان بڑھ گیا۔ عہدِ حاضر میں نعتیہ شاعری ایک طرف نبی کریم ﷺ سے محبت اور عقیدت کا اظہار ہے، تو دوسری طرف یہ امت کے مسائل کا آئینہ بھی ہے، جہاں مسلمان نبی پاک ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو اپنی مشکلات کا حل اور نجات دہندہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔ یوں نعتیہ شاعری وقت کے

ساتھ ایک جمالیاتی صنف سے بڑھ کر اجتماعی اور فکری حیثیت اختیار کر گئی۔

اس دور کی نعتیہ شاعری میں برتے جانے والے الفاظ کی مجموعی تاثیر میں مدد، التجا، قیدی، فدیہ، دعا، ٹھکانہ، بیعت، عہد، پیمان، وفاداری، تابعداری، اعانت، حمایت، سہار، معاونت، درخواست، استدعا، عرض، گریہ، مناجات، نالہ، آہ وزاری، فریاد، حاجت، التفات، دعا، منا، آہ و فغاں، نالہ و شیون، رنج و غم، بین، ماتم، نوحہ، حزن و ملال، آہ و بکاء، اندوہ، زاری اور غمگساری جیسے الفاظ شامل ہیں جو نعتیہ سیرت ﷺ نگاری میں اہم حوالہ شمار ہوں گے۔

حفیظ تائب[۱۱] کا کی نعتیہ شاعری سے چند مثالیں دیکھئے:

آمادہ شر پھر ہیں ستم گر مرے آقاؐ — امت کی خبر لے مرے سرورؐ، مرے آقاؐ
افغانیوں پر کوہ الم ٹوٹ پڑا ہے — خونریز ہیں کہسار کے منظر مرے آقاؐ
مسموم و شرر بار ہیں کابل کی فضائیں — معموم ہیں شمشاد و صنوبر مرے آقاؐ
پھر بھیک ہمیں قوت حیدری کی عطا ہو — اک حشر بپا ہے پس خیبر مرے آقاؐ
فریاد کناں ہیں در و دیوار فلسطین — ہیں نوحہ بلب مسجد د منبر میرے آقاؐ

امام احمد رضا خان[۱۲] کا انداز ملاحظہ ہو:

یادِ وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں — بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اُٹھائی کیوں
دل میں تو چوٹ تھی دبی ہائے غضب اُبھر گئی — پوچھو تو آہ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی[۱۳] کا انداز ملاحظہ کیجئے:

لرزہ بر اندام ہیں ہر دور کے لات و منات — کفر کی ظلمت ہے ترساں اُن کا جلوہ دیکھ کر
کیا عجب مجھ پر کرم فرمائیں سلطان اُمم — ذوق دل، ذوق وفا، ذوق تمنا دیکھ کر

بیدم وارثی[۱۴] کی نعت میں التجائی رنگ دیکھئے:

لگاؤ پار کشتی پھنس گئی گرداب عصیاں میں — کہ شاہانہ خدائے کشتی روزِ جزا تم ہو
دل بیدم پہ بدلی حسرت و حرماں کی چھائی ہو — گھٹا دویا محمد مصطفیٰؐ ابر سخا تم ہو

مولانا الطاف حسین حالی[۱۵] "عرض حال: بحضور سرور کائنات علیہ فضل الصلواۃ العمل التحیات" میں یوں فرماتے ہیں:

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

علامہ اقبال[۱۶] "استغاثہ بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں یوں نعت لکھتے ہیں:

حضور! دہر میں آسودگی نہیں ملتی تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری اُمت کی آبرو اِس میں طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اِس میں

(۴)

نعتیہ شاعری میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات بھی شامل رہے ہیں، جن میں عسکری موضوعات، متعلقات اور کیفیات کو بھی منفرد انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہاں ہم نے عددی تجزیے کے لیے عربی، فارسی، اردو اور دیگر زبانوں کے قریب ۳۰ معروف نعت گو شعرا جن میں حضرت ابو طالب، حسان بن ثابت، شرف الدین بوصیری، عبد الرحمن جامی، محسن کاکوروی، امیر مینائی، الطاف حسین حالی، احمد رضا بریلوی، بیدم وارثی، ماہر القادری، حفیظ تائب، مظفر وارثی، نصیر الدین نصیر، عثمان نائم، صائم چشتی، سلطان باہو، استاد عاشق حسین بلوچ اور چند دیگر شعرا شامل ہیں، کے ۲۱۰ نعتیہ کلام میں شامل کل ۲۲۰۰ اشعار کا جائزہ لیا اور نتائج کے حصول کے لیے انہیں سات بنیادی زمرہ جات میں تقسیم کیا گیا: (۱) جنگ و جدل سے متعلق الفاظ جس میں وہ اشعار شامل کیے گئے جہاں معرکوں، جنگوں، اور میدانِ کارزار کی براہ راست جھلک نظر آتی ہے، جیسے غزوہ، بدر، احزاب، خیبر، میدان، جنگ، دشمن، فتح، شکست، لشکر اور مقابلہ جیسے الفاظ نمایاں ہیں؛ (۲) جنگی حربوں سے متعلق الفاظ میں وہ اشعار جو جنگی حکمت عملی، دفاعی تدابیر اور دشمن کے خلاف اقدامات کی نشاندہی کرتے ہیں، جیسے حکمت، چال، محاصرہ، ثابت قدمی، تیزی، چھپٹنا اور صف بندی جیسے الفاظ نمایاں ہیں؛ (۳) جنگی خوبیوں سے متعلق الفاظ کا مجموعہ جس میں وہ اشعار جو بہادری، ثابت قدمی، استقامت اور شجاعت جیسے اوصاف کو بیان کرتے ہیں، جیسے جرأت، عزم، ارداہ، ہمت، جرات، جمیعت، مدد، بے خوف اور قوت جیسے الفاظ شامل ہیں؛ (۴) جنگی آلات، اوزار اور ہتھیاروں کے زمرے میں وہ اشعار

شامل ہیں جن میں گھوڑا، شیر، تلوار، نیزہ، تیر، ڈھال، زرہ، اور دیگر عسکری اسلحے کا ذکر کیا گیا ہے؛ (۵) جنگی جذب و کیف کا اظہاریہ کی ذیل میں وہ اشعار جن میں جنگی جوش وولولہ، شہادت کی آرزو، اور میدانِ عمل میں قربانی کے جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے؛(۶) دعائیہ یا التجائیہ اظہاریہ میں وہ نعتیہ اشعار جو اللہ تعالیٰ سے مدد، نصرت، اور کامیابی کی دعا کی تاثیر لیے ہوئے ہیں، جیسے مدد، رحمت، دعا، التجا اور امداد جیسے الفاظ شامل ہیں؛(۷) دیگر جنگی متعلقات کی ذیل میں وہ تمام اشعار شامل کیے گئے ہیں جو کسی نہ کسی انداز میں عسکری جزئیات اور جنگ و جدل سے جڑے جذبات اور تصورات کا اظہار کرتے ہیں، مگر مذکورہ بالا زمروں میں براہ راست شامل نہیں ہوتے ہیں جیسے موت، ظلم، نرم، سخت، مشکل، ساتھی، غبار، تیز رفتاری، پیغام، قابو، مال غنیمت، خیمہ، عریز، علم، لَوا، قیادت اور شہادت جیسے الفاظ کا مجموعہ اس کا حصہ ہیں۔

جدول -۱: نعتیہ شاعری میں عسکری متعلقات کی تقسیم

نمبر شمار	زمرہ	نمایاں الفاظ	اشعار کی تعداد
-1	جنگ وجدل سے متعلق الفاظ	غزوہ، بدر، جنگ، دشمن، فتح، شکست، لشکر	340
-2	جنگی حربے	حکمت، محاصرہ، تیزی، چال، ثابت قدمی	285
-3	جنگی خوبیاں	جرأت، عزم، استقامت، بے خوفی، قوت	320
-4	جنگی آلات اور ہتھیار	تلوار، نیزہ، تیر، ڈھال، زرہ	260
-5	جنگی جذب و کیف	شہادت، جوش، میدان، قربانی	305
-6	دعائیہ یا التجائیہ اظہاریہ	مدد، دعا، نصرت، رحمت، التجا	240
-7	دیگر جنگی متعلقات	موت، قیادت، علم، غبار، خیمہ، پیغام	450

مذکورہ جدول ظاہر کرتا ہے کہ نعتیہ شاعری میں عسکری موضوعات نمایاں ہیں اور جنگی متعلقات سے جڑے اشعار کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نعت گو شعرا نے نہ صرف عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا بلکہ عسکری جذبات، جنگی

حکمت عملی، قربانی اور شہادت کے موضوعات کو بھی اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔

بار چارٹ -۱: نعتیہ شاعری میں عسکری متعلقات کا چارٹ

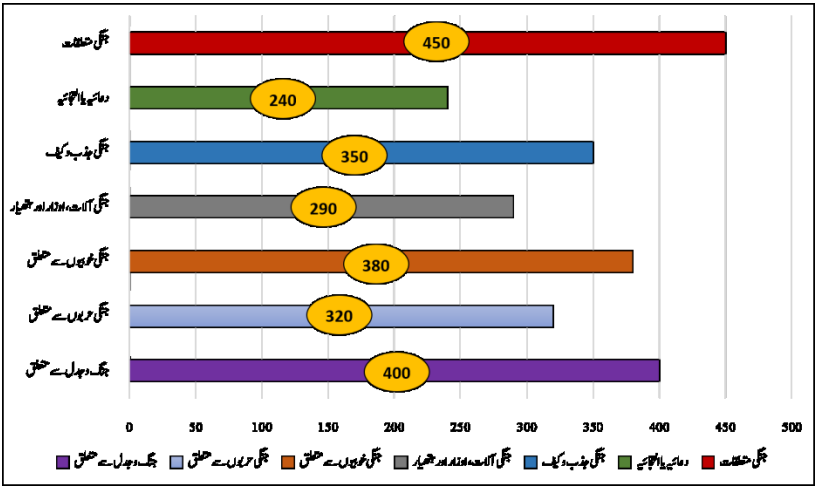

یہ بار چارٹ نعتیہ شاعری میں عسکری موضوعات کے مختلف زمروں کا عددی تجزیہ پیش کرتا ہے۔ اس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ "دیگر جنگی متعلقات" سب سے زیادہ تعداد میں اشعار پر مشتمل ہے (۴۵۰ اشعار)، جب کہ "دعائیہ اظہاریہ" کے اشعار نسبتاً کم (۲۴۰) ہیں۔ "جنگ و جدل" اور "جنگی خوبیاں" بھی نمایاں طور پر بڑی تعداد میں موجود ہیں، جو نعتیہ شاعری میں جذباتی اور فکری پہلوؤں کے امتزاج کو ظاہر کرتے ہیں۔

نعتیہ شاعری میں سیرت النبی ﷺ، جذبۂ ایمانی، عشقِ رسول ﷺ اور عسکری متعلقات کا حسین امتزاج، بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ ذیل کا گراف نعتیہ شاعری میں موجود عسکری الفاظ کے بہاؤ اور شدت کو ایک منفرد انداز میں پیش کرتا ہے۔ یہ الفاظ نہ صرف تاریخِ اسلام کے عظیم واقعات کی جھلک پیش کرتے ہیں بلکہ ان میں پوشیدہ معنویت قاری کے ایمان کو مزید جِلا بخشتی ہے۔ ان کا استعمال ایک ایسے استعاراتی جہان کو تشکیل دیتا ہے جہاں میدانِ جنگ اور روحانی کیفیات ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ یہ امتزاج شاعری کو ایک بیانیہ قوت عطا کرتا ہے جو ماضی، حال اور مستقبل کے فکری جہاد کو یکجا کر دیتا ہے۔ "تلوار"، "میدان"، "جنگ"، "بدر"، "دشمن" جیسے الفاظ نہ صرف جنگی میدانوں کے درمیان سے جھانکتے ہیں بلکہ عشقِ رسول ﷺ کے جذبات میں بھی گندھے نظر آتے ہیں۔ نعت کے متعدد اشعار میں ان الفاظ کی نسبتی تکرار گویا

ایک ایسی نعت کی گونج سناتے ہیں جہاں ایمان، قربانی، اور نصرت کے جذبات موجزن ہیں۔ یہ بصری تجزیہ ہمیں بتاتا ہے کہ کیسے نعتیہ شاعری کے پیرائے میں بھی ایک جہادِ فکر پوشیدہ ہے، جہاں الفاظ صرف الفاظ نہیں رہتے بلکہ حوصلے کی جھنکار، وفاداری کی گونج اور روحانی معرکوں کی یادگار بن جاتے ہیں۔

گراف -۱: نعتیہ شاعری میں اہم عسکری متعلقاتی الفاظ کی نسبتی تکرار (فریکونسی)

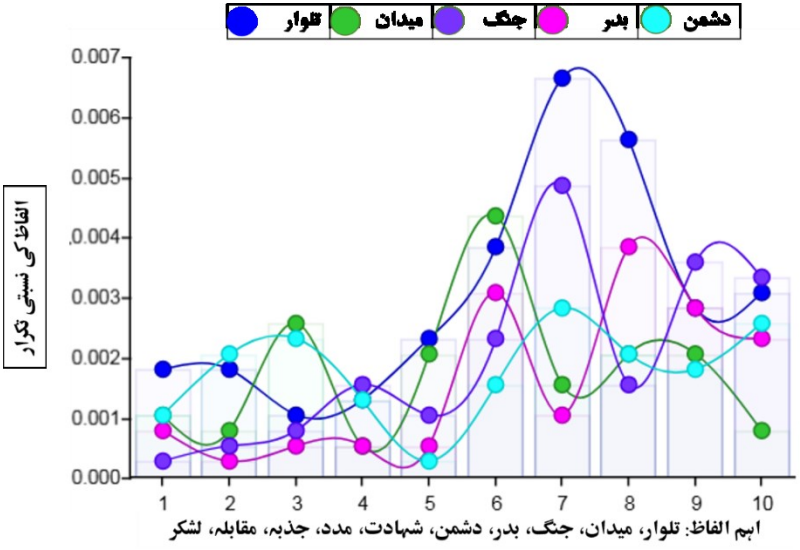

نعت، سیرتِ نبوی ﷺ اور عسکری پہلوؤں کی تطبیق سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جس میں ہر پہلو چاہے وہ عبادات سے متعلق ہو، سماجی معاملات ہوں یا عسکری حکمتِ عملی، سب کو یکساں اہمیت حاصل ہے۔ نعت محض مدحِ رسول ﷺ کا نام نہیں بلکہ یہ سیرتِ نبوی ﷺ کی عکاسی کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے۔ جب نعت میں سیرت کے عسکری پہلوؤں کو بیان کیا جاتا ہے تو یہ ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں ہونے والے غزوات اور معرکے کسی تسلط یا فتوحات کے لیے نہیں بلکہ عدل، امن اور دینِ اسلام کے دفاع کے لیے تھے۔ ان معرکوں میں جہاں جنگی حکمتِ عملی، صبر، اور تدبر نمایاں نظر آتے ہیں، وہیں دشمنوں کے ساتھ حسنِ سلوک، معاہدات کی پاسداری، اور اخلاقی اقدار بھی نمایاں ہیں۔ نعتیہ شاعری میں ان پہلوؤں کو شامل کر کے نعت کو ایک فکری و عملی رہنمائی کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے جو امتِ مسلمہ کو سیرتِ طیبہ کے مطابق زندگی

گزارنے کی ترغیب دے۔ آج جب دنیا میں جنگی نظریات اور سفارتی چالیں پیچیدہ ہو چکی ہیں، نبی کریم ﷺ کی عسکری بصیرت کو نعتیہ ادب کے ذریعے اجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ مسلم امہ اپنی رہنمائی کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ کو ہی معیار بنائے۔ اس طرح نعت نہ صرف عقیدت کا اظہار ہو گی بلکہ ایک فکری اور عملی تحریک بھی ثابت ہو گی۔

حوالہ جات

1. دحلان، سید احمد زینی، علامہ (۲۰۱۴ء)، السیرۃ النبویہ، جلد اول، مترجم: علامہ ذوالفقار علی، لاہور، ضیاالقرآن پبلی کیشنز، ص ۸۳۔
2. حسان، حضرت حسان بن ثابت انصاری (۲۰۱۲ء)، دیوان حضرت حسان بن ثابت انصاری، مترجم: مولانا محمد اویس سرور، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ص ۴۷۔
3. حسان، حضرت حسان بن ثابت انصاری (۲۰۱۲ء)، دیوان حضرت حسان بن ثابت انصاری، مترجم: مولانا محمد اویس سرور، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ص ۱۵۴۔
4. بوصیری، شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید (۲۰۱۳ء)، دیوان امام بوصیری، مترجم: محمد ذکا اللہ سعیدی، جہلم، بک کارنر، ص ۲۳۳۔
5. بوصیری، شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید (۲۰۱۳ء)، دیوان امام بوصیری، مترجم: محمد ذکا اللہ سعیدی، جہلم، بک کارنر، ص ۲۵۹۔
6. تائب، حفیظ (۲۰۰۵ء)، کلیات حفیظ تائب، کراچی، حفیظ تائب فاؤنڈیشن، ص ۱۶۱، ۲۵۰، ۲۷۰۔
7. اقبال، علامہ محمد (۲۰۱۸ء)، بانگ درا، لاہور، اقبال اکادمی، ص ۲۷۶۔
8. وارثی، بیدم شاہ (۱۹۹۸ء)، دیوان بیدم، لکھنو، صدیق بکڈپو، ص ۲۵۔
9. خان، امام احمد رضا (۲۰۰۰ء)، حدائق بخشش (حصہ اول)، کراچی، مکتبہ المدینہ، ص ۹۲، ۱۰۳، ۱۵۲، ۱۹۵، ۲۴۳۔
10. نصیر، پیر سید نصیر الدین (۲۰۰۰ء)، دیں ہمہ اوست، اسلام آباد، مہریہ نصیریہ پبلیشرز، ص ۶۵، ۸۱، ۱۴۳۔
11. تائب، حفیظ (۲۰۰۵ء)، کلیات حفیظ تائب، کراچی، حفیظ تائب فاؤنڈیشن، ص ۱۲۵۔
12. خان، امام احمد رضا (۲۰۰۰ء)، حدائق بخشش (حصہ اول)، کراچی، مکتبہ المدینہ، ص ۹۶۔
13. نصیر، پیر سید نصیر الدین (۲۰۰۰ء)، دیں ہمہ اوست، اسلام آباد، مہریہ نصیریہ پبلیشرز، ص ۱۳۵۔
14. وارثی، بیدم شاہ (۱۹۹۸ء)، دیوان بیدم، لکھنو، صدیق بکڈپو، ص ۹۔
15. حالی، مولانا الطاف حسین (۱۹۸۷ء)، مدوجزر اسلام: مسدس حالی، لاہور، کشمیر کتاب گھر، ص ۱۱۷۔
16. اقبال، علامہ محمد (۲۰۱۸ء)، بانگ درا، لاہور، اقبال اکادمی، ص ۲۲۵۔

⊙⊙⊙

تنویر پھول
نیویارک، امریکہ

21ویں صدی کی نعت میں ادب اطفال کا حصہ

نعتیہ ادب میں بچوں کی شرکت کا سب سے پہلا حوالہ ہمیں ہجرت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری پر "جآنبی الله، جآ رسول الله" (اللہ کے نبیؐ آگئے، اللہ کے رسولؐ آگئے) کے نعروں کے دوران وہاں کی ننھی منی بچیوں کے اس مشہور و مقبول، سادہ اور آسان نغمے سے ملتا ہے جو دف بجا کر گایا گیا تھا:

طَلَعَ البَدرُ علینا مِن ثنیات الوداع
وَجَب الشُّکرُ علینا ما دَعیٰ لله داع

"چودھویں کا چاند ہم پر طلوع ہُوا ہے، وداع کی گھاٹیوں کی طرف سے۔ ہم پر شُکر ادا کرنا واجب ہے اس دعوت کا جو اللہ کے داعی نے ہمیں دی ہے"

جب آپ ﷺ بنو نجار کے محلے میں پہنچے اور آپ ﷺ کی اونٹنی جس کا نام قصویٰ تھا، وہیں ٹھہر گئی تو آپ ﷺ نے وہاں کے سب سے قریبی گھر کے مالک حضرت ابو ایوب خالدؓ بن سلطان انصاری کو میزبانی کا شرف بخشنے کا ارادہ ظاہر کیا تو خوشی کے اظہار میں بنو نجار کی ننھی منی بچیوں نے بھی دف بجا کر یہ نغمہ گایا:

نحن جَوارِ مّن بنی النجّار یا حبّذا محمد ﷺ مّن جار

"ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں اور ہمیں خوشی ہے کہ حضرت محمد ﷺ ہمارے پڑوس میں رہیں گے"

ابو الاثر حفیظ جالندھری نے اس کی تصویر کشی یوں کی ہے:

زباں پر 'اشرق البدرُ علینا' کی صدائیں تھیں
دلوں میں 'ما دعیٰ لله داعِ' کی دعائیں تھیں
کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں، دَف بجاتی تھیں

رسولِ پاکؐ کی جانب اشارے کر کے گاتی تھیں
کہ ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہؓ کے لالؐ کے تشریف لانے کی
مسلمانوں کے بچے بچیاں مسرور تھے سارے
گلی کوچے خدا کی حمد سے معمور تھے سارے
نبوت کی سواری جس طرف سے ہو کے جاتی تھی
درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

حضور ﷺ نے ان بچیوں سے نہایت شفیق لہجے میں پوچھا: "کیا تمھیں ہم سے بہت محبت ہے اور تم ہمارے آنے پر بے حد خوش ہو؟" تو انھوں نے سر ہلا کر اقرار کیا، اس پر آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "ہمیں بھی تم سے بہت لگاؤ اور محبت ہے"۔

حضرت اَنَسؓ بن مالک جنھیں بچپن سے حضور ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل تھا، فرماتے ہیں کہ "جس روز حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے اُس روز ہر چیز منور ہو گئی"۔

غالباً اسی وجہ سے اس شہر کو "مدینہ منورہ" کے مقدس نام سے یاد کیا جاتا ہے جبکہ پہلے اس کا نام "یثرب" (قابل الزام و ملامت جگہ جو خراب آب و ہوا کی وجہ سے مشہور تھی) تھا۔ اب جو نعتیں بچوں کے ادب میں شامل ہیں اُن کے کچھ نمونے:

معصومیت کا ہالہ بچپن مِرے نبی ﷺ کا
پھولوں کی طرح اُجلا بچپن مِرے نبی ﷺ کا
سب اچھی عادتوں سے پُرنور اور مُزیّن
سچائی کا حوالہ بچپن مِرے نبی ﷺ کا
آغوشِ آمنہؓ[1] سے دن کی طرح اُبھر کر
جگ کو سجانے والا بچپن مِرے نبی ﷺ کا

---

۱ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ۔

گھر حارثؓ[1] و حلیمہؓ[2] کا برکتوں سے بھرتا
رعنائیوں کا جھرنا بچپن مِرے نبی ﷺ کا
شیماؓ[3] کی اور انیسہؓ[4] کی چاہتوں کا مرکز
بادل محبتوں کا بچپن مِرے نبی ﷺ کا
بنتِ اسدؓ[5] کی دھڑکن، وہ جانِ اُمِّ ایمنؓ[6]
توقیر جد بڑھاتا بچپن مِرے نبی ﷺ کا

(شاعر: حفیظ تائبؔ، ماخوذ از ماہنامہ "ہلال" کراچی شمارہ اکتوبر ۲۰۰۰ء۔ "ورلڈ ریکارڈ نمبر"۔ ۱۲۱۲ صفحات پر مشتمل)

☆☆☆

جب وہ ﷺ سفر پر جایا کرتے — بادل سر پر سایہ کرتے
اُن ﷺ کا نام لبوں پر آئے — میٹھا میٹھا منہ ہو جائے
اُن ﷺ کی یاد کے صدقے، ہر دَم — آنکھ میں جھڑیوں والا موسم
اُن ﷺ کے بول بہاروں جیسے — اور اصحابؓ ستاروں جیسے
اُن ﷺ سا پیارا اور نہ کوئی — اُن ﷺ سے بچھڑ کر لکڑی روئی
اُن ﷺ کی ذات اِک شہر نرالا — علم اس شہر کا رہنے والا
کیسے لوگ تھے مکّے والے — روح کے اندھے، دل کے کالے
راس نہ آیا اُنھیں اُجالا — چاند کو شہر بدر کر ڈالا!

---

۱ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے شوہر
۲ حضور ﷺ کی رضاعی ماں اور دایہ۔
۳ حضرت حلیمہؓ کی بیٹی۔
۴ حضرت حلیمہؓ کی بیٹی۔
۵ حضور ﷺ کی چچی اور حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ جن کا پورا نام فاطمہؓ بنت اسد تھا۔
۶ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ کی خادمہ۔

جس نے بنائے چاند ستارے روشنیوں کے چشمے سارے
اُس نے اُنھیں ﷺ پسند کیا ہے اُن ﷺ کا ذکر بلند کیا ہے
کتنی عظیم ہے اُن ﷺ کی ہستی ذکر ہے اُن ﷺ کا بستی بستی
صادق اور امین وہی ﷺ ہیں طٰہٰ اور یٰسین وہی ﷺ ہیں
مولا کی پہچان وہی ﷺ ہیں سب سے بڑے انسان وہیؐ ہیں
وہ ﷺ مہمانِ عرشِ معلّیٰ شانِ محمد ﷺ اللہ اللہ
رحمت اُن ﷺ کی عالم عالم صلی اللہ علیہ وسلم

(شاعر: انور مسعود، ماخوذ از سہ ماہی "ادبیات" اسلام آباد۔ شمارہ نمبر ۹۴۔۹۵۔ جنوری تا جون ۲۰۱۲ء۔ بچوں کا ادب نمبر)

بچوں کے لئے آسان زبان میں ایک اور نعت ملاحظہ کیجئے:

ہم کو ہیں دل سے پیارے آنکھوں کے ہیں وہ ﷺ تارے
ہم سب کے ہیں سہارے پیارے نبی ﷺ ہمارے

باطل مٹانے والے قرآن لانے والے
ہیں بخشوانے والے پیارے نبی ﷺ ہمارے

نیکی ہمیں سکھائی اور شمعِ حق جلائی
کی دُور ہر بُرائی پیارے نبی ﷺ ہمارے

اندھیاروں کو مٹایا دنیا کو جگمگایا
ہر بُت کدے کو ڈھایا پیارے نبی ﷺ ہمارے

اُن ﷺ سے کرو محبت سب کے لئے ہیں رحمت
ہر دل میں اُن ﷺ کی اُلفت پیارے نبی ﷺ ہمارے

کر دیں مدد خدارا دے دیں اسے سہارا
ہے پھولؔ نے پُکارا پیارے نبی ﷺ ہمارے

(شاعر: تنویر پھولؔ، ماخوذ از مجموعۂ کلام "گلشنِ سخن"، مطبوعہ جنوری ۱۹۷۰ء)

سہ ماہی "ادبیات" اسلام آباد کے مذکورہ "بچوں کا ادب نمبر" (جلد دوم: قومی ادب: حصۂ نظم) میں شامل بچوں کے لئے دو خوب صورت نعتیں ملاحظہ کیجئے:

وہ ﷺ جس پہ نازاں ہیں خود عطائیں جو بخشے اغیار کی خطائیں
سُنے جو ﷺ بے کس کی التجائیں جو خوں کے پیاسوں کو دے دعائیں
جو ﷺ خُلق سے دل کے زخم سی دے جو گھُپ اندھیروں کو روشنی دے
ستارے گرد اُس ﷺ کی رہگزر میں فرشتے ساتھ اُس ﷺ کے ہر سفر میں
محبت اُس ﷺ کی نظر نظر میں دیانت اُتری اُسی ﷺ کے گھر میں
امانت اُس ﷺ کی ادا پہ جھومے صداقت اُس ﷺ کی زبان چومے

(شاعر: محشر بدایونی، ماخوذ از سہ ماہی "ادبیات" اسلام آباد۔ شمارہ نمبر ۹۴۔۹۵۔ جنوری تا جون ۲۰۱۲ء۔ بچوں کا ادب نمبر)

پیارا پیارا نام نبی ﷺ کا سب سے اچھا نام نبی ﷺ کا
سورج بن کر اِس دھرتی پر ہر سُو چمکا نام نبی ﷺ کا
دیتا ہے آرام دلوں کو راحت والا نام نبی ﷺ کا
اپنے ہاتھوں پر لکھ لکھ کر میں نے چوما نام نبی ﷺ کا
بگڑے کام بنانے والا ہم نے دیکھا نام نبی ﷺ کا
بچے بچے کے ہونٹوں پر دیکھو! آیا نام نبی ﷺ کا
یاورؔ! ہم سب پر لازم ہے لیتے رہنا نام نبی ﷺ کا

(شاعر: یاور عظیم، ماخوذ از سہ ماہی "ادبیات" اسلام آباد۔ بچوں کا ادب نمبر)

بچوں کے لئے ایک اور نعت "صلی اللہ علیہ وسلم" کی ردیف میں:

سب نبیوں کے آپ ہیں سرور صلی اللہ علیہ وسلم
آپ سراپا نور کے پیکر صلی اللہ علیہ و سلم
آپ ہی سے قرآن ملا ہے، سچ یہ ہے ایمان ملا ہے
آپ ہیں ہادی، آپ ہیں رہبر صلی اللہ علیہ و سلم
آپ نے ہم کو رب سے ملایا اور سیدھا رستہ دکھلایا
آپ کی یاد سے دل ہیں منور صلی اللہ علیہ و سلم
آپ سے آقا ﷺ! آپ کو مانگوں اور مجھے درکار نہیں کچھ
خواب میں دیکھوں روضۂ انور صلی اللہ علیہ و سلم
طیبہ نگر مشتاقؔ بھی آئے، اتنا کرم فرمائیں آقا ﷺ!
جلد بلائیں اس کو در پر صلی اللہ علیہ وسلم

(شاعر: محمد مشتاق حسین قادری، ماخوذ از مجموعہء نظم ونثر "گلہائے رنگارنگ"، مطبوعہ شعبان المعظم، ۲۰۱۴ء)

بچوں کے لئے "صنعتِ توشیح" میں ایک نعت جس کے مصرعوں کے ابتدائی حروف سے "محمد رسول اللہ" ﷺ کے الفاظ نکلتے ہیں:

م: مُشفق و مہرباں آپ ہیں یا نبی ﷺ!
ح: حامیء مومناں آپ ہیں یا نبی ﷺ!
م: مومنوں پر ہے رحمت بڑی آپ ﷺ کی
د: دُور ہوتی ہے مسلم کی ہر بے کلی
ر: رحمتِ دوجہاں آپ ﷺ کا ہے لقب
س: سارے عالم کی تخلیق کا ہیں سبب
و: والیء بے کساں آپ ﷺ ہیں بالیقیں

ل: لطف کی آپ ﷺ کے، کوئی حد ہی نہیں
ا: اب ہماری طرف بھی نظر کیجئے
ل: لب پہ ہے التجا، اس کو سُن لیجئے
ل: لیں ہماری خبر، پھولؔ ہے کہہ رہا
ہ: ہم پہ چشمِ کرم ہو حبیبِ خدا ﷺ!

(شاعر: تنویر پھولؔ، ماخوذ از مجموعۂ حمد و نعت و منقبت "انوارِ حرا" (۳۰۴ صفحات پر مشتمل)، مطبوعہ جولائی ۱۹۹۷ء)

"مُرسلِ اکرم ﷺ" کے زیر عنوان "صنعتِ عاطلہ" یعنی غیر منقوطہ (جس میں کوئی نقطہ استعمال نہ ہو) میں ایک نعت جو بچوں کے لئے بھی ہے:

احمد ﷺ، حامد اور مکرّم — مُرسلِ اکرم ﷺ، سرورِ عالم
اسمِ محمد ﷺ، اعلیٰ، اولیٰ — وہ ہے ہُوا ممدوحِ مولیٰ
مسلمِ عاصی کے وہ سہارے — حامی ہوئے سرکار ﷺ ہمارے
ہر رہرو اس در کا سوالی — راہ دکھائے ہادیٔ عالی ﷺ
والی، ماویٰ ہے وہ ﷺ ہمارا — اسمِ محمد ﷺ دل کا سہارا
وہ عالی ہے، وہ اعلیٰ ہے — اُس سے طلوعِ ماہِ حرا ہے
اس کی مہک اطہر و معطر — عالمِ کامل، مُرسلِ داور ﷺ
مسعودِ عالم اسم اُس کا — محمودِ آدمؑ اسم اُس کا
اللہ اللہ اُس کے کرم سے — دُور ہوئے دکھ ہر مسلم کے
رحم و کرم اور عدل ہے اعلیٰ — کُل کا ہے دل کملی والا ﷺ
عالی ہے سرکارِ دوعالم — اور احمد ﷺ سردارِ دوعالم
وہ ﷺ محمود، مکرّم، عادل — وہ ﷺ اُمّی، طٰہٰ اور کامل
احمد ﷺ، اوّل اور ولی وہ ﷺ — داعی، مدعو اور ماحی وہ ﷺ

اولیٰ، مطہّر اور محرّم آمر، مُرسل، ہادیٔ عالم ﷺ
لاکھوں درودوں کی دو سلامی اعلیٰ ہے وہ اسمِ گرامی
مدحِ محمد ﷺ کے ہم عادی دل کی کلی ہے اس سے کِھلا دی

(مندرجہ بالا نعت میں حضور ﷺ کے توصیفی نام استعمال ہوئے ہیں جو بچوں کے لئے ابتدائی قرآنی قاعدہ "یسّرنا القرآن" میں بھی موجود ہیں)

(شاعر: تنویر پھولؔ، ماخوذ از مجموعہ ءنعت "قندیلِ حرا" مطبوعہ دسمبر ۲۰۰۳ء)

بچوں کے لئے ایک اور نعت:

نعت اشکوں سے لکھوں اور سَحَر ہو جائے
زندگی اُن ﷺ کی ثنا میں ہی بسر ہو جائے
آرزو ہے مجھے مل جائے غلامی کا شَرَف
یہ کرم آپ ﷺ کا سرکار ﷺ! اگر ہو جائے
اِک تڑپ دل میں اُٹھی، یاد مدینہ آیا
اب مدینے کا مجھے اِذنِ سفر ہو جائے
آنے جانے کا یہ قصہ ہی سمٹ جائے گا
آپ ﷺ کے حکم سے طیبہ میں جو گھر ہو جائے
ہو میسر جو مجھے خاکِ مدینہ یا رب!
میرا مدفن مِرے آقا ﷺ کا نگر ہو جائے
کام بگڑے ہوئے بن جائیں گے اس کے طاہرؔ!
جس کی جانب مِرے آقا ﷺ کی نظر ہو جائے

(شاعر: طاہر سلطانی، ماخوذ از حمدیہ و نعتیہ انتخاب "ارمغانِ حمد و نعت" مطبوعہ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ، مطابق ۲۰۰۷ء)

ایک اور خوب صورت نعت ملاحظہ کیجئے:

مِری سوئی ہوئی قسمت اگر بیدار ہو جائے
جمالِ مصطفی ﷺ کا خواب میں دیدار ہو جائے
ملے گی دولتِ عشقِ الٰہی آپ ﷺ کے در سے
مِری جانب اگر چشمِ کرم اِک بار ہو جائے
مجھے ہر ماسوا سے توڑ کر اپنا بنا لو تم ﷺ
مِرے مولیٰ ﷺ! مجھے حاصل تمھارا پیار ہو جائے
اسے دنیا و دیں کی سرفرازی پھر سے حاصل ہو
کرم کی اِک نظر اُمت پہ اب سرکار ﷺ! ہو جائے
وہی نجم الہدیٰ جو آپ ﷺ کے در کا بھکاری ہے
سہارا آپ ﷺ دیں تو اس کا بیڑا پار ہو جائے

(شاعر: پروفیسر ڈاکٹر نجم الہدیٰ، فروری ۱۹۷۹ء کی نعت، ماخوذ از تحقیقی مقالۂ پی ایچ۔ڈی۔ مقالہ نگار: ڈاکٹر ثریا جہاں ایم اے، پی ایچ۔ڈی)

بچوں کے لئے ایک اور دلکش نعت:

جس جگہ ذکرِ مصطفی ﷺ نہ ہُوا — روشنی کا بھی سلسلہ نہ ہُوا
جس نے جانا نہیں محمد ﷺ کو — وہ خدا سے بھی آشنا نہ ہُوا
نعت لکّھی تمام عمر مگر — 'حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا'
در بدر ہو گیا زمانے میں — جس کا اُس در سے واسطہ نہ ہُوا
بیر رکھتا ہے جو محمد ﷺ سے — کیا وہی دشمنِ خدا نہ ہُوا؟
ہم نے اپنے نبی ﷺ کے صدقے میں — رب سے مانگا تو کیا عطا نہ ہُوا !
شاہ کیا؟ خاک ہو گا دنیا میں — آپ ﷺ کے در کا جو گدا نہ ہُوا
شبِ معراج ہے سَنَد اے دلؔ! — کیا خدا آپ ﷺ پر فدا نہ ہُوا ؟

(شاعر: امان خان دلؔ، ماخوذ از مجموعۂ نعت "شہِ لولاک ﷺ"، مطبوعہ ۱۴۲۷ھ، مطابق ۲۰۰۶ء)

ایک اور خوب صورت نعت ملاحظہ کیجیے:

کہاں تک اُٹھاؤں ستم یا محمد ﷺ! مٹا دو مِرے رنج و غم یا محمد ﷺ!
تمھارا وسیلہ ہے درکار مجھ کو میں ہوں اور بحرِ الم یا محمد ﷺ!
بنا دو مقدّر خدارا بنا دو مِری سمت چشمِ کرم یا محمد ﷺ!
خطاکار ہوں پھر بھی میں ہوں تمھارا سرِ حشر رکھنا بھرم یا محمد ﷺ!
بیاں کیا ہو رُتبہ کہ عرش بریں پر تمھارے ہیں نقشِ قدم یا محمد ﷺ!
رقم صرف مدحت کرے جو تمھاری عطا ہو مجھے وہ قلم یا محمد ﷺ!
صدا دے رہی ہے مِری سانس اخترؔ کرم یا محمد ﷺ! کرم یا محمد ﷺ!

(شاعر: پرویز اختر، ماخوذ از مجموعۂ نعت "صاحبِ معراج ﷺ"، مطبوعہ ۱۴۲۳ھ، مطابق ۲۰۰۲ء)

ایک اور دلکش نعت ملاحظہ کیجیے:

تم سیرتِ سرکار ﷺ کو اپنا کے تو دیکھو
طیبہ کی طرف ایک قدم آ کے تو دیکھو
منزل تمھیں مل جائے سرِ راہِ مدینہ
دنیا کی محبت سے تم اُکتا کے تو دیکھو
پائیں گے سبھی دل میں محمد ﷺ کی محبت
تم اُن ﷺ کی محبت کبھی سمجھا کے تو دیکھو
بھر جائے گا نعمت سے تمھارا تہی دامن
سرکار ﷺ کے آگے اسے پھیلا کے تو دیکھو
گر اسمِ محمد ﷺ کا اثر دیکھنا چاہو
ہر وقت زبانی اسے دُہرا کے تو دیکھو
رحمت کا خزانہ تمھیں مل جائے گا آسیؔ
میلاد کی محفل میں کبھی جا کے تو دیکھو

(شاعر: آسی سلطانی، ماخوذ از حمدیہ و نعتیہ انتخاب "ارمغانِ حمد و نعت" مطبوعہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء)

ایک اور سلیس و خوب صورت نعت:

ہُوا خاتمہ دہر سے تیرگی کا — کرشمہ ہے یہ آپ ﷺ کی زندگی کا
پتا دے کے منزل کا دونوں جہاں کی — کیا حق ادا آپ ﷺ نے رہبری کا
زمیں باقی اُس کے لئے قید خانہ — ہُوا جو کہ عاشق دیارِ نبی ﷺ کا
حروفِ سنہری میں لکھنے کے لائق — ہے فرمان ہر اِک ہمارے نبی ﷺ کا
قناعت کا پابند انساں اگر ہو — کبھی دل میں خدشہ نہ ہو گا کمی کا

گہرؔ! اپنے اعمال کی تم خبر لو
کہ گھر ہو گا جنت میں بس مُتّقی کا

(شاعر: گہرؔ اعظمی، ماخوذ از مجموعہ ءنعت "حضور ﷺ میرے"، ایوارڈ یافتہ)

یہ وضاحت ضروری ہے کہ شعراء کا نعتیہ کلام پیش کرنے میں کسی خاص ترتیب کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے۔

مختصر بحر میں بے ہوشؔ محبوب نگری کی ایک نعت جسے بچے آسانی سے یاد کر سکتے ہیں:

یادِ طیبہ آئی ہے — زیست جگمگائی ہے
بعدِ حق دوعالم میں — شانِ مصطفائیؐ ہے
دنیا اُنؐ کے صدقے میں — نور میں نہائی ہے
نسبتِ شہِ والا ﷺ — در پہ کھینچ لائی ہے
اُس کو مل گئے آقا ﷺ — جس نے لو لگائی ہے

خوب نعت ہے بے ہوشؔ!
تو نے جو سُنائی ہے

امام احمد رضا خان بریلوی کی ایک مشہور و مقبول نعت کے کچھ اشعار:

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ — سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی ﷺ — دونوں عالم کا دولھا ہمارا نبی ﷺ

بزمِ آخر کا شمعِ فروزاں ہُوا نورِ اوّل کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی ﷺ
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی ﷺ
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی ﷺ
کون دیتا ہے؟ دینے کو منہ چاہئے دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ
مُلکِ کونین میں انبیاءؑ تاجدار تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ

جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے، وہ ہے
نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی ﷺ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی استاد مولانا قاسم نانوتوی و مولانا اشرف علی تھانوی کی ایک سلیس نعت جو "کلیاتِ امدادیہ" میں موجود ہے:

یا رسولِ کبریا ﷺ! فریاد ہے یا محمد مصطفی ﷺ! فریاد ہے
آپ ﷺ کی امداد ہو، میرا یہ حال یا نبی ﷺ ! ابتر ہُوا، فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے مِرے مشکل کُشاؐ! فریاد ہے
چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے تمؐ سے اے نورِ خدا! فریاد ہے
قیدِ غم سے اب چھڑا دیجے مجھے یہ شہِ ہر دو سراؐ ! فریاد ہے

اب بطور نمونہ مختلف شعراء کے منتخب نعتیہ اشعار:

نیکی کی لذّتوں سے ہمیں آشنا کیا نفرت دلوں میں آپ ﷺ نے ڈالی گناہ کی
کنکر پُکار اُٹھے کہ محمد ﷺ رسول ہیں حاجت صداقتوں کو ہوئی جب گواہ کی

(صبیح رحمانی)

نہ پوچھو، خود کو کیا پایا ہے میں نے محمد ﷺ لکھ کے جب چوما ہے میں نے
مدینے کو فقط دیکھا نہیں ہے مدینے کو بہت سوچا ہے میں نے

(ماجد خلیل)

التجا ہے رسولِ اکرم ﷺ سے چارہ سازِ ہر ایک عالم سے
دُور غم ﷺ ہوں تمام دنیا کے نقشِ پا پر چلوں میں آقا ﷺ کے

(عزیز احسن)

ہر قدم پر کیوں نہ رکھّیں فاصلہ دشمن تمام خُلقِ آقا ﷺ سے ہو جب دل کا حرا روشن تمام

(قمر وارثی)

خود خدائے برتر کو فخر ہے محمد ﷺ پر نازشِ دو عالم ہے آمنہؓ کا شہزادہ ﷺ

(اسلم فریدی)

رسولِ گرامی ﷺ کے جلووں سے اب تک ہے پُر نور غارِ حرا اللہ! اللہ!

(جمیل عظیم آبادی)

سر درِ اقدس پہ رکھ کر نیند آجائے اثرؔ! ایسی قسمت چاہئے، ایسا مقدّر چاہئے

(عبد الجبار اثرؔ)

سہ ماہی "مفیض" کے تبصرہء نعت نمبر میں احسان اللہ طاہر لکھتے ہیں: "قیوم نظر نے اُردو اور پنجابی میں بہت کچھ لکھا، انھوں نے بڑوں اور بچوں کے لئے بھی ادب تخلیق کیا۔ اُن کی نظموں اور نعتوں کو آج بھی ہمارے اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ بچوں کے لئے ادب تخلیق کرنا کتنا مشکل کام ہے اس کو بچوں کی ذہنی سطح پر آکر لکھنے والا ہی محسوس کر سکتا ہے کیونکہ تخلیق کار کو اپنی تخلیق میں بچوں کی عمر اور اس عمر کے تقاضوں کو بھی مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے اور ان کی ذہنی قبولیت کے لفظوں کے ذخیرہ کو بھی۔ ان سب باتوں کو قیوم نظر نے ایک ماہرِ نفسیات کی طرح پہلے سمجھا ہے اور پھر شعوری طور پر بچوں کے لئے نعتیں تخلیق کی ہیں۔ قیوم نظر کی نعتوں میں فکری طور پر بڑا تنوع ہے، انھوں نے بچوں کو سمجھانے کے انداز میں بڑی سادہ بیانی سے کالی کملی والے آقا ﷺ کی سیرت کو بیان کیا ہے اور آپ ﷺ کی سیرت و سنت کے اُن پہلوئوں کو اپنی نعتوں میں منظوم کیا ہے جو کہ زندگی میں قدم قدم پر ہمارے کام آتے ہیں۔ اپنے مجموعے "نعتیں" میں قیوم نظر نے زبان بہت ہی سادہ اور لفظ بچوں کی سمجھ میں آنے والے لکھے ہیں بلکہ نعتیں ایسی لکھی ہیں کہ بچوں میں بھی نعت لکھنے اور ایسے سادہ شعر بنانے کا شعور اُجاگر ہونے لگ جاتا ہے جیسے یہ اشعار دیکھیں:

ہر اِک مقام سے ہے اونچا مقام اُن ﷺ کا
صادق ہیں، وہ امیں ہیں، رحمت ہے نام اُن ﷺ کا

رحمت ہیں وہ سراپا، ہے فیض عام اُن ﷺ کا
اسلام بن کے پہنچا گھر گھر پیام اُن ﷺ کا

قیوم نظر نے اپنی نعتوں میں بچوں کو اسلام کے بنیادی ارکان سے بڑے آسان لفظوں میں آگاہی دی ہے اور بچوں کے ذہن و فکر میں ایسے بنیادی نقوش کو راسخ کرنے کی شعوری کوشش کی ہے کہ جن سے عشقِ مصطفی ﷺ کے رنگ اُبھریں اور انھیں زندگی میں اندھیروں اور اُجالوں کی مکمل شناسائی ہو۔ علمی اور ادبی حوالے سے دیکھا جائے تو اِن نعتوں میں وہ سارے لوازمات پائے جاتے ہیں جو کہ سہل ممتنع کی نعتوں میں ہونے چاہئیں۔ قیوم نظر کی ان نعتوں کی ادبی عظمت یہی ہے کہ یہ بچوں اور علمی و ادبی حلقوں میں ایک جیسی مقبول اور معروف ہیں۔ وہ انھیں عقیدت و محبت سے پڑھتے اور زبانی بھی شوق سے یاد کرتے ہیں:

ہمارے نبی ﷺ احمدِ مجتبیٰ ﷺ ہیں — وہ انسان ہیں اور رسولِ خدا ﷺ ہیں
خدا کی اطاعت ہے اُنؐ کی اطاعت — خدا تک پہنچنے کا وہ ﷺ راستہ ہیں

محبت کی منزل کے وہ ﷺ رہنما ہیں — ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ﷺ ہیں

رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا — وہی دیں ہے، وہی اصلِ شریعت ہے
اُنھیں ﷺ کی پیروی کرنے سے میں قائم — اُنھیں ﷺ کے حکم پر چلنے میں جنت ہے
کوئی ساعت بھی ہو، بھیجوں درود اُنؐ پر — یہی دن رات کی میری عبادت ہے

قیوم نظر کی نعتوں کی سچائی اور فن کی سربلندی یہ ہے کہ آج ان کی نعتیں اپنی اسی سچائی اور فنی عظمت و صداقت کی وجہ سے ہمارے بچوں کے نصاب میں شامل ہیں اور ہمارے بچے انھیں بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہی نہیں ہیں بلکہ یاد بھی کرتے ہیں۔ قیوم نظر کا کوئی بھی شعر مشکل یا مبہم نہیں ہے بلکہ ہر شعر سادگی، فصاحت و بلاغت اور دلکش الفاظ کو لئے ہوئے ہمارے دلوں میں

اتر رہا ہے"۔(ماخوذ از سہ ماہی "مفیض"، تبصرہ ءنعت نمبر)

بچوں کے ادب میں خواجہ عابد نظامی کا نام بھی معروف ہے۔ اُن کی ایک نعت جس میں انھوں نے صحابہ کرامؓ کا نام لے لے کر تذکرہ کیا ہے تا کہ بچے اُن سے واقف ہو جائیں:

بیٹھتے تھے جس میں سعودؓ و زبیرؓ و عکرمہؓ رحمتِ عالم ﷺ کے اُس دربار کی باتیں کریں
تذکرہ چھیڑیں بلالؓ و طلحہؓ و فاروقؓ کا ابنِ عوفؓ و حیدرِ کرّارؓ کی باتیں کریں
بُو ذرؓ و عمّارؓ و حمزہؓ کا کریں ہم ذکر خیر ارقمؓ و عثمانؓ و غارِ یارؓ کی باتیں کریں

عابد نظامی بہت سادہ زبان استعمال کرتے ہیں۔ اُن کے مزید اشعار دیکھئے:

میں اس کرم کا شکر کروں کس طرح ادا تو نے بنایا اُمّتی ء مصطفی ﷺ مجھے

عابدؔ کو تا حیات مِرے ربّ کائنات! اُس راہ پر چلا جو محمد ﷺ کی راہ ہو

تیرے نبی ﷺ کی نعت جو صبح و مسا لکھے تیری جناب سے وہ قلم چاہتا ہوں میں

قلب شاداں ہے سنہری جالیوں کے سامنے روح فرحاں ہے سنہری جالیوں کے سامنے

اِک بار جو درود پڑھے اُن ﷺ کی ذات پر دس بار کرد گار کا اُس پر سلام ہے

عابدؔ! ملی ازل میں مجھے نعتِ مصطفی ﷺ عنوان کیا حسیں ہے مِری سرنوشت کا

بچوں کے ادب میں خالد بزمی کا نام بھی شامل ہے، اُن کے نعتیہ اشعار:

بزمیؔ! وہ ﷺ جن کا آپ خدا مدح خوان ہو انسان آنحضور ﷺ کی تعریف کیا کرے

دیکھنے میں آرہی ہے اب جو اِس دنیا کی رَو اس میں ہر انسان کو درکار ہے طیبہ کی ضو
کس نے بخشا عصرِ حاضر کے تقاضوں کا شعور کس کی تعلیمات ہیں تازہ بہ تازہ، نو بہ نو

تم پیکرِ اخلاق کا عنوان بنا دو لکھنا ہے اگر آپ ﷺ کی سیرت پہ مقالہ
گر آپ ﷺ کی سیرت پہ عمل ہو تو ملے گا آنکھوں میں کوئی اشک نہ لب پر کوئی نالہ

راقم الحروف کی ادبی سرگرمیوں کا آغاز مارچ ۱۹۵۷ء سے ہُوا اور پہلی شعری تخلیق اپریل ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ پہلی نعت کی سعادت ۱۹۶۳ء کے وسط میں حاصل ہوئی جو بچوں کے ماہنامہ "غنچہ" کراچی شمارہ جولائی ۱۹۶۳ء کی زینت بنی، ملاحظہ کیجئے:

ہماری نگاہوں کے تارے محمد ﷺ ہمیں اپنی جاں سے ہیں پیارے محمد ﷺ
غریبوں کے حامی، یتیموں کے والی سراپا ہیں رحمت ہمارے محمد ﷺ
اُنھیں ﷺ پر جمی ہیں جہاں کی نگاہیں بنے ہیں دلوں کے سہارے محمد ﷺ
نہ ہوتے اگر وہ ﷺ، یہ دنیا نہ ہوتی خدا کے چہیتے، دُلارے محمد ﷺ
بھنور میں پھنسا ہے سفینہ ہمارا اسے اب لگائیں کنارے محمد ﷺ
نہیں اُن ﷺ سے برتر کوئی اِس جہاں میں دوعالم سے افضل ہمارے محمد ﷺ
شفاعت ہماری کریں روزِ محشر یہی التجا اِک ہے پیارے محمد ﷺ!

ذرا پھولؔ عاصی کی بھی اب خبر لو
کہاں جائیں ہم غم کے مارے، محمد ﷺ

راقم الحروف کی والدہ مرحومہ کی خالہ جو مشہور ادیب اور ماہر جمالیات پروفیسر ڈاکٹر شکیل الرحمٰن کی بڑی بہن تھیں، بچوں کے لئے محفل میلاد شریف منعقد کرتی تھیں۔ راقم کی عمر اُس وقت تقریباً سات سال تھی مگر یادیں ذہن کے گوشے میں محفوظ ہیں۔ اگر آج بھی بچوں کے لئے ایسی محافل کا انعقاد کیا جائے تو وہ بچپن کے زمانے سے ہی نعت کے خوگر ہو جائیں۔ میرے ذخیرہء کتب کا بہت بڑا حصہ یہاں یعنی امریکا میں میرے پاس موجود نہیں اس لئے اس مضمون میں میری نعتوں کا حوالہ نسبتاً زیادہ ہے۔ ماہنامہ "بچوں کی دنیا" لاہور شمارہ اگست ۱۹۶۴ء اور جنوری ۱۹۶۵ء میں شائع شدہ میری نعت جو مختصر بحر میں ہے:

نبیوں کے سردار محمد ﷺ اُمّت کے غم خوار محمد ﷺ
دین کی دولت آپ ﷺ سے پائی آپ ﷺ نے سیدھی راہ دکھائی
رحمتِ عالم ﷺ بن کر آئے دین کی خاطر پتھر کھائے

ظلم و ستم کا نام مٹایا نیکی کا گلشن مہکایا
آئے گا جب روزِ قیامت ہم پر ہو گی آپ ﷺ کی رحمت
آقا ﷺ ہیں سرکارِ دوعالم آقا ﷺ ہیں سردارِ دوعالم
آقا ﷺ ہی محبوبِ خدا ہیں آقا ﷺ پر ہم دل سے فدا ہیں
باطل کی ظلمت کو مٹایا ہر سُو نورِ حق پھیلایا
آپ ﷺ کی جو کرتے ہیں اطاعت اُن کی کریں گے آپ ﷺ شفاعت
پھولؔ پہ آقا ﷺ! چشمِ کرم ہو دُور خدارا سارا غم ہو

ماہنامہ "کھلونا" شمارہ مئی ۱۹۶۵ء میں شائع شدہ راقم الحروف کی ایک اور نعت:

محمد ﷺ ہمیں جان و دل سے ہیں پیارے قیامت کے دن عاصیوں کے سہارے
ہمیں اپنے در پر بلالیں محمد ﷺ! کہاں جائیں ہم دردِ فرقت کے مارے
ہوئی جاتی ہے غرق اُمّت کی کشتی اسے اب خدارا لگائیں کنارے
ہماری طرف چشمِ رحمت ہو آقا ﷺ! ہیں کافی تمھاری نظر کے اشارے
وجود آپ ﷺ کا ہے سکونِ دل و جاں کہ ہیں آپ ﷺ میری نگاہوں کے تارے
ہمیں تحفۂ حق دیا آپ ﷺ نے ہی ملے ہم کو قرآن کے تیس پارے
خدا نے عطا کی ہیں تسنیم و کوثر کہ ہیں آپ ﷺ بے شک خدا کے دُلارے
نہ ہوتے اگر آپ ﷺ، کچھ بھی نہ ہوتا نہ شمس و قمر اور نہ روشن ستارے
کئے رب نے پیدا محمد ﷺ کی خاطر یہ دریا، یہ جنگل، یہ گلزار سارے
الٰہی! عطا کر محمد ﷺ کا صدقہ ترے در پہ ہیں ہاتھ اپنے پسارے
یہی پھولؔ عاصی کی ہے اب تمنا خدا بخش دے سب معاصی ہمارے

مختصر بحر میں ایک نعت جو ماہنامہ "بچوں کی دنیا" شمارہ جنوری ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی:

سارے جہاں کے رہبر اللہ کے پیمبر ﷺ!
پھرتا ہوں مارا مارا چشمِ کرم! خدارا

سرچشمۂ محبت سب کے لئے ہی رحمت
اے کاش! یا محمد ﷺ! بر آئے دل کا مقصد
کہتا ہے پھولؔ احقر چشمِ کرم ہو مجھ پر

آخر میں "غنچہ" سے یکتا امروہوی کی نعت کے دو اشعار:

نہیں کیا شہِؐ دوجہاں آپؐ کا
زمیں آپؐ کی آسماں آپؐ کا
اسے بھولئے گا نہ محشر کے روز
یہ یکتاؔ بھی ہے مدح خواں آپؐ کا

⊙⊙⊙

سمیعہ ناز
یوکے

برطانیہ میں نعتیہ نسائی ادب کے حوالے اور 21ویں صدی

A Few References to Na'atiya Feminine Literature in Britain in the 21st Century

Abstract

While exploring the meanings and interpretations of "*And We raised high for you your repute"* (*wa rafaʿnā laka dhikrak*), we can rightly assert that the responsibility for the promotion and development of Na'atiya literature (poetry in praise of the Prophet Muhammad, peace be upon him) has been taken up by the Creator of both worlds Himself. Based on this, it can be said that the sun of Na'at (praise poetry) is a sun that knows neither decline nor setting. Even in Britain, referred to as the "West," this sun shines brightly with all its splendor. In the nurturing and promotion of Na'atiya feminine literature, British female poets are not lagging behind. Their Na'ats echo with such a beautiful resonance of feminine sentiments that is rarely found even in the feminine Na'atiya literature of the East. The 21st century is truly the century of evolution and excellence for Na'atiya feminine literature in Britain. Among those who migrated from Pakistan after its independence were many women who grew up in literary and poetic environments. Similarly, there were literary families who, while living in Britain, transferred the love for their language's literature to their children. As a result, a significant number of women emerged who compose poetry—and excel at it. Notable names among the British female poets contributing to Na'atiya literature

include Talat Saleem (Birmingham), Naseem Akhtar (Birmingham), Safia Naz Sabri (Middlesbrough), Samiya Naz (Leeds), Farhat Khan Farhat (Reading), Tasneem Hasan (Bradford), Samina Manal (London), Najma Usman (London), and Azra Naz (Reading). In the 21st century, Na'atiya feminine literature in Britain has continuously evolved, and the trend of composing Na'ats is growing rapidly. Undoubtedly, in the coming years, there will be a significant addition to the corpus of Na'atiya feminine literature in Britain, and I am confident that this Na'atiya literature will stand out in terms of both aesthetic and intellectual value compared to many other places.

Keywords: Na'atiya Feminine Literature, Na'at in Britain, Na'at Poetry, Female Na'at Poets.

یوکے کی زمین پر نعتیہ تقدیسی ادب کی آبیاری جاری ہے جہاں تک نعتیہ نسائی ادب کا تعلق ہے وہاں نعت گو شاعرات کے نام انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ ان میں چند ہی صاحب کتاب ہیں لیکن الحمدللہ نعت کے رجحانات اور امکانات بہت تابناک ہیں اکیسویں صدی میں یوکے میں کافی ساری خواتین نے نعت کہی بلکہ یارکشائر ادبی فورم برطانیہ اور نعت ریسرچ سینٹر یوکے جیسے پلیٹ فارم سے نعت کو بہت فروغ ملا ہے سوشل میڈیا پر نعت کے فروغ کے لیے باقاعدہ یوکے اور یورپ کے شعرا خاص طور پر شاعرات کی نعتیہ شاعری کو پیش کیا گیا یارکشائر ادبی فورم برطانیہ کے پلیٹ فارم پر باقاعدہ نعتیہ طرحی مشاعرے بھی منعقد کیے گئے جس میں یوکے اور یورپ کے تمام شہروں سے لوگوں نے شرکت کی اور خوبصورت عمدہ نعتیہ کلام پیش کیے ۔

طلعت سلیم

طلعت سلیم صاحبہ ۱۹۴۸ میں گجرات (پنجاب) میں پیدا ہوئیں۔ کراچی اور کوئٹہ کے تعلیمی اداروں سے تعلیم حاصل کی. برطانیہ کے شہر برمنگھم میں مقیم ہیں۔ برمنگھم کے تعلیمی اداروں میں ایک طویل عرصہ تک اردو تدریس کی خدمات انجام دیں۔ وہ ایک معروف افسانہ نگار اور نعت گو شاعرہ ہیں ان کی ایک نعتیہ کتاب منظر عام پر آچکی ہے، "یا نبی یا نبی یا نبی" کے نام سے۔ مختلف

اخبارات اور رسائل میں نثری اور شعری ادب پارے مسلسل شائع ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ اپنی علمی خدمات کی وجہ سے برطانیہ کی ملکہ الزبتھ سے M.B.E ایوارڈ بھی حاصل کر چکی ہیں۔ طلعت سلیم صاحبہ ایک منفرد لب و لہجے کی بہت اچھی نعت گو شاعرہ ہیں۔ انہوں نے بہت خوبصورت نعت آزاد نظم کی صورت میں تخلیق کی۔ بہت منفرد نعت جس میں اپنے جذبوں کا اظہار بھرپور نسائی انداز میں کیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شاعرہ کے حسین تخیل میں گم ہم بھی مدینہ منورہ کے گلی کوچوں سے ہوتے ہوئے آقائے دوجہاں ﷺ کے روضہ مبارک تک جا پہنچے ہیں۔

جو میں بادِ صبا ہوتی
صبح دم اوس میں بھیگے گلابوں کی
مہک دامن میں لے کر
اپنے آقا کے شہر
شہر مدینہ کے گلی کوچوں کو سو سو بار دن میں جا کے مہکاتی
ہزاروں بار دن میں روضۂ اطہر پہ جاتی
اور اپنے نرم نکہت ریز جھونکوں سے
میں لاکھوں بار اک لمحے میں بڑھ کے چوم لیتی
سبز گنبد کو
جو میں باد صبا ہوتی [1]

طلعت سلیم صاحبہ کے اشعار میں سوئے حرم دیکھنے کی تڑپ اور وہاں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی تمنا، ان کی محبتِ رسول میں سرشاری کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے جذبوں کو الفاظ میں ڈھالنے کا ہنر جانتی ہیں۔ نعت کہتے ہوئے ان کے احساسات میں فنافی الرسول کی مہک دکھتی ہے۔ وہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یوں وارفتہ ہیں کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی جان دینے کی آرزو رکھتی ہیں۔ ان کی سرشاری اور وارفتگی ایسی ہے کہ وہ سینہ چیر کر دکھانے کو تیار ہیں۔

---

۱ طلعت سلیم۔ یا نبی یا نبی (برمنگھم: جاوید پبلی کیشنز)، ۲۰۰۰ء، ۲۵۔

لیے دل میں تمنا دید کی سوئے حرم نکلے
مدینے میں ترے روضے کے آگے میرا دم نکلے
محمد ﷺ کی محبت میں ہیں ہم سرشاریوں طلعت
جو سینہ چیر کر دیکھیں محمد ہی رقم نکلے[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت عالم ہیں اور آپ کی رحمت کے دائرے میں اپنے و بیگانے سبھی آجاتے ہیں۔ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے بھی رؤف و رحیم ہیں جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مظالم ڈھائے اور سختیاں روا رکھیں۔ لیکن سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان سبھی کو معاف کر دیا۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی رحمت ان کی معاف کرنے کی خو بصورت ادا کیسے بیان کرتی ہیں یہ طلعت صاحبہ کا ہی خاصہ ہے۔ مزید اپنی کم مائیگی کا اظہار کیسے عجز کیسے کرتی ہیں، آیئے یہ اشعار دیکھیے:

فتح مکہ پہ کھلے دل سے اماں ان کو دی
ظلم جو رکھتے رہے ان پہ روا کیا کیا کچھ
اپنی کم مائیگی آجاتی ہے آڑے آقا
ورنہ مدحت میں لکھوں صبح و مسا کیا کیا کچھ[2]

طلعت سلیم کے لہجے کی نرمی ان کے جذبۂ محبت میں شامل اس ادب کا عکس ہے اس کے بغیر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہم کسی بھی خیال کو لیے حاضر ہی نہیں ہو سکتے طلعت سلیم کا انداز روایتی ضرور ہے مگر عقیدت کو روایت کا نام دینا عقیدت کی ہر لمحہ تازہ حیات سے انکار پر دلیل ہو گا اس طرح رسول ﷺ سے جذبۂ محبت کا رشتہ باندھنا کسی اجتماعی رسم کا حصہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جذبۂ محبت حضوری قلب کا ثبوت ہے کسی مانوس کیفیت کی تکرار نہیں۔

نسیم اختر

نسیم اختر صاحبہ (مرحومہ) معروف شاعرہ تھیں اور شاعری میں ان کے کئی مجموعے شائع

۱ سمیعہ ناز۔ یو کے اور یورپ میں نعت کی روایت (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۱۲۸۔
۲ ایضاً۔

ہوئے جن میں حمد و نعت ضرور شائع کرواتیں تھیں۔ نسیم اختر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کی محبت اور اس محبت کے نتیجے میں مغفرت کی بشارت ملنے پر یقین رکھتی ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری لطیف نسائی جذبوں سے معمور ہے۔

محمد کی جن کو محبت ملی ہے
انہیں مغفرت کی بشارت ملی ہے
نظر میں بسی ہیں مدینے کی گلیاں
سفر کی مجھے پھر اجازت ملی ہے
چھائے ہیں مرے دل پہ تو انوار مدینہ
پھیلاتے ہیں خوشبو گل و گلزارِ مدینہ
بھاتا ہی نہیں کچھ بھی نسیم اپنی نظر کو
جب دیکھ لیا آنکھوں نے دربارِ مدینہ[1]

محترمہ نسیم اختر صاحبہ کے اشعار میں محبتِ رسول کی خوشبو اور مدینۂ طیبہ کے گل و گلزار کے جمیل تذکرے بھی ہیں اور اپنی کم مائیگی کے احساس کے ساتھ ساتھ محبتِ مدینہ کے بڑھتے ہوئے دائرے بھی دکھتے ہیں۔ وہ اس محبت سے بھرپور کیفیت میں کچھ ایسی وارفتہ و شیفتہ ہیں کہ ان کی نظروں میں مدینے کے دربارِ اقدس کو دیکھ لینے کے بعد کچھ اور بھاتا ہی نہیں ہے۔

صفیہ ناز صابری

صفیہ ناز صابری (مرحومہ) کا تعلق برطانیہ کے شہر مڈلزبرو سے تھا وہ ایک صوفی منش، درد مند دل رکھنے والی خاتون تھیں، نعت ہی نعت ان کی زندگی کا حاصل تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت رکھتی تھیں انہوں نے اپنی حیات کو نعت کے لیے وقف کر دیا تھا ان کی چار نعتیہ کتابیں، "گلدستۂ نعت"، "نورِ بطحا" "عجز" اور "شرف" منظرِ عام پر آئیں۔ صفیہ ناز صاحبہ کی نعت میں حاضری اور حضوری کی کیفیت ملتی ہے۔ وہ محبتِ رسول میں سرشار رہتی تھیں ان کی نعت میں مدینہ طیبہ جانے کی تڑپ، وہاں جینے کی دعائیں، شب و روز وہاں پہ حاضری، آقا صلی اللہ علیہ

۱ سمیعہ ناز۔ یو کے اور یورپ میں نعت کی روایت (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۲۴۳۔

وآلہ وسلم پر درود پاک پیش کرنے کی دعائیں یہ تمام گزارشات ملتی ہیں۔ ان اشعار میں ملاحظہ کیجیے:

شہر سرکار میں جینے کی دعائیں مانگوں
اب تو ہر وقت مدینے کی دعائیں مانگوں
پیش کرتی رہوں آقا کو شب و روز درود
ایسے بے مثل قرینے کی دعائیں مانگوں

خیالوں میں مدینے کی فضا ہے
جینے کا سہارا میرے آقا کی ثنا ہے
ہونٹوں پہ سجائی ہیں مناجات کی کلیاں
آنکھوں میں بسی گنبدِ خضرا کی ضیا ہے

عشقِ رسول میں گندھا ہوا ان کا لب ولہجہ، بے حد سادہ سہل اور رواں غنائیت سے بھرپور وہ اپنے کلام کو ترنم سے پڑھا کرتیں، درود و سلام کی ڈالیاں آقا حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کو بے تاب رہتیں یہ تڑپ ان کے اشعار میں دیکھیے:

درود لکھوں سلام لکھوں
کرم بھرا پھر پیام لکھوں
بیاں کروں میں انہی کی سیرت
انہی کی مدحت مدام لکھوں[1]

مرے جزبوں کو نسبت ہے فقط اسمِ محمد سے
مری سانسوں میں حرکت ہے فقط اسمِ محمد سے[2]

---

۱ صفیہ ناز صابری۔ شرف (لاہور: نعت آشنا پبلی کیشنز)، ۲۰۲۱ء، ۸۴۔

۲ ایضاً، ۲۳۔

سمیعہ ناز

سمیعہ ناز اقبال پاکستان کے شہر سرائے عالمگیر میں پیدا ہوئیں۔ اپنے قلمی نام سمیعہ ناز سے جانی جاتی ہیں اور پچھلے ۳۵ برسوں سے برطانیہ کے شہر لیڈز میں مقیم ہیں۔ وہ ایک معروف ریڈیو اینڈ ٹی وی پریزنٹر، نعت گو شاعرہ، نعت ریسرچر ہیں۔ وہ کئی سالوں سے یوکے میں نعت کی مختلف حوالوں سے مختلف پلیٹ فارم پر، کئی تنظیموں کے ساتھ مل کر نعتیہ خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ جن میں سرفہرست:

- نعت ریسرچ سینٹر یوکے (وائس چیئر مین اینڈ ممبر)
- فروغِ نعت اکادمی (ممبر)
- یارکشائر ادبی فورم برطانیہ (وائس چیئر مین اینڈ بورڈ ممبر) شامل ہے

مارچ ۲۰۲۳ کو "نعت فورم انٹرنیشنل" اور حسان بن ثابت سینٹر فار ریسرچ ان لٹریچر منہاج یونیورسٹی لاہور کے باہمی اشتراک سے ہونے والی قومی ادبی نعت کانفرنس میں دیار غیر میں نعت کے فروغ پر، نعت میں ان کی نمایاں خدمات پر "قومی ادبی نعت ایوارڈ" سے بھی نوازا گیا۔

ان کے تین نعتیہ مجموعۂ کلام "خزینۂ نور"، "خزینۂ رحمت" اور "سائبانِ کرم" منظر عام پر آکر پزیرائی حاصل کر چکے ہیں ان کی ایک تحقیقی کتاب حال ہی میں منظرِ عام پر آئی ہے "یوکے اور یورپ میں نعت کی روایت" جس میں پہلی مرتبہ یوکے اور یورپ کے نعت گو شعرا پر ایک تحقیقی کام ہوا ہے۔

خواتین کی عقیدت نگاری جن جذباتی و فکری تناظرات کے اظہار کی متقاضی ہیں وہ نعت نگار حضرات سے کچھ اور سطح اور درجے کی ہوتی ہیں یا اسے ہونا چاہیے غزل کی ہئیت میں ایسا ہونا شاید ممکن نہیں کہ اس کی صدیوں پر پھیلی ہوئی فکری و فنی روایت اتنی یکسانیت اور ہم آہنگی کی ترجمان ہے کہ ہماری کئی خواتین اج تک مذکر کے صیغہ جات میں اظہار کرتی نظر آتی ہیں سمیعہ ناز اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس نے عقیدتی موضوعات کو ایک اور ہی حوالے سے نہ صرف محسوس کیا ہے بلکہ وہ اس کا اظہار کرنے میں بھی کامیاب رہی ہیں اس کے یہ شعر دیکھیے:

دل کی دنیا کو سنوارا کرتی
ذکر احمد سے نکھارا کرتی

پا کے دیدار نبی کو واللہ
میں دل و جان نثارا کرتی
سبز گنبد کو میں دیکھا کرتی
دل کے ہر زخم کو اچھا کرتی[۱]

کرم کا جب ہو اشارہ درود پڑھتی ہوں
بنا کے جاں کا وظیفہ درود پڑھتی ہوں[۲]

دلائی مصطفی نے عظمت و توقیر عورت کو
کوئی عزت نہ تھی اس کی خدا کی اس خدائی میں[۳]

اس کرم کا شکر کرتی ہوں ادا میں ہر گھڑی
یہ ثنائے مجتبیٰ میرا حوالہ ہو گیا[۴]

ڈاکٹر ریاض مجید سمیعہ ناز کے اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "حضور اکرم ﷺ کا نوری پیکر جب شعری اظہار کا جزو بنتا ہے۔ شاعر کا تخیل کائنات کے ذرے ذرے میں وہی نور دیکھتا اور پھر اسی کو اپنے بیانیے کا حصہ بناتا ہے۔ سمیعہ ناز نے بھی جمال مصطفوی ﷺ کی طرف اشارے کیے ہیں۔"

نجوم و شمس و قمر میں بھی نور ہے ان کا
گلوں میں نکہت سرور رچی بسی ہوئی ہے[۵]

---

۱ سمیعہ ناز۔ سائبان کرم (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۵۰۔
۲ سمیعہ ناز۔ سائبان کرم (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۵۰۔
۳ سمیعہ ناز۔ سائبان کرم (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۵۰۔
۴ سمیعہ ناز۔ سائبان کرم (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۵۰۔
۵ سمیعہ ناز۔ سائبان کرم (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۵۰۔

ڈاکٹر عزیز احسن لکھتے ہیں: مدینہ طیبہ کا ذکر نعت میں ضروری موضوعات میں سے ہے سمیعہ نے اس موضوع پر بھی باغ نعت سے ایک سے بڑھ کر ایک چنے ہیں ایک جگہ یاد مدینہ میں تڑپ کر کہتی ہیں:

کاش میں دیکھوں مدینے کا گلستاں اک روز
میری ہستی بھی ہو فردوس بداماں ایک روز[1]

مقصود علی شاہ کے خیال میں سمیعہ ناز نے نعت کے بہت سے موضوعات پر عمدہ اشعار کہے ہیں۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہو یا ناموس رسالت استغاثہ ہو یا دیدار رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر موضوع پر طبع آزمائی کی ہے۔ نعت گوئی میں اشعار لکھنے سے زیادہ مشکل امر انتخابِ زمین ہوتا ہے کیونکہ نعت وہ صنف سخن ہے جس میں ادب کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے اور اگر پیچیدہ زمین چن لی جائے تو ادب کا خیال رکھنا مزید مشکل ہو جاتا ہے لیکن یہ پیچیدہ ترین کام بھی سمیعہ نے نہایت ہی فنکارانہ مہارت سے مکمل کیا ہے ان کی ایک نعتیہ زمین ملاحظہ کیجئے :

مرکز محفل مدحت میرا آنگن ٹھہرے
خوشبوئے نعت سے مہکا ہوا گلشن ٹھہرے

فرحت خان

فرحت خان فرحت ریڈنگ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو اردو زبان و ادب کا گہوارہ رہا۔ شعر کہنے کی صلاحیت والدین سے وراثت میں ملی۔ بچپن میں ریڈیو پاکستان لاہور کے بچوں کے پروگراموں میں باقاعدہ شرکت کی۔ شاعری کے مقابلے میں صدرِ مشاعرہ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم نے انعام اور سند سے نوازا۔

پاکستان اور انگلستان میں شعبہ تدریس سے منسلک رہ کر بھی اردو زبان و ادب کی خدمت کی۔ مشاعروں کا انعقاد اور نظامت کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دینا ان کے لئے باعثِ تسکینِ جاں رہا۔ انکا شعری مجموعہ "نوائے فرحت" نعتیہ اور حمدیہ کلام کا مجموعہ "دعائے فرحت" منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔

---

۱ سمیعہ ناز۔ یو کے اور یورپ میں نعت کی روایت (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۸۱۔

فرحت صاحبہ نبی کریم ﷺ کی محبت میں سرشار اپنی عقیدت کا اظہار کرتی ہیں اور تلقین کر رہی ہیں کہ ہمارے نبی مکرم رحمت بن کر آئے ہیں تمام جہانوں کے لیے اس لیے وہی ہمارے سچے رہبر ہیں ہمیں انکی ہی پیروی کرنی چاہیے کیسا خوبصورت اظہار ہے اس شعر میں ملاحظہ کیجیے:

جہاں میں آئے تھے جو رحمت للعالمیں ﷺ بن کر
انہی ﷺ کی رہبری کو ہی، مکمل رہبری کہیئے [۱]

فرحت صاحبہ نے محبتِ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی ذات اقدس کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی حقانیت کو بھی واضح کیا ان کے اس شعر کو دیکھیے:

کتابِ آخری جو آپ ﷺ پہ نازل ہوئی، اس کو
نصابِ زندگی کہیئے، نجاتِ دائمی کہیئے [۲]

فرحت صاحبہ آپ ﷺ کے میلادِ پاک کے حوالے سے کیا خوبصورت بیان کرتی ہیں یہ جہاں جس میں ہر طرف جہالت، خوں ریزی اور نفرت کا دور دورہ تھا آپ ﷺ کی آمد سے کیسی کایا پلٹی

وہ رحمۃ للعالمیں ﷺ، آقائے کائنات ﷺ
آئے تو اس جہان میں امن و اماں ہوا
دل کو سکون، روح کو فرحت بھی مل گئی
کلمہ زباں پہ آپ ﷺ کا جب بھی رواں ہوا [۳]

عذرا ناز

عذرا ناز جہلم میں پیدا ہوئیں اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی گریجویشن یونیورسٹی آف پنجاب لاہور سے پاس کیا چند سال بطور استاد ملازمت کی اور پھر پولیس میں بھرتی ہوگئی سب انسپکٹر کے عہدے پر معمور ہیں ۱۹۹۹ میں برطانیہ چلی گئی کالج کے زمانے سے ہی ازرا بین الکلیاتی مشاعروں کے مقابلوں میں حصہ لیتی رہیں اخبارات اور رسائل میں بھی کلام شائع ہوتا رہا ٹی وی پر بھی کچھ

---

۱ سمیعہ ناز۔ یو کے اور یورپ میں نعت کی روایت (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۱۷۰۔
۲ ایضاً
۳ ایضاً

پروگرام کیے اب تک ان کے دو شعری مجموعے دشت جاں اور تمازتیں منظر عام پر آچکی ہیں ایک پنجابی اور دو مزید شعری مجموعے زیرِ طبع ہیں۔

عذرا ناز خوب صورت لب و لہجے میں نعت کہتی ہیں۔ ان کی نعتیں سادہ اور پر اثر ہیں۔ وہ تشبیہات و استعارات کی پیچیدگیوں کا شکار نہیں ہوتیں بلکہ انتہائی سلاست کے ساتھ اپنے جذبے اور کیفیت کا برملا اظہار کرتی ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعر میں عمومی نعتیہ مضامین دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و رضامندی کے اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی و رضا ہونا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کائنات کی تخلیق اور ان کے حبیب اللہ ہونا جیسے بنیادی نعتیہ مضامین شامل ہیں۔ وہ اپنی نعت میں اہل بیت اطہار سلام اللہ علیہم کی تعریف و توصیف بھی کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جود و سخا اور فقر و فاقہ کا ذکر بھی کرتی ہیں اور ان کی معراج اور دیدارِ الٰہی کی بات بھی کرتی ہیں۔ لیکن یہ سارے مضامین بہت سادہ اور سہل انداز میں بیان ہوتے ہیں۔

کروں کیوں نہ ہر پل ثنائے محمد ﷺ
خدا کی رضا ہے رضائے محمد ﷺ
خدا نے محبت سے دنیا سجائی
ہر ایک شے بنائی برائے محمد ﷺ
عمل ان کا ہر ایک افضل ترین تھا
تھی محبوب رب کو ادائے محمد ﷺ
بھلا مرتبہ ایسا ملتا ہے کس کو
ملی فاطمہ کو ردائے محمد ﷺ
ملاقات کا جو شرف رب نے بخشا
نمازوں کے احکام لائے محمد ﷺ
تھے وارث اگرچہ وہ ہر دو جہاں کے
تھی سادہ ہمیشہ قبائے محمد ﷺ

رہا گھر میں گرچہ سدا فقر فاقہ
تھی لاریب جُود و سخائے محمد ﷺ
رسولوں کے سردار ہیں برملا وہ
ہیں سارے نبی ہمنوائے محمد ﷺ[1]

نجمہ عثمان

نجمہ عثمان علی گڑھ میں پیدا ہوئیں۔ بہت چھوٹی عمر میں اسکول میگزین اور بچوں کے رسالے "بھائی جان" کے لیے لکھا و یمن کالج کے میگزین کی اردو ایڈیٹر رہیں۔ کراچی یونیورسٹی سے بی ایس سی اور اس کے بعد ایم ایس سی کی۔ کچھ عرصہ سرسید کالج میں پڑھایا۔ ۱۹۶۹ شوہر کے ہمراہ انگلستان آ گئیں۔ تیرہ سال پینٹ انڈسٹری میں ریسرچ آفیسر کی حیثیت سے ملازمت کی۔ لندن یونیورسٹی کے شعبۂ امتحانات سے منسلک ۲۰۰۳ سے ۲۰۱۴ پرنسپل اور چیف ایگزامنر کے عہدے پر فائض رہیں۔ اس دوران اچھی کارکردگی کے لیے بورڈ کی طرف سے Excellence Award بھی ملا۔ نجمہ عثمان شاعری اور افسانہ نگاری کے لیے شہرت رکھتی ہیں "راوی" کے لیے "میں بھی دل میں کیوں رکھوں" کے عنوان سے مزاحیہ کالم بھی لکھتی ہیں۔ برطانیہ کی کئی اردو انجمنوں سے منسلک ہیں جن میں بزم اردو بزم سخن اور خواتین کی انجمن شامل ہیں۔ تقریبا ۳۰ سال سے انجمن ترقی اردو خواتین برطانیہ سے جڑی ہیں۔ اور سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ شعری مجموعہ "شاخِ حنا" ۱۹۸۹ اور "کڑے موسموں کی زد پر" ۱۹۹۹ "خیال کی خوشبو" ۲۰۱۳ میں افغانوں کا مجموعہ "پیڑ سے بچھڑی شاخ" ۲۰۰۷ جبکہ کتابِ دل (حج کا سفر نامہ) ۲۰۲۱ میں شائع ہوا۔ افسانہ "اور عدنان جوان ہو گیا" کا پنجابی ترجمہ (مترجم ڈاکٹر گردیال سنگھ رائے۔ مجموعہ 'اکھیاں کوڑماردیاں') کیا جبکہ افسانہ "کلاسفیکیشن" کا انگریزی ترجمہ "مترجم صفیہ صدیقی کتاب کا نام (The Golden Cage) کیا۔

زیر ترتیب کتابوں میں ناول 'تین نسلوں کی کہانی' چوتھا شعری مجموعہ افسانہ "سجو کی واپسی" کا ہندی اور پنجابی میں ترجمہ (سرجیت جی نئی دہلی) انشائیوں اور مضامین کا مجموعہ، افسانوں کا ہندی

---

۱ سمیعہ ناز۔ یو کے اور یورپ میں نعت کی روایت، ۱۵۴۔

ترجمہ شامل ہے۔

وہ کتابِ دل (حج کا سفر نامہ) کا انگریزی ترجمہ بھی کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ گفتنی دوم (مرتب سلطانہ مہر) نثر نگاروں کے تذکرے کا بھی انگریزی ترجمہ کر رہی ہیں انہیں اب تک مئی ۲۰۱۲ یارکشائر ادبی فورم برطانیہ اور اگست ۲۰۱۷ میں بزم سخن برطانیہ کی طرف سے اردو زبان کو فروغ دینے کے لیے اور اردو درس و تدریس میں ایک طویل عرصے تک خدمات کو سراہنے کے لیے لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈز دیے گئے ہیں۔

نجمہ صاحبہ کی محبتِ رسول ان کے جذبوں کی سرشاری ان کے کلام میں عیاں ہے مدینۂ طیبہ سے اپنی عقیدت کا جس خوبصورتی اور والہانہ انداز میں اپنے اشعار میں اظہار کیا ہے۔ وہاں کی صبح و شام کا، وہاں کی مہکتی ہوئی ہواؤں کا، فضاؤں کا تزکرہ اک عجب سماں باندھ دیا ہے۔

مدینے کی صبحوں میں تابندگی ہے، مدینے کی پُرنور شامیں سلامت
جدھر سے بھی گزرے جہاں تک بھی جائیں یہ راستے یہ گلیاں یہ راہیں سلامت
محمد کی خدمت میں کیا لے کے جاؤں جو کہنا ہے کیسے کہوں کیا بتاؤں
اگر ہو سکے چیر کر دل دکھاؤں نہاں آنسوؤں میں دعائیں سلامت
سلامت رہے گا یہ عشقِ حبیبی، ہو تاعمر شامل رضائے کریمی
میرا بخت جاگا میری خوش نصیبی، معطر معطر ہوائیں سلامت[1]

تسنیم حسن

تسنیم حسن بریڈ فورڈ برطانیہ میں مقیم ہیں۔ آبائی شہر کراچی ہے۔ پیشے کے اعتبار سے ہیلتھ پروفیشنل اور گورنمنٹ پرنسپل آفیسر ہیں یارکشائر ادبی فورم برطانیہ کی وائس چیئر اور ارٹس کونسل کی ممبر ہیں ان کی تخلیقات ادبی رسالوں میں گاہے بگاہے چھپتی رہتی ہیں۔ عالمی اردو کانفرنس کراچی، کراچی لٹریچر فیسٹیول اور بریڈ فورڈ لٹریچر فیسٹیول میں شامل ہوئیں۔ تسلیم حسن کی پہلی شاعری کی کتاب "یافت" کے نام سے ۲۰۲۳ میں منظر عام پر آئی۔ یارکشائر ادبی فورم برطانیہ کے بانی ارکان میں سے ہیں وہ اس تنظیم کی چیئر پرسن بھی رہ چکی ہیں۔

---

۱ سمیعہ ناز۔ یو کے اور یورپ میں نعت کی روایت (لاہور: القلم پبلی کیشنز)، ۲۰۲۳ء، ۲۷۳۔

تسنیم حسن کی شاعری استعاروں سے بھرپور ہے۔ وہ مدینہ طیبہ کو روشنی اور زندگی کے استعاروں سے یاد کرتی ہیں۔ زندگی دراصل روشنی ہی کا دوسرا نام ہے اور زندگی کی روشنی کا اولین سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ لولاک کی حدیث کی یہ خوبصورت توجیہ بہت دل آویز ہے۔ ان کے خیال میں مدینے کی ہوا جسے نصیب ہوئی۔ اس کی سانسیں خوش بو سے مہکنے لگتی ہیں۔ وہ انسان خوش بخت اور مقدر کا دھنی ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ اقدس پر حاضری دی ہے۔ ان کے خیال میں قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارک کی تفسیر ہے۔ تسنیم کی نعتیں سادہ اور انتہائی پر اثر ہیں، تغزل اور نغمگی سے بھرپور اور خوبصورت علامتوں سے مملو یہ شاعری یقیناً نعتیہ ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

مدینہ زندگی ہے روشنی ہے
مدینہ مرکز عشق نبی ہے
اسی کی سانس خوشبو سے بسی ہے
مدینے کی ہوا جس کو لگی ہے
مقدر کا وہی بس ایک دھنی ہے
در اقدس پہ جس کی حاضری ہے
قران پاک نے پیارے نبی کی
بہت تفسیر سے سیرت لکھی ہے[1]

ثمینہ رحمت

ثمینہ رحمت منال کے قلمی نام سے مشہور ہیں۔ انگلینڈ کے شہر برسٹل میں مقیم ہیں۔ بی ایس سی، ایل ایل بی کیا۔ پیشے کے اعتبار سے مترجم ہیں۔ ثمینہ منال کے کئی شعری مجموعۂ کلام منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔

ثمینہ کی نعتیہ شاعری جہاں محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہک اور چاشنی سے مملو ہے وہیں ان کے ہاں استغاثہ کے اشعار بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اپنے سادہ اور رواں اسلوب میں وہ امتِ

۱ تسنیم حسن۔ یافت (کراچی: سورتی اکادمی)، ۲۰۲۳ء، ۱۰۵۔

مسلمہ کی زبوں حالی اور ناگفتہ بہ صورت حال پر بہت حساس دل کے ساتھ نظر رکھتی ہیں اور جنابِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امتِ مسلمہ کا درد بیان کرتے ہوئے دعا کرتی ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی دولت پانے کے لیے بھی بے تاب ہیں۔ دراصل یہ زیارت کی آرزو ہی وہ قلبی کیفیت ہے جو مسلمانوں کو از سرِ نو عمل پر انگیخت دے سکتی ہے۔ کیوں کہ جب تک مسلمان کے دل و دماغ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ان کا سراپا نہیں جگ مگائے گا، کردار و اعمال کی درستگی کی صورت واضح نہیں ہو سکے گی۔

کاش مسلم نہ دنیا میں اب خوار ہو
تیرا ہر امتی تیری تلوار ہو
روشنی میری آنکھوں کی بے کار ہو
گر نہ میرے نبی تیرا دیدار ہو
تو مسلماں کو لوٹا دے اس کا مقام
تجھ پہ آقا ہزاروں درود و سلام

وہ اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و الفت پانے کی شدید آرزو رکھتی ہیں لیکن ساتھ ہی اپنی کم مائیگی کے بھرپور احساس سے بھی مملو ہیں انھیں معلوم ہے کہ سرورِ رسولاں کے دربارِ گہربار میں عرب و عجم ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور ان کی اس دربار میں عرب و عجم کے سبھی اعلیٰ و ارفع انسانوں کے مقابل کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن عاجزی و انکساری کے اس احساس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اذنِ باریابی پانے کے لیے ان کا بے تاب دل اپنی طلب اور آرزو بیان کرنے سے نہیں رک پاتا۔ اور وہ بے ساختہ اپنی اس طلب کا اظہار انتہائی سادگی اور خوبصورتی کے ساتھ کر دیتی ہیں۔ شعر ملاحظہ ہو:

میرے دل میں بھی رہتی ہے تیری طلب — تیرے دربار میں سب عجم اور عرب
دیکھتے ہی کھڑے سب کے سب با ادب — کیوں نہ ہو میرے ہر دم یہی ورد لب
دین احمد ہو ہر ایک زباں کا کلام — تجھ پہ آقا ہزاروں درود و سلام[1]

---

۱ ثمینہ رحمت۔ گل بلوئی (لاہور: اسلم جی پبلشرز)، ۲۰۱۲ء، ۲۰۔

ڈاکٹر مختار احمد عزمی
ڈائریکٹر برائے ترجمہ و تعبیر
منہاج یونیورسٹی، لاہور

عصر جدید کی اردو نعت میں زوال امت کا استغاثہ

ملخص:

العصر یعنی وقت ایک انتہائی پُر اسرار شے اور خدائی راز ہے۔ صدیوں سے فلسفی اور دانشور وقت کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے کوشاں ہیں مگر کوئی اس کی اتھاہ کو نہیں پاسکا۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ کے بہ قول، سلسلہء روز و شب ہی نقش گر حادثات ہے اور یہی اصلِ حیات و ممات ہے۔

بلاشبہ، آقا کریم ﷺ کا زمانہ، تاریخِ عالم کا سنہرا دور سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد خلافتِ راشدہ کا زمانہ ہے۔ پھر کرب و بلا ہے، ملوکیت ہے، خاندانی بادشاہتیں ہیں، عروج ہے اور پھر زوال ہی زوال ہے۔ گزشتہ دو سو سال سے مسلمانانِ عالم مسلسل زوال کی زد میں ہیں۔ اس دوران میں نعت گو شعرا نے نعت لکھتے ہوئے زوالِ امت کے نوحے بھی لکھے ہیں۔ مولانا حالیؒ کی مسدس کے مشہور اشعار تو ہر دردمند دل کی آواز ہیں

اے خاصہء خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے　　امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

علامہ اقبالؒ کے بہ قول

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے　　مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

لیکن ھمارا موضوع، عصرِ جدید میں نعت گو شعرا کے ہاں زوالِ اُمت کے استغاثے کا بیان ہے۔ شعراءے کرام نے نعت کے پیرائے میں جہاں سرکارِ ختمی مرتبت ص کی ثنا بیان کی ہے وہاں استغاثہ کے رنگ میں عصری مسائل کو بھی پیش کیا ہے۔ ان میں سب سے بڑا مسئلہ زوالِ امت کا ہے۔ اغیار کی یلغار کا ہے اور مظلوم مسلمانوں کی فریاد کا ہے۔ امرائے امت کی عیش و عشرت اور غربائے امت کی بے کسی و بے بسی کا ہے

جائیں کہاں خدایا کوئی اور در نہیں ہے　　تیرے نبیؐ کی اُمت راہوں میں رُل گئی ہے

(مختار عزمی)

العصر، ایک انتہائی پُر اسرار شے اور خُدائی راز ہے۔ اللہ تعالیٰ قرانِ پاک (۱) میں عصر کی قسم کھاتے ہوئے فرماتے ہیں

"قسم ہے عصر کی، یقیناً، انسان خسارے میں ہے۔ مگر وہ لوگ (بچ رہیں گے) جو ایمان لائے، نیک اعمال کرتے رہے، ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے رہے اور صبر کرتے رہے۔"

یہ عصر یعنی وقت ہی ہے جو اپنی تمام تر پُر اسراریت کے ساتھ افراد اور اقوام پر اثر انداز ہوتا ہے۔ صبح سے شام اور پھر شام سے صبح کا سفر، ازل سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ بقول اقبالؒ (۲)

سلسلہء روز و شب نقش گرِ حادثات — سلسلہ روز و شب اصلِ حیات و ممات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ — سلسلہ روز و شب صیرفیء کائنات
تُو ہو اگر کم عیار، میں ہوں اگر کم عیار — موت ہے تیری برات، موت ہے میری برات

اسی سلسلہء روزوشب اور گزرانِ ماہ وسال کے اندر سے افراد اور اقوام کے عروج وزوال کی داستانیں نکلتی ہیں۔ دُنیا بھر کے مدبرین نے برس ہا برس اس امر پر غور کیا ہے کہ قوموں کو زوال کب اور کیوں آتا ہے؟ سب سے معتبر حوالہ تو خود خالقِ کائنات کا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: (۳)

﴿تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

"ہم لوگوں کے درمیان دنوں کے پھیرتے رہتے ہیں"

مخبر صادقؐ، آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد مقامات پے امت کے عروج وزوال کے بارے متنبہ فرمایا۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (۴)

"وہ وقت قریب ہے کہ جب دوسری قومیں تُم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے کسی پیالے پر" صحابہؓ نے عرض کیا

"یارسول اللہؐ، کیا اُس وقت ہماری تعداد کم ہو گی؟"

"آپؐ نے فرمایا "نہیں، بل کہ اس وقت تم لوگ تعداد میں بہت زیادہ ہوگے۔ لیکن تم لوگ سیلاب کی جھاگ اور خس و خاشاک کی طرح ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنوں کے دلوں سے تمھارا رعب نکال دے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں

میں "وہن" پیدا فرمادے گا"۔
"صحابہ نے عرض کیا" اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ وہن کیا ہوتا ہے؟"
رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی"۔

چشمِ فلک نے کتنی ہی قوموں کا عروج وزوال دیکھا ہے۔ دُنیا کے بت کدے میں کبھی یونانی آئے، کبھی رومی آئے، کبھی ایرانیوں کا غلبہ رہا، کبھی فرانسیسی، جرمن اور انگریز، دُنیا پر چھائے رہے۔ مؤرخین نے سینکڑوں کتابوں میں عروج وزوال کی داستانیں رقم کی ہیں اور وجوہات بیان کی ہیں۔ تجزیہ کاروں نے متعدد زاویوں سے عروج و زوال کے موضوعات کو دیکھا ہے۔ معروف مصنف مختار مسعود (۵) اسلامیانِ ہند کے عروج وزوال بارے میں لکھتے ہیں

"میں مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھا تین گمشُدہ صدیوں کا ماتم کر رہا تھا۔ مسجد کے مینار نے جُھک کر میرے کان میں راز کی بات کہہ دی، جب مسجدیں ویران اور مدرسے بے چراغ ہو جائیں، جب حق کی جگہ حکایت اور جہاد کی جگہ جمود لے لے، جب مسلمانوں کو موت سے خوف آنے لگے اور زندگی سے پیار ہونے لگے تو صدیاں یوں ہی گم جایا کرتی ہیں"

کارلائل، گبن، ٹائن بی اور بہت سے دوسرے مورخین اور دانشوروں نے اپنے اپنے انداز سے قوموں کے عروج وزوال پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ ابنِ خلدون کا خیال ہے کہ اشخاص کی طرح اقوام کی بھی طبیعی عمریں ہوتی ہیں۔ اس کا مشہور نظریہ "العصبیہ" ہے۔ ابن خلدون (۶) کہتا ہے

"ظلم اور ناانصافی تہذیب وتمدن کے لئے تباہ کُن ہوتی ہے۔ جب یہ ناانصافی لوگوں کے معاش میں ہر طرف سے داخل ہوتی ہے تو ساری امیدیں ختم ہو جاتی ہیں۔۔ وہاں کی بستیاں خالی ہو جاتی ہیں، شہر ویران ہو جاتے ہیں۔۔ تمدن کا یہ انتشار سلطنت اور اس کے حاکم کے رتبے کو ٹوٹ پھوٹ سے دوچار کرتا ہے۔"

سرکارِ ختمی مرتبت ؐ کی نعت لکھتے ہوئے آپ کے حضور، زوالِ امت کے استغاثے کی روایت، اگرچہ پُرانی ہے مگر ہمارا موضوع "عصرِ جدید کے حوالے سے ہے۔ اُردو ادب میں جدید کا تصور ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے زمانے سے وابستہ ہے۔ تقریباً تمام جدید اصنافِ ادب کا آغاز

۱۸۵۷ء سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم مولانا الطاف حسین حالیؔ[۸] کے اُن اشعار سے آغاز کرتے ہیں جو ڈیڑھ سو سال سے بارگاہِ رسالتمآبؐ میں ہماری کمزوری، بے بسی اور آنسوؤں کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

اے خاصہ ء خاصانِ رسلؐ وقتِ دعا ہے — امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس وہ آج غریب الغربا ہے
وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں — اب اُس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
فریاد ہے اے کشتی اُمت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر — مدت سے اس دورِ زماں میٹ رہا ہے

علامہ اقبالؒ کی شاعری فریادِ امت سے لبریز ہے۔ کبھی نظموں میں، کبھی قطعات میں اور کبھی غزلیات میں زوال، امت کا دُکھ جا بجا جھلکتا ہے۔[۹،۱۰]

مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں — جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں — طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

-•-•-•-

آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر — کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں
قافلہء حجاز میں ایک حسین بھی نہیں — گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات
تیرہ و تار ہے جہاں، گردشِ آفتاب سے — طبعِ زمانہ تازہ کر جلوہء بے حجاب سے
تو غنی از ہر دو عالم من فقیر — روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
یا اگر بینی حسابم ناگزیر — از نگاہ مصطفٰے پنہا بگیر

کرم اے شہِؐ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تُو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری

-•-•-•-

تحریکِ پاکستان اور تحریکِ آزادی کے بے باک رہنما، مولانا ظفر علی خاں ایک سچے عاشقِ رسولؐ اور بلند پایہ نعت گو تھے، امتِ مسلمہ کے زوال کو یوں بیان کرتے ہیں

اے خاور حجاز کے رخشندہ آفتاب صبح ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب
خیر البشر ہے تو تو ہے خیر الامم وہ قوم جن کو ہے تیری ذاتِ گرامی سے انتساب
مغرب کی دستبرد سے مشرق ہوا تباہ ایماں کا خانہ، کفر کے ہاتھوں ہوا خراب
صدہا ترے غلام نصاریٰ کی قید میں دن زندگی کے کاٹ رہے ہیں بصد عذاب
حق سے یہ عرض کر کہ تیرے ناسزا غلام عقبیٰ میں سرخرو ہوں تو دنیا میں کامیاب

-•-•-•-

شبیر حسن خاں، جوش ملیح آبادی، شاعر انقلاب کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ محروم طبقات کی حمایت اور بغاوت کے داعی رہے لیکن ایک نعت میں زوالِ امت کا بڑا موثر جوحہ کلھا ہے

تیرے گدائے بے نوا تیرے حضور آئے ہیں
چہروں پہ رنگ خستگی سینوں میں درد بے پری
آج ہوائے دہر سے ان کے سروں پہ خاک ہے
رکھی تھی جن کے فرق پر تو نے کلاہِ سروری

-•-•-•-

عبد العزیز خالد، شاعر ہفت زبان، اردو عربی اور فارسی کے نابغہ روز گار تخلیق کار تھے۔ ایک نعت میں اُمتِ مرحومہ کی زبوں حالی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

یہ اُمت مرحومہ کہ ہے بارِ زمیں کاش اس سے جہنم کہے بدا بدا
کیوں اندلس و ہند ہیں خوننا بہ فشاں ماتم کریں صیون کی راہیں کس کا
لے ڈوبی انہیں ہوس زر و منصب کی ہر شے ہے مسلمانوں میں ایماں کے سوا
ہے مردِ مسلماں کی ہلاکت کا سبب آسائش و زینت حیاتِ دنیا

شاعر پاکستان، شاعر اسلام اور قومی ترانے کے خالق، حفیظ جالندھری نے جہاں شاہنامہ اسلام لکھ کر خیرُ القرون کی روشن تاریخ کو بیان کیا ہے، وہاں نعت میں بھی ملت کے درد کو بیان کیا ہے

سلام، اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام، اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

ماہر القدری کہتے ہیں

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

-•-•-•-

حفیظ تائب، اردو، عربی، فارسی اور پنجابی کے عہد ساز نعت گو تھے۔آپ کے کلام میں جابجا وطن پاک کی ابتری اور امتِ مرحوم کی بے بسی کا اظہار ملتا ہے

پھر اُٹھا ہاتھ بہر دعا یا نبیؐ شاد ہو جائے خلق خدا یا نبیؐ
پھر سرافراز ہو اُمت آخریں ختم ہو یورش ابتلا یا نبیؐ
یہ وطن جو بنا ہے ترے نام پر اس کے سر سے ٹلے ہر بلا یا نبیؐ

ایک اور نعتیہ شہر آشوب میں حفیظ تائب قوم کی بدحالیوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور آنحضورؐ کے اکرام کے طلب گار ہوتے ہیں۔

اے نوید مسیحا تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہو
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ
روح ویران ہے آنکھ حیران ہے ایک بحران تھا ایک بحران ہے
گلشنوں شہروں قریوں پہ ہے پر فشاں ایک گھمبیر افسردگی یانبیؐ
ایک اعزاز ہے جہل و بے رہروی ایک آزار ہے آگہی یانبیؐ
زیست کے تپتے صحرا پہ شاہ عربؐ تیرے اکرام کا ابر برسے گا کب؟
کب ہری ہوگی شاخ تمنا مری کب مٹے گی مری تشنگی یا نبیؐ

-•-•-•-

دے تبسم کی خیرات ماحول کو، ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ
ایک شیریں جھلک، ایک نوریں ڈلک، تلخ و تاریک ہے زندگی یانبیؐ

کام ہم نے رکھا صرف اذکار سے، تیری تعلیم اپنائی اغیار نے
حشر میں منہ دکھائیں گے کیسے تجھے، ہم سے ناکردہ کار امتی یانبیؐ

ایسا ہی ایک قصیدہ ریاض حسین چودھری کا ہے جس میں ان کا یہ دعویٰ بھی ہے۔

آبگینوں کی سوغات لایا ہوں میں طرز میری ہے سب سے جدا یا نبیؐ
جبر کی قوتیں دندناتی پھریں ظلم کی ہوگئی انتہا یا نبیؐ
صحن اقصیٰ سے کابل کی دہلیز تک ایک کہرام سا ہے بپا یا نبیؐ

عصر یا وقت کا جو پیمانہ، ماہ و سال اور روز و شب کی جو ترتیب ہم پہ حاوی ہے، اِس کے حساب سے اب ۲۱ویں صدی کا پہلا ربع جاری ہے۔ یہ رواں وقت کا عصرِ جدید تر کہا جاسکتا ہے۔ اس مختصر عرصے میں امت مسلمہ کے مسائل بہت بڑھے ہیں جس کا اظہار نعت میں بھی ہوا ہے۔ یُوں تو اردو شعرائے کرام کی ایک کہکشاں ہے جو ثنائے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروفِ عمل ہے تاہم ہم مختصر اُن کا ذکر کر رہے ہیں جنھوں نے نعت کے پیرائے میں زوالِ اُمت کا استغاثہ پیش کیا ہے۔

-•-•-•-

نعیم صدیقی، تحریک اسکامی سے وابستہ بلند قامت شاعر تھے بالخصوص نعے میں آپ ک ایک منفرد لہجے کے شاعر تھے۔ آقا کریم کی خدمت میں زوالِ امت کا استغاثہ یوں بیان کرت ہیں۔

پریشاں بھیڑیوں کے درمیاں اقوام کا ریوڑ
تحفظ ان کا ہو کیسے، نہیں ہے کوئی چرواہا

-•-•-•-

احمد ندیم قاسمی اردو کے رجحان ساز ادیب و شاعر تھے۔ ساری عمر محروم طبقات کے لئے جدو جہد کرتے رہے۔ عمر کے آخری حصے میں یادگار نعت لکھی جس میں امت کی بے بسی اور بے توقیری کو پیش کیا ہے۔

ایک بار اور بھی طیبہ سے فلسطین میں راستہ دیکھ رہی ہے مسجد، اقصیٰ تیرا
پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم مجھ کے جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

-•-•-•-

مظفر وارثی جدید نعت کا ایک نہایت معتبر نام، ایک عہد ساز حمد و نعت نگار۔ آپ کی نعتوں میں زوالِ امت کا احوال پڑھ کر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

پھر گُدڑیوں کو لعل دے جاں پتھروں میں ڈال دے
حاوی ہوں مستقبل پہ ہم ماضی سا ہم کو حال دے
دعویٰ ہے تیری چاہ کا اس اُمتِ گُم راہ کا
تیرے سوا کوئی نہیں یا رحمۃ اللعالمیںؐ

-•-•-•-

متعدد نعتیہ مجموعوں کے خالق، راجا رشید محمود کہتے ہیں

منزل نہیں ہے جس کی مدینے کی سرزمیں لاریب راہرو وہ ہے ناکام و نامراد

-•-•-•-

نصیر الدین نصیر، ایک درخشاں روحانی روایت سے وابستہ ہفت زبان اور قادر الکلام شاعر ہیں بالخصوص نعت میں آپ کا اپنا ہے رنگ وآہنگ ہے۔ زوالِ امت کا استغاثہ یوں پیش کرتے ہیں

سر پہ رکھ دیجے ذرا دستِ تسلی آقاؐ غم کے مارے ہیں، زمانے کے ستائے ہوئے ہیں
نام کس منہ سے ترا لیں کہ ترے کہلاتے تیری نسبت کے تقاضوں کو بُھلائے ہوئے ہیں

-•-•-•-

اقبال عظیم کو بصارت سے محرومی ملی مگر بصیرت وافر ملی۔ آپ کی لکھی نعت کا سوز، ہر سننے پڑھنے والے کو اشکبار کر دیتا ہے۔ گناہوں میں لتھڑی ہوئی امت کی شرمندگی کو اپنے درد بھرے لہجے میں یوں بیان کرتے ہیں۔

مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ جبیں افسردہ افسردہ قدم لغزیدہ لغزیدہ
چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانبِ طیبہ نظر شرمندہ شرمندہ بدن لرزیدہ لرزیدہ
کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

-•-•-•-

کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی، میرے آقا نے عزت بچالی
فردِ عصیاں مری مجھ سے لے کالی کملی میں اپنی چھپالی
وہ عطا پر عطا کرنے والے اور ہم بھی نہیں ٹلنے والے
جیسی ڈیوڑھی ہے ویسے بھکاری، جیسا داتا ہے ویسے سوالی

میں گدا ہوں مگر کس کے در کا؟ وہ جو سلطانِ کون و مکاں ہیں
یہ غلامی بڑی مستند ہی، میرے سر پر ہے تاجِ بلالی

-•-•-•-

شان ان کی سوچیے اور سوچ میں کھو جایئے نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جایئے
سونپ دیجے دیدۂ تر کو زباں کی حسرتیں اور اس عالم میں جتنا بن پڑے رو جایئے

خورشید رضوی

-•-•-•-

سوال یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کا مستقبل کیا ہے؟ علامہ اقبالؒ کا فرمان ہے کہ
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے اور کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

بہ قول ریاض مجید

آقا حضورؐ، کب تلک، نیزے، علم، جلوس
آقا حضورؐ، کب تلک، یہ ماتمی ہوا

معروف دانشور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری[11] کہتے ہیں

"صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ترجیحات ہونی چاہئیں۔ کسی بھی اسلامی تحریک کی کامیابی کا انحصار اس بات سے مشروط ہے کہ وہ کہاں تک اللہ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی رضا کے حصول کے لئے کوشاں ہے"

ریاض مجید عصر جدید کا ثقہ سخنور اور حمد و نعت کے نئے نئے آفاق چھونے والا شاعر ہے۔ امت کا کا استغاثہ نئے علامات کے ساتھ دیکھئے

باندھوں گا میں ہوا تری شہر حضورؐ میں
گر لے اڑی تو جرمِ ضعیفی کبھی ہوا
بستی میں خون تھوکتے بچّوں نے مانگ لی
خاکِ شفا میں لپٹی ہوئی یا نبیؐ، ہوا
لوٹا ہوں قتل گاہوں سے، آقاؐ، ابھی ابھی
نوحے لکھے گی ہچکیاں لیتی ہوئی ہوا

-•-•-•-

موضوع کے حوالے سے کچھ اور ثناخوانوں کی کے اشعار دیکھئے

شہر طیبہ کے دَر و بام سے باندھے ہوئے رکھ
میں ہوں جیسا مجھے اس نام سے باندھے ہوئے رکھ

قمر رضا شہزاد

-•-•-•-

حضور آپ جو سُن لیں تو بات بن جائے حضور آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے

سید صبیح رحمانی

اُمّت پہ آ پڑی عجب افتاد یا نبیؐ اپنے بھی ہوگئے ستم ایجاد یا نبیؐ!

اسلم فیضی

جب سے ہوئے ہیَں آپؐ کی چوکھٹ سے دور ہم
سنتا نہیں ہے کوئی بھی فریاد یا نبیؐ!
امن و اماں کے راستے معدوم ہوگئے
پھیلے ہوئے ہیَں چارُسو صیّاد یا نبیؐ!

-•-•-•-

آپ نے زندہ کیا مردہ ضمیروں کو حضور! آپ کے دور میں انسان کی غیرت جاگی
آپ نے توڑ دی زنجیرِ غلامی آقا! وہ جو آزاد تھی انسان کی فطرت جاگی

اعجاز رحمانی

متذکرہ بالا شعرائے کرام نے نعت کے پیرائے میں جہاں سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ کی ثنا بیان کی ہے وہاں استغاثہ کے رنگ میں عصری مسائل کو بھی پیش کیا ہے۔ ان میں بڑا مسئلہ امرائے امت کی عیش و عشرت ہے اور غربائے امت کی بے کسی و بے بسی ہے۔ زوالِ امت اپنی آخری پاتال کو چھو رہا ہے۔ بہ قولِ اقبالؒ

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اسِ زوال سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے نبیؐ کا راستہ اختیار کیا جائے۔

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو"(۱۳)

حضورؐ آپ کا یہ امتی ہے مشکل میں نگاہِ عصر میں اک آہِ نارسا ہوں میں

روشن ہوں چراغوں کی طرح تیرے کرم سے گو تیز ہواؤں کے نشانے پہ دھرا ہوں

ایوب ندیم

-•-•-•-

جل گئے آتش و آہن میں غزہ کے مظلوم آپ ہی کیجئے امداد ،رسولِ عربیؐ

اُمت بے سمت گھری طوفاں میں للہ سن لیجئے فریاد، رسولِ عربیؐ

مختار عزمی

حوالہ جات وحواشی

۱۔ القران۔ سورۃ نمبر ۱۰۳

۲۔ اقبال، محمد (۲۰۱۰) بالِ جبریل، علم و عرفان پبلیکیشنز، لاہور، اردو بازار ص ۹۳

۳۔ القران۔ سورۃ ۳ آل عمران آیۃ ۱۴۰

۴۔ سنن ابی داود حدیث نمبر ۴۲۹۷

۵۔ مختار مسعود (۲۰۱۰ء) آواز دواست، لاہور شاہ بیگم اور شیخ عطاء اللہ ٹرسٹ

۶۔ ابنِ خلدون (۲۰۱۹)۔ حیات و آثار مترجم محمد کاظم، القا پبلیکیشنز مین بلیوارڈ گلبرگ لاہور ص ۱۲۲

۷۔ قادری، ڈاکٹر طاہر القادی (۲۰۱۰) نقشہ " عروج وزوال " منہاج پبلیکیشنز لاہور

۸۔ حالی، الطاف حسین، (۲۰۰۰) کلیاتِ حالی، لاہور، شیخ غلا علی اینڈ سنز

۹۔ اقبال، محمد (۲۰۱۴) نظم، حضور رسالتمآب ﷺ میں، مشمولہ، بانگِ درا، لاہو، علم و عرفان پبلیکیشنز اردو بازار ص ۱۹۷

۱۰۔ اقبال، محمد (۲۰۱۴) نظم، ذوق و شوق، مشمولہ، بالِ جبریل، لاہو، علم و عرفان پبلیکیشنز اردو بازار ص ۱۱۱

۱۱۔ قادری، ڈاکٹر حسین محی الدین (۲۰۱۲)، فلسفہ تحریک، لاہور، منہاج القران پبلیکیشنز ص ۱۱۱

۱۲۔ ڈاکٹر ایوب ندیم۔۔ اُجالا حضور ﷺ کا۔۔ گوہر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور ۲۰۲۳ء

۱۳۔ القران۔ آل عمران: ۱۰۳

⊙⊙⊙

ڈاکٹر فضیلت بانو
ایسوسی ایٹ پروفیسر
شعبہ اردو، منہاج یونیورسٹی لاہور

21ویں صدی کے معروف نعت گو اور جدید شعری ہیئتیں

اکیسویں صدی کو بلا شبہ نعت کی صدی کہا جا سکتا ہے۔ اکیسویں صدی کی ابتدا اور بیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں نعت نگاری کو بہت عروج حاصل ہوا اور نعتیہ مجموعوں کی ایک کثیر تعداد شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اردو شعر و ادب میں جدیدیت کا رجحان ۱۸۵۷ء کے قریب قریب شروع ہوا اور نشاۃ الثانیہ کے زمانے میں شاعری کا مزاج بھی جدیدیت کی طرف گامزن ہو گیا۔ بیسویں صدی کے دور میں شعر و ادب کی ایک نئی تخلیقی جہت سامنے آئی اور پھر جدید شاعری کا شعوری و احساسی دور شروع ہوا۔ سرسید کی تحریک نے اردو زبان و ادب سے وابستگان کو نئے کلاسیکی موضوعات سے روشناس کروایا۔ سرسید، حالی، شبلی اور آزاد نے بدلتی قدروں کے پیش نظر موضوعات میں نئے نئے اسالیب، ہیئت اور موضوعات پر طبع آزمائی کی۔ مسدس حالی سے اردو شعر و ادب اور نعت کے موضوعات میں اعتقادی اختلافات کا رجحان سامنے آیا تو نعتیہ ادب میں حضور اکرمؐ کی سراپا نگاری کے ساتھ ساتھ سیرت نگاری پر بھی لکھا جانے لگا۔

جدید اردو نعت گو شعرا نے نبی اکرمؐ کی مدح کے لیے وارفتگی اور حساسیت کے امتزاج میں نعت کی ہیئت اور اسلوب کی راہ ہموار کی اور نعت کے جدید اسالیب کو اپناتے ہوئے شعریت کی بازیافت کے لیے شعوری لگن کو پیش نظر رکھا۔ نعتیہ شاعری میں نئے اسالیب اور علامتوں کا استعمال جدیدیت کا مرہون منت ہے۔ شعور و ادراک کی شعری قوت کا تعلق شاعر کی داخلی کیفیت، حسیاتی تجربے اور انداز بیاں سے ہوتا ہے۔ یوں تو اردو زبان کے تمام شعرا نے نعت کی صنف میں طبع آزمائی کی ہے مگر جن شعرا کو یہ سعادت خاص طور پر حاصل ہوئی ان میں محسن کاکوروی، امام احمد رضا خاں بریلوی اور امیر مینائی کو قبولیت عامہ و خاصہ نصیب ہوئی۔ یہ تمام شعرا اطاعت الٰہی اور جذبہ عشق رسولؐ سے سرشار تھے۔ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان شعرا نے تمام صنف شعری میں نعتیں لکھیں۔ امیر مینائی نے محسن کاکوروی سے متاثر ہو کر ہی نعت لکھنا شروع کی۔ اردو میں نعت نگاری کا باقاعدہ ادبی سفر محسن کاکوروی، امیر مینائی، مولانا

احمد رضا خان بریلوی کے دور میں شروع ہوا۔ محسن کاکوروی نے عام رجحان کے مطابق نعت گوئی کو رسمی اور جزوی طور پر نہیں اپنایا بلکہ پوری شعوری کوشش کے ساتھ نعت گوئی کو فکر و فن کی جولاں گاہ بنایا۔ انہوں نے نعت کے فن میں شاعری کی ہر مروجہ صنف مثلاً قصیدہ، غزل، رباعی اور مثنوی کو استعمال کیا ہے یہ وصف کسی دوسرے شاعر کے ہاں نظر نہیں آتا۔ محمد اسماعیل فتح پوری ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محسن حسان الہند کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اردو شاعری میں نعت کی اہمیت دل نشیں قرار دی۔ موصوف نے منتخب تراکیب، اچھوتے اسالیب، دقیق معنی، متنوع و منفرد تلمیحات، شیریں زبانی، محبت کے میٹھے انداز، پیار کے لطیف پہلو، صداقت کے وفود، حقائق کی فراوانی، تشبیہات و استعارات کی رنگینی، واضح و سلیس توضیحات اور شگفتہ بندشوں کے ذریعے اپنے نعتیہ کلام کو مزین کیا۔ انہوں نے نعتوں میں سبھی شاعرانہ لوازم سلیقے سے برتے ہیں۔"(۱)

نعت کی روایت کو شاعری کی عظیم سطح تک پہنچانے، اس کے امکانات کو روشن کرنے اور ایک مستقل حیثیت دینے میں محسن کاکوروی کا بڑا ہاتھ ہے۔ اسی لیے ان کو نعت گوئی کا رمز شناس اور فن شناس شاعر کہا گیا ہے۔

امیر مینائی نے "محامد خاتم النبیین" اور "مراۃ الغیب" کے نام سے یادگار نعتیہ دیوان چھوڑے ہیں۔ ان کی نعت عشق محمدؐ کی ترجمان ہے۔ انہوں نے اپنی نعت گوئی میں احترام و تقدس کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا۔ امیر مینائی نے معراج کے موضوع کو خصوصی طور پر اہمیت دی اور معراج کا موضوع جو عام طور پر مثنوی کی ہیئت میں نظم کیا جاتا ہے انہوں نے اس موضوع کو نعتیہ غزلوں میں بیان کیا۔ امیر مینائی کی نعتوں میں عمدے استعارے اور نادر تشبیہات ایک منفرد وقار پیدا کرتے ہیں۔ لکھنوی دبستان شاعری سے وابستگی کی بدولت انہیں سراپا نگاری میں کمال حاصل تھا۔ ان کی نعتوں میں عشق رسولؐ کا جذبہ اثر آفرینی اور دلکشی پیدا کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

کس کے آنے کی فلک پر ہے خبر آج کی رات
آنکھ سورج سے ملاتا ہے قمر آج کی رات

جب سے دل دیوانہ محبوب خدا کا ہو گیا
مصطفیٰ اس کے ہوئے وہ مصطفی کا ہو گیا

مسرور احمد حیدری امیر مینائی کے نعتیہ قصیدوں کے بارے میں ڈاکٹر محمود الٰہی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ علمی اور فنی بے راہ روی سے بہت دور رہتے ہیں ان کی زبان میں بڑا رکھ رکھائو اور سنجیدگی ہے۔ ان کے تخیل میں پیچیدگی نہیں ہے اور ان کے استعارے عام ہیں"(۲)

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحبِ شریعت وطریقت اور ممتاز عالم دین تھے۔ ان کی نعت میں دل سوزی اور درد مندی کا احساس جاگتا ہے۔ احمد رضا خاں کی شاعری پر قرآن وحدیث کے واضح اثرات نظر آتے ہیں۔ اردو نعت میں ان کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ علم بیان کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ تلمیحات، محاورات و استعارات اور روز مرہ کا استعمال ان کے کلام میں جابجا ملتا ہے۔ ان کی نعت کے بارے میں ریاض مجید لکھتے ہیں:

"نعت کے باب میں اگر مولانا احمد رضا خاں کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلاخوف وتردد کہی جاسکتی ہے کہ اردو نعت کی ترویج میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔ عاشقانِ رسولؐ کے لیے آج بھی ان کا کلام ایک موثر تحریک کا درجہ رکھتا ہے۔"(۳)

انہوں نے جذبہ عشق رسولؐ سے سرشار ہو کر اعلیٰ درجے کی نعتیں لکھیں۔ وہ نعت گوئی میں حفظ مراتب کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خِلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا نہ ہو گا شہا ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم

احمد رضا بریلوی کی نعتوں میں حد درجہ پاس شریعت اور ادب واحترام کی فضا ملتی ہے۔ ان کا لکھا ہوا سلام، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام بہت مقبول ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری اردو ادب میں ایک مینارہ نور کی طرح ہے جس کی ضیاپاشی اور تابندگی دلوں کو گرماتی ہے اور اس سے احمد رضا

کا تبحر علمی اور عشق رسولؐ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ریاض مجید لکھتے ہیں:

"محسن کاکوروی کے بعد وہ اردو کے دوسرے بڑے نعت گو ہیں۔ اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فرد واحد نے شعرائے نعت پر سب سے زیادہ گہرے اثرات مرتسم کئے ہیں تو وہ بلاشبہ مولانا احمد رضا کی ذات ہے"(۴)

جدید نعت گوئی سے قبل اردو نعت پر تہذیبی و معاشرتی روایت کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں لیکن جدید نعت میں فارسی اور عربی تہذیب و معاشرت کے اثرات واضح ہیں۔ نعت کی ابتدائی صورتوں میں مدحتِ رسولؐ عشقیہ انداز میں ملتی ہے۔ جس میں زیادہ تر آپؐ کے سراپا مبارک کو بیان کیا جاتا تھا اور آپ کی سیرت اور شخصیت کے عظیم پہلو اور ہدایت انسانی، عرفانِ خداوندی، شعور ذات اور معرفتِ کائنات جیسے موضوعات کا اظہار نعت میں شامل نظر نہیں آتے۔ نعت میں جدید موضوعات کے حوالے سے شفقت رضوی لکھتے ہیں:

"جدید اسلوب نعت میں حضورؐ کی سیرت و سوانح کو مستند حوالوں اور صحت مند روایات کی روشنی میں قلم بند کیا گیا۔ نیز پیامِ رسالت اور مقصدِ رسالت، تمدن و معاشرت پر آپؐ کے احسانات اور بنی نوع انسان کے لیے آپؐ کی تعلیمات پر مبنی ضابطہ حیات کے تعارف کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جدید نعت گو شعرا کے ہاں محبتِ رسول کی سرمستی اور آپؐ کی مدح و تعریف کے ساتھ ساتھ آپؐ کی رسالت و بشریت کا زیادہ گہرے شعور سے مطالعہ نظر آتا ہے"(۵)

جدید نعت نگاری میں ایک معتبر نام مولانا الطاف حسین حالی کا ہے۔ وہ ایک شاعر، نقاد اور سوانح نگار تھے ے ان کے کلام میں ملتِ اسلامیہ اور خاص طور پر امت مسلمہ کی غمخواری اور اصلاح کے نقوش ملتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

اردو نعت کے ارتقا میں حالی ایک سنگِ میل ہے جس پر نظر دور سے جا پڑتی ہے حالی کی نعت گوئی کا اعلیٰ ترین نمونہ ان کی مسدس میں ملتا ہے"(۶)

حالی نے مسدس میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی دردانگیز تصویر کشی کی ہے۔ حالی نے یہ مسدس سرسید کی ترغیب اور کہنے پر تصنیف کی۔ حالی کے اشعار خلوص و محبت سے گندھے گئے ہیں جن میں انشا پردازی، ظاہری شان و شوکت اور تخیل کی چابک دستی کی بجائے سادگی اور بے ساختہ

انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مسدس کے اشعار حالی کے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے ہیں۔ یہ اشعار ایک دلگداز مناجات ہیں۔ اس مسدس نے نعت کے مضامین میں وسعت کے امکانات پیدا کیے اور اس مسدس کی بدولت ہی نعت کے موضوعات کی روایت مزید مستحکم ہوئی۔ حالی کی شاعری اردو کلاسیکی شاعری میں زوال، تصنع اور غیر فطری جذبات کے خلاف ایک واضح ردِ عمل ظاہر کرتی ہے ان کی تمام شاعری اصلاحی اور مقصدی ہے۔ حالی نے اردو شاعری کے تخیل اور تصور کو نئی جہتوں سے روشناس کرایا اور شعرا کو ایک نئے رجحان اور شعری تحریک سے ہمکنار کیا۔ مسدس کے درد مندی سے لکھے گئے اشعار آج بھی عوام وخواص کے دلوں پر نقش ہیں۔ مسدس نے نعت کے جدید رجحان کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حالی لکھتے ہیں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بھر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

حالی کے بعد نعت کے ارتقائی رجحان میں دوسرا بڑا نام علامہ اقبال کا ہے۔ اقبال کی شاعری کا حقیقی محور عشق رسولؐ ہے۔ ان کی شاعری میں اسوۂ رسولؐ اور سیرت و محامدؐ کا عکس ملتا ہے۔ نعت کے حوالے سے اقبال اردو کے اہم ترین نقاد ہیں۔ اقبال کے فلسفہ خودی کا بنیادی محرک بھی عشق رسولؐ ہی ہے اور اسی اساسی جذبے کی بنا پر اقبال کو اردو کے نعت گو شعرا میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ اقبال کا ہر نعتیہ شعر عشقِ رسولؐ سے لبریز ہے۔ ان کے کلام کی نمایاں صفت ہمہ گیریت کا احساس ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

اقبال کی شاعری رسمی نہیں، ان کے ہاں ہمیں غیر معمولی عشقِ رسولؐ کی تجلیات کا ایک سرمایہ نظر آتا ہے۔ وہ نعت محمدؐ میں اپنے والہانہ عشق کا اظہار جدید اسلوب میں کرتے نظر آتے ہیں۔ بارگاہ رسالتؐ میں ہمیں اقبال کی وہ شوخی و بے باکی نہیں ملتی جو ربِ ذوالجلال کے دربار میں ان کا خاصا ہے۔ بلکہ یہاں وہ دیدۂ نم اور دستار خم کے ساتھ دھیمے انداز گفتگو میں ہاتھ باندھے کھڑے ملتے ہیں۔ وہ مقامِ محمدیؐ کے عارفین میں سے ہیں اور دربار رسالت کے تقاضوں سے خوب آگاہ ہیں۔ جدید اردو نعت پر یہ اقبال کا فیضان ہی ہے کہ وہ ہر دور کے شعرا کو متاثر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر تحسین فراقی لکھتے ہیں:

"علامہ نے کلاسیکی نعت گوئی سے الگ ایک رستہ نکالا اور آج یہی رستہ خود کلاسیک کا درجہ اختیار کر گیا ہے ہمارے آج کے نعت گو شعرا پر اقبال کا فیضان اتنا واضح ہے کہ اس کے لیے کسی مثال کی ضرورت نہیں"(۷)

اردو زبان و ادب پر جدیدیت کے انقلابی اثرات کے ساتھ ساتھ اردو کی جدید نعت نے بھی ان اثرات کو بہت گہرائی سے قبول کیا۔ جدید نعت نگاری نے ایک مضبوط قوت کے ساتھ جدید نعت کو نئی زندگی سے ہمکنار کیا۔ حالی اور اقبال نے اس تنِ مردہ کو نئی روح پھونک کر بیدار کیا۔ کاشف عرفان لکھتے ہیں:

"جدیدیت لفظ اور معنی کے درمیان فکری ہم آہنگی کے فروغ کا نام ہے۔ نعت گو شعرا میں جدید حسیت اور مزاج کے حامل شعرا کے ہاں ہائیکو کو نعت میں برتنے اور نبی اکرمؐ کی تعریف و توصیف کے ذریعے اس صنف کو زندہ بنا دینے کا عمل نمایاں نظر آتا

ہے۔"(۸)

اقبال کے بعد جدید اردو نعت میں ہمیں مولانا ظفر علی خاں سرو قد نظر آتے ہیں۔ انہوں نے حُسنِ عقیدت اور حُسنِ کلام سے اردو نعت کو رعنائی عطا کی۔ مولانا ظفر علی خاں نے انتہائی سنبھلے اور سلجھے ہوئے لہجے کے ساتھ نعت میں عوامی رنگ اپنایا اور نعت میں قومی مسائل کے ساتھ ساتھ تحفظِ ناموس رسالت ﷺ کو بھی پیشِ نظر رکھا۔ یہی سبب ہے کہ ان کا پر کیف اور پر تاثیر نعتیہ کلام بے حد معروف و مقبول ہوا۔ ان کی معروف نعت شمع حرا" کے اشعار لوگوں کے دلوں پر نقش ہیں مولانا لکھتے ہیں:

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

اردو نعت کے اہم ترین شعری سرمائے میں حفیظ جالندھری کا "شاہنامہ اسلام" ایک اہم شعری کارنامہ ہے جو جذبہ شوق اور واقعیت سے لکھا گیا ہے اور جس میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کو بہترین شعری محاسن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ حفیظ جالندھری لکھتے ہیں:

محمدؐ کی محبت آن ملت شان ملت ہے
محمدؐ کی محبت روح ملت جان ملت ہے
محمدؐ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیاوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

احمد ندیم قاسمی کی نعت کیف و سرور اور والہانہ عشق کا عمدہ اظہار یہ ہیں۔ احمد ندیم قاسمی امت مسلمہ کی زبوں حالی اور زوال کو اپنی شاعری میں بڑی دردمندی سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں مسلمانوں کے پورے عہد کی ترجمانی کی ہے ان کی شاعری ماضی، حال اور مستقبل میں سفر کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ان کی شاعری کی تاثیر اور اسلوب سے محسوس ہوتا ہے کہ شاعر کا سارا وجود تصویر ادب بن کر تاجدار کائناتؐ کے درِ عطا پر سرنگوں ہے۔ احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقش کف پا تیرا

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

اعظم چشتی عہد حاضر کے مقبول و معروف نعت گو ہیں۔ وہ مترنم اور خوبصورت لہجے کے مالک ہیں۔ اردو نعت نگاری میں دل پذیر اسلوب کے مالک ہیں۔ ان کی نعت جذبہ عشق رسولؐ کا پرتو ہے۔ "غذائے روح"، "نیئر اعظم"، "رنگ و بو" اور "معراج" جیسے نعتیہ مجموعوں کے مالک ہیں۔ چشتی لکھتے ہیں:

ایسا کوئی محبوب نہ ہو گا نہ کہیں ہے
بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر عرش نشیں ہے

مظفر وارثی کی نعت جدت و ندرت اور تازہ کاری کا عمدہ نمونہ ہے۔ مظفر وارثی نے نعت کا مترنم اسلوب متعارف کروایا اور سادہ لب و لہجہ میں سیرت نگاری اور سراپا نگاری کے موضوعات کو جدت بخشی۔ انہوں نے ہیئتی اور اسلوبی اعتبار سے اردو نعت کی روایت میں نت نئے تجربات کئے۔ مترنم بحریں اور لفظیات میں تازگی و دلکشی ان کی نعتوں کی نمایاں خوبی ہے۔ ان کے نعتیہ مجموعوں میں " لا شریک"، "بابِ حرم"، "نور ازل"، "کعبہ عشق"، "دل سے در نبیؐ تک"، "میرے اچھے رسول"، "اور صاحب التاج" شامل ہیں۔ ان کی مشہور نعتوں میں "میرا پیغمبر عظیم تر ہے، کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے، تو کجا من کجا" عالمی سطح پر پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔ وارثی لکھتے ہیں:

جو بات ظلم سے نہ ہوئی پیار سے ہوئی
تہذیب زندگی تیرے کردار سے ہوئی

حفیظ تائب نے نعت میں سیرت طیبہ کا ایک نیا رنگ پیش کیا اور اپنی شاعری کو امت مسلمہ، عالم اسلام اور ملک و ملت کے مسائل کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور امتِ محمدیؐ کو سیرتِ محمدیؐ پر چلنے اور دنیا کی ریاکاریوں سے بچنے کی ترغیب دی۔ جدید اردو نعت میں ان کو ایک دبستان کی

حیثیت حاصل ہے۔ اسلوب کی دلکشی، احساس زوال امت اور رسول اکرمؐ کی عقیدت و الفت ان کی نعت کے نمایاں پہلو ہیں۔ ان کی ادبی تصنیفات میں "صلوعلیہ والہ"، "وسلمو تسلیما"، "وہی یسین وہی طٰہٰ"، "کوثریہ"، "اصحابی کا لنجوم"، "حاضریاں"، "حضوریاں" اور "سگ متراں دی" معروف نعتیہ مجموعے ہیں۔ تائب لکھتے ہیں:

دے تبسم کی خیرات ماحول کو ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ
ایک شیریں جھلک، ایک نوری ڈلک تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبیؐ
کام ہم نے رکھا صرف اذکار سے تیری تعلیم پائی اغیار نے
حشر میں منہ دکھائیں گے کیسے تجھے ہم سے ناکردہ کار اُمتی یا نبیؐ

پیر نصیر الدین نصیر نے اپنی نعت میں اسوۂ حسنہ کی اتباع اور دونوں جہاں کی بھلائیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے خیال میں امت رسولؐ کے زوال کا ایک سبب اسوۂ رسولؐ سے روگردانی اور آخرت کی فکر سے لاپروائی ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر کا شمار اردو کے باکمال اور نامور شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ ایک مستند عالم دین ہیں اور انہیں زبان و بیان پر مکمل عبور حاصل ہے۔ "پیمان شب"، "دیں ہمہ اوست"، "رنگ نظام عرش ناز" اور "دست نظر" کے علاوہ کئی شعری مجموعے انہوں نے تصنیف کئے۔ ان کے نزدیک دنیا و آخرت کی کامیابی کا انحصار اخلاقِ محمدیؐ کی پیروی اور اطاعت میں مضمر ہے۔ نصیر لکھتے ہیں:

دین کی فکر نہیں خیر کے اسلوب نہیں
صرف دنیا کا مزا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

راجا رشید محمود کی نعت شان اقدس کو زوال امت کے تناظر میں بیان کرنے کی ایک جدید سعی ہے۔ ان کی نعت میں شخصی مسائل کے ساتھ ساتھ عالم انسانیت کو درپیش مسائل اور مصائب و آلام کا واحد حل تعلیمات نبویؐ کو بتایا گیا ہے۔ ان کے نزدیک انسان کی حقیقی نجات نبی کریمؐ کی اطاعت اور پیروی میں ہے۔ نعت نگاری میں تازہ کاری اور سادگی ان کی نمایاں خوبی ہے۔ "ورفعنا لک ذکرک"، "حدیث شوق"، "منشور نعت"، "شہر کرم" اور "مدیح رسولؐ" کے علاوہ ان کے کئی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

نبیؐ کے خُلق سے جو اکتساب کرتے رہے
وہ لوگ رسم و رہ آشتی سے واقف ہیں

ریاض الدین سہروردی نے جدید اردو نعت کے حوالے سے عشق و محبت رسولؐ کا عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ ان کی نعت نگاری دقیق الفاظ اور مشکل تلمیحات و استعارات کے استعمال کے بغیر بہت سادگی اور روانی سے حال دل بیان کرتی ہے۔ وہ آپؐ کے اخلاقِ کریمہ کی پیروی کو دنیاوی اور اُخروی نجات کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ شہزاد احمد ان کی نعت نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جنہوں نے حضرت کی پیروی کو جزو ایمان و دیں نہ سمجھا
پڑے جہنم میں صد تاسف وہ دست افسوس مل رہے ہیں

اردو نعت کی جدید روایت میں صبیح رحمانی ایک اہم نام ہے۔ صبیح رحمانی نے سیرت کے موضوع اور عشق محمدی کو جدید اسلوب میں انتہائی مہارت سے بیان کیا ہے۔ وہ اپنے منفرد لہجے سے نعت کو ایک نئے آہنگ سے متعارف کرواتے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی محبت کا بیان اُن کی نعت کا ایک خاص وصف ہے۔ مدینہ کی حاضری ان کی رگ وجان کے قریب رہتی ہے۔ عشق رسولؐ میں سرشاری، فکر و خیال کی بلندی، سلاست و روانی اور سادگی ان کی شاعری کے اہم اوصاف ہیں۔ "ماہ طیبہ"، "جادۂ رحمت"، "ایوان نعت"، "ہیں مواجہ پہ ہم اور خوابوں میں سنہری جالی" کے علاوہ کئی شعری تصنیفات کے خالق ہیں وہ لکھتے ہیں:

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے
سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے

اردو نعت کے جدید اسالیب میں ایک اہم نام ریاض ندیم نیازی کا بھی ہے عشق رسولؐ کی سرشاری ہی ان کا سرمایہ شاعری ہے۔ اس عشق کا اظہار ان کی شاعری میں جابجا ملتا ہے۔ انہوں نے عشق و وارفتگی سے سرشار ہو کر سادگی اور بے ساختگی سے نعت لکھی۔ ان کا معیار نعت عہد حاضر کے نعت گو شعرا سے ملتا جلتا ہے۔ "خوشبو تری جوئے کرم"، "ہوئے جو حاضر در نبیؐ پر"، "بحر تجلیات"، "جو آقا کا نقش قدم دیکھتے ہیں" اور "چمن زار حمد و نعت" ان کے نعتیہ مجموعے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

اب تو ظاہر میں غلامی کی سند مل جائے
آنکھ بیدار کی ہے بیدار مدینے والے
اترتی ہے جو نعت نوک قلم پر
اسے پہلے دل میں رقم کرتے ہیں

مولانا حسن رضا خاں نے اپنے نعتیہ کلام میں غزل کے آہنگ کو اپنایا ہے۔ ان کی نعت محبت کے والہانہ جذبے اور عشق رسولؐ کی ضیا باریوں سے لبریز ہے۔ وہ سیرت طیبہؐ کے مضامین دل نشین انداز میں بیان کرتے ہیں۔ خلوص اور اثر انگیزی نے ان کی نعت کو پر تاثیر بنادیا ہے۔ یاد مصطفی کا ذکر وہ اس طرح کرتے ہیں:

دل میں ہو یاد تیری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

امام احمد رضا خاں بریلوی کے صاحبزاد۔ مولانا مصطفی رضا نوری کا شمار جدید اردو نعت کی روایت میں اہم شعرا میں ہوتا ہے وہ اپنے وقت کے مفتی اعظم اور جید عالم دین تھے۔ ان کے نعتیہ کلام میں سادگی، روانی، تازگی کے علاوہ تشبیہات و استعارات اور تراکیب کا خوبصورت استعمال ملتا ہے انہوں نے عربی اور فارسی کی آمیزش سے اپنے کلام کو آراستہ کیا۔ سلاست، روانی اور شگفتگی ان کے کلام کا خاص وصف ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

تو شمع رسالت ہے عالم تیرا دیوانہ
تو ماہِ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

سکندر لکھنوی ایک اہم نعت گو ہیں۔ ان کی نعتیں عشق نبیؐ سے لبریز ہیں۔ انہوں نے سیرت کے موضوع کو بہت دل نشیں انداز سے بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک بھٹکے ہوئوں کے لیے منزل کا نشاں صرف عشق رسولؐ میں پنہاں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

عشق خیر الوری کی یہ ہیں برکتیں
راہ گم کردہ بھی رہ بر ہو گئے

راغب مراد آبادی نے غیر منقوط نعتیہ شاعری کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کا خوبصورت

اظہار کر کے غیر منقوط نعتیہ شاعری کے مشکل فن میں اپنالوہا منوایا اور صنف غیر منقوطہ کو اظہار بیان کا ذریعہ بنایا۔ وہ لکھتے ہیں:

حاصل گل مراد ہوا ہولے دل مٹا
اسم صمد مساعد اہل ہمم ہوا
ہر عائل رسول رہا حرص کا عدو
ہر کم سواد طامع دام و درم ہوا

رسول اکرمؐ کی صفت شفاعت امت رسولؐ کا سرمایہ دل و جان ہے۔ آپؐ کی اس صفت کو اقبال عظیم نے نہایت دل نشیں انداز میں نعت میں اختیار کیا ہے اور سادگی شگفتگی اور بے ساختگی سے اپنی نعت کو نکھارا ہے کیف آوری، تڑپ اور سوز و درد سے بھری ان کی نعتیں قاری کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی، میرے آقا نے عزت بچا لی
فردِ عصیاں مری مجھ سے لے کر کالی کملی میں اپنی چھپالی

محمد الیاس عطار کا اولین موضوع عشق رسولؐ ہے اردو کی جدید نعت نگاری میں بھی ہمیں یہی جذبہ صادق، سخاوت، رحم دلی، شفقت و محبت، فقر و غنا، لباس مبارک کو نعتیہ شاعری کا حصہ بنایا ہے عطار لکھتے ہیں:

کبھی جو کی موٹی روٹی تو کبھی کھجور پانی ترا ایسا سادہ کھانا مدنی مدینے والے
ہے چٹائی کا بچھونا کبھی خاک ہی پہ سونا کبھی ہاتھ کا سرہانہ مدنی مدینے والے

ریاض حسین چوہدری کا نام نعت نگاری میں تازہ کاری اور جدت پسندی کی بدولت بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی نعتیں جدید اسلوب اور شعری تغزل کا شاہکار ہیں۔ ان کی نعتیں فنی مہارت پختگی کا خوب صورت نمونہ ہیں۔ انہوں نے زرِ معتبر، کشکول آرزو، طلوع فجر، کائنات محو درود ہے، تاج مدینہ، رزق ثنا، سلام علیک، تحدیث نعت، تمنائے حضوری اور متاع قلم جیسے نعتیہ مجموعے تخلیق کیے ہیں۔ بیسویں صدی کی آخری اور اکیسویں صدی کی پہلی طویل نعت لکھنے کا اعزاز بھی ریاض حسین چوہدری کو حاصل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

چمن زار ثنائے مصطفی میں ہم بھی رہتے ہیں
برنگ شعر دامان صبا میں ہم بھی رہتے ہیں

جدید اردو نعت کی روایت میں اصلاحی اور مقصدی نعت کے حوالے سے عاصی کرنالی کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ انہوں نے اطاعت محمدؐ سے محبت ہی نہیں کی بلکہ اسے اپنی نعتوں کا موضوع بھی بنایا۔ وہ انسانی مسائل و مصائب کا واحد حل سیرت طیبہؐ میں تلاش کرتے ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعوں میں "نعتیہ مدحت"، "نعتوں کے گلاب"، "جاوداں"، "حرف شیریں" اور "آوازِ دل" شامل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

جب سے ہجر طیبہ نے مجھے مضطر بنا دیا
میں نے بھی چشم تر کو سمندر بنا دیا

ڈاکٹر خورشید رضوی اردو نعت نگاری کا ایک معتبر نام ہے۔ انہوں نے صنفِ نعت کی باریک نزاکتوں کے ساتھ نعت نگاری کو دردمندی، خلوص، قلبی واردات اور فنی کمال سے متصف کیا ہے۔ ان کی نعت میں مقصدیت اور سنجیدگی کا عنصر واضح ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

شان ان کی سوچیے اور سوچ میں کھو جایئے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جایئے

حسن عسکری کاظمی اپنی نعت میں محبتِ رسولؐ کو زندگی اور کائنات کا حقیقی سرمایہ بیان کرتے ہیں۔ ان کی نعت تکلفات سے پاک سادگی اور سچائی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ان کی شاعری میں جابجا نبی اکرمؐ کی عظمت و رفعت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ ان کی نعتوں میں عشق مصطفیٰؐ کا سوز و گداز اور جذبِ دروں کی کیفیت ملتی ہے۔ حسن عسکری "سرورِ کائنات"، "جمال مصطفیٰ"، "دیدۂ نمناک"، "آیات درخشاں"، "خیر البشر"، "طرار جاں" اور مدینہ دل بنا جیسے نعت کے عمدہ مجموعوں کے خالق ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

ہم ان کے ہوئے پاک ہیں اب حرص و ہوا سے
ہو گا کوئی حاتم بھی فقیروں کی بلا سے

جدید اردو نعت کی ترویج میں ایک پختہ فکر شاعر جلیل عالی کو بھی ایک اہم مقام حاصل ہے۔

زبان و بیان پر دسترس اور ان کا منفرد لہجہ انہیں دوسرے شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ نعت نگاری میں فکر اور جذبے کی شدت ان کی انفرادیت ہے۔ وہ اپنی نعتوں میں محبت رسولؐ کا ذکر بہت والہانہ انداز سے کرتے ہیں۔ محبت مصطفیٰ ہی ان کی نعت کا اصل سرمایہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

دنیا کیا تسخیرے مجھ کو
شوق ترا تعمیرے مجھ کو

ڈاکٹر ریاض مجید عہد حاضر کے صفِ اول کے نعت گو شعرا میں شمار ہوتے ہیں جدت طرازی، تازگی اور تخلیقیت ان کی نعت کی نمایاں خصوصیت ہیں۔ ان کی نعتیں بے کراں وسعت کی حامل ہیں۔ انہوں نے تمام موضوعات اور اسالیب کو نعت کے دامن میں سمویا ہے۔ ان کی نعتیں تازہ کاری اور سادگی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعوں میں حیی علی الثنا، اللھم صلِ علی محمد، سیدنا محمد، اللھم بارک علی محمد، سیدنا رحیم، سیدنا کریم، اور ربنا لک الحمد عمدہ شعری تصنیفات ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

گداز نعت بشر دوستی سکھاتا ہے
ہر ایک شخص سے ملتے ہیں سب میں رہتے ہیں

جدید اردو نعت کے سرمائے میں ان شعرا کا بھی حصہ ہے جنہیں دولت ایمان تو نہ نصیب ہوئی مگر ان کا وابستگان رسولؐ میں ضرور شمار ہوتا ہے۔ ان میں ہری چند اختر، فرق گورکھپوری، جگن ناتھ آزاد، عرش ملسیانی اور مہندر سنگھ بیدی کے علاوہ بہت سے غیر مسلم شعرا کو نعت گوئی کی سعادت حاصل ہوئی۔ دلورام کوثری کے بارے میں قیاس کیا جاتا ہے کہ نعت لکھتے لکھتے شاید سیرت پاک سے متاثر ہو کر دین اسلام کا جام بھر لیا ہو عبد المنان طرازی ہری چند اختر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس کی حکمت نے کیا یتیموں کو در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

جدید اردو نعت میں میں ہیئت، ساخت، اسالیب اور جدید ترلب ولہجے کے حوالے سے شبنم رومانی، محشر بدایونی، احسان دانش، احمد ندیم قاسمی، مظفر وارثی، حفیظ تائب، حافظ مظہر الدین، صبا

اکبر آبادی، قتیل شفائی، منیر نیازی، شہزاد احمد، ظفر اقبال، محسن احسان، محسن نقوی، اقبال عظیم ابوالخیر کشفی، بیدل حیدری، خالد احمد، محسن بھوپالی افتخار عارف، نجیب احمد، اجمل نیازی، انور جمال، صدیق ظفر، قیصر نجفی عاصم مرزا، نعیم صدیقی، حمایت علی شاعر، جمیل ملک، منیر سیفی، خاطر غزنوی نسیم سحر، جعفر طاہر، ظہور نظر، اطہر نفیس سلیم کوثر اقبال نجمی اکبر حمزئی، سرور حسین نقشبندی، نور احمد قادری، سرشار صدیقی کے نام نمایاں ہیں۔

نعت گو شعرا نے نعت کے موضوعات کو ہمیشہ وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھا۔ آپؐ کے ذکر خیر کے لیے جب بھی ضرورت پڑی تو شان رسولؐ پر دل کھول کے لکھا آپؐ کی محبت و الفت کا جذبہ غالب ہوا تو عشقِ رسول کو اولیت حاصل رہی، امت محمدی زوال کا شکار ہوئی تو آپؐ کی تعلیمات اور سیرت کو مقدم رکھا اور شعریت کی بازیافت کے لیے شعوری و حسیاتی لگن سے کام لیا۔ اردو نعتیہ شاعری علامتوں کا استعمال جدیدیت کا ہی مرہون منت ہے۔

جدید اردو نعت تمام شعری اصناف جیسے مسدس، مخمس، ہائیکو، قطعہ، رباعی، گیت، ماہیا، آزاد نظم، پابند نظم میں لکھی جارہی ہے۔ اسی طرح حرف و معنی کی جدت، فنی تجربے کے ساتھ ساتھ نئے اسالیب، تشبیہ و استعارات، ندرتِ فکر و خیال، لفظوں کی تازگی، قلبی عقیدت، اسلامی معاشرت کی عکاسی، شعور و آگاہی جدید اردو نعت کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اسماعیل فتح پوری، '' اردو شاعری میں نعت''، جلد اول، لکھنو، نسیم بک ڈپو، ص ۴۲۱

۲۔ امیر منائی، '' نعتیہ شاعری''مشمولہ، میگزین ڈیسک، یکم نومبر، ۲۰۱۹ء روزنامہ جنگ، لاہور

۳۔ ریاض مجید ۱۹۹۰ء، '' اردو نعت گوئی'' لاہور، اقبال اکادمی، ص ۴۰۹

۴۔ ایضا

۵۔ شفقت رضوی، ۲۰۰۴ء '' نعت گوئی کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ '' کراچی، مہر منیر اکیڈمی، ص ۲۸۶

۶۔ انور سدید، ۱۹۹۴ء شاعری کا دریا، لاہور، مقبول اکیڈمی، ص ۱۶۳

۷۔ تحسین فراقی، ۱۹۹۷ء '' جستجو'' لاہور، القمر انٹر پرائزز، ص ۱۴۱

۸۔ کاشف عرفان، ۲۰۱۶ء '' نعت اور جدید تنقیدی رجحانات''، کراچی، نعت ریسرچ سنٹ، ص ۱۰۷

⊙⊙⊙

ڈاکٹر عبدالجبار قمر
اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک سٹڈیز
منہاج یونیورسٹی، لاہور

فروغ نعت میں تحریک منہاج القرآن کا کردار

اسلام میں غناء، اشعار کا گنگنانا اور پڑھنا مستحب ہے۔ صرف اذان میں بارہ سریں لگتی ہیں، خوش الحانی سے اذان دینا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا، خطاب کرنے والے کا خوبصورتی سے بیان کرنا، رعایت سجع اور حسن نظم کا خیال رکھنا، کلمارت کو ترتیب دینا، اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا تاکہ سننے والے میں ذوق پیدا ہو، حلاوت ایمانی کے فروغ میں شعر و شاعری کرنا تاکہ فروغ عشق رسول کا فروغ ہو۔ شعر و شاعری، ترنم اور غناء سے فروغ عشق رسول میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح انسان کی فطرت میں اللہ نے جذبہ و حلاوت رکھی ہے اس میں اضافہ کرنے میں موسیقی بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ انسان کی بنیادی فطری ضرورت تھی کہ اس میں حلاوت پیدا ہو اس میں ترنم اور شعر نے بڑا کام کیا۔ حضور نبی کریم نے اچھے اشعار صحابہ کرام کی زبان سے خود سنے بلکہ ان بعض مقامات پر خود اشعار پڑھنے کو کہا جیسا کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران، جنگوں میں خندق کھودتے ہوئے اور دشمنوں کہ ہجو میں حضور نبی کریم نے حضرت حسان بن ثابت کو خود اشعار پڑھنے کی دعوت دی۔ اسلام سے پہلے عربوں میں شاعری اور خطاب کا بڑا عروج تھا وہ اپنے آپ کو عربی اور دوسری قوموں کو عجمی کہتے تھے۔ آج کے جدید دور نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ خوبصورت آواز اور خوبصورت کلام کا باقاعدہ دلوں پر اثر ہوتا ہے۔ انسانی تربیت اور انسانی تعلیم کے اس مقصد کو پانے کے لیے عربوں میں شاعر اور خطیب کو مقدم سمجھا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ جنگوں میں معرکوں سے پہلے دونوں فریق ماحول کو گرم کرنے کے لیے وہ اپنا اپنا شاعر پیش کرتے تھے۔

حضور نبی کریم کے دور سے لیکر آج تک عشق رسول کے فروغ کے لیے نعت بنیادی ذریعہ رہی ہے۔ تحریک منہاج میں حضور نبی کریم کے ساتھ عشق و محبت کو فروغ دینے کے لیے شروع سے ہی نعت کا پڑھنا اور اس کا ذوق و شوق کے ساتھ سننا ضروری سمجھا جاتا رہا ہے ربیع الاول کا چاند نظر آتے ہی تحریک منہاج القرآن کے تحت پوری دنیا میں محافل نعت کا آغاز ہو جاتا ہے اور جامعہ میں ربیع اول کا چاند نظر آتے ہی روزانہ ایم بلاک کی گلیوں میں مغرب کے بعد جلوس نکالا جاتا ہے

اور یہ عمل عرصہ پینتیس سال سی جاری ہے شب بیداری میں نعت پڑھنے اور سننے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اساتذہ کلاس میں باقاعدہ نعت پڑھنے اور سننے پر باقاعدہ لیکچر دیتے ہیں اساتذہ خود بھی نعت سننے کے ذوق کو دوبالا کرنے کے لیے خود محفل میں شریک ہوتے ہیں ان کی سرپرستی میں گھنٹوں گھنٹوں رات کو محافل کا انعقاد ہوتا تھا تاکہ طلباء میں نعت خوانی کا ذوق بڑھے اس کے علاوہ کالج آف شرعیہ میں باقاعدہ بزم منہاج ہے جو طلباء کو باقاعدہ نعت سیکھنے کے کورسسز کرواتی ہے پروفیسر محب اللہ اظہر صاحب کی سرپرستی میں منہاج نعت کونسل باقاعدہ قائم کر دی گئی تھی اس منہاج نعت کونسل کے زیر اہتمام طلباء کو باقاعدہ نعت کے کورسسز کروائے جاتے تھے بزم منہاج کی سالانہ تقریبات میں باقاعدہ بین الکلیات نعتیہ مقابلے ہوتے تھے جن میں پورے پنجاب سے مختلف کالجز کے طلباء شریک ہوتے تھے ہفتہ تقریبات میں قومی شعراء کو بلا کر ان کی سرپرستی میں مقابلہ جات ہوتے تھے جیسا کہ طفیل ہوشیارپوری، محمد علی ظہوری قصوری، احمد ندیم قاسمی، حفیظ تائب، اعظم چشتی، مرغوب ہمدانی اور مظفر وارثی، قاری زبیدرسول، اختر قریشی جیسے عظیم شعراء کو ان تقریبات میں دعوت دی جاتی تھی اور محمد علی قصوری تو منہاج نعت کونسل کے زیر انتظام ہونے والے نعت کی تربیت کے کورسسز میں باقاعدہ کلاسسز لیتے رہے ہیں۔ میلاد مصطفی سالانہ کانفرنسز میں پوری دنیا میں فروغ عشق مصطفی کے فروغ کے نعت پڑھنے اور سننے پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ حضور شیخ الاسلام ان کانفرنسز میں ہزاروں لوگوں کے ذوق کو دوبالا کرنے کے لیے پوری دنیا سے معروف نعت خوانوں کو بلا کر مختلف زبانوں میں گھنٹوں تک نعت پیٹھتے اور سنتے ہیں یورپ کے اندر بھی یورپین نعت کونسل قائم کر دی گئی ہے برطانیہ میں سالانہ عالمی محفل نعت ہوتی ہے اس کی بنیاد وہی ماحول ہے جو آج سے تیس سال پہلے منہاج القرآن میں شروع ہوا تھا۔ ہر محفل کا آغاز تلاوت اور قصیدہ بردہ شریف سے ہوتا ہے اور یہ انداز آج صرف منہاج القرآن میں ہی نہیں اختیار کیا گیا بلکہ پوری دنیا میں اس کو اختیار کیا گیا ہے۔

مولانا محمد علی ظہوری لکھتے ہیں:

> جامعہ میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت کے مظاہر، نماز تہجد کا اہتمام، شب بیداریاں، مجالس ذکر اور محافل نعت نے اس درسگاہ کے نوجوانوں کو آداب سحر گاہی کی ان لذتوں سے آشنا کر دیا جو مجاہدوں اور ریاضتوں کے کٹھن مراحل سے گزر کر بھی ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتیں۔ محافل نعت کے انعقاد سے جامعہ کے طلباء میں بھی نعت

خوانی کا ذوق وشوق پیدا ہونا ایک قدرتی عمل تھا۔ چناچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان میں سے مترنم آوازوں کی یک جائی نے زمزمہ ہائے نعت سے قلب کو محبت رسول کے انوار سے جگمگانا شروع کر دیا۔ جامعہ میں منہاج نعت کونسل کے قیام نے اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھایا۔ منہاج نعت کونسل کے پہلے صدر بھی پروفیسر محب اللہ اظہر صاحب تھے۔ جو خود بھی بڑی خوش الحانی اور ذوق و شوق کے ساتھ نعت خوانی کیا کرتے تھے۔ اور آج بھی جامعہ کے زیر انتظام ہفتہ وار محفل نعت کا اہتمام ہوتا ہے جس کی سرپرستی محترم پروفیسر محب اللہ اظہر صاحب کرتے ہیں۔

نعت خوانی کے اسی ذوق کا ہی نتیجہ تھا کہ بعض طلباء اور مرکزی قائدین نے نعتوں کے مجموعے تیار کیے ہیں نہ صرف مجموعے تیار کیے ہیں بلکہ نعت نگاری کے فن کو فروغ دینے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ذیل میں تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم پر وہ لوگ جنہوں نے فن نعت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے ان کے نعتیہ مجموعے، نعت پر لکھی گئی کتب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

محترم ریاض حسین چوہدری

محترم ریاض حسین چوہدری ایک عرصے تک منہاج القرآن میں خدمات سرانجام دیتے رہیے ہیں۔ سیاسی دور میں وہ تحریک مجلہ کے ایڈیٹر کے طور پر بھی کام کرتے رہیں ہیں اس کے علاوہ فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں تحقیقی خدمات بھی سرانجام دیتے رہیں ہیں لیکن نعت لکھے کو انہوں نے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا۔ ان کا قلم ہر وقت حضور نبی کریم کی نعت میں مصروف کار رہتا تھا۔

حفیظ تائب آپ کی نعت نگاری کے فن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جدید اردو نعت جسکا مختصر سے مختصر تذکرہ بھی ریاض حسین چوہدری کا بھرپور حوالہ دیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا ان کا شمار عہد جدید کے صف اول کے نعت نگاروں میں ہوتا ہے۔ ریاض نے نہ صرف جدید نعت میں افکار تازہ کی نمود کے کئی مقفل دروازوں کو کھولنے کا اعزاز حاصل کیا ہے بلکہ مضامین نعت کو شعور کے کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ایک ایسا اجتھادی کارنامہ بھی سرانجام دیا ہے جو لمحہ موجود ہی نہیں دور آیندہ میں بھی

تشکیک و ابہام کی گرد آلود میں مینارہ نور ثابت ہو گا۔

ڈاکٹر طاہر القادری آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں دھنک کے تمام رنگوں میں دیوان نعت میں عقیدتوں، محبتوں اورآرزوؤں کے نقش و نگار بنانے کی بھرپور سعی کی ہے ان میں ریاض حسین چوہدری کا نام بھی کئی حوالوں سے نمایاں اور معتبر ہے۔ریاض حسین چوہدری تحریک منہاج القرآن کا تخلیقی اثاثہ ہیں۔

آپ کی نعتیہ کتب جو آج تک چھپ چکی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱- زر معتبر ۲-رزق ثناء ۳-ثنائے حضوری ۴-متاع قلم ۵-کشکول آرزو ۶-سلام علیک ۷-خلد سخن ۸-غزل کاسہ بکف ۹۔ طلوع فجر ۱۰-آبروئے ما ۱۱-زم زم عشق ۱۲-اقلیم نعت ۱۳-دبستان نو ۱۴۔لامحدود ۱۵۔کائنات لا محدود ہے ۱۶۔ برستی آنکھوں خیال رکھنا ۱۷۔تاج مدینہ ۱۸۔کتاب النجا ۱۹۔اکائی ۲۰۔نصاب غلامی ۲۱۔نعت کے تخلیقی زاویے ۲۲۔ورد مسلسل ۲۳۔ تحدیث نعمت ۲۴۔روشنی یا نبی۔

محترم شیخ عبد العزیز دباغ نے ان کی نعتیہ کتب پر جو تبصرے اور ان کے فن نعت کے حوالے سے جو کچھ بھی لکھا گیا ہے ان کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے ریاض حسین چوہدری کا جہان فن کے نام سے اس کو شائع بھی کروایا ہے۔

ضیاء نیر

محترم ضیاء نیر ایک شریف النفس، نیک سیرت اور علم دوست انسان تھے۔ آپ نے بھی تحریک منہاج القرآن میں ایک عرصہ تک خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ نے تقریبا پچیس سال مجلہ منہاج القرآن اور فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں تحقیقی خدمات سرانجام دیں۔ ضیاء نیر صاحب اور ان کی پوری فیملی تحریک منہاج القرآن کے ساتھ وابستہ ہے۔ ان کی عمر عزیز کا اکثر حصہ حضور نبی کریم کی نعت گوئی میں گزرا ہے جو بذات خود ایک بڑی سعادت مندی کی علامت ہے۔ ان کی سخن گوئی ان کے اعلی دینی جذبوں کا اظہار اور ادبی ذوق کی علامت ہے۔ نعت کے ساتھ ان کا قلبی اور روحانی لگاؤ تھا۔ لاہور میں ادبی بیٹھک میں وہ ہر ماہ باقاعدگی سے شامل ہوتے تھے اور ہر محفل میں وہ ایک نئی نعت تخلیق کر کے پیش کرتے تھے ان کے دو نعتیہ مجموعے اب

تک شائع ہو چکے ہیں۔

سفر نور

آپ کا پہلا نعتیہ مجموعہ سفر نور ہے یہ اس لحاظ سے بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں شامل تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ یہ کتاب المدینہ پبلیکیشنز نے ۱۹۹۷ میں شائع کی اور اس کتاب میں ۴۷ نعتیں شامل ہیں۔

ثنائے کریمین (مجموعہ حمد و نعت)

کتاب کا پہلا حصہ حمد باری تعالی پر مشتمل ہے جبکہ کتاب کا دوسرا حصہ حضور نبی کریم کی نعتوں پر مشتمل ہے اس کتاب میں آپ نے ۹۰ نعتوں کو شامل کیا ہے۔ منہاج القرآن پبلیکیشنز نے اسے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا ہے۔

اکرام شاہ جیلانی

سید محمد اکرام شاہ جیلانی کا تعلق شیخوپورہ کے شہر مریدکے سے ہے آپ بھی سیشن ۱۹۹۴ء کے منہاج یونیورسٹی کے فاضل ہیں۔ اس وقت آپ ناروے میں دینی اور تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دوران تعلیم غیر نصابی سرگرمیوں میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے خاص طور پر تقریری مقابلے، مباحثے اور تعتیہ مقابلوں میں اکثر دوسرے کالجوں میں بھی منہاج کی نمائندگی کے لیے جایا کرتے تھے۔ آپ نعت پڑھنے اور لکھنے کا خاص ذوق رکھتے ہیں۔ آپ نے نصاب جمال کے نام سے اپنی لکھی ہوی نعتوں کا مجموعہ تیار کیا۔ جس کو المدینہ پبلیکیشنز نے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں سید اکرام شاہ جیلانی کی اپنی نعتوں کے علاوہ تربیت نعت کے اہم اصول اور نعت پڑھنے کے طریقہ کار کے عنوان سے محترم افضل نوشاہی کا ایک اہم مضمون بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ نعت پر ایک تحقیقی مقالہ بھی اس کتاب کا حصہ ہے۔ نقابت اور سٹیج سیکریٹری کے فرائض سرانجام دینے کے لیے اور نعت کے درمیان گرہ لگانے کے لیے خوبصورت اور جدید رباعیات کا مکمل باب الگ شامل کیا گیا ہے، تحریک اور قائد تحریک پر لکھے گئے خوبصورت ترانے بھی اس کتاب کا حصہ ہیں۔

شیخ عبد العزیز دباغ

شیخ عبد العزیز دباغ بھی طویل عرصہ سے تحریک منہاج القرآن کے مختلف تعلیمی اور انتظامی

شعبہ جات میں خدمات سر انجام دے رہے ہیں اب تقریباً پچیس سال سے فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں علمی اور تحقیقی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ شیخ عبدالعزیز دباغ کی شخصیت اور کردار کی نشو نما جس ماحول میں ہوئی اس سے انہیں ادبی صلاحیتوں اور مذہبی قدروں کا شعور ملا۔

فن نعت کی خدمت کے سلسلے میں نہ صرف انہوں نے خود طبع آزمائی کی بلکہ محترم ریاض حسین چوہدری جنہوں نے اپنی ساری زندگی نعت نگاری میں گزار دی لیکن وہ اپنے نعتیہ مجموعوں کو شائع نہ کروا سکے ان کے تمام نعتیہ مجموعے کو انہوں نے اپنی نگرانی میں شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ اور ان کو چھپوانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان کے دو نعتیہ مجموعے شائع ہو کر اب تک منظر عام پر آ چکے ہیں۔

مطاف نعت

آپ کا پہلا نعتیہ مجموعہ ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا۔ مطاف نعت پر تبصرہ کرتے ہوئے محترم ریاض حسین چوہدری لکھتے ہیں:

> ان کی نعت ندرت فکر اور مضمون آفرینی کے حوالے سے اپنی الگ پہچان رکھتی ہے۔ خوبصورت اور دلآویز اشعار کے اس مرقع میں الفاظ کا دروبست یوں ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ، انداز فکر جداگانہ، طرز بیاں دلکش، اسلوب منفرد۔ ابہام اور گنجلک پن کا نام و نشاں نہیں۔ بلاغت اور فصاحت کی کہکشاں دور دور تک معانی کی ترسیل میں مصروف، تفہیم کی چاندنی کا رقص مسلسل اپنی مثال آپ عجز کی چادر اوڑھ کر شاعر خود حرف سپاس بن جاتا ہے۔ مضامین نو کا تنوع ان کی نعتیہ شاعری کو انفرادیت کا رنگ دیتا ہے۔ یقیناً یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ آپ جدید طرز احساس کے شاعر ہیں اور مطاف نعت اس احساس کا آئینہ ہے۔

طواف قلم

آپ کا دوسرا نعتیہ مجموعہ طواف قلم ہے جو کہ ۲۰۲۱ء میں مرتب ہوا۔

کلیات نعت

مذکورہ بالا دونوں مجموعے مطاف نعت اور طواف قلم کلیات نعت میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ طواف قلم اور مطاف نعت کیا تازہ اور بلیغ تراکیب ہیں۔ ان تراکیب نے دباغ کی خواہش

اور دعا کی ترجمانی ہی نہیں کی بلکہ اس ترجمانی کو محاکائی رنگ بھی دے دیا ہے۔ محاکات کا شاعری کے ساتھ گہرا تعلق ہے شاعر لفظوں کو اس ترتیب سے جوڑتا ہے اور ان کے ذوق سے ایسے ایسے مرکبات بناتا ہے کہ قاری کی آنکھوں کے سامنے منظر اور کیفیت کی تصویر بھر جاتی ہے۔ یوں محکات اور تمثیلوں کے ذریعے شاعر اپنی تخلیق میں قاری کو بھی شریک تجربہ کر لیتا ہے۔

ریاض حسین چوہدری کا جہان فن

ریاض حسین چوہدری مدحت نگاری میں ایک بڑا نام ہے اس کتاب میں محترم شیخ عبد العزیز نے ریاض حسین چوہدری کی شخصیت اور ان کی کتب پر فن نعت کے حوالے سے جن نامور نعت گو شخصیات نے تبصرے اور پیش لفظ آپ کی تصانیف پر لکھے ہیں۔ ان میں خاص طور پر آغا صادق، پروفیسر اکرم رضا، حفیظ تائب، خورشید احمد گیلانی، خورشید رضوی، ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر عزیز احسن، عاصی کرنالی، طارق اسماعیل ساگر، ڈاکٹر شہزاد احمد، اور دیگر بے شمار شعراء نے آپ کے فن نعت پر طبع آزمائی کی ہے ان تمام نگارشات کو آپ نے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

انجینئر اشفاق حسین ہمزالی

محترم انجینئر اشفاق حسین ہمزالی کا تعلق بھی تحریک منہاج القرآن سے ہے آپ کا تعلق فیصل آباد سے ہے آپ نے بھی یوتھ لیگ کے ابتدائی دور میں یوتھ لیگ میں تنظیمی فرائض انجام دیے ہیں۔ آپ نے نعتیہ کلام پر ایک مجموعہ تیار کیا ہے۔ جس کا نام بہار بخشش ہے یہ کتاب ۲۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کے اس مجموعہ میں ۷ حمدیں، ۴۷ نعتیں، ۶ سلام ایک منقبت اور ایک دعا شامل ہے۔ ان کے اس کلام کی خوبی یہ ہے کہ ہر کلام کے اوپر اس کے اوزان بھی لکھ دیے ہیں جو مبتدعیان شاعری کے لیے بہت مفید اور رہنما ثابت ہوں گے۔

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

> بہار بخشش کا ایک تخصص جو اسے دوسرے نعتیہ مجموعوں سے منفرد ٹھہراتا ہے، اس میں مصرع ہائے طرح پر لکھی گئی نعتیں ہیں ان کی تعداد چالیس سے زائد ہے۔ یہ ایک لحاظ سے ان شاعروں کے فکر و فن کو خراج تحسین پیش کرنے کے مترادف ہے جن کے مصرعوں پر یہ نعتیں لکھی گئی ہیں۔ اشفاق ہمزالی کی نعت گوئی کے پس منظر میں جھلکتا ہؤا ان کا ذوق و شوق، ان کا رخت سفر ہے نعت گوئی کے سفر میں ان کی دلچسپی،

جذب کی حد تک بڑھی ہوئی ہے ان کا اولین مظاہرہ حرمین نعت (مطبوعہ ۲۰۲۰) میں ہوا تھا بہار بخشش ان کی دوسری کاوش ہے۔

ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی

محترم ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی منہاج یونیورسٹی میں حسان بن ثابت نعت سینٹر میں ڈائریکٹر کے طور پر خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ فن نعت کے فروغ میں یونیورسٹی سطح پر یہ پہلا ادارہ ہے جو طلباء کی نعتیہ صلاحیتوں کو نکھارنے کی خدمات سر انجام دے رہا ہے اس ادارے کے تحت فن نعت کے متعلقہ مختلف کورسسز اور ورکشاپس ہو رہی ہیں۔ ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی بچپن سے ہی نعت پڑھنے اور لکھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ حضور جانتے ہیں ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے شروع میں آٹھ حمدیہ غزلیں اور نظمیں بھی شامل ہیں جبکہ نعتوں کی کل تعداد ۹۲ ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب پر اہل علم و ادب ڈاکٹر خورشید رضوی، ڈاکٹر تحسین فراقی، امجد اسلام امجد، پیر امین الحسنات شاہ، سید ریاض حسین شاہ، ڈاکٹر ساجد الرحمن، سید وصی شاہ، محمد نعمان منظور اور ابو الحسن خاور نے اپنے تبصرے قلمبند کیے ہیں۔ ڈاکٹر خورشید رضوی لکھتے ہیں: نعت خوانی میں ملک گیر شہرت حاصل کر لینے کے ساتھ ساتھ انھوں نے ادبی نشستوں اور مشاعروں کا اہتمام کرنے کے علاوہ وہ ایک سہ ماہی رسالہ مدحت بھی نکالتے ہیں جس کو قومی سطح پر سیرت ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔ اردو نعت میں اسلوب و معنویت کے عنوان پر مقالہ تحریر کر کے انھوں نے اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی مکمل کی ہے۔ حضور جانتے ہیں ان کا اولین نعتیہ مجموعہ ہے جو معاصر نعتیہ شاعری میں ایک وقیع اضافہ ہے عقیدت کا وفور اور آداب نعت کا شعور ان کے کلام میں توازن پیدا کرتا ہے۔ وہ عرفی کی طرح یہ احساس رکھتے ہیں کہ جادہ نعت کی دھار ہے جس پر گامزن ہونے کے لیے نہایت درجے کی احتیاط لازم ہے۔ اسلوب کی سلاست اور آہنگ کی نفاست، جذبہ فراواں کے پس منظر میں فنی ریاضت کا بھی سراغ دیتی ہے۔

ڈاکٹر تحسین فراقی آپ کی کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

زیر نظر کتاب اگرچہ ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے مگر درد و سوز کی کیفیات اور فنی شعور کا مایہ دار ہے۔ وہ سادہ اور معانی سے مملو شعر کہتے ہیں۔ نعت اور پیروی حیات حضور نبی کریم کو

حیات مستعار کا روشن ترین قرینہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نعت لکھتے ہی نہیں نعت سوچتے، نعت سمجھتے اور خلوت کے لمحوں میں اسے گنگناتے بھی ہیں۔ زبان کے رچاؤ، درد اور کسک کی کٹھالی میں ڈھلنے والی یہ نعتیں زیادہ تر غزل کے پیرائے میں لکھی گئی ہیں۔

امجد اسلام امجد لکھتے ہیں:

ڈاکٹر سرور کی نعت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ عشق رسول کی سرمستی میں بھی وہ کبھی حدود سے تجاوز نہیں کرتے اور بیشتر نعت گوؤں کی طرح حضور نبی کریم کی صفات کو رب کریم کی صفات سے خلط ملط نہیں کرتے۔ ان کی زبان سادہ، بحریں رواں دواں، استعارے خوش رنگ اور انداز بیان روح کو سرشار کر دینے والا ہے۔ نعت کے ضمن میں ان کی احتیاط بہت نمایاں اور قابل تعریف ہے۔

چند معروف شعراء جنہوں نے نعت نگاری میں اہم کردار ادا کیا ہے ان کی کتب کا تعارف بیان کر دیا ہے۔ اب وہ لوگ جنہوں نے نعتیہ مجموعے شائع کیے ہیں ان کو تفصیل سے بیا کیا جاتا ہے۔

پروفیسر محب اللہ اظہر

نصاب عشق

پروفیسر محب اللہ اظہر جو کہ منہاج نعت کونسل کے پہلے صدر ہیں آپ کا تعلق سیشن ۱۹۹۲ء سے ہے منہاج القرآن کے ابتدائی دور میں محترم محب اللہ اطہر صاحب نے نعت خوانی کر کے عشق رسول کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں کو محبت رسول سے منور کیا آپ نے سب سے پہلا منہاج القرا ان کے پلیٹ فارم سے نصاب عشق کے نام سے نعتیہ مجموعہ تیار کیا۔

محترم محب اللہ اظہر صاحب خود اس کتاب کے مقدمے میں کتاب کے مندرجات کے بارے میں رقمطراز ہیں:

زبانوں کے اعتبار سے اس نعتیہ مجموعے کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

عربی فارسی اردو پنجابی

اس کتاب کی تقریظ میں شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے لکھا ہے:

یہ مجموعہ نعت منفرد اور جداگانہ شان کا حامل ہے اس میں قدیم و جدید شعراء کا نادر و نایاب

کلام بڑی محبت اور عرق ریزی کے ساتھ جمع کیا گیا ہے بطور خاص خلفائے راشدین اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کا روح پرور اور وجد آفریں نعتیہ کلام اس مجموعے کی زینت اور شان ہے۔ اس میں مختلف مکاتب فکر کے اکابرین کے نعتیہ کلام نے مجموعے کے حسن انتخاب کو مزید نکھار دیا ہے اس مجموعے میں اردو ادب کے تقریباً تمام قدیم اور جدید نعت گو شعراء کے اعلیٰ اور معیاری کلام کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ اس مجموعے میں خلفائے راشدین کے علاوہ حضرت حسان بن ثابت، حضرت فاطمہ الزھراء، حضرت امام زین العابدین، حضرت کعب بن زھیر، حضرت ابو طالب، امام اعظم ابو حنیفہ، امام شرف الدین بوصیری کا معروف قصیدہ بردہ کے چند منتخب اشعار بھی اس میں شامل ہیں۔ فارسی حصہ دس نعتوں پر مشتمل ہے اس میں خاص طور پر سیدنا عبد القادر جیلانی، مولانا عبد الرحمن جامی، مولانا جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت امیر خسرو، م،رز اغالب، شیخ غلام قادر گرامی کی نعتیں شامل ہیں۔ حصہ سوم میں اردو زبان میں میں ۱۲۹ نعتیں اس مجموعے کا حصہ ہیں ان میں خاص طور پر مولانا احمد رضا خان، علامہ اقبال، ڈاکٹر فرید الدین قادری، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، بیدم وارثی، حافظ مظہر الدین، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا قاسم نانوتھوی، احمد ندیم قاسمی، مظفر وارثی، محمد علی ظہوری قصوری، عبد الستار نیازی، حفیظ تائب، سید نصیر الدین نصیر گولڑوی، اجمل نیازی، ریاض حسین چاہدری کی منتخب نعتیں اس کتاب میں شامل ہیں۔

حصہ چہارم: اس حصے میں پنجابی نعتیں شامل ہیں اور ان کی تعداد چالیس ہے ان میں خاص طور پر پنجابی صوفیاء کا پنجابی عارفانہ کلام بھی شامل ہے۔ جس میں خاص طور پر حضرت بلھے شاہ، سلطان باہو، میاں محمد بخش، حضرت شاہ حسین، بابا فرید گنج شکر، پیر مہر علی شاہ اور خواجہ غلام فرید کا کلام شامل ہے۔ ان کے علاوہ محمد علی ظہوری، محمد اعظم چشتی، راجہ رشید محمود، عبد الستار نیازی، حافظ محمد حسین سید ناصر حسین چشتی اور اللہ دتہ راہی کی پنجابی نعتیں بھی شامل ہیں۔

الحاج محمد افضل نوشاہی (حسان منہاج)

محترم افضل نوشاہی دنیائے ثناخوانی کا ایک معتبر اور معروف نام ہے تحریک منہاج القرآن

کے زیر اہتمام ہونے والی محافل میلاد میں آپ اپنے بچپن ہی سے نعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اسی ذوق وشوق کا ہی نتیجہ ہے آج پوری دنیا میں آپ کا نعت خوانی میں ایک نام بن گیا ہے اور اب منہاج القرآن کی ہر بڑی محافل میں آپ کی شرکت لازمی حصہ ہوتی ہے۔ حضور شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے آپ کو حسان منہاج کا لقب عطا کیا ہے۔ آپ نے ذکر نور کے نام سے معروف نعت نگاروں کا ایک خوبصورت مجموعہ تیار کیا ہے۔ یہ مجموعہ ہر لحاظ سے معیاری، متنوع اور ہر کسی کا پسندیدہ مجموعہ ہے۔ محترم افضل نوشاہی نے یہ مجموعہ ترتیب دے کر فروغ نعت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے ۶۳۴ صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ عربی فارسی، اردو، پنجابی اور سرائیکی زبانوں میں معروف نعت گو شعراء کے نعتیہ کلام پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں اکثر نعتیں وہی شامل کی گئی ہیں جو کہ ایک عرصہ سے منہاج القرآن کے پلیٹ فارم پر پڑھی جاتی ہیں۔ یہ مجموعہ پہلی مرتبہ ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا اس مجموعے کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تک یہ آٹھ مرتبہ شائع ہو شکا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل قادری

ڈاکٹر محمد افضل قادری سیشن ۱۹۹۴ء کے منہاج یونیورسٹی کے فاضل ہیں۔ ۱۹۹۴ء سے ہی آپ فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ریسرچ سکالر کے طور پر علمی اور تحقیقی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے ذکر خیر الوری کے نام سے بڑا عمدہ، نادر اور اچھوتا کام کیا ہے اس کتاب میں آپ نے حضور نبی کریم کی سیرت طیبہ کے متعلقہ تقریباً ۱۵۰ موضوعات پر مشتمل اہم اشعار کا مجموعہ تیار کیا ہے یہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب ۴۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

پروفیسر محمد رفیق

محترم پروفیسر محمد رفیق کا تعلق میرپور آزاد کشمیر سے ہے آپ عرصہ دراز تک مرکز منہاج القرآن میں علمی و تحقیقی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کی فکر پر آپ بے شمار لٹریچر شائع کیا ہے۔ آپ نے بھی ایک جہان نعت کے عنوان سے نعتیہ مجموعہ تیار کیا ہے اس نعتیہ مجموعے کو المدینہ پبلیکیشنز نے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا اس مجموعے میں ۱۸۵ معروف نعت گو شعراء کی نعتیں جمع ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب میں معروف شعراء کا لکھا ہوا اسلام بھی شامل کیا ہے

اس نعتیہ مجموعے میں خاص طور پر پیر مہر علی شاہ، مولانا احمد رضا خان بریلوی، اعظم چشتی، محمد علی طہوری قصوری، عبد الستار نیازی اور صائم چشتی کی معروف نعتیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی ایسی معروف نعتیں بھی شامل کی ہیں جن کا آپ نے شاعر کا نام ذکر نہیں کیا۔

محمد نصیر صدیقی

مرحوم نصیر صدیقی سیشن ۱۹۹۵ء کے منہاج یونیورسٹی کے فاضل ہیں۔ آپ نے بھی انوار حرم کے نام سے نعتیہ مجموعہ تیار کیا۔ آپ نے اس نعتیہ مجموعے کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے یہ مجموعہ ۴۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ انوار حرم میں ہر نعت کو سات اشعار میں سمیٹ کر ایک صفحہ میں محدود کر دیا گیا ہے۔ انوار حرم میں تقریبا دو سو سے زائد معروف و مشہور شعراء کرام کا کلام شامل کیا گیا ہے۔ انوار حرم میں عربی، فارسی، اردو، پنجابی، سرائیکی، ہندی، انگریزی، پشتو زبان پر مشتمل کلام کے علاوہ غیر مسلم شعراء کا کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس مجموعے میں حمد باری تعالی، صلاۃ و سلام، منقبتوں کا دلکش اور حسین انتخاب کیا گیا ہے۔

محمد علی ظہوری قصوری اس کتاب کی تقریظ میں رقمطراز ہیں:

> انوار حرم محترم نصیر صدیقی کا پہلا نعتیہ کلام کا انتخاب ہے اس لحاظ سے باقی تمام ایسے مجموعوں سے الگ تھلگ ہے جن میں حروف تہجی کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ مولف نے مجموعہ ہذا میں حروف تہجی کے اعتبار سے اس کو ترتیب دے کر ایک جدت پیدا کر دی ہے۔ یہ مجموعہ جہاں نعت خواں حضرات کے لیے قابل قدر تحفہ ہے وہاں سرکار دو عالم سے محبت و عقیدت رکھنے والے مسلمانوں کے لیے انمول سرمایہ ہے۔ اس نعتیہ مجموعے میں ۴۰۲ معروف نعتیں شامل کی گئی ہیں۔ اس میں نعتوں کے علاوہ رباعیات، صوفیانہ کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ خاص طور پر انگریزی شعراء کی نعتوں کو بھی زینت کتاب بنایا ہے۔ غیر مسلم شعراء کی نعتوں کو بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ کتاب کے اغاز میں حروف تہجی کے اعتبار سے حمد باری تعالی کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد فاروق رانا

حضور نبی کریم کی شان و مدحت میں پڑھی جانے والی اکثر وہ نعتیں جو منہاج القرآن پلیٹ فارم پر پڑھی جاتی ہیں ان نعتوں پر مشتمل یہ نعتیہ مجموعہ منہاج عشق کے نام سے بڑا خوبصورت

گلدستہ تیار کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد فاروق رانا فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں بطور ڈائریکٹر علمی و تحقیقی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی دنیا بھر میں شائع ہونے والی تمام کتب کی انتظامی، علمی تحقیقی امور کو بڑے احسن انداز میں ادا کر رہے یہں۔ یہ کتاب آپ نے پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کے ایماء پر حسان بن ثابت نعت ریسرچ سینٹر کی افتتاحی تقریب کے موقع پر تیار کی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے خاص طور پر ان شعراء کا کلام شامل کیا ہے جن کا تعلق منہاج القرآن کے ساتھ ہے اس لحاظ سے یہ ایک منفرد کام ہے۔ کتاب کے آغاز میں آپ نے علامہ اقبال، ڈاکٹر فرید الدین قادری، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی حمد و نعت پر مشتمل خطی نمونے بھی شامل کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر حسین محی الدین کی لکھی ہوی نعتیں بھی اس کتاب کا حصہ ہیں۔ علاوہ ازیں محمد علی ظہوری قصوری، ریاض حسین چوہدری، ضیاء نیر، عبد العزیز دباغ، ڈاکٹر علی اکبر الازہری،، ڈاکٹر مختار احمد عزمی، ڈاکٹر فخر الحق نوری، محمد شفقت اللہ قادری، سید الطاف حسین گیلانی، انوار المصطفی ہمدمی، علامہ نور احمد نور، ضیاء الحق رازی، غلام مصطفی عابد، محترم احمد نواز انجم، افضل نوشاہی، احسان حسن ساحر کی معروف نعتیں اس کتاب کا حصہ ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب انتہائی اہمیت کی حامل ہے جس میں تحریک منہاج القرآن کے متعلقہ ان تمام افراد کا کلام جمع کیا گیا ہے جنہوں نے حضور نبی کریم کی بارگاہ میں ہدیہ نعت پیش کیا ہے۔ اپنی نوعیت کا یہ بھی پہلا کام ہے۔

شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اس کتاب کے پیش لفظ میں رقمطراز ہیں:

> ہمارے نہایت ہی لائق تحسین بیٹے علامہ محمد فاروق رانا نے تحریک منہاج القرآن سے وابستہ ثناء خوان مصطفی کی نعتوں کے انتخاب کو منہاج عشق کے عنوان سے مرصع کیا ہے۔ ان کی یہ کاوش یقینا بہت قابل ستائش ہے ان کا یہ حسن انتخاب ان کے عشق رسول اور جذبہ خدمت نعت پر دلالت کرتا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالی انھیں اس عظیم مصطفوی مشن کی خدمت اور ایسی لطیف تالیفات کے سلسلہ الذھب کو جاری رکھنے کی توفیق میں اضافہ فرمائے۔

ابرار حنیف مغل

محترم ابرار حنیف مغل منہاج القرآن یوتھ لیگ پنجاب میں تنظیمی خدمات سر انجام دیتے

رہیں ہیں۔ آپ کا شمار تحریک منہاج القرآن کے ابتدائی رفقاء میں سے ہوتا ہے۔ آپ المدینہ پبلیکیشنز کے نام سے اشاعتی ادارہ کو بھی ایک عرصہ تک چلاتے رہے ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں آپ نے نعت کی ادبی خدمات کے لیے کاوان نعت کے نام سے ایک مجلے کا آغاز کیا۔ یہ مجلہ نعتیہ ادب کی ترویج اوراس کے فروغ میں ہونے والی کاوشوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ فروغ عشق رسول کے لیے نعتیہ سرگرمیوں پر مشتمل ہر ماہ باقاعدگی سے چھپنے والا مجلہ ہے۔ اس کا مقصد اردو ادب میں نعت نگاری کی روایت کو زندہ رکھنا اور نئے رجحانات کی ترویج کرنا ہے۔ کاروان نعت کے زیر انتظام باقاعدگی سے ماہانہ بنیادوں پر نعتیہ مشاعروں کا انعقاد بھی ہوتا ہے۔ یہ ادب کے شائقین اور فن نعت سے دلچسپی رکھنے والے شعراء کے لیے اہم مواقع فراہم کرتا ہے۔

قاری محمد یونس قادری

قاری محمد یونس قادری شعبہ نقابت میں ایک معروف نام ہے آپ کا تعلق بھی تحریک منہاج القرآن سے ہے آپ بھی منہاج یونیورسٹی کے فاضل ہیں۔ آپ نے نقیب محفل کے لیے گلشن نقابت کے نام سے ایک عظیم گلدستہ تیار کیا ہے۔ نقابت کے فرائض انجام دینے کے لیے یہ نہایت اہم کتاب ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا۔ اس کو مبارک علی قادری نے مرتب کیا ہے جبکہ قاری محمد یونس اس کتاب کے مؤلف ہیں۔ یہ کتاب نقیب کے لیے مختلف محافل میں پڑھنے کے لیے اشعار اور رباعیات کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے۔

⊙⊙⊙

افتخار احمد خالد
لاہور

استغاثہ کی روایت اور 21ویں صدی کی پنجابی نعت

سب تعریفیں اللہ پاک کے لیے جس نے قلم وما یسطرون کی قسم کھا کر اپنے حبیب اور آخری پیغمبر محمد ﷺ کی نعت کی بنیاد رکھی۔

بے حد و بے حساب درود اس ذات مبارک کے لیے جس پر نہ صرف اس کا خالق و مالک خود درود بھیجتا ہے بلکہ اس کے فرشتے بھی اس عمل خیر میں شریک ہیں اور مومنین کو بھی اس عمل میں شرکت کا اعزاز بخشا گیا ہے کہ وہ بھی پیغمبرِ اعظم و آخر محمد ﷺ پر درود بھیجیں۔

"نعت" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی (عربی لُغت المنجد کے مطابق) تعریف کرنا، اچھی صفات دکھانا، پیدائش سے ہی اچھی صفات والا ہونا، خوبصورت چہرے والا ہونا، اچھے اخلاق والا ہونا کے ہیں۔

اصطلاحاً رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف کو "نعت" کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا کہنا ہے کہ:

> "آنحضرت ﷺ کی مدح چونکہ نثر میں بھی ہو سکتی ہے اور نظم میں بھی، اس لیے اصولاً آنحضرت ﷺ کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائیگا۔ لیکن اردو اور فارسی میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس سے عام طور پر آنحضرت ﷺ کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے [1]

نعت کے حوالے سے عصر حاضر کا معتبر حوالہ جناب حفیظ تائب فرماتے ہیں کہ:

> "ایہناں دوہاں زباناں (اردو، پنجابی) وچ لفظ نعت اپنے اصطلاحی معنیاں وچ ای ورتیا جاندا اے۔ تے نعت اسیں رسول پاک ﷺ دی مدح توں علاوہ کے ہور دی تعریف نوں نہیں آکھ سکدے۔" [2]

عربی، فارسی، پنجابی اور اردو کے علاوہ دیگر زبانوں مثلاً سواحلی، اوگنڈی، انڈونیشی، بنگالی اور ملایو وغیرہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف کے لیے لفظ "نعت" ہی مستعمل ہے۔

لفظِ نعت کے پس پردہ محبت، مودّت، عقیدت عشق اور تقدیس سے بھرپور ایک من موہنی

تاریخ ہے۔ جس کی ورق گردانی کریں تو پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے کے آسمانی صحائف میں حضور ﷺ کا ذکرِ خیر بھی موجود ہے اور حضور ﷺ کی نعت بھی۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ یہود کا طریق کار یہ تھا کہ جب ان کی مخالفین سے جنگ ہوتی اور فتح کے ظاہری امکانات معدوم نظر آتے تو وہ تورات کا وہ صفحہ کھولتے جس پر کریم آقا ﷺ کی صفات اور کمالات کا تذکرہ ہوتا، وہ اُس پر ہاتھ رکھ کر ان الفاظ سے دعا کرتے:

«اللّٰهُمَّ انا نسألك بحق نبيك الذي وعدتنا ان تبعثه في آخر الزمان ان تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون.»(۳)

ترجمہ: اے اللہ! ہم آپ کو آپ کے اُس نبی کا واسطہ دے کر التجا کرتے ہیں، جن کی بعثت کا تُو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔ آج ہمیں اپنے دشمنوں پر فتح عطا فرمادے۔"

تو پھر حضور ﷺ کے صدقے اللہ پاک ان کو فتح عطا فرماتے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں اُس دعا کا بھی ذکر کیا ہے، جس میں لفظ "نعت" کا استعمال ہوا۔ دعا کی الفاظ ہیں:

اللّٰهُمَّ انصرنا با النبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد نعته و صفته في التوراة.(٤)

ترجمہ: اے اللہ ہماری مدد فرما، اس پاک نبی کے وسیلے سے جو آخری زمانے میں بھیجے جائیں گے، جن کی نعت اور صفت ہم نے تورات میں دیکھی ہے۔

سولفظ "نعت" حضور ﷺ کی آمد سے پہلے بھی حضور ﷺ کی تعریف و توصیف کے حوالے سے ہی مستعمل رہا۔

اللہ پاک نے قرآن مجید میں اپنے محبوب کی جگہ جگہ تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کے خصائل اور فضائل کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ ﷺ کو منفرد اور بے مثال شخصیت کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اللہ پاک کو آپ ﷺ کی نعت کے لیے جو انداز پسند آیا وہی اُس نے قرآن پاک میں اختیار کیا۔ اور وہی ہمارے لیے معیار ٹھہرا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ رب محمد نے خود ہمیں نعت کہنے کا طریقہ سلیقہ سکھلایا، ہمارے سامنے ایک نمونہ رکھا، ایک حد بندی کر دی تا کہ ہم ایک حد سے آگے نہ بڑھیں، تو زیادہ بہتر ہو گا۔

نعت کا آغاز دوسری وحی میں سورہ "ن" کے نزول سے ہوا جب ربِّ محمد نے قلم اور اور اس کی تحریروں کی قسم کھا کر ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ فرمایا اور نعت کی بنیاد رکھی۔ تب سے اب تک یہ عمل جاری و ساری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا کہ خود اللہ پاک کا اعلان ہے کہ ﴿وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝﴾ (سورہ الم نشرح) ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کر دیا۔

ہمارا آج کا موضوع چونکہ پنجابی نعت میں ارداس (استغاثہ) کی روایت ہے، تو آیئے نعتِ رسول ﷺ میں استغاثہ یا ارداس کا جائزہ لیتے ہیں۔ استغاثہ عربی کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں: مدد مانگنا، فریاد کرنا۔

استغاثہ سے مراد "نحویوں کے نزدیک اس شخص کو پکارنا جو کسی مصیبت سے چھٹکارا دلائے یا ازالۂ آفت میں مدد دے۔ مستغاث بہ: جس سے مدد طلب کی جائے۔" (القاموس الوحید)

عربی کے علاوہ، فارسی، اردو اور پنجابی لغات میں بھی استغاثہ کے معنی فریاد کرنا، گذارش کرنا، التماس کرنا، عرضداشت پیش کرنا اور اپنے ساتھ ہوئی زیادتی کا انصاف چاہنا، لیے جاتے ہیں۔ نعتِ رسول ﷺ کے آغاز کے ساتھ ساتھ استفادہ کی شروعات بھی اولاً عربی زبان سے ہی ہوتی ہے۔ اور پھر یہ روایت صدیوں کا سفر طے کرتی ہوئی فارسی سے پنجابی اور اردو زبانوں تک پہنچتی ہے۔ قرونِ اولیٰ سے تا بہ لمحۂ موجود دنیا بھر میں نعت گو شعراء کا ایک طبقہ نعت کو اس کے لغوی معنی و مفہوم کے حوالے سے ہی دیکھتا ہے، اور اس کا قائل ہے۔ یہ مکتب فکر اس تعریف سے باہر جانا تو درکنار سوچنا بھی پسند نہیں کرتا۔

مگر پہلی نعت (تُبّع الحمیری) سے لے کر آج اس لمحۂ موجود تک استغاثہ و استمداد کی روایت پوری کڑیوں کے ساتھ ہمیں نظر آتی ہے۔ اور اس میں موضوعاتی اعتبار سے تنوع بھی ملتا ہے۔ اور بات انفرادی مسائل، مصائب اور مشکلات سے نکل کر اجتماعی طور پر ملکی اور بین الاقوامی سطح تک جا پہنچی ہے۔ اور اس میں معیشت، معاشرت، سیاست ہیمت سماج اور امت کے دیگر مسائل کے بارے میں بھی حضور اکرم ﷺ سے نصرت اور استغاثہ کی مثالیں ملتی ہیں۔

استغاثہ بالقول بھی ہو سکتا ہے اور استغاثہ بالعمل بھی۔ استغاثہ بالقول کی تعریف یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت میں گھرا ہوا بندہ کسی سے زبان سے مدد مانگے تو وہ استغاثہ یا القول کہلائے گا۔

جس کی بہترین مثال سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۲۰ ہے:

﴿وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ﴾[۵]

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی، جب اُس سے اُس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں کہ:

اگر انبیاء علیہم السلام کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی بھی انبیاء کرام سے خلاف توحید کوئی مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے شرک کی تمام راہیں مسدود کرنے کے لیے اس سے منع فرمایا۔ مگر مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ پاک قومِ موسیٰ کے استغاثہ پہ خود سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اظہارِ معجزہ کی تاکید فرما رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حقیقی کارساز تو بلا ریب میں ہی ہوں مگر اے موسیٰ! میں اظہارِ معجزہ کے لیے اپنے اختیارات تمہیں تفویض کرتا ہوں۔"[۲]

استغاثہ کی دوسری قسم استغاثہ بالعمل ہے۔

جب مصیبت زدہ زبان سے کسی قسم کے الفاظ ادا کیے بغیر اپنی حالت اور عمل سے مدد مانگے تو اسے استغاثہ بالعمل کہا جائیگا۔ اس کی نمایاں مثال سیدنا یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ جس کا ذکر سورہ یوسف میں آتا ہے:

﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾﴾ (آیت ۹۳)

ترجمہ: میرا یہ کرتے لے جاؤ، اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

اسی سورہ میں آگے بیان ہوا کہ:

﴿فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ﴾ (آیت: ۹۲)

ترجمہ: پھر جب خوشخبری سنانے والا آیا تو اس نے وہ کرتا یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈال دیا، اسی وقت وہ دیکھنے والے ہو گئے۔

مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں کہ:

اللہ رب العزت کے برگزیدہ بندے سیدنا یعقوب علیہ السلام کا عمل مبارک جس سے ان کی بینائی لوٹ آئی عملی طور پر حضرت یوسف کی قمیض سے استغاثہ ہے۔ یہ استغاثہ بالعمل کی بہترین مثال ہے۔ جس میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیض اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے حصولِ بینائی کا وسیلہ و ذریعہ بنی۔(۷)

سچی بات تو یہ ہے اور اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کے علاوہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ کوئی معبود۔ وہ لاشریک بھی ہے اور ماورائے تشکیک بھی۔ اس عقیدے کے ساتھ استعانت، استمداد، استغاثہ، ارداس، سوال یا طلب اور نداء میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی معین، مغیث اور حقیقی مدد گار ہے۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ استغاثہ یا استعداد میں کوئی مخلوق اللہ پاک کے اذن کے بغیر مستقل بنفسہٖ نفع یا نقصان کی مالک ہے تو یہ یقیناً شرک ہو گا۔ دوسری جانب مستعان اور مجیبِ حقیقی اللہ پاک کو مانتے ہوئے اگر کوئی بندہ مجازاً کسی کام کے لیے کسی کو آواز دے، رجوع کرے تو اس کا یہ فعل شرک نہیں بلکہ معائدۂ عمرانی کے تحت اسباب کے اختیار کے ضمن میں آئے گا۔ جیسے کسی ڈاکٹر سے علاج کروائے یا کسی نیک، صالح اور متقی شخص کے پاس دعا کے لیے جائے وغیرہ۔

اس حوالے سے مفسر قرآن پر محمد کرم شاہ الازھری لکھتے ہیں کہ:

"ہم حضور ﷺ کو متصرف بالذات نہیں سمجھتے (نعوذ باللہ)، ہاں ہمارا یہ ایمان ضرور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں ہمارے گناہوں کی مغفرت اور ہماری مشکلات کے حل کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو مولا کریم ہمارے گناہ بخش دے گا اور ہماری مشکلیں حل فرمادے گا۔ اس نے اپنے کلام میں یہی طریقہ بیان فرمایا ہے"(۸)

گو کہ ہمارا موضوع پنجابی نعت میں استغاثہ (ارداس) کی روایت ہے، مگر اجمالاً ہم عربی اور فارسی نعت کا تذکرہ بھی کریں گے، تاکہ استغاثہ کا تصور تسلسل کے ساتھ ایک مربوط اور مضبوط شکل میں پیش کیا جاسکے۔ اولین نوت کے حوالے سے ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق حضور ﷺ کی مدینہ شریف ہجرت کے موقع پر مدینہ کی بچیوں کے استقبالیہ گیت کو پہلی نعت قرار دیتے ہیں، جبکہ ملا عبدالرحمن جامی نے اپنی کتاب شواہد النبوت میں کعب بن لوی کا ایک شعر درج کیا ہے جس کا زمانہ حضور ﷺ کی بعثت مبارک سے ۵۲۰ سال قبل کا ہے۔ پروفیسر جاوید اقبال کا خیال یہ ہے کہ تُبّع

کی لکھی ہوئی نعت اوّلیت کا درجہ رکھتی ہے۔ میں ذاتی طور پر پروفیسر جاوید اقبال سے اتفاق کرتا ہوں۔ کہ تُبع کا زمانہ آنحضرت ملالہ کی آمد سے ایک ہزار سال پہلے کا ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازھریؒ تفسیر ضیاء القرآن میں سورہ الدخان کی آیت نمبر ۳۷ ﴿اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ.... ﴾ کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ: جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور چین کے سلطان کو خاقان کہا جاتا تھا اسی طرح یمن اور حضر موت کے فرمانروا کا لقب تُبع تھا۔

اس خاندان میں سے ایک تبع مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ اس کا نام ابو کرب بتایا جاتا ہے۔ اس نے سب سے پہلے خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ جب اس کا گزر مدینہ طیبہ کے مقام سے ہوا تو اس کے لشکر کے علماء نے بتایا کہ یہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ہجرت گاہ ہے۔ اسے اس فضا میں ایسی کشش اور روحانی جاذبیت محسوس ہوئی کہ اس نے حضور ﷺ کے نام ایک عرضداشت لکھی۔ جس میں اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا اور یہ التجا بھی کی کہ میرا ایمان قبول ہو، اور روز قیامت مجھے شفاعت سے محروم نہ کیا جائے۔ علامہ قرطبی اور دیگر علمائے تفسیر نے اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ علامہ قرطبی نے وہ خط بھی ذکر کیا ہے جس میں تبع نے اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

و ان لم ادرک فاشفع ولا تنسی یوم القیامة فانی من امتک الأولین.

ترجمہ: اگر میں اس حیات مستعار میں حضور ﷺ کی زیارت سے بہرہ مند نہ ہو سکوں تو میری شفاعت فرمایئے اور قیامت کے دن مجھے فراموش نہ کیجیے۔ کیوں کہ میں آپ کے ان امتیوں میں سے ہوں جو پہلے گزرے ہیں۔

تُبع کے ہمراہ علماء بھی تھے۔ ان میں سے ایک جماعت نے اسی جگہ اقامت کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے ان کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کروائے اور اپنا مکتوب ان میں سے معزز ترین عالم کے حوالے کیا۔ اور اسے وصیت کی کہ اگر تجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو تو میرا یہ عریضہ پیشِ خدمت کرنا۔ ورنہ اپنی اولاد کو ہدایت کرتے جانا کہ جس کو یہ سعادت نصیب ہو وہ میرا خط نبی آخر الزمان ﷺ کی خدمت میں پیش کر دے۔ جب رسالت مآب ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کی ناقہ مبارک جس گھر کے سامنے بیٹھی وہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا دولت کدہ تھا، جو اُس عالم کی اولاد میں سے تھے جس کو یہ خط دیا گیا تھا۔ انہوں نے وہ عریضہ پیغمبر اعظم و آخر کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو حکم دیا کہ

وہ اسے پڑھ کر سنائیں۔ حضور ﷺ نے خط سن کر اُس کا ایمان قبول فرمایا اور اس کی شفاعت کی درخواست کو بھی منظور فرمایا۔

اس حوالے سے تبع کے کچھ شعر بھی ملتے ہیں:

شهدت على احمد انه رسول من الله باری النسم
فلو مدّ عمري الى عمره لكنت وزيراً له و ابن عم[۹]

یعنی، میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اکرم (احمد) اللہ تعالیٰ کے بچے اور برحق رسول ہیں، میری (شاہ تُبع کی) عمر اگر آپ کے دور تک پہنچی تو میں ضرور آپ ﷺ کا مددگار ہونگا۔

اور

يسمى احمدا يا ليت انّى اعمر بعد مبعثه بعام

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے مطابق مبشرات کے حوالے سے سب سے قدیم روایت تُبع الحمیری سے منسوب ہے۔

زمانۂ رسالت میں جن ہستیوں کو نعت کہنے کا شرف حاصل ہوا ان میں حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ، حضرت عباس بن عبد المطلبؓ، حضرت عامر بن اکوعؓ، حضرت علی ابن ابی طالبؓ، سیدہ فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا اور امام زین العابدینؒ کے علاوہ تقریباً دوسو(۲۰۰) کے قریب صحابہ کرام و صحابیات شامل ہیں جن کا تاریخ کی کتابوں میں تذکرہ ملتا ہے۔

اگر ہم استغاثہ کی بات کریں تو اس حوالے سے حضور ﷺ کے دور پُر انوار میں اور اس کے بعد بھی عربی نعت میں استغاثہ کی درجنوں مثالیں ملتی ہیں۔ ان میں حضرت عبد اللہ بن الزبعریؓ، جناب امام علی بن حسین زین العابدینؒ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت لبید بن ربیعہؓ، حضرت زبیرؓ، عامر بن اکوعؓ، حضرت سواد بن قاربؓ کے اسمائے گرامی نمایاں نظر آتے ہیں۔

امام زین العابدینؒ ان الفاظ میں اپنی کیفیات کا اظہار کرتے ہیں:

ان نلت يا ريح الصبا يوما الى ارض الحرم
بلغ سلامي روضة فيها النبي المحترم

اے بادصبا، اگر تیرا گزر سرزمین حرم تک ہو، تو میرا اسلام اس روضہ کو پہنچا جس میں بھی محترم تشریف فرماہیں۔

یا رحمة للعالمین انت شفیع المذنبین
اکرم لنا یوم الحزین فضلا و جودا و الکرم

اے رحمت عالم، آپ گنہ گاروں کے شفیع ہیں، ہمیں قیامت کے دن فضل وسخاوت اور کرم سے عزت بخشیے۔

یا رحمة للعالمین ادرك لزین العابدین
محبوس ایدی الظالمین في الموکب والمردحم(۱۰)

(اے رحمت عالم زین العابدین کو سنبھالیے، وہ ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار حیرانی و پریشانی میں ہے۔

حضرت کعب بن زہیر کا یہ شعر آپ کی بصارتوں کی نذر کر رہا ہوں:

فقد اتیت رسول الله معتذرا
والعفو عند رسول الله مقبول(۱۱)

میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عذر خواہ ہو کر پہنچا، اور معافی اور درگذر تو اللہ کے رسول کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔

ان کے علاوہ علامہ النبھانیؒ نے سعادۃ الدارین میں لکھا ہے کہ مواجہہ شریف پر کندہ شعر کے مستغیث اعرابی (دیہاتی) کے ہیں جو روضہ مبارک پر حاضر ہو اور اپنی جان پر گناہوں کے ظلم کا ذکر کیا اور پھر باری تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق بخشش کی فریاد کی؛

یا خیر من دفنت في القاع اعظمه
قطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف و فیه الجود والکرم(۱۲)

اس کے علاوہ علامہ موصوف نے ایک تیسرے شعر کی نشان دہی بھی کی ہے جو روضہ پاک پر کندہ نہیں۔ وہ یہ ہے:

انت النبي الذي ترجى شفاعته
عند الصراط اذا ما زلت القدم(۱۳)

حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ خود حضور ﷺ کے زمانے میں ایک دیہاتی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں قحط سالی کی فریاد لیے حاضر ہوا اور اپنے آقا کو بارش کے لیے عرض کی۔ کریم آقا منبر پر جلوہ گر ہوئے اور اللہ پاک سے بارش کے لیے فریاد کی۔ ابھی دست مبارک نیچے بھی نہیں ہوئے تھے تو بارش برسنے لگ گئی۔ یہ اشعار پیش ہیں:

اتيناك و العذراء يدمى لبانها
وقد شغلت ام الصبي عن الطفل
والقى بكفيه الفتى استكانه
من الجوع ضعفاً ما يمر ولا يحلى
ولا شئى مما ياكل الناس عندنا
سوى الحنظل العامي والعلهز الفسل
وليس لنا الا اليك فرارنا
و اين فرار الناس الا الى الرسل(۱۴)

عہدِ رسالت کے بعد عربی نعت میں اس حوالے سے چند بڑے اور معروف نام ولی الدین عبد الرحمٰن ابن خلدون، ابو عبد اللہ امام شرف الدین بُوصیریؒ، امام ابو حنیفہؒ، نواب صدیق حسن خان، مولانا خیر الدین، سید غلام علی آزاد بلگرامی، مولانا احمد رضا خان بریلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا عبد الکریم درس، حافظ محمد افضل فقیر محمد نور اللہ بصیر پوری اور صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گولڑوی کے ہیں۔ اس ضمن میں اور بھی بہت سے نام بھی پیش کیے جاسکتے ہیں مگر طوالت کی وجہ سے انہی ناموں پر اکتفا کرتے ہوئے فارسی نعتیہ شاعری میں استغاثہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

فارسی زبان وادب میں جھانک کر دیکھا جائے تو یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ اسلام کے ظہور کے بعد پہلی تین صدیوں میں رسول اللہ ﷺ کی مدحت میں بھرپور کاوش نظر نہیں آتی۔ البتہ اِکا دُکا شعر ضرور ملتے ہیں۔ ابو عبد اللہ رودکی، فردوسی، ابو زید محمد غضائری رازی اور اسدی طوسی اسی دور کے شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ بہر حال اسعد گورگانی سے لے آج تک فارسی نعت بھرپور

انداز سے جاری و ساری ہے۔

استغاثے کے حوالے سے فارسی شعراء میں شاہ موسیٰ ابو المکارم، نظامی گنجوی، خواجہ کرمانی، نور الدین عبد الرحمان جامی، جان محمد قدی، عرفی شیرازی، سعدی شیرازی شبلی نعمانی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، جلال الدین رومی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سید عبد القادر جیلانی، مولانا معین الدین معینی کمال الدین وحشی بافقی کرمانی، میر تقی میر، مولانا احمد رضا خان بریلوی، اسد اللہ غالب، بے چین رجپوری، حافظ مظہر الدین، غلام دستگیر قادری صوفی محمد افضل فقیر اور صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گولڑوی کا ذکر نمایاں نظر آتا ہے۔ آیئے فارسی نعت میں استغاثہ کے چند نمونے دیکھتے ہیں۔

نظامی گنجوی اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:۔

یا رسول اللہ مسی در ماندہ ام
باد بر کف خاک بر سر ماندہ ام
یک نظر سوی من غمخوار رکن
چارہ کار من بیچارہ کن(۱۵)

خواجہ کرمانی کا انداز ملاحظہ کیجیے:

دست عنایتی کہ ما مفتریم و تنگ دست
خوان شفاعتی کہ ما مشتہیم و ناشتا(۱۶)

نور الدین عبد الرحمان جامی کا التجائیہ کلام:

یا شفیع المذنبیں بار گناہ آوردہ ام
بر درت این بار با پشت دو تا آوردہ ام
چشم رحمت بر کشا موئے سپید من گمر
گر چہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
دیو رہزن در کمیں نفس و ہوا اعدائے دیں
زیں ہمہ یا سایۂ لطفت پناہ آوردہ ام(۱۷)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا نمونۂ کلام:

عزیزانِ گشتہ دور از من ہمہ یاران نفور از من
درین وحشت ترا خوانم اغثنی یا رسول اللہ
گدای آمد ای سلطان بامید کرم نالاں
تہی دامن مگر دانم اغثنی یا رسول اللہ[۱۸]

عربی اور فارسی نعتیہ شاعری سے چند مثالیں عرض کرنے کے بعد اب ہم آتے ہیں آج کے موضوع کی طرف اور جائزہ لیتے ہیں کہ پانچ ہزار سال سے زائد قدیم پرانی زبان، پنجابی میں نعت رسول ﷺ کا حصہ کتنا رہا اور اس میں استغاثے کی روایت کب سے ہے اور آج کس درجے پر ہے۔

مادری زبان کوئی بھی ہو اس کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جتنے بھی صحائف اور آسمانی کتابیں اپنے پیغمبروں علیہم السلام اجمعین پر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اتاریں وہ اس وقت کی مقامی زبانوں میں اتاری گئیں۔ تاکہ ہر انسان اللہ پاک کا پیغام صحیح طرح سن کر اس پر کماحقہ عمل پیرا ہو سکے۔ یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ ایک بچہ جتنی آسانی سے اپنی مادری زبان میں کسی بات کو سمجھ سکتا ہے اتنا کسی بھی دوسری زبان میں نہیں سمجھ سکتا۔ عالمی سطح پر بھی اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ کسی بچے کی تعلیم کا بہترین ذریعہ اس کی مادری زبان ہی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر پرانی زبان میں تجربات، دانائی لوک ادب اور کئی طرح کے ہنر اور جانکاری کا ایک بڑا خزانہ موجود ہے۔ یہ ساری دانش اور جانکاری مادری زبان کے ذریعے ہی نئی نسل تک پہنچتی ہے۔ اور اگر اسے ترک کر کے کسی دوسری زبان و علم کا سہارا لیا جائے گا تو یہ جانکاری لوگوں کے سینوں میں ہی دفن ہو کر رہ جائیگی اور نئی نسل اپنے بڑوں کے تجربات اور دانائی سے مستفید نہ ہو سکے گی۔ اور اس طرح ایک بڑے خزانے سے محروم رہ جائیگی۔

وقت نے خطۂ پنجاب کے ساتھ جتنے حادثات ہوتے دیکھے ہیں، شائد ہی کسی اور خطے میں ہوئے ہوں گے۔ مگر اس کے باوجود پنجاب نے اپنی تہذیب، ثقافت اور ادب کو زندہ رکھا۔ عربی اور ایرانی جب فاتح کی حیثیت میں اس دھرتی پر آئے تو اپنے ساتھ تہذیب وثقافت کا ایک ذخیرہ بھی لے کر آئے۔ جس کے گہرے اثرات نہ صرف یہاں کی سماجی اور معاشرتی سرگرمیوں پر مرتب

ہوئے بلکہ مقامی زبانوں اور بولیوں نے بھی ان اثرات کو قبول کیا۔ مسلمان فاتح ایران اور افغانستان کے راستے اس خطے میں داخل ہوئے اس لیے عربی اور فارسی کی چھاپ آج بھی پنجابی زبان وادب سے جھلکتی ہے۔

پنجابی ادب کی بنیاد کب رکھی گئی، اس حوالے سے کوئی واضح حوالہ تو نہیں ملتا مگر یہ بات مان لینے میں بھی کوئی مد اللہ نہیں کہ دنیا کی ہر زبان کی طرح پنجابی زبان میں بھی نظم نے نثر سے پہلے جنم لیا۔ سب سے پہلے لوک گیت اور اس کے بعد کہانیاں وجود میں آئیں۔

اس حوالے سے شریف کنجاہی لکھتے ہیں کہ:

"پنجابی شاعری دی عمر کنی اے؟ ایہ گویڑ لانا سوکھا نہیں۔ زباناں نہ تے کسے خاص دن دا جم ہوندیاں نیں تے نہ اوہناں دیاں رچناواں۔ ایس کر کے ایہ اندازہ نہیں لایا جاسکدا اجے کوئی زبان کڈی کُوپرانی اے تے اوس دی شاعری کنے چِر دی اے۔ ایہ تے اردو شاعری تے زبان بارے وی گویڑ نہیں لگ سکیا جیہڑی ہتھاں دی جمی اے۔ عام طور تے بابا فرید نوں سب توں پہلا پنجابی شاعر گنیا جاندا اے۔ ایہ گل ایس لحاظ نال ٹھیک ہوسکدی اے جے اوہناں توں پہلاں دے کسے لکھاری دی کوئی شے ساڈے کول نہیں۔ پر ایہ آکھنا جے اوہناں توں پہلاں ایس زبان وچ کدے کسے نہیں کجھ نہیں سی کیہا، نہ منن والی گل اے۔"(۱۹)

اگے فیر آکھدے نہیں:

ایہ گلاں کرن دا مطلب ایہ سی جے بابا فرید ہوراں دی شاعری توں بہت پہلاں وی اس زبان وچ شعر کہے جاندے سن۔ تے "رگ وید" نوں پنجابی بولی نہ وی سمجھیے، تاں وی اوس دے لوک گیت دسدے نیں جے ایس زبان وچ شاعری اج کل دی گل نہیں۔"(۲۰)

تاریخ وادب کی کتب بتا دیتی ہیں کہ سب سے پہلے امیر خُسروؒ نے پنجاب کی دو زبانوں کا تذکرہ کیا ہے، ان میں ایک لہوری اور دوسری ملتانی ہے۔ جب کہ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ پنجابی ادب کو ناتھ جوگیوں کے عہد (۸۸۰ء بمطابق ۲۶۷ھ) سے شروع کرتا ہے۔ اس حوالے سے احمد حسین قریشی نے "آدی گرنتھ" کو پہلا پنجابی نقش تسلیم کیا ہے۔ محققین اور لکھاریوں کی متفقہ رائے یہی ہے کہ بابا فرید گنج شکر (م ۱۲۶۶ء بمطابق ۶۶۵ھ) پہلے پنجابی شاعر ہیں جن کے دوہڑے اور شلوک

پنجابی زبان کا گرانقدر اثاثہ ہیں۔

پنجابی شاعری کو اگر موضوعات میں تقسیم کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ پنجابی شاعری میں مذہبی شاعری، صوفیانہ شاعری، رزمیہ شاعری اور رومانوی شاعری غالب نظر آتی ہے۔ اور اگر منفی حوالے سے دیکھیں تو جمہ، نعت، منقبت، مثنوی، کافی، سہ حرفی، بیت، چومصرعہ، ڈیوڑھ (مستزاد)، دوہڑے، ماہیے، بارہ ماہے، غزل، نظم، رباعی، سرکھنڈی، کبت، مثلث، مخمس، مسدس، شلوک، بِشن پدے، وار، بانی، چوپائی، چھند، کُنڈلیاں، لوری، تھال، ککلی، گِدھا، بولی، ڈھولا، چھلّا جُھمر، سمّی، بھنگڑا، گھوڑی اور چوٹاں شامل ہیں۔

ہمارا موضوع چونکہ پنجابی نعت سے متعلق ہے اس لیے ہم اس کے حوالے سے بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔

پہلے پنجابی شاعر بابا فرید گنج شکرؒ کے کلام میں باقاعدہ نعت تو نہیں ملتی البتہ ان کے شلوک میں حدیث کے حوالے سے اور معراج کے ضمن میں شلوک ملتے ہیں۔ معراج کے حوالے سے بابا فرید کا شلوک ملاحظہ فرمائیے:

راتیں صاحب سندیاں کیا چلے تُس نال
اک جاگدے نہ لہن، اک ناں ستیاں دے اٹھال (۲۱)

شاہ حسین (م ۱۵۹۹ء) پنجابی زبان کے مہان صوفی شاعر جن کی کافیوں میں سرور و مستی، گھریلو تلمیحات اور علامتیں ان کے سرمدی عشق کی غماز ہیں:

عشق نبی سرور دے مینوں ڈاھڈا چیٹک لایا جے
زلفاں کھول بیراگن ہوئیاں گھر گھر الکھ جگایا جے
زلف والیل تے مُکھ والشّمس مینوں سوہنا نظریں آیا جے
وانگ زلیخا دے میں اڑیو رو رو حال ونجایا جے (۳۵)

نوشہ گنج بخشؒ (۱۶۵۴ء) دے شعر دیکھیے:

نوشہ گاویں حضرت دا جَس
حضرت بے کسان را کس

حضرت پاک محمد سچا
حضرت دا بھجن والا سچا
سچ وچ حضرت، حضرت وچ سچ
نوشہ سچا، منے سچے

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو (م ۱۶۹۱) ایک عالم، صوفی، شاعر اور عاشق رسول ﷺ تھے، آپ کا خوبصورت انداز ملاحظہ فرمایئے:

ب بسم اللہ اسم اللہ دا، ایہ وی گہنا بھارا ہُو
نال شفاعت سرورِ عالم، چھٹسی عالم سارا ہُو
حدوں بے حد ورود نبی نوں جس دا ایڈ پسارا ہُو
میں قربان تِنہاں توں باہُو، جیہناں ملیا نبی سہارا ہو (۲۶)

حافظ برخوردار رانجھا (م ۱۷۰۷ء) کلاسیکی دور کے سکہ بند شاعر ہیں۔ آپ آقا کریم ﷺ کے دربار میں جب ایک مانگت کی حیثیت سے جاتے ہیں تو شفاعت کی عرضی کیسے پیش کرتے ہیں:

فضل ترا در کار اسانوں ہر ویلے ہر حیلے
پاک رسول محمد ﷺ سرور میرے خاص وسیلے (۲۲)

یا حضرت نُہن مینوں بن تیرے ناہیں تکدا کوئی
وقت مصیبت اوکھے ویلے کوئی نہ دیوے ڈھوئی
نہ گھٹ جاسی درجہ تیرا نال شفاعت میری
جدوں کریم عدالت کرسی اندر میری ویری
ہے تحقیق ایہ بخشش تیری دنیا عُقبیٰ دونویں
علم تیرا ہے لوح قلم تے کہیں سو ہو دے اوویں (۲۳)

محمد صدیق لالی ایک صوفی شاعر ہو گزرے ہیں۔ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے

آقا کریم ﷺ کے سامنے فریاد کناں ہیں:۔

گناہ میں بے عدد کیتے
تینوں معلوم یا ہادی
اغثنی یا رسول اللہ
مدد کن یا حبیب اللہ

علی حیدر ملتانی (۱۷۸۵ء) پنجابی زبان کے اک مستند صوفی شاعر ہیں۔ یہ حضرت سلطان باہوؒ کے بعدی حرفی کے دوسرے بڑے شاعر مانے جاتے ہیں عشق اور پرھا ان کے خاص موضوعات ہیں۔ رسالت تاب ﷺ کے دربار میں التجا کا رنگ دیکھیے:

اللہ مولا کولوں خیر دوا، رسول خدا دے
لشکن لگیاں تیغال، خیر کرا، رسول خدا دے
نازک ویلا دو دن مکّے آ، رسول خدا دے
ہو اسوار گھوڑا وچ وگا، رسول خدا دے[۲۵]

سید فضل شاہ نواں کوٹی (۱۸۹۰ء) پنجابی کے اک صوفی شاعر اور درویش ہو گزرے ہیں۔ اپنے آقا کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں:

رات ہنیری، مشکل پینڈا، سفر قیامت آیا
لکھ ہزاراں دشمن ویری، واحد فضل سیدھایا
رکھیں لاج محمدؐ میری، میں نُہن در تے آیا
سائل ہاں سرکار تری دا، غیروں چت اُٹھایا
فضل فقیر جو عرض کریندا، سند پیغمبر سائیں
جو کُجھ آس مراد دلے دی، رحمت نال پہنچائیں[۲۶]

خواجہ غلام فرید (۱۹۰۱ء) انیسویں صدی کے صوفی شاعر اور چشتیہ سلسلے کے بزرگ ہیں۔ ان کے کلام میں نعت کا ایک گرانقدر ورثہ ہے۔ آپ یوں عرض کرتے ہیں:

سوہنا عربی سانورا
آ لَو ساڈیاں ساراں
تینڈے باہجھ فرید نوں
دوکھڑے تا و تاراں(۲۷)

عارف کھڑی شریف میاں محمد بخشؒ (۱۹۰۷ء) جن کی مشہور زمانہ تخلیق سفر العشق المعروف سیف الملوک ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ حکمت و دانائی سے بھرپور ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ان کی فریاد کا انداز ہی نرالا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

یا نبی اللہ ہے کُجھ دنا قدر تینوں رب والی
ذرے جتنا گھٹدا ناہیں، ہتھوں ہوندا عالی
ہور کسے کجھ نیکی ہوسی، توشہ خرچ قبر دا
مینوں ہکو نام تساڈا، گہنا روز حشر دا
تینوں قوت بخشی مولا، سمجھ خلقت بخشاویں
ہوندے زور سوال نہ موڑیں، نبی کریم کہاویں
بہت عزت لولا کی تینوں، کیہہ میں صفت سناواں
آل، اصحاب، سمیت سلاماں، ہور درود پچاواں
رکھی جھول تہاڈے اگے، پاؤ خیر یتیماں
اوگن ہار کو چجیں بھریا، بخشیں نبی کریماں(۲۸)

کلاسیکی دور سے نکل کر اب ہم تذکرہ کرتے ہیں جدید دور کی پنجابی نعت میں ارداس کی روایت کا۔

امام الدین راقب قصوری (م ۱۹۳۶ء) آسمان نعت کا ایک درخشندہ ستارہ ہے۔ راقب کی گل حیاتی اور سوچ اپنے آقا ﷺ کے لیے وقف رہی۔ نیاز مندی، عاجزی، اور گہری عقیدت ان کی شعروں سے عیاں ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

یا محمدؐ میں نہ رو رو کے پکاراں کس طرح
ہجر دے دن، غم دیاں راتاں گزاراں کسی طرح
تُوں وی وردی میں وی بردی پر نہیں ہوندا ملاپ
اپنے لیکھاں بھیڑیاں نوں چا سنواراں کسی طرح
نہ وے ماہی ایڈی بے پرواہی میں عاجز دے نال
عمر گزری کِیہ کہواں وچ انتظاراں کس طرح (۲۹)

نبی بخش حلوائی (م ۱۹۴۴ء) اپنے ہجر کا حال اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح پیش کرتے ہیں:

اے دارُو دکھ درد شمال دے کرو علاج بیماراں
تُسیں حکیم سیانے جگ تھیں نبض تکو دکھیاراں
رات دنے وچ ہجر تُساڈے نکلن غم دیاں سلاں
اس ماتم خانے وچ سو سو دُکھ ہمیشہ جھلاں
برکت آل اصحاباں پاکاں دور کرو غم سارے
ماتم خانے لا رُشنائیکر اک نظر پیارے (۳۰)

محمد اعظم چشتی (م ۱۹۹۳ء) اردو، فارسی اور پنجابی کے کہنہ مشق شاعر، نعت خواں اور درویش۔ جن کا کلام تو انا عشق کا نماز ہے۔
آپ کی خوبصورت انداز ملاحظہ کیجیے:

سنو جے میرے دکھڑے تے سناواں، یارسول اللہؐ
جے آکھو تے مدینے میں وی آواں، یارسول اللہؐ
تساڈے ذکر وچ گزری اے ساری زندگی میری
تساڈے عشق وچ دنیا توں جاواں، یارسول اللہؐ
بناں دیدار نہیں دارُو کوئی اعظم دے درداں دا
میں کر کر ویکھیاں لکھاں دواواں یارسول اللہؐ (۳۱)

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی (م ۱۹۹۵ء) اک استاد، محقق، نقاد، شاعر اور دانشور تو ہیں ہی، مگر وہ اک عاشق رسول سے بھی کمال کے تھے۔ "اوج" کی اشاعت ان کا ایک لازوال کارنامہ ہے۔ اپنے دل کی بات اپنے کریم آقا سے اس طرح کرتے ہیں؛

تہاڈے تے میرے سینے دا اک اک داغ روشن اے
وکھاواں جے تہانوں کیہہ وکھاواں یا رسول اللہ
ایہ دل دی ڈولدی بیڑی کنارے تائیں جا لگے
نظر اِک مہر دی قربان جاواں یا رسول اللہ[۳۲]

محمد علی ظہوری قصوری (م ۱۹۹۹ء) دنیائے نعت کا ایک بڑا نام۔ آپ مدرس، صوفی، نعت گو، نعت خوان کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ مگر یہ ایک ایسے عاشق رسول تھے جن کا کلام پڑھ کر قاری ان کے دل کا درد، خلوص اور کریم آقا ﷺ سے محبت کی تاثیر اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ دیکھیے کتنے مان سے عرض کر رہے ہیں:

مری عزت تیرے ناں دے مہارے، یا رسول اللہ
میری کشتی نوں وی لاؤ کنارے، یا رسول اللہ
تیرے در تے میں سِر رکھیا تے دل دی ایہ تمنا اے
نہ ہُن مینوں کوئی آواز مارے، یا رسول اللہ
کدی دیدار دے کے ایہناں نوں وی شاد کر دیوو
ایہ روندے نین نے کرماں دے مارے، یارسول اللہ[۳۳]

شیخ محمد ابراہیم صائم چشتی (م ۲۰۰۰) چونکہ اک عالم دین بھی ہیں۔ لہٰذا ان کے اشعار میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ شعری محاسن کو مکمل دھیان میں رکھتے ہیں۔ ان کے التجائیہ اشعار کا نمونہ پیش ہے:

تیرے منگتے نہیں سبھ، چنگے تے ماڑے، یا رسول اللہ
خدارا من لوو میرے وی ہاڑے، یا رسول اللہ
سہارا دے دیو دنیا دے وچ وی بے سہارے نوں

تے رکھیو لاج محشر دے دہاڑے، یا رسول اللہ
میں بے پر ہاں تے میتھوں دُور ہے بستی مدینے دی
تُساں باہجھوں نہ مل سکدے ایہ پاڑے، یارسول اللہ (۳۴)

حفیظ تائب (۲۰۰۴ء) جن کا اصلی نام عبد الحفیظ ہے، ایک شخص نہیں، ایک عہد کا نام ہے۔ ان کی شخصیت کی سب جہتیں بڑی نرالی ہیں۔ ایک استاد، محقق، نقاد، نعت گو شاعر مگر اس سے بھی آگے کی بات کہ وہ ایسے نعت گو شاعر ہیں جنھوں نے ملک پاکستان میں عشق رسول ﷺ اور نعت گوئی کو باقائدہ تحریک بنادیا۔ ان کے نعتیہ کلام میں سیرت رسول ﷺ کے حوالے، اپنا ذاتی تعلق اپنا اور اپنی قوم کا دکھ درد حضور ﷺ کی ذات کے حوالے سے ظاہر کرتے نظر آتے ہیں۔

سانحۂ مشرقی پاکستان کے واقعے پر اپنے کریم آقا ﷺ کی بارگاہ میں کسی دکھی دل سے فریاد کرتے ہیں:

ہو گئیاں رو رو کے اکھیاں لال کملی والیا
دسیا نہ جائے دل دا حال کملی والیا
میرا اک بازو کے ٹُٹ کے میرے گل نوں آ گیا
دساں کیہ جو بیتی میرے نال کملی والیا
منگ اپنے رب کولوں اپنی اُمت دے لئی امان
فکر دے لگے نیں تھاں تھاں جال کملی والیا
ساڈے چالے دیکھ کے کھِچیں نہ توں شفقت داہتھ
تیری شفقت کے ہے ساڈی ڈھال کملی والیا
مان ہے تائب نوں جے ساڈی سفارش تُوں کریں
رب دے گا آفتاں سبھ ٹال کملی والیا (۳۵)

پروفیسر سمیع اللہ قریشی (م ۲۰۱۱ء) سمجھتے ہیں کہ مشکلات کا حل حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ پر عمل میں پوشیدہ ہے۔ اُمت کا غم لیے سرکار کی خدمت میں پیش ہیں:

کملی والیا ساڈیاں تیرے ہتھ لجّاں
تُوں سردار این سوہنیا کُل جہاناں دا
تیرا سُکھ سنیہڑا بھُل کے اُمت نُوں
اَج مُڑ موہرے آڈھا اے طوفاناں دا[۳۶]

بشیر باوا(۲۰۱۵ء) کا شمار پنجابی کے سکہ بند شاعروں میں ہوتا ہے۔ نعت میں ان کا خلوص دیدنی ہے۔ مسلم امہ کی زبوں حالی پر دل گرفتہ رہتے ہیں۔ اپنے جذبات کو رسول خدا کے حضور ﷺ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں؛

بڑی امت تہاڈی دے دوالے کا لکھاں دھُمیاں
ہے ظالم دوستیاں چاڑھی میری، یارسول اللہ ﷺ
پئے کشمیریاں بے دوسیاں نوں مار دے کافر
تُسیں ہُن آ کے بخشو چا دلیری، یارسول اللہ ﷺ
عراق اُتے کِویں امریکیاں نے قہر چایا اے
بچاؤ عرض ہُن سُن کے ایہ میری، یارسول اللہ ﷺ
سنو باوے دے ترلے نوں خدا دے واسطے، مومن
حیاتی ہُن گذارن ایہ سکھیری، یارسول اللہ ﷺ [۳۷]

پروفیسر محمد جنید اکرم (م ۲۰۲۱ء) نے حمد، نعت انظم، غزل، کافی، گیت، چومصرعے کے دامن جیسی صنفوں پر طبع آزمائی کی۔ آپ استاد محقق اور شاعر کے روپ میں مخلوق کو مستفید کرتے رہے۔ انہیں اپنے آس پاس اپنے آقا ﷺ کے علاوہ کوئی نظر ہی نہیں آتا کہ جس سے دل کی بات کہہ دیں۔ ان کے یہ اشعار میری اس بات کی تائید کریں گے۔ ملاحظہ کیجیے:

گناہواں نال لبڑے دا وی بین رکھ لو محرم آقاؐ
کرم، نظر کرم، نظر کرم، نظر کرم مولاؐ
گنا ہواں دی سزا نوں بھگتندے ہے تھکیا جثّہ

کہو رب جی نوں، رب جی! بس کرو ہُن چھڈ دیو غصہ
حضورؐ، آیاں میں لَے کے اکھّاں وچ نِیر کجھ فرضی
رحم اے رحمۃ اللعالمیں! کرنا ہاں پیش عرضی
ستارہ میری قسمت دا اگانہہ تھوڑا بے ہِل جائے
رہواں احسان مند مولاؐ! جے مینوں معافی مل جائے(۳۸)

تنویر بخاری (م ۲۰۲۳ء) جن کا اصلی نام سید فقیر محمد ہے، غزل انظم، لوگ گیت، ماہیے، بولیاں تے دری کتابیں لکھنے کے علاوہ بھرپور نعت لکھی۔ الفاظ کا چناؤ مصرعوں کی ساخت، بیان کا اسلوب ان کے خلوص محبت اور عشق کا غماز ہے۔ استغاثہ کا انداز دیکھیے:

وختیں پھاتی جان محمد ﷺ
کیتا درد حیران محمد ﷺ
روح چیکے، جند تڑفے ہر دم
دُکھڑے پئے تڑفان محمد ﷺ
ہاڑا جے ہُن کڈھ لَو آ کے
ڈگاں وچ کھتان محمد ﷺ
تیری مہر کرم دا بھکھا
اَج افغانستان محمد ﷺ
ہائے دیکھو ہاں اَج کیویں
سڑدا پیا لبنان محمد ﷺ
ہے تنویر، سوا لکھ مینوں
ہے کجھ دیہن دوان محمد ﷺ(۳۹)

ریاض احمد شاد پنجابی زبان کے معروف شاعر ہیں۔ غزل اور نعت دونوں میں طبع آزمائی کی۔ درج ذیل اشعار میں اپنے آقا ﷺ کے حضور فریاد کر رہے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ

آقا ﷺ مسلم امہ تو دنیا کے لیے نمونہ تھی مگر اب خواری ہی خواری ہے۔ انداز ملاحظہ کیجیے:

سہمی امت روون نوں وی ترس گئی
گنگے بولے انساناں نوں واج ملے
اساں جو وارث ساں فجراں دے چانن دے
نھیریاں نوں ساتھوں ای اج خراج ملے
کملی والیا تیرے اور تے ڈھکّے آں
ہور سہارا کوئی نہ تیرے بانجھ ملے[۴۰]

صوفی عنایت اللہ پروری ۱۹۴۷ کی تقسیم ہند پر دکھی انداز سے کریم آقا ﷺ سے ملتجی ہیں:

اُٹھ خبر لَے سبز گنبد وچ سُتے ہوئے سائیاں
سخت مصیبت امت اتے توں کیوں دیراں لایاں
جرم ہے تیرا ناں اج لینا یا سرکار مدینہ
تیرا نام مٹانا چاہندے، ظالم وانگ سودائیاں
نت نویں دن خونی ہولی کھیڈی جاوے آقا ﷺ
ذبح پئی تیری امت ہووے ترس نہ قوم عیسائیاں[۴۱]

شریف انجم غزلوں نظموں کے علاوہ نعت کے دو مجموعے ان کا اثاثہ ہیں۔ مسلم امہ کا درد لیے آقا ﷺ سے عرض کرتے ہیں:

اسیں شاہین آپوں ہتھیں اپنے پر کٹا بیٹھے
بنا لئے آہلنے شاہی منارے، یا رسول اللہؐ
نصاریٰ تے یہودی نال کی سانجھ ہے ساڈی
تے ویری جاپدے مومن و چارے، یا رسول اللہ
کوئی آوے مجاہد عمرؓ بن خطاب دے ورگا
دکھاوے کفر نوں جو دن چی تارے، یارسول اللہ[۴۲]

پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ استاد، کھوج کار، نثر نگار تے شاعر ہیں۔ حضور ﷺ کے دربار میں اپنی امت کی طرف سے ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

امت دا دکھ درد تیرے بن کون سنے گا، آقا ﷺ
کیڑا آن زنجیراں کٹے، بخشے کون خطاواں
متّھے شرم پسینہ، اکھیں ہنجو، بلھیں جندرے
آساں والا کاسہ لَے کے ہور کیہڑے در جاواں (۳۵)

پروفیسر ارشد اقبال ارشد سفر نامہ نگار، شاعر محقق، تے استاد نہیں۔ ایہناں غزل وی لکھی، پر جو رنگ ایہناں دی نعت وچ لبھدا اے اوہ ایہناں دا ای حصہ ہے۔ ایک ملتجی اپنے آقا ﷺ کے درِ اقدس سے خیرات کا طالب ہے اور مانگ کیا رہا ہے، علم، علم جس کی بات وحیٔ اولین میں ہوئی۔ توجہ کیجیے:

اِک جھات کرم دی پا، آقا ﷺ
میرے ٹُتّے لیکھ جگا، آقا ﷺ
میری جھولی خالم خالی اے
کجھ آل را صدقہ پا، آقا ﷺ
میں ارشد اَت ہنیرا واں
کجھ علم دی بخش ضیاء، آقا ﷺ (۴۳)

زاہد نواز ایک نوجوان شاعر ہیں، اُمت مسلمہ کے وقار اور انا کو جو ٹھیس پہنچی ہے اُس کا دُکھڑا اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں ان الفاظ سے پیش کرتے ہیں:

چار پاسے کالخاں دے جھات کملی والیا
آس را سورج اے تیری ذات کملی والیا
فیر سورج ڈبدا جاندا اے ساڈی انکھ دا
فیر پیندی جا رہی اے رات کملی والیا

واسطے تینوں تیرے اللہ دے بچے پیار دے
پاویں بے خبرے دلاں وچ جھات کملی والیا(۴۴)

یہاں یہ بات بیان کرنا ضروری ہے کہ ہر شاعر نے اپنے آقا کریم ﷺ سے اپنے محسوسات کا اظہار اپنے انداز سے کیا ہے۔ کوئی ہجر میں ڈوبا ہے تو کسی کو امت کا غم کھائے جارہا ہے۔ کسی کے کلام میں حاضری کی تڑپ ملتی ہے ہے تو کوئی علم کی بھیک مانگ رہا ہے۔ ہم نے یہاں صرف چند مثالیں عرض کیں تاکہ ارداس کی روایت کی عکاسی ہو سکے۔

اپنی ساری گفتگو کا نچوڑ اگر میں چند الفاظ میں ادا کرنا چاہوں تو بات کچھ یوں بنتی ہے کہ نعت جیسی مقدس صنف سخن میں استغاثہ کی روایت تب سے ہے جب سے پہلی نعت (تُبع کی نعت) کہی گئی۔ تب سے اب تک یہ روایت تسلسل کے ساتھ جاری وساری ہے۔ حضور کی بارگاہ میں فریاد کرنا نہ تو معیوب ہے اور نہ خلاف شرع۔ ہاں کیونکہ اللہ پاک نے سورہ النساء کی آیت نمبر ۶۴ میں ہمیں یہی طریقہ سکھلایا ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ میرے کریم آقا ﷺ کو ہر انسان نے اپنی نظر سے دیکھا ہے۔ اور اس حوالے سے اپنی اہلیت، قابلیت، بھروسہ، ایمان اور قلبی وابستگی کے مطابق ہی اس کا اظہار کیا ہے۔

ہاں ایک بات بنیادی اور اہم ہے کہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی حقیقی مستعان اور مجیب ہے۔ اللہ پاک کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کے پاس بھی بنفسہٖ نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں۔ مگر اللہ پاک کو مستعان اور مجیب مانتے ہوئے جب کوئی بندہ کسی دوسرے سے رجوع کرے، یا مدد مانگے تو اُس کا یہ عمل شرک تصور نہیں ہو گا بلکہ معائدہ عمرانی کے تحت اسباب کے اختیار کے زمرے میں سمجھا جائیگا۔

اللہ سمجھ کے ہم نے اُن کو نہیں پکارا
آقا ﷺ سمجھ کے اپنا اُن کو صدائیں دی ہیں

حوالہ جات:

۱۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، پنجابی نعت تحقیق نے تنقید، لاہور: پنجابی ادبی بورڈ، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۰۵
۲۔ ایضاً ص ۲۵-۲۶
۳۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، تفسیر ضیاء القرآن، جلد اول، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ص ۴۰۷

۴۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ص:۲۳
۵۔ القرآن، سورہ الاعراف، آیت: ۱۶۰
۶۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت، لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۹۹، ص:۲۲
۷۔ ایضاً، ۲۳
۸۔ پیر محمد کرم شاہ، جلد دوم، ص:۲۷
۹۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری، لاہور: مرکز معارف اولیاء محکمہ اوقاف حکومت پنجاب ۲۰۰۲، ص:۲۷۹
۱۰۔ ایضاً، ص: ۳۶۷
۱۱۔ کعب بن زوہیرؓ، نعت، مشمول مجلہ اوج، جلد ۲، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ ۹۳-۱۹۹۲ء
۱۲۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، ص: ۳۴۷
۱۳۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، ص:۳۴۴
۱۴۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، ص: ۳۴۴
۱۵۔ نظامی گنجوی، نعت، مشمول مجلہ اوج، جلد ۲، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ ۹۳-۱۹۹۲ء، ۵۳۵
۱۶۔ خواجہ کرمانی، نعت، مشمول مجلہ اوج، جلد ۲، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ ۹۳-۱۹۹۲ء، ۵۳۷
۱۷۔ ڈاکٹر آفتاب نقوی، ص: ۸۲
۱۸۔ ولانا احمد رضا خان بریلوی، نعت، مشمولہ مجلہ اوج، جلد ۲، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ ۹۳-۱۹۹۲ء، ۵۴۸
۱۹۔ شریف کنجاہی، جھاتیاں، لاہور: عزیز پبلشرز ۱۹۸۶ء ص: ۲۰
۲۰۔ ایضاً، ص:۲۳
۲۱۔ بابا فرید، ارشاداتِ فرید، مرتب محمد حسین شاہ، لاہور: ص ۱۲۶۔
۲۲۔ بابا بلھے شاہ نعت، مشمولہ مجلہ کارواں، جھنگ: گورنمنٹ کالج ۱۹۸۱ء ص:۱۶۷
۲۳۔ ڈاکٹر آفتاب نقوی، ص:۱۵۲
۲۴۔ خواجہ غلام فرید، نعت، مشمولہ مجلہ کارواں، جھنگ: گورنمنٹ کالج ۱۹۸۱ء ص:۱۶۷
۲۵۔ علی حیدر ملتانی، نعت، مشمول مجلہ اوج، جلد ۱، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ ۹۳-۱۹۹۲ء، ص ۳۷۴
۲۶۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ص:۱۶۸
۲۷۔ خواجہ غلام فرید، نعت، مشمول مجلہ کارواں، جھنگ: گورنمنٹ کالج ۱۹۸۱ء ص: ۱۶۷
۲۸۔ میاں محمد بخش، سیف الملوک، مرتبہ صلاح الدین، لاہور: عزیز پبلشرز ۱۹۸۴ء ص:۱۴، ۱۵
۲۹۔ ڈاکٹر شہباز ملک، راقب قصوری دیاں نعتاں، قصور: مرکزی مجلس امیر ملت برج کلاں ۱۹۸۱ء ص:۱۴۷
۳۰۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ص: ۲۲۴
۳۱۔ محمد اعظم چشتی، کلیات اعظم، لاہور: خزینۂ علم وادب ۲۰۰۵، ص:۲۵۵
۳۲۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ص: ۳۳۳

۳۳۔ محمد علی ظہوری، کتھے تیری ثناء لاہور، عمیر پبلشرز اردو بازار، ۱۹۹۴ء، ص:۷۸۷
۳۴۔ صائم چشتی نعت مشمولہ مجلہ اوج، جلد ۲، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ ۹۳ - ۱۹۹۲، ص:۳۰۲
۳۵۔ حفیظ تائب، سِک مِتراں دی، لاہور: عزیز پبلشرز س ن، ص:۳۴
۳۶۔ سمیع اللہ قریشی، نعت، مشمولہ مجلہ کارواں، جھنگ: گورنمنٹ کالج ۱۹۸۱ء ص:۱۴۷
۳۷۔ بشیر باوا، حضورؐ دید دادان بخشو، لاہور: ادارہ پنجابی زبان تے ثقافت ۲۰۰۶، ص:۳۷
۳۸۔ محمد جنید اکرم، آ ہُن ہجر مُکا، لاہور: بزم فقیر پاکستان ۲۰۱۹، ص:۵۵
۳۹۔ سید تنویر بخاری، حضورؐ دے حضور، لاہور: ادارہ پنجابی لکھاریاں۔ س ن ص: ۲۳
۴۰۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ص: ۳۲۳
۴۱۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی ص: ۲۴۴
۴۲۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ص:۲۴-۳۲۳
۴۳۔ ڈاکٹر ارشد اقبال ارشد، صدیاں دے اکلاپے، لاہور: ادارہ پنجابی لکھاریاں ۲۰۰۶ء، ص:۱۸
۴۴۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ص:۳۲۳

⊙⊙⊙

ارم رحمٰن
لاہور

نعت نگاری اور وضع اصطلاح کا تنقیدی جائزہ
(پروفی ایم: انگریزی میں)

Abstract:

Poetry is not just an expression of art. It is by and large called the strongest form of expression which falls under the ambit of literature. The wide range of its qualitative and formative aspects is a point of comprehensive discussion and deliberation. The theme and topic of this paper is the welcome endeavor of renowned poet Khan Hasnain Aaqib (India) and his innovative coinage of the term PROPHIEM. In this paper, the thesis writer Eram Rahman logically discusses the various angles and perspective outcomes of the coinage of the term Prophiem.

An erudite writer and a gifted poet of Urdu and English Khan Hasnain Aaqib is basically a born poet but his inquisitiveness has inspired him to coin a new term for the poem denoting the praise of the holy prophet Hazrat Muhammad (p.b.u.h). This is an already well established genre of poems in other languages such as Arabic, Persian and Urdu along with some more languages.

This article of Eram Rahman focuses on the various aspects of the coinage of the term Prophiem as well as the post-introduction reactions of the writers and poets from around the world. The effort has been made to sum up a well researched and well collaborated article to give the impression that the coinage of the term was a long-awaited endeavour and innovation as far as the

lexicon of constructive and reformative poetry is concerned. Hasnain Aaqib's innovative gesture seems to have been approved by a good number of poet laureates from the arena of literature and poetry. This paper is also an effort to initiate a constructive and formative dialogue about the Prophiem and the poets who somehow shy away from organizing themselves as Prophiemist or prophiem writers in absence of a well documented institution and platform.

بمصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی، تمام بو لہبی است

(علامہ اقبالؒ)

مقام حیرت وعقیدت ہے کہ رب ذوالجلال نے جب اپنے محبوب کا جلوۂ حسن آشکار کرنا چاہا تو اس نے یہ دنیا تخلیق کر ڈالی۔ کائنات، آسمان وزمین، آفتاب ومہتاب، ستارے اور سیارے، چرند پرند، جن وانساں، سمندر وصحرا، بیابان وگلستان!

اللہ تبارک وتعالیٰ احد، واحد، باقی وصمد!

اس نے اپنے محبوب کے ذریعے اپنی پہچان کروائی۔

اپنے محبوب کو جلوہ افروز کرنے سے پہلے کیسے کیسے انبیاء کرام بھیجے، کیسے کیسے معجزے دکھائے تاکہ جب محبوب خدا جلوہ گر ہوں تو تمام دنیائیں یہ محسوس کر سکیں کہ حبیب کبریا کی شان سب سے جدا ہے، ان کی ہستی سب سے نرالی ہے۔

اللہ رب العزت کے محبوب جیسا کوئی تھا اور نہ ہی کوئی ہو گا۔

خالق ومولا اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ میں قادر مطلق ہوں، ازلی وابدی خالق!

اور میرے محبوب ہیں محمد ﷺ۔ جو میرے محبوب کا مقرب ہو گا، وہی میرے قرب کا حقدار بھی ہو گا۔ اسی نکتے کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اس قدر جلیل القدر اور عالی مرتبت انبیاء کرام زمین پر بھیجے کہ ان کی تعریف و توصیف انسانی ذہن کے بس میں نہیں۔ اور پھر سب سے آخر میں ان سب انبیاء کے سردار کو بھیجا تو سوچئے کہ سردار انبیاء کی عظمت وشوکت کا عالم کیا ہو گا!

انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور دل وجان قربان ہوئے جاتے ہیں۔ ایسی عظیم ہستی جسے دیکھے بغیر ہی اس کی محبت اپنی تمام تر محبت کے ساتھ دل میں اتر جاتی ہے، جس کے ذکر سے روح سرشار ہو جاتی ہے، جس کی حرمت اور جس کے ناموس کی خاطر اس عظیم ہستی کا ہر امتی اپنے جان ومال کی بازی لگانے کو ہمہ وقت تیار رہتا ہے اور رہتی دنیا تک اس ہستی کا ہر ماننے والا اپنی رگوں میں دوڑنے والے لہو کا آخری قطرہ بھی اس کی حرمت وناموس پر بہانے سے دریغ نہیں کرے گا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے شان و عظمت والے انبیاء میں سے چند نبیوں کے اوصاف کو بہت خوبصورت نام عطا کئے ہیں اور انہیں شاندار القابات سے نوازا گیا۔ مثلاً حضرت آدمؑ کو صفی اللہ کہا گیا، حضرت نوحؑ کو نجی اللہ، حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ، حضرت اسماعیل کو ذبیح اللہ، حضرت موسیٰؑ کو کلیم اللہ، حضرت عیسیٰؑ کو روح اللہ اور اپنے آخری نبی، سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کو حبیب اللہ کہہ کر پکارا گیا۔ یعنی اللہ کا محبوب!

اور ان کی محبت اور عشق کا وہ پیمانہ دنیا کی اشرف المخلوقات کے لئے مقرر کر دیا جو پہلے کسی نبی کے لئے مقرر نہیں تھا اور سب کو بتا دیا کہ اللہ کے محبوب سے عشق رکھنے والے کے مقدر جیسا نصیب کسی کا نہیں ہو سکتا۔

دنیا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے ساتھ ہی نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب رہتی دنیا تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور قیامت تک صرف حبیب اللہ کو ہی آخری نبی ماننے والا نجات پائے گا۔ جنت اور دوزخ کے فیصلے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی خوشنودی اور اطاعت و فرمانبرداری کے تحت ہی کئے جائیں گے۔ ان کے اسوۂ حسنہ پر چلنے والے ہی اللہ کے پیارے بندے کہلائیں گے۔

اگرچہ کہ سب کا خالق اور مالک صرف اللہ واحدہ لاشریک ہے لیکن اس نے انسانوں کو کھل کر موقع بھی دیا کہ وہ بھی اپنی پسند کے راستے کا انتخاب کر سکیں، بے شک کچھ لوگ گمراہ ہوں گے، بھٹک جائیں گے لیکن بہت سے لوگ صراط مستقیم پر چلیں گے۔ اور پھر کچھ خوش نصیب

اور سعادت مند ایسے بھی ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی چاکری کے لئے پسند کرے گا، انہیں درِ مصطفی ﷺ کی غلامی کا پروانہ عطا ہو گا اور ان سے حبیب کبریا کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کے ساتھ ساتھ ان کی شان میں قصیدے کہنے اور ان کی بارگاہ میں مدح سرائی کرنے والا بنادے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا رواں رواں شانِ مصطفی ﷺ بیان کرے گا، جن کا قلب نبی پاک ﷺ کے عشق کے سرور سے آشنا ہو گا اور جن کی زبان سے نکلنے والے یہ حرف ھای مدحت مصطفی ﷺ 'نعت' کہلائیں گے۔

ان ہی چند خوش نصیب اور سعادت مند غلامانِ مصطفی ﷺ میں ہندوستان کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے اس شاعر کا بھی شمار ہوتا ہے جو 'خان حسنین عاقب' کے نام سے دنیائے علم و ادب میں نہایت معروف شخصیت ہیں۔ خان حسنین عاقب کو حضورِ انور ﷺ کی مدح سرائی کی سعادت اور فن ودیعت کیا گیا جن کے قلب کو مصفّا کرکے اتنی وسعت سے نواز دیا گیا کہ حبیب کبریا ﷺ کے عشق کو خود میں سمو کر وہ اپنی زبان و قلم پر ذکر مصطفی ﷺ کو سجا سکیں۔ حسنین عاقبؔ وہ شخص ہیں جو تین دہائیوں سے زیادہ مدت سے ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ کیا نثر نگاری اور کیا شعر گوئی، کیا تحقیق اور کیا تنقید، کیا ترجمہ اور کیا تخلیق، انہوں نے ان تمام شعبوں میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔ اردو، انگریزی، فارسی، ہندی، مراٹھی جیسی زبانوں پر مضبوط گرفت رکھتے ہیں۔ انہوں نے جب شاعری کی تو قدردانوں کی جانب سے انہیں 'شانِ غزل' ایوارڈ سے نوازا گیا۔ تیس برسوں سے زیادہ عرصے سے معلمی کے پیشے سے منسلک ہیں۔ یہاں بھی ان کی خدمات اتنی نمایاں ہیں کہ ریاستی حکومت مہاراشٹر کی جانب سے 'مثالی معلم ایوارڈ، اسوسی ایشن آف مسلم پروفیشنلس کی جانب سے 'نیشنل ایوارڈ فار ایکسلنس ان ایجوکیشن' اور حال ہی میں 'نیشنل لینگویج ٹیچر ایوارڈ' سے نوازا گیا۔ ادبی خدمات کے لیے انہیں 'مخلص مصوری ایوارڈ' بھی دیا گیا۔ انہوں نے ترجمہ نگاری کی تو اردو سے انگریزی، انگریزی، فارسی، مراٹھی، ہندی سے اردو، فارسی سے انگریزی، فارسی سے ہندی وغیرہ میں معیاری تراجم کئے۔ ترجمے کے شعبے میں 'معکوس ترجمہ نگاری' کی اصطلاح وضع کی اور انگریزی میں 'رفلیکٹیوٹرانسلیشن' کی اصطلاح وضع کی۔ لیکن ان ساری ادبی خدمات کے علاوہ ان کی سب سے اہم علمی خدمت اور اعزاز و سعادت دو انتہائی منفرد اور قابل قدر کارناموں کی وجہ سے ہے۔ ایک ہے قرآن کریم کے تیسویں پارے کی تمام

سورتوں کا انگریزی زبان میں منظوم ترجمہ اور دوسرے انگریزی زبان میں نعت کے لیے 'پروفی ایم' جیسی جاذب اور خوبصورت اصطلاح وضع کرنا اور پھر انگریزی میں پروفیم نگاری۔ یہ ان کی قسمت کی یاوری اور ان کی بلند اقبالی ہے کہ اللہ رب العزت نے ان کے ذہن سے ایک ایسی اختراع کروائی جو آج تک کسی نے نہ سنی تھی اور نہ کہی تھی۔ یہ دونوں سعادتیں خدائے وحدہٗ کی ودیعت خاص ہیں۔ پہلے تو رب کریم نے حسنین عاقب کو ایک زرخیز ذہن اور حساس ولطیف دل عطا کیا، پھر انہیں عشق رسول اللہ ﷺ سے نواز کر ایمان کے دونوں حصوں کی تکمیل کر دی۔ عشقِ رسول ﷺ نے انہیں نعت گوئی کی سعادت سے سرفراز کیا اور اب انگریزی زبان میں 'نعت گوئی کے لیے prophiem جیسی اصطلاح وضع کروائی جو اپنی مثال آپ ہے۔ حسنین عاقب نے انگریزی میں نعت کو 'پروفی ایم' کا نام دیا۔ یہ ایک ایسی انتہائی جدید اور دلچسپ اختراع ہے کہ ہر شعر فہم اور شاعری سننے اور پڑھنے والا شخص لفظ 'پروفی ایم' کا نام سن کر ایک بار چونکتا ضرور ہے۔

خالق حقیقی نے اپنی مخلوق میں سے ایک منتخب بندے کو سبب بنا کر یہ تخلیق دنیائے علم و ادب تک پہنچائی۔ یہ اصطلاح ایک جامع اور منفرد نوعیت کی حامل ہے۔ خاص طور پر غیر اردو داں عاشقان رسول ﷺ کے لیے تو یہ ایک انتہائی شاندار اختراع ہے۔ اور اس حسین وخوبصورت اختراع کا سہرا ایک ذہین و حساس شاعر حسنین عاقبؔ کے سر بندھتا ہے۔ درحقیقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کارنامے کے توسط سے عاقب کے ماتھے پر سچے عاشق رسول ﷺ ہونے کی مہر ثبت کر دی ہے۔ حسنین عاقب پانچ زبانوں میں مہارت رکھنے والے اپنی طرز کے منفرد و مختلف شاعر ہیں۔ ان پانچ زبانوں میں اردو، ہندی، مراٹھی، انگریزی اور فارسی زبانیں شامل ہیں جن پر انہیں دسترس حاصل ہے۔ اور لطف و کمال دیکھئے کہ عاقب لڑکپن ہی سے ہندی اور اردو سے زیادہ انگریزی میں شاعری پڑھنا اور لکھنا پسند کرتے تھے۔ اسی ذوق وشوق نے انہیں انگریزی زبان و ادب کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی ترغیب دی۔ ان کی انگریزی شاعری بھی ان کی اردو شاعری ہی کی طرح مقبول عام ہے۔ اسی قابلیت اور صلاحیت کے سب انہوں نے قرآن پاک کے تیسویں جزو کی تمام سورتوں کا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ انگریزی زبان میں منظوم ترجمہ کرکے ایک روایت قائم کر دی۔ ساری دنیا میں اردو زبان و ادب سے محبت کرنے والے لاکھوں اہل ذوق حسنین عاقب کی عمدہ اور بہترین غزل گوئی کے معترف ہیں۔ لیکن ان کو نعت گوئی کے حوالے سے

چاہنے والے بھی بے شمار ہیں۔ وہ اردو غزل گوئی کے ساتھ ساتھ حبیب کبریا ﷺ کی مدح سرائی یعنی نعت گوئی کے لیے بھی یکساں طور پر مقبول ہیں۔

ان کی نئی اختراع 'پروفی ایم' prophiem خالصتاً نعت کا انگریزی تعارف ہے تاکہ انگریزی زبان جاننے اور سمجھنے والے لوگ جب حضرت محمد ﷺ کے حوالے سے شعری انداز میں کچھ پڑھیں تو وہ نعت کو نہیں سمجھ سکیں گے لہٰذا عاقب نے اسے prophiem کی اصطلاح یا نام دے کر ان کے لیے آسانی پیدا کر دی تاکہ یہ لفظ کانوں پڑتے ہی اور آنکھوں کے سامنے آتے ہی اہل انگریزی کے اذہان کو اپنی جانب متوجہ کرلے اور وہ سمجھ جائیں کہ ان اشعار میں اللہ کے آخری نبی ﷺ کی شان میں مدح سرائی کی گئی ہے۔

معروف ادیب ڈاکٹر ناصر الدین انصار (بھارت) پروفی ایم کی اختراع کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں، 'اگرچہ حسنین عاقب کے سامنے انگریزی نعت نگاری کی کوئی واضح روایت موجود نہیں ہے، تاہم ان کے فن کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے اپنی انگریزی نعتوں یعنی پروفی ایمس میں نعت گوئی کے تمام شعری، فنی اور فکری لوازمات کو بدرجۂ احسن ملحوظ رکھا۔ انگریزی شاعری کے آہنگ کو بھی مجروح نہیں ہونے دیا تو ساتھ ہی آپ ﷺ کے پیغام کی حقانیت کو بھی کماحقہ پیش کر دیا۔ دراصل حسنین عاقب رسول مقبول ﷺ کی محبت میں حد درجہ سرشار ہیں اور یہی جذبۂ سرشاری ان کی انگریزی نعتیہ شاعری کا محرک ہے۔'

بقول شاعر

توفیق عزیز است بہر کس نہ دہند
این گوہر ناسفتہ بہر خس نہ دہند

عاقب کو چونکہ انگریزی زبان میں بھی نعت کہنے کا شرف حاصل ہے، لہٰذا انہوں نے انگریزی میں نعت کے لیے دو الفاظ کے امتزاج سے ایک اصطلاح وضع کی یعنی پروفی ایم۔ انگریزی میں اس کے اسپیلنگ prophiem ہیں اور اس کا تلفظ ہم عبارت بالا میں کئی مرتبہ درج کر چکے ہیں۔ حسنین عاقب اپنے حمدیہ اور نعتیہ مجموعے 'خامہ سجدہ ریز' میں اس اصطلاح کے بارے میں کہتے ہیں:

Prophiem is a word coined specially, particularly and

exclusively for denoting the praise of Holy Prophet Hazrat Mohammad of Islam. lt is attributed to the poem written in praise of prophet Mohammad (PBUH). Prophiem has a synonym in Arabic, Persian and Urdu language which is Naat. It has been coined by inermingling two words. The syllable 'em' is taken from the word ‘poem’ and the syllable 'proph' is taken from the word ‘prophet’.

پروفی ایم سے مراد بالکل اور خالص نعت پاک ہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کی شان اقدس اور آپ ﷺ کی حیات و سیرت پر روشنی ڈالتی ہو۔ یہ وہی نعت ہے جو عام طور پر عربی، فارسی اور اردو میں کہی جاتی ہے۔ لیکن یہاں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔

پروفی ایم کی توسیعی امیج:

پروفی ایم پر ادھر چند برسوں سے برصغیر کے مستند نعتیہ اداروں اور حلقوں میں بڑی صحت مند علمی و ادبی گفتگو کی جارہی ہے۔ اس گفتگو اور مباحثے میں چند سوالات بڑی کثرت سے کئے جاتے ہیں جو اس طرح ہیں:

☆ کیا اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ دیگر کسی بھی پیغمبر یا نبی کی شان میں کہی گئی انگریزی نظم کو پروفی ایم کہا جاسکتا ہے؟

☆ کیا عربی، فارسی اور اردو زبانوں کے علاوہ کسی بھی زبان میں کہی گئی نعت کو پروفی ایم کہا جاسکتا ہے؟

☆ کیا صرف انگریزی زبان میں کہی گئی نعت کو پروفی ایم کہیں گے؟

یہ سوالات مختلف وقتوں میں، مختلف جگہ اور مختلف اہل علم کے ذریعے کئی پروگرامز اور سیمینارس میں کئے گئے۔

اول دو سوالات کا ایک ہی جواب ہے، ’ہرگز نہیں۔‘

جب کہ تیسرے سوال کا جواب ہے، ’جی ہاں۔‘

یہاں مقالہ نگار اپنے حقِ آزادئ اظہار کا استعمال کرتے ہوئے پروفی ایم کی نوعیت پر اپنی رائے درج کرنا چاہے گی۔ بنیادی طور پر ’نعت‘ کا لفظ اردو، عربی اور فارسی، ان تینوں زبانوں میں

صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ کی شان اور ان سے محبت و عشق کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے اور چونکہ انگریزی زبان میں اب تک نعت کا متبادل کوئی لفظ موجود نہیں تھا، لہٰذا عاقب نے انگریزی اہلِ زبان کو نعت کا مطلب بتانے اور سمجھانے کے لئے ان کے ثقافتی پس منظر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پروفی ایم کی اختراع کی تاکہ وہ آسانی سے سمجھ سکیں۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔

عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں 'نعت' ایک شعری صنف کے طور پر مستعمل ہے اور اب انگریزی میں 'پروفی ایم' بھی متعارف ہو چکی ہے، تو کیا دیگر زبانوں میں مسلمان اپنے نبی ﷺ کی شان اقدس میں مدح سرائی نہیں کرتے؟

تو اس کا جواب حاصل کرنے کے لیے تھوڑی سی تفصیل پر غور کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

فروری ۲۰۲۳ میں شائع شدہ ایک انگریزی مضمون کے مطابق دنیا بھر میں بولی جانے والی زبانوں میں عربی زبان چوتھے نمبر آتی ہے جس کے صرف مقامی اسپیکرز کی تعداد ۳۶۲ ملین ہے۔ مابقی وہ لوگ ہیں جن کی زبان کو بنیادی طور پر عربی ہی ہے لیکن کسی نہ کسی مقامی فرق کے ساتھ۔ اردو دسویں نمبر پر ہے جس کے بولنے والوں کی مجموعی تعداد ۲۳۱ ملین ہے۔ فارسی زبان بیسویں نمبر پر آتی ہے جس کے مقامی اور غیر مقامی بولنے والوں کی تعداد ۷۰ ملین ہے۔ رہی بات انگریزی کی تو انگریزی دنیا میں بولی جانے والی زبانوں میں تیسرے نمبر پر ہے۔ اسے بولنے والوں کی تعداد ۱٫۴ بلین یعنی ۱۴۵۲ ملین ہے۔ اس تعداد میں انگریزی بولنے والے نیٹیو اور نان نیٹیو یعنی مقامی اور غیر مقامی شامل ہیں۔ انگریزی کو بین الاقوامی زبان کے علاوہ لنک لینگویج اور Lingua Franca بھی کہا جاتا ہے۔ انگریزی زبان اپنی ساخت کے اعتبار سے سہل ہونے کے ساتھ ساتھ مقبول عام بھی ہے۔ بہت سے لوگ اسے خوبصورت ترین زبانوں میں دوسرے نمبر پر مانتے ہیں جس میں تحریر شدہ ادب کسی بھی زبان میں تحریر کردہ ادب سے کہیں زیادہ مشہور ہے۔ اس زبان کو دنیا کے کونے کونے میں بولا اور سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا انگریزی زبان میں 'پروفی ایم' کی اختراع ساری دنیا میں بہ آسانی سمجھی جاسکتی ہے۔ ایک سوال اور ذہن میں آتا ہے کہ کیا ساری دنیا کے لوگوں میں نعت کا ذوق و شعور پایا جاتا ہے؟

تو اس کے جواب میں ایک چھوٹی سی بات کہنا پسند کروں گی کہ دنیا بھر میں جہاں جہاں بھی

مسلمان ہوں گے وہ لازماً عاشقِ رسول ﷺ ہوں گے اور جب بھی وہ نبی پاک ﷺ کی تعریف و توصیف کریں گے تو اپنی اپنی زبان میں کریں گے۔ لیکن جیسے ہی ان مداحین رسول ﷺ میں کوئی عربی، فارسی اور اردو زبان میں مدح سرائی کرے گا اور رسول محتشم سے اپنی عقیدت کا شاعرانہ اظہار کرے گا تو ایسی نظم 'نعت' ہی کہلائے گی۔ اور اگر وہ انگریزی زبان کو اپنے مافی الضمیر کے شعری اظہار کے لئے منتخب کرتے گا تو وہ پروفی ایم کہلائے گی۔ اب ہم تھوڑی گفتگو پروفی ایم کی اصطلاح اور دو انگریزی الفاظ کے امتزاج سے بنے اس خوبصورت لفظ کی تشکیل پر کر لیتے ہیں۔

پروفی ایم کا انگریزی prophiem ہے۔ خان حسنین عاقب خود اپنی ایک پروفی ایم میں اس لفظ کی اختراع کے بارے میں کہتے ہیں۔

Some words in his praise I write
Taking my poetic art to its desired height
Just out of love for him, in fact, passion
I tread a path by others yet not taken
For such poem in English, I attribute a word
This word, I am sure, no one may have heard
'Proph' is for prophet, 'em' is for poem joined by i
I am telling all this before you ask me 'why!'

ان آٹھ مصرعوں میں عاقب نے اس اصطلاح کی اختراع کی مکمل تفصیل بتادی ہے کہ کس طرح انہوں نے انگریزی الفاظ 'پروفیٹ' سے ایک سلیبل syllable 'پروف' حاصل کیا اور دوسرے لفظ 'پویم' سے 'ایم' اور اسے انگریزی واویل 'آئی' سے جوڑ کر نہایت خوبصورتی کے ساتھ قابل ادائیگی pronunciable بنادیا۔ یہ ایک ذہین اور خلاق ذہن کی ہی تخلیق ہو سکتی ہے۔

اس اختراع کے بارے میں چند اہل علم نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ آیئے، یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس میں کیا کوئی ممکنہ گنجائش ہو سکتی تھی۔

ہم اوپر کی عبارت میں دیکھ چکے ہیں کہ proph اور poem، ان دو لفظوں کے امتزاج سے یہ اصطلاح تشکیل پائی ہے، تو ہم نے مختلف الفاظ کا تحقیقی سفر کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ کیا ان دو الفاظ کے معنی میں کسی طرح کوئی ابہام یا پیچیدگی پائی جاتی ہے جس کی بنیاد پر ہم اس نئی اصطلاح کو کسی طرح کی حرف زنی کر سکیں۔ کیا کچھ اشکالات نکل کر آتے ہیں؟

ہمیں چند ایسے الفاظ مختلف لغات میں نظر آئے جو لفظ پروفی ایم سے قریب تھے۔ ایک لفظ تھا 'پروایم' یعنی proem۔ یہ لفظ نہ ہی کوئی اصطلاح ہے اور نہ ہی کوئی جوڑ لفظ یعنی یہ پروفی ایم کی طرح دو الفاظ کو جوڑ کر نہیں بنایا گیا۔ بلکہ لغت میں یہ اسی طرح درج ہے جس کے معنی ہیں تمہید یا ابتدائیہ یا دیباچہ۔ اس لحاظ سے یہ معنوی طور پر بھی پروفی ایم کے قریب نہیں پہنچتا۔ پھر دوسرا ایک لفظ دکھائی دیا profit جو لفظ prophet کا ہم آواز ہے لیکن اس کا تلفظ اور معنی، دونوں بھی کسی طرح پروفی ایم کے نزدیک نہیں پہنچتے۔ پروفِٹ کے معنی نفع یا فائدہ جب کہ پروفیٹ کے معنی ہیں پیغمبر کے۔ لہٰذا یہ لفظ profit بھی ہماری فہرست سے خارج ہو گیا۔ ہم اگلے لفظ کی طرف مڑ گئے۔ یہ لفظ تھا proficient۔ اس کا مطلب ہے کسی کام میں ماہر یا ہنر مند۔ یہاں بھی ہم معنوی اور مفہومی لحاظ سے پروفی ایم کے قریب نہیں ہو سکے۔

چونکہ ایک پیغمبر یعنی prophet اللہ کا پیغام عام لوگوں تک پہنچاتا ہے اور جو یہ کام کرتا ہے اسے انگریزی میں professor بھی کہا جاتا ہے یعنی معلم، علم دینے والا یا لوگوں تک کوئی علم یا معلومات پہنچانے والا۔ تو ہم یہ عرض کریں گے کہ prophet کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اللہ کا عطا کردہ علم بنی نوع انسان تک پہنچاتا ہے۔ اس لیے وہ معلم اور مبلغ ہے۔ مبلغ یعنی اللہ کے فرمان اور احکامات کی تبلیغ کرنے والا۔ اگر پروفیسر کو بطور لفظ دیگر طرح سے پڑھا جائے یعنی حروف میں کوئی کمی بیشی کی جائے تو اس لفظ کی شکل بھی بدل جائے گی اور اس کے معنی بھی بدل جائیں گے۔ مثلاً profess کے معنی ہوں گے کھلے طور پر یا اعلانیہ کہنا یا کھلے طور پر کسی بات کا اظہار کرنا۔ اسی طرح اگر اس کا زمانہ بدل دیا جائے تو یہ بن جاتا ہے professed۔ اسے اس طرح لکھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے صریحاً یا ظاہراً۔ ایک اور لفظ ہے profound۔ یہ لفظ قاری کو الجھن میں ڈال سکتا ہے۔ یہ ایک توصیفی لفظ ہے جو کسی بھی انسان کی خوبی بیان کرتا ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں بردبار اور حلیم، گہرا۔ اور یہ خوبیاں کسی بھی عام انسان میں پائی جا سکتی ہیں۔ profile تو ایک مشہور زمانہ لفظ ہے۔ سوشل میڈیا کے زمانے میں اس لفظ کا استعمال کثرت سے ہونے لگا ہے۔ اس کا مطلب ہے کسی شخصیت کا خاکہ اور اس کے بارے میں معلومات جو وہ عوام کو فراہم کرتا ہے۔

ہو سکتا ہے چند مدبرین و مفکرین اہل زبان و اہل علم پروفی ایم کے حوالے سے prophecy۔ تو پروفیسی کے معنی ہوتے ہیں prediction یعنی پیش گوئی، پیشن گوئی یا پیشین گوئی۔ اس لحاظ

سے دیکھا جائے تو یہ مفہوم نکلتا ہے کہ prophet پیشن گوئی کرتا ہے اور کسی بھی واقعے کو وقت سے پہلے جان کر بتانے کی۔ صلاحیت رکھتا ہے۔ تو یہ بالکل غلط طرز فکر ہے۔ کیونکہ پیشن گوئی کرنا کچھ خاص مشکل نہیں ہے۔ اکثر دور اندیش لوگ جو اپنے شعبے میں ماہر ہوتے ہیں، وہ پیش آنے والے واقعات کی بخوبی نشاندہی کر سکتے ہیں اور دورِ حاضر میں تو ایسے بہت سے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جو بالکل درست پیشن گوئی کر سکتے ہیں مثلاً محکمہ موسمیات والے کافی حد تک بارش، برفباری، کسی جگہ موسم کے خشک رہنے، گرمی ہونے وغیرہ کے بارے میں بالکل درست پیش گوئی کرتے ہیں۔ فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ زلزلے کی شدت کتنی تھی، آتش فشاں کب پھٹے گا، گلیشئر کا پگھلنا، سیلاب آنا، بادلوں کا پھٹنا وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا ان پیشن گوئیوں کے لیے پیغمبروں اور انبیاء کرام کی صلاحیتوں اور فرمان پہنچانے کا موازنہ کرنا بالکل عبث اور بے معنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمام انبیاء کرام کو اللہ نے معصوم قرار دیا ہے اور ان کے ذریعے جو بھی پیغام ان کی امت کو پہنچایا گیا، وہ بذریعہ وحی تھا کیونکہ انبیاء اور رسول سوائے اللہ کے فرمان اور رضا کے کوئی بات قوم تک نہیں پہنچایا کرتے تھے۔ نبیوں کی پیشن گوئی بھی الہام اور وحی کا ہی درجہ رکھتی ہے۔ اور یہاں وحی کا طریقہ کار بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کا محل ہے۔ جب نبوت کا دور ختم ہو گیا تو وحی کا نزول بھی اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ پھر یہ سب پیشن گوئیاں کیسے ممکن ہوئیں؟

اس کا جواب صرف اتنا سا ہے کہ وحی اور عام پیشن گوئی بالکل مختلف چیزیں ہیں اور ان کے مابین تقابل اور موازنہ بے محل و بے موقع۔ سادہ الفاظ میں کہیں تو وحی نبیوں اور رسولوں کے لیے مختص تھی جب کہ پیشن گوئی کسی بھی عام انسان کی ذہانت اور دور اندیشی پر مبنی علم ہے۔

وحی علم لدنی ہے جب کہ پیشن گوئی محض اکتسابی اور مشاہداتی یا تجرباتی علم۔

یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ نبیوں کے علاوہ کسی کی بھی پیشن گوئی کبھی بھی سو فیصد درست نہیں ہوتی۔ یہ محض ایک قیاس اور ایک اندازہ ہوتا ہے جو کبھی سوچ اور علم کے مطابق درست نکلتا ہے اور کبھی سوچ کے بالکل برعکس۔ لہٰذا کسی عالم کا علم اور دور اندیشی، پیشن گوئی تو ہو سکتی ہے یا حواس خمسہ کے ساتھ ساتھ چھٹی حس کا انکشاف یا الہام یا وجدان ہو سکتا ہے جو کسی حد تک درست بھی نکلتا ہے لیکن وحی سے اس کا کوئی مقابلہ یا موازنہ بعید از قیاس ہے۔ لہٰذا پروفی ایم prophiem کی کسی بھی شکل کا لغت میں ہنوز اندراج نہیں ملتا۔ یہ کسی مفکر یا محقق کی سوچ بھی

نہیں ہے بلکہ یہ ایک ماہر لسانیات عاشق رسول ﷺ کا اپنے نبی پاک کے عشق میں ایک نذرانہ عقیدت پیش کرنے کا طرز اظہار ہے۔ اس اختراع کو عربی، فارسی اور اردو 'نعت' کا انگریزی متبادل ہی کہا اور سمجھا جائے گا۔ prophiem کا صاف صاف مطلب ہے حضرت محمد ﷺ کی ذات محتشم کی شان میں انگریزی زبان میں کی گئی شاعرانہ مدح سرائی۔ کسی دیگر پیغمبر یا نبی یا رسول کی تعریف و توصیف کے لیے اس اصطلاح کا استعمال ہر گز نہیں ہو سکتا۔ میرے ذہن میں ایک عام قاری کی طرح یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی دیگر زبان میں کہی گئی نعت کے انگریزی ترجمے کو بھی پروفی ایم کہا جا سکتا ہے؟ مثلاً اگر کسی مترجم نے میر تقی میرؔ کی اردو نعت یا شیخ شعدی کی فارسی نعت یا مراٹھی زبان میں کہی گئی کسی نعت کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہو تو کیا وہ بھی پروفی ایم ہی کہلائے گی؟ یہ سوال بنیادی نوعیت کا ہے اور نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے جواب کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا الطاف حسین حالی کے کئی نعتیہ اشعار کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا گیا ہے اور یہ ترجمہ بڑا خوبصورت بھی ہے۔ اس میں تخلیقی شان بھی موجود ہے۔ تو پھر اردو نعت کے اس انگریزی ترجمے کو پروفی ایم کہنے میں ہمیں کوئی ہرج نظر نہیں آتا۔ اس کا ایک جواز تو یہی ہے کہ انگریزی میں آجانے کے بعد وہ پروفی ایم ہی بن جائے گی کیونکہ اس نعت نے اپنی تخلیقی زبان سے نقل مکان کر کے انگریزی کا دامن تھاما ہے۔ یہ بھی ایک تفصیلی ادبی بحث کا موضوع ہے۔

پروفی ایم کی جمالیات:

پروفی ایم میں انگریزی شاعری کی وہ تمام فنکارانہ صفات موجود ہوتی ہیں جو کسی دیگر نظم میں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ دیگر انگریزی نظموں کی طرح پروفی ایم کی تخلیق بھی 'آمد' کے تحت ہوتی ہے جس کے لئے شاعرانہ صلاحیت کے ساتھ ساتھ فکری وابستگی اور وجدان کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ 'آوردن' والا معاملہ نہیں ہوتا۔ حسنین عاقب کی پروفی ایم میں شعری محاسن بخوبی پائے جاتے ہیں۔ انگریزی شاعری کے بیشتر پیمانوں کو ان کی شاعری میں استعمال کیا گیا ہے۔ انگریزی شاعری کے پیمانوں کو prosody کہا جاتا ہے جس کی پاسداری حسنین عاقب نے بخوبی کی ہے۔ ذیل میں ہم حسنین عاقب کی چند پروفی ایم کا استحسان کرتے ہیں۔ ایک جگہ وہ کہتے ہیں۔

He was as honest as nobody ever was
And for the world to be, he was a cause
When he was born, it was the rise of a sun

And that sun! It was beyond any comparison

یہ چاروں مصرعے انگریزی زبان کی شعری جمالیات سے بھرپور ہیں۔ آپ ﷺ کے لیے سورج کا استعارہ، آپ ﷺ کے بے نظیر اور بے مثال ہونے کا بیان، آپ کے امین ہونے کی سچائی اور سب سے بڑھ کر، آپ ﷺ کے دنیا کے وجود کا ایک اہم سبب ہونے کا ایقان کتنی خوبصورتی کے ساتھ اور انگریزی زبان اور انگریزی شاعری کے مزاج سے مطابقت رکھتے ہوئے باندھا گیا ہے! الفاظ کی بندش بھی کتنی خوبصورت ہے۔ ہم کہیں سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کسی ایسے شاعر نے کہی ہوگی جس کی مادری زبان انگریزی نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے بے مثال ہونے کی ایک اور جگہ گواہی دیتے ہوئے عاقب نے کہا۔

As far as my faith does catch
I can tell you, he has never, never a match.

یعنی عاقب نے کتنی خوبصورتی سے محض الفاظ بدل کر وہی بات کہی ہے جو وہ اس سے پہلے بھی کہہ چکے ہیں یعنی وہ صریحاً بتا چکے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کو بلاشک وشبہ سردار الانبیاء ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ لیکن الفاظ کا انتخاب اور کہنے کا طریقہ اس بات کی دلیل دیتا ہے کہ انہیں انگریزی زبان ہی نہیں بلکہ اس کی شعریات پر بھی کس قدر قدرت حاصل ہے۔ نعت کو انگریزی میں پروفی ایم بنانے کا واقعی حق ادا کرنے کی بات ہوگی تو حسنین عاقب کا نام سرفہرست ہوگا۔ ایک جگہ وہ نبی پاک ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اقرار اس یقین کے ساتھ کرتے ہیں کہ کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس میں عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کی گواہی ایسے دی گئی ہے جو صرف ایک مسلمان ہی دے سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

This is the part of my faith and belief,
That on tree of prophethood, he was the last leaf...

یہ tree of prophethood کیا ہے؟ اس استعارے میں جو جدت اور تازگی پائی جاتی ہے، وہ بے مثال ہے۔ نبوت کا درخت اور اس درخت کے ایک لاکھ چوبیس ہزار برگ! یہ میرے عقیدے اور ایمان کا جزو ہے کہ محمد ﷺ نبوت کے درخت کا برگِ آخریں تھے۔ انگریزی زبان کی شعریات سے واقف لوگ اس بات کی باریکی کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

ایک اور پروفی ایم میں عاقب بڑی خوبصورتی سے اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ حبیب

خدا ﷺ کے لیے ہی ساری کائنات بنائی گئی ہے اگر چہ کہ بہت سے عالی مرتبت اور ذیشان انبیائے کرام بھی ان سے پیشتر اس دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ پروفی ایم میں اس بات کا ذکر دیکھئے۔

They shaped sometimes only a few
And over the years no one knew
The aim of life and they drew
All them on cross, bigots and jew.

ان پیغمبروں اور انبیاء کبھی کبھی صرف چند ہی لوگوں کی اصلاح کر پائے۔ اور کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا کہ ایک عرصے تک اللہ کی سرزمین اللہ کے ذکر سے خالی رہی۔ لوگ اپنی زندگی کے مقصد سے لاعلم ہی رہے۔ پھر جب ان کے درمیان بنی بھیجے گئے تو ان میں سے جو شر پسند تھے، انہوں نے اپنے ہی نبیوں کو سولی پر چڑھادیا یا آرے سے چیر دیا۔ ان میں قوم یہود بھی شامل تھی جس نے اپنے ہی نبیوں کو جھٹلایا اور انہیں قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ ان تمام انبیاء کی آمد زمانے میں ہوتی رہی اور پھر ان سب کے بعد، سب سے آخر میں حضرت محمد ﷺ کی آمد اور ان کے آخری نبی ہونے کا اعلان کتنے مدبرانہ انداز میں شعری برتاؤ کے ساتھ پیش کیا ہے عاقب نے، ملاحظہ کیجئے۔

Then came shining a star
Radiant with Divine light was
His image, be near or too far
For world's existance he was a cause

تا قیامت کے لیے جس کو انبیاء کی سرداری کا تاج پہنایا گیا اور ان کو ماننے والی امت ہی اللہ کو قریب پائے گی اور ان کے اسوہ حسنہ پر چلنے والوں کو ہی راہِ نجاب دکھائی دے گی۔ حضرت محمد ﷺ ہی آخری نبی ہیں جن کے بعد کوئی نہیں نہ آیا نہ آئے گا۔ جنت کی کنجی ان کی شفاعت میں مضمر ہے۔ عاقب کہتے ہیں:

The head of Prophets justly called
Humans to beleve in oneness of God.

سردارِ انبیاء نے وضاحت کے ساتھ انسانوں سے خدا کی وحدانیت کو ماننے اور خدا کو واحد تسلیم کرنے کی تلقین کی۔ مذکورہ بالا verses میں واضح طور پر صرف آخری نبی ﷺ کی شان اقدس بیان کی گئی ہے اور یہ پروفی ایم اردو، عربی اور فارسی نعت ہی کی مترادف اصطلاح ہے۔ اس

میں خالصتاً نعت کے موضوعات کی ترجمانی کی گئی ہے۔

حسنین عاقب اپنی ایک پروفی ایم 'ایلکسر' میں یوں اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

The last resort for survival of man
Is not in sight until he can
Use an elixir called the holy Quran
The prophet prescribed this essential elixir
With God's command his word concur and appear.

اپنی ایک پروفی ایم 'مینوئل آف لائف' میں وہ کتنی خوبصورتی سے کہتے ہیں۔

The manual guides us how to run the gadget
Its making and fuctions and how to keep it accurate
Human life too, is one such expensive gadget
And Quran is the manual revealed upon the prophet
The manual is to be followed and not to be kept as locket
And the specimen of life our prophet has set.

اب ہم چند انگریزی اہل قلم کی رائے پروفی ایم کے تعلق سے دیکھتے ہیں۔ ولیم جارج ماویلی کا تعلق بھارت کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ریاست کیرالا سے ہے۔ وہ مذہباً عیسائی ہیں۔ پروفی ایم کے بارے میں وہ کہتے ہیں۔

The thread of the Prophiem is good, the style can be modified, if the poet wishes so. This is still an excellent verse. In literature, we frequently read of a prophet; and in the sense of the letter prophet signifies those to whom revelation is made, also abstractedly, revelation itself, but in the internal sense, a prophet signifies one who teaches. He is called a prophet as is Moses. The subject is so wide as declared or proclaimed both in holy books of Qur'aan and Bible.

ولیم جارج کے مطابق پروفیم کی اختراع عمدہ ہے۔ اگر شاعر چاہے تو اس کی اسٹائل یا اسلوب میں ترمیم ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود یہ شاندار نظم ہے۔ ادب میں ہمیں نبیوں کا ذکر بھی ملتا ہے

لیکن نبی کے معنی ہیں وہ ہستی جس پر وحی نازل ہوتی ہو یا خود وحی۔ لیکن داخلی معنوں میں نبی یا پیغمبر کے معنی ہیں سکھانے والا یا علم دینے والا۔ اسے پیغمبر کہتے ہیں مثلاً حضرت موسیٰؑ۔ یہ ایک بڑی کشادہ اور وسیع موضوع ہے جیسے کہ قرآن مقدس اور انجیل جیسی آسمانی کتابوں میں کہا گیا ہے۔ اگر ہم برصغیر سے باہر نکل کر انگریز اور خصوصی طور پر یوروپی اہل زبان کی رائے معلوم کریں تو یہاں بھی ہمیں پروفی ایم کے حوالے سے کافی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

آسٹریلیا سے بیری اسکاٹ کرسپ Barry Scott Crisp نے پروفی ایم سے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے اسے براہِ راست عقیدے سے جوڑنے میں کنجوسی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ انہوں نے تو اسی تحریر میں خدا بیزاروں کے حق کو مانتے ہوئے پروفی ایم کو تسلیم کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

> The love of God in any language is honest to each individual. Those who have no faith have just the same rights as those who believe. Your observation and the words you express are significant for all the sentiments your words give, are excellent.

نیو ساؤتھ ویلز، آسٹریلیا سے ہی ایک اور شاعر کرس جانسن اپنے عیسائی ہونے کی بات کہتے ہوئے کھلے دل سے پروفی ایم کی وضع پر اپنیرائے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

> Although I worship Jesus, we are both poets and are inspired by Mystery. So knowledge and Mystery and Unknowing are bound in Love. I pray for God's blessing on your inspiration.

مسوری، امریکہ سے تعلق رکھنے والی بزرگ شاعرہ لارین کولون Lorraine Colon نے واضح طور پر پروفی ایم کی اصطلاح کی کھل کی تعریف کی۔ وہ کہتی ہیں۔

> I enjoyed reading your poem. This coining of a new word is quite clever. And you explained so clearly how you arrived at this word. Truly, an inspired writing.

اس فہرست میں براعظم افریقہ کے ملک نائجیریا کے شاعر سالومن واکر اوکائسابور Soloman W. Okaisabor کی رائے تو نہایت عقید تمندانہ معلوم ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

> When I saw first the word Prophiem, I sought my lexicon, but could not find it. But then when I was done

reading, I thought the word had existed a long time by the way and manner it's meaning was diagnosed and treated. I am in awe and convinced that God hears my prayer for you that He uses you like the pen of a ready writer.

ان پروفی ایمز اور پروفی ایم کے بارے میں اہل زبان کے تاثرات کے مطالعے سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی مدحت میں لکھی جانے والی نعت اور اظہارِ عقیدت کے لیے جب بھی انگریزی زبان میں نظم کہی جائے گی تو یہ پروفی ایم ہی کہلائے گی۔ مجھے امید ہے کہ اس مقالے کے بعد پروفی ایم پر ادبی مباحث کے مزید پہلو اور دریچے کھلیں گے۔ اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی اس اصطلاح اور پروفی ایم نگاری کے فروغ کے لیے کوشش کرنے والوں کے قافلے اپنے نبی ﷺ کی محبت کو دور دور تک، غیر اردو علاقوں میں بھی عشق نبی ﷺ کی روشنی پھیلانے کا سبب بنیں گے۔ اگر پروفی ایم پر جامعاتی سطح پر بھی تحقیقاتی کام میں تیزی لائی جائے تو مجھے یقین ہے کہ انگریزی میں بھی نعتیہ ادب کا ایک بڑا ذخیرہ تخلیق ہوگا اور انگریزی داں بھی شاید اس توسط سے عشق رسول ﷺ کی دولت سے نوازے جائیں گے۔

⊙⊙⊙

حبیب الرّحمٰن انجمؔ
اٹک

شعری ہئیتی تنوعات اور 21ویں صدی

تعارف:

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی تعریف و توصیف کے ہیں۔ لیکن عربی، فارسی، اردو اور مسلمانوں کی دوسری زبانوں میں لفظ نعت صرف حضورِ اکرم و مکرم ہادیٔ دوعالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف و توصیف اور مدح کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اب جب بھی ہم نعت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ شاعری ہے، جس میں سرورِ کونین حضور نبی کریم خاتم الانبیاء امام الانبیاء ﷺ کی ذات و صفات کی توصیف و مدح کی گئی ہو۔

فارسی لغات میں نعت کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ: "نعت کا لفظ وصف اور ثنائے رسول ﷺ میں استعمال ہے"۔ اردو اصطلاح میں نعت ایسی نظم ہے کہ جس میں حضور اکرم ﷺ کی مدح و تعریف کا بیان ہو۔

عصر حاضر کی نعتوں میں آپ ﷺ کا ذکر پیغمبرِ اسلام کے ساتھ محسنِ انسانیت کے طور پر بھی کیا جاتا ہے۔ اُن (ﷺ) کی مدح و ثنا خود قرآنِ کریم میں جا بجا مذکور ہے۔ قرآنِ کریم خود ان کے اخلاق اور سیرت طیبہ کا آئینہ ہے۔ ایسی عظیم المرتبت شخصیت کے اوصاف و کمالات، فضائل و شمائل کا بیان کرنا کسی معمولی کیا غیر معمولی انسان سے بھی ممکن نہیں۔ اسی لیے نعت میں مبالغہ اور غلو کی گنجائش ہر گز نہیں البتہ غیر محتاط انداز بیان بے ادبی اور گستاخی کے زمرے میں آتا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اس مقالے میں اسی پہلو سے نعتیہ ادب کا مختصر تحقیقی جائزہ لیا جائے گا کہ اکیسویں صدی میں اردو میں کن کن ہیئتوں میں نعت لکھی گئی۔ دریں اثنا مقالے کا ابتدائی خاکہ قبل اس کے پیش کیا جا چکا ہے۔ دعا ہے کہ ربِ کائنات درست سمت میں کام کرنے کی صلاحیت بخشے۔ (آمین)

اکیسویں صدی میں نعت کی مختلف ہیئتیں اور اصناف

اَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي اَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبرئاً مِنْ کُلَّ عَیْبِ کانَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَما تَشَاءُ

نعت گوئی کا سفر عرب سے ایران اور پھر ہندوستان تک پہنچا۔ حضرت امیر خسرو، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، قلی قطب شاہ دلی دکنی، سراج اورنگ آبادی، امیر مینائی اور محسن کاکوروی سے لیکر الطاف حسین حالی، علامہ اقبال، احمد رضا خان بریلوی، مولانا ظفر علی خان، محمد و علی جوہر، حفیظ جالندھری اور ماہر القادری تک نعت نگاری میں نئے نئے مضامین کا اضافہ کیا۔

نعت ایک موضوعی صنفِ سخن ہے جس کی ہیئت کا تعین نہیں ہے۔ نعت شاعری کی کسی بھی ہیئت یا صنف میں کہی جاسکتی ہے اور اس سے اس کی ادبی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ماضی میں مثنوی، قصائد، گیت اور آزاد نظموں میں نعت کہنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہر زمانے میں موجود رہی ہے۔ قصائد، رباعیات، مخمس، مستزاد میں بھی نعتیں لکھی گئیں۔ جناب حفیظ نائب صاحب لکھتے ہیں: "گذشتہ چند برسوں سے نعت میں اس معیار و معراجِ انسانیت کے حوالے سے احوال کا جائزہ لینے کا رجحان عام ہو رہا ہے اور زندگی کا ہر مسئلہ نعت کا موضوع بن رہا ہے یوں نعت کا کینوس وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جارہا ہے۔"

نعتیہ دوہے:

دوہا اس حوالے سے غزل کے کافی قریب کہا جاسکتا ہے کہ ایک تو یہ غزل کے مطلع کے طرح دو مصارع پر مشتمل ہوتا ہے جو ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ اس کا ہر شعر مکمل مضمون لیے ہوتا ہے۔ پنجابی کے اشعار کی طرح یہ دو مصارع کا ایک شعر ہوتا ہے۔ پنجابی کے ان اشعار کو اشلوک کہا جاتا ہے۔ ان اشلوک میں غالب طور پر حمدیہ، عارفانہ اور اخلاقی مضامین پیش کیے جاتے ہیں۔ پنجابی میں بابا فرید شکر گنجؒ کے اشلوک مشہور ہیں، جن میں اخلاقیات، عبادات اور تصوف کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ہندوستانی اصنافِ سخن میں دوہے کو وہی اہمیت حاصل ہے جو عربی اور فارسی میں غزل کو ہے۔ ذیل میں حالیہ دور کے شاعر خاور چودھری صاحب کے نعتیہ دوہے کو بطور مثال پیش کیا جارہا ہے: ؎

من موہن دل داروہ، مورے سر کا تاج کالی کملی شاہ کی، جس کا ہر سُو راج

پورب پچھّم رحمتیں، یگ یگ چمکے نام اے مدنی سرکار جی، تم پر لاکھ سلام

شیتل کومل شبد ہے، جھرنوں جیسی بات ہر دے اپنا سالنا، دینا سب کا سات

تضمین:

تضمین دراصل گرہ لگانے کا نہایت مشکل اور دشوار فن ہے۔ تضمین نگاری کی مختلف شکلیں شاعری میں رائج ہیں۔ لیکن بالعموم "مخمس" کی شکل میں تضمین لکھی جاتی ہیں۔ اس صنف سے انصاف برتنے کے لیے سخت محنت، ادبی ریاضت اور فنی مہارت کی ضرورت ہے۔

زیرِ تضمین شعر یا کلام کی گہرائی میں اتر کر شاعر کے خیال و اسلوب کی پیروی کرتے ہوئے اس کے تمام مصرعوں کو ایک وحدت میں تبدیل کر دینا اور ایک شعر میں پے در پے تین ہم قافیہ مصرعے سے موزوں کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شعراء کے کلام کو پہلے سمجھنا اور پھر اُس کے پیدا کردہ مضامین میں اضافہ کرنا، پروازِ فکر میں کم از کم اُس معیار کو برقرار رکھنا جو اصل کلام میں شاعر نے قائم کیا ہے۔ اردو شاعری میں زمانہ قدیم سے رائج ہے۔ الطاف حسین حالی، داغ دہلوی، امیر مینائی، علامہ اقبال اور صبا اکبر آبادی نے اس فن کو آگے بڑھایا۔

ہمارے عہد میں سب سے زیادہ تضمین ادبی پرچے سہ ماہی "شاعری" کراچی کے مدیر اعلیٰ مرحوم سہیل غازی پوری نے کی ویسے تو اُن کے کوئی ۱۷ مجموعہ ہائے کلام شائع ہوئے مگر اپنی زندگی کے آخری برسوں میں انہوں نے اپنے عہد کے تقریباً سبھی نامور شعرا کے کلام کی تضمین کی اور اُن کی کتاب "تضمین" کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہوئی۔ سہیل غازی پوری نے کمالِ فن کا ثبوت دیتے ہوئے شعراء کے کلام میں نئے مضامین بھی پیدا کیے ہیں۔

دورِ جدید میں فہیم الدین بسمل ایک عمدہ قادر الکلام شاعر ہیں۔ انہوں نے حضرت احمد رضا خان بریلوی اور علامہ اختر رضا خان ازہری کے کلام پر بڑی کامیاب تضمین لکھی ہے۔ جو فصاحت و بلاغت، عشق و عقیدت اور زبان و بیان کے حسن و لطف کا ایک دلکش مرقع ہے۔

تضمین بر کلام حضرت احمد رضا بریلوی:۔

ان کے کرم نے دل سے سب غم مٹا دیے ہیں ان کے ضیا نے رستے سب جگمگا دیے ہیں
لطف و عطا کے موتی ہر سُو لٹا دیے ہیں "ان کی مہک نے دل کے غنچے کِھلا دیے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں"
لطف و کرم کا ان کے انداز ہے انوکھا کونین میں نہیں ہے کوئی بھی ان کے جیسا

منگتا ہو کوئی مفلس یا تخت و تاج والا "میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں، دُر بے بہا دیے ہیں"

اس کے علاوہ سید صابر حسین شاہ صاحب نے تضامین پہ کام کر کے نت نئی جہتیں متعارف کرائی ہیں۔ ان کا مجموعہ تضامین "ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام" حال ہی میں منظرِ عام پر آیا جس میں انہوں نے کئی تضامین پیش کیں۔ یہ مجموعہ تضامین فنِ تضمین نگاری میں اس لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ اس مجموعی تضامین میں پاکستان سمیت انڈیا، نیپال، عمان، اور امریکہ میں مقیم ساٹھ (۶۰) شعرائے کرام کی ۱۲۸ تضامین شامل ہیں۔ تضمین نگاری میں یہ کتاب ایک تاریخی اضافہ ہے۔ حضرت احمد رضا خان بریلوی صاحب کا شعر ملاحظہ فرمائیں:

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

یہ تضمین حضرت کے مشہور سلامیہ قصیدہ "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کے شعر نمبر ۱۳ پہ کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ابرار الحق شاکر صاحب کی تضمین ملاحظہ فرمائیں:

شرح سر ہویت پہ بے حد درود علت تخلیقیت پہ بے حد درود
روح پیغمبریت پہ بے حد درود فتحِ باب نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

(بحوالہ مضمون برائے ابرار الحق شاکر صاحب۔ مجموعہ تضامین "ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام" پر ایک نظر)

نثری نظمیہ نعت:

ہمارے نعت گو شعراء نے مدحتِ رسول ﷺ کے لیے نثری نظم کا بھی انتخاب کیا ہے۔ اردو میں نثری نظم کی ابتداء بیسویں صدی کی پہلی اور دوسری دہائی سے ہوئی اور اسے اکیسویں صدی میں پزیرائی حاصل ہوئی۔ نثری نظم ایک ایسی نظم ہے جس میں شعری وزن، قافیہ اور ردیف کا التزام نہ کیا جائے اور ایک خیال کو تسلسل کے ساتھ بیان کیا جائے۔ یہ Prose Poem کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کے تمام مصرعے چھوٹے بڑے اور نثر کی سطر کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ دورِ جدید میں نعتیہ شعراء میں سہیل شعیب ایک خاص مقام رکھتے ہیں ان کی نعتیہ نظم بطور مثال پیش کی جارہی ہے:

خدائے واحد
سے جوڑنے، غبار وہم سے نکالنے کے لیے
کسی زماں مکاں کے نقطۂ شب پر
پیغمبر۔۔۔مانند سحر
روشنی اپنے معنی خود متعین کرتی ہے
خوب کی سانس سانس میں امید دوڑنے لگتی ہے
زندگی آنکھیں ملتی، جی اٹھتی ہے
مرے رسول ﷺ
وہ شہر علم، وہ منبع شجاعت وہ صاحبِ فصاحت
مرے رسول ﷺ
مکہ کے سنگلاخ پہاڑوں، میدانوں
مدینہ کی وادیوں، نخلستانوں میں
عشق کی ابجد سے تدبر کے اسباق پڑھاتے ہیں
جینا سکھاتے ہیں
اسباق۔۔۔۔
حرف حرف وہ تاثیر فراواں ہے
جس میں فکر کی تہذیب نمایاں ہے
تہذیب کی نئی تقویم، تاریخ کی نئی ترتیب
کے سب آثار چھلک رہے ہیں
کالی کملی کی اوٹ سے۔۔۔۔
سارے منظر بدل رہے ہیں
آپ مسکراتے ہی جا رہے ہیں
دشت بانوں کے مقدر منور ہوتے جا رہے ہیں

(سہل شعیب ھمام)

نعتیہ آزاد نظم:

معرا نظم کا پہلا تجربہ جناب مولانا محمد حسین آزاد نے کیا اور معرا نظم کہنے میں مثال قائم کی۔ اسماعیل میرٹھی اور نادر کاکوروی نے بھی اسے فروغ دیا۔ ردیف قافیے کے بغیر ایسی نظموں کا تجربہ جب پہلی بار ہوا تو ابتداء میں شعراء کو اس کے ساتھ ہم آہنگ ہونے اور اسے قبول کرنے میں خاصی دشواری پیش آئی۔ آزاد نظم میں شعراء نے ردیف قافیے کی پابندی ختم کرنے کے ساتھ ساتھ بحر/وزن میں بھی کچھ آزادیاں تلاش کر لیں۔ معرا نظم کے بعد، آزاد نظم اور نثری نظم وغیرہ کی ہیئت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ نظم کی اس ہیئت میں کوئی نہ کوئی بحر تو موجود ہوتی ہے مگر نظم کے مصارع میں ارکان کی تعداد کم یا زیادہ کی جاتی ہے۔ اردو محققین کے خیال کے مطابق سب سے پہلے ۱۹۲۵ء میں تصدق حسین خالد نے اِس کا تجربہ کیا۔ ن م راشد اور میراجی نے کافی ہیئتی تجربات کیے۔ اس ہیئت کو فروغ دینے میں فیض، مجید امجد، یوسف ظفر، مختار صدیقی، قیوم نظر نے اہم کردار ادا کیا۔ موجودہ دور میں کئی شعراء نے اپنی قلم سے نعتیہ آزاد نظم کو فروغ دیا۔ جن میں اعجاز رحمانی، علامہ جاوید القادری کے ساتھ ساتھ کاشف عرفان کا کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں نمونے کے طور پر کاشف عرفان کی ایک آزاد نعتیہ نظم سے استفادہ کیا جارہا ہے۔

"مغرب سے براہِ راست مکالمہ"

تمہیں معلوم ہے
تم نے ہمارے دو ارب لوگوں کے
دل کو ٹھیس پہنچائی
ہمارے دو ارب لوگوں کی آنکھیں
خون روتی ہیں
تمہیں معلوم ہے
یہ دو ارب انسان کے جدِ امجد
باپ، دادا، مائیں، بہنیں، بیٹیاں اس نام پر
قربان کرتی ہیں
اسے دل میں بساتے ہیں
محبت عام کرتے ہیں
تمہیں معلوم ہے وہ رحمت اللعالمیں ﷺ
لوگوں سے کتنا پیار کرتے تھے
غلاموں کو انہوں نے صاحبِ مسند بنایا تھا
عرب کے بے نوا کو جراتِ اظہار بخشی تھی
تمہیں معلوم ہے
یہ دو ارب انسان
دل کے طاقچوں میں
عشق کی شمعیں جلاتے ہیں
گھروں میں نور کی خاطر

پیمبر پر درود پاک کی محفل سجاتے ہیں
تمہیں معلوم ہے
یہ دوارب مسلم
برائے عزت وناموس سرور
گھر سے نکلے تو
تمہارحال کیاہو گا؟

ذراسوچو
یہ تم نے چھ ارب لوگوں کی مشترکہ امانت پر،
ثقافت پر، مری تہذیب پر
بارود کا اک ڈھیر رکھا ہے
ذراسوچو!
یہ کس بارود کو تم آگ دے بیٹھے؟

نعتیہ مسدس:

مسدس میں نعت گوؤں نے خوب نعتیں کہی ہیں۔ عام طور پر یہ ہیئت طویل نظموں کے لیے مناسب خیال کی جاتی ہے۔ جیسے الطاف حسین حالی کی مسدس "مدوجذرِ اسلام"۔ مسدس کئی طرح سے لکھی گئی حالی کی مسدس کے چھ مصارع میں پہلے چار مصارع ہم قافیہ اور بقیہ دو اسی وزن پر مختلف قوافی میں مگر آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ رفیع الدین راز اکیسویں صدی کے ابتدائی ادوار کے کامیاب مسدس کے شاعر ہیں۔ ان کی پیدائش ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ کو بھارت میں ہوئی۔ ۲۰۰۵ میں ان کا پہلا شعری مجموعہ شائع ہوا جس میں مسدس کے ۴۰۶ بند ہیں۔ ان کا دوسرا نعتیہ مجموعہ ۲۰۱۱ میں شائع ہوا۔ انہوں نے الفاظ کے استعمال میں تھوڑی جدت پیدا کی ہے۔ ان کے نعتیہ مسدس "روشنی کے خدوخال" میں پہلے چار مصارع ہم قافیہ / ہم وزن ہیں۔ پانچواں اور چھٹا مصرع پہلے چار مصارع کے وزن پر مگر مختلف قوافی میں ہیں۔ حضور ﷺ کی سیرت اور اسوہ اس کا موضوع ہے۔ اس کی ہیئت میں خاص بات اس کے ہر بند کا چھٹا مصرع "مرحبا صلِ علیٰ، اے آئنہ اے روشنی"۔ اعادے کے طور پر آتا ہے اور اس کی تکرار ہے۔

آپ ﷺ سے پہلے بھی تھی اس دہر میں صنفِ لطیف
بے زباں، بے مرتبہ، مظلوم و مجبور و نحیف
خیمہ زن تھا جن کے صحنِ ذات میں رنگِ خریف
کر دیا تھا وقت نے آئینے کا چہرہ کثیف
آپ ﷺ آئے تب انہیں ہستی کی رعنائی ملی
مرحبا صلِ علیٰ، اے آئنہ اے روشنی

موجِ سرکش کو حلیف جوئے ساحل کر دیا
شمعِ محفل کو چراغ خانہ دل کر دیا
آپ ﷺ نے چہرے کو شیشے کے مماثل کر دیا
یعنی روئے آئینہ کو بدر کامل کر دیا
توڑ ڈالی آپ ﷺ نے موجوں کی ساری سرکشی
مرحبا صلِ علیٰ، اے آئنہ اے روشنی

نعتیہ قصیدہ:

"لفظ قصیدہ عربی لفظ قصد سے بنا ہے اس کے لغوی معنی قصد (ارادہ) کرنے کے ہیں۔ گویا قصیدے میں شاعر کسی خاص موضوع پر اظہارِ خیال کرنے کا قصد کرتا ہے اس کے دوسرے معانی مغز کے ہیں یعنی قصیدہ اپنے موضوعات و مفاہیم کے اعتبار سے دیگر اصنافِ شعر کے مقابلے میں وہی نمایاں اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے جو انسانی جسم و اعضاء میں مغز کو حاصل ہوتی ہے فارسی میں قصیدے کو چامہ بھی کہتے ہیں۔"

اردو ادب میں قصیدہ فارسی سے داخل ہوا۔ اردو میں میرزا رفیع سودا اور ابراہیم ذوق جیسے شعراء نے قصیدے کی صنف کو اعلیٰ مقام تک پہنچایا۔ قصیدہ ہیئت کے اعتبار سے غزل سے ملتا جلتا ہے بحر شروع سے آخر تک ایک ہی ہوتی ہے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی اشعار کے آخری مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ مگر قصیدے میں ردیف لازمی نہیں ہے۔ قصیدے کا آغاز مطلع سے ہوتا ہے۔ بعض اوقات درمیان میں بھی مطلعے لائے جاتے ہیں ایک قصیدے میں اشعار کی تعداد کم سے کم پانچ ہے زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اُردو اور فارسی میں کئی کئی سو اشعار کے قصیدے بھی ملتے ہیں۔

قصیدہ ایک پر شکوہ صنفِ ادب ہے جسے شہنشاہِ اقلیم سخن بھی کہا جاتا ہے لہٰذا ہر بڑے شاعر نے اپنے عہد میں قصائد میں طبع آزمائی کی۔ میر و سودا سے لے کر جرات، مومن، ذوق اور غالب تک سب نے قصائد میں اپنی عظمت اور جودت طبع کا ثبوت دیا۔ نعتیہ قصیدہ کا آغاز نبی کریم ﷺ کے دور ہی سے ہو گیا تھا۔ اس لیے قصیدہ نگاروں کی فہرست طویل ہے اور اُسے ایک دو صفحات میں سمیٹنا ممکن نہیں۔

اَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي اَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدَ النِّسَاءُ

(آپ سے زیادہ خوب رو میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور نا ہی آپ سے زیادہ صاحب جمال کو عورتوں نے کبھی جنا ہے)

خُلِقْتَ مُبرئاً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كانَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَما تَشَاءُ

(آپ ہر طرح کے عیوب ونقائص سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ اپنی حسب خواہش پیدا ہوئے ہیں)

(حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہٗ)

اِس دور میں عبد العزیز خالد، سجاد سخن، ولی الرحمن ولی، ساحر لکھنوی، رفیع الدین ذکی قریشی، نصیر ترابی، شفیق جون، محمد مصطفیٰ جوہر، سید نظیر زیدی، خالد احمد، ضیا شہبازی وغیرہ نے خوب قصائد لکھے۔ موجودہ دور میں خالد علیم، انجم نیازی، انور جمال، منظر عارفی، جمشید اعظم چشتی اور شیبا حیدری شامل ہیں۔ ان کے علاوہ پروفیسر طاہر صدیقی (جن کی وجہ شہرت مکمل کلامِ غالب کی زمینوں میں نعت گوئی ہے) کو "قصدِ نعت" کے نام سے طویل ترین قصیدہ لکھنے کا اعزاز حاصل ہے جس میں ۱۹۰۰ اشعار شامل ہیں۔

اسی طرح فدا خالدی صاحب کے مجموعۂ نعت "م ص" میں ۱۴۲ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدہ بھی شامل ہے جس میں روایتی قصیدے کے تمام لوازمات، نشیب و فراز، گریز، مدح اور دعا بھی شامل ہیں۔ دعا کے اشعار ملاحظہ کیجئے: ؎

گفتار میں تلخی تھی تو لہجے میں تکبر آخر یہ روش اُن کی مشیت کو نہ بھائی
ابھرا افقِ ذہن پہ اک مطلعِ دلکش رخشندہ و تابندہ و پُرنور و ضیائی
کرتا ہوں فدا ختم قصیدے کو دعا پر اللہ درِ سرورِ دیں تک ہو رسائی

مثنوی نعت:

مثنوی فارسی سے اُردو زبان میں وارد ہوئی۔ فردوسی کے "شاہنامہ" کو عالم گیر شہرت حاصل ہوئی۔ غزل کی طرح مطلع دو دو مقفیٰ اشعار پر مشتمل ہوتی ہے اور ایک ہی بحر میں کہی جاتی ہے۔ اُردو زبان کے کلاسیکی شعراء نے خوب مثنویاں لکھی ہیں۔ اِس صنفِ ادب کے کئی لوازمات ہوتے

ہیں مگر مثنوی کے آغاز میں حمدیہ اور نعتیہ اشعار کہنا ہماری شعری تہذیب کا حصہ ہے۔ ہمارے ہاں زمانہ قدیم سے آج تک مثنوی کی ہیئت میں نعت کہنے کا رجحان موجود ہے۔ فخر الدین نظامی، خوب محمد گجراتی، ملا وجہی، نصرتی، سید میراں ہاشمی، میر حسن، سعادت یار خاں رنگین سے سیدہ مظہر عروج سے لیکر ہمارے عہد کے نامور شاعر منصور آفاق تک نے مثنوی کی ہیئت میں نعت لکھ کر اپنے قلم کے جوہر دکھائے۔

جدید دور کے شعراء میں جناب استادِ محترم ابرار الحق شاکر صاحب کا شمار بہترین شعرا میں ہوتا ہے جن کا اندازِ تکلم منفرد ہے ان کی تراکیب سے اقبالؒ کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ آپ کا تعلق پنڈی گھیب ضلع اٹک سے ہے۔ آپ ماہرِ لسانیات ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پائے کے شاعر، نثر نگار اور ماہرِ تعلیم ہیں۔ حال ہی میں آپ کا ایک نعتیہ مجموعہ کلام "ہمارا نبی ﷺ" کے نام سے شائع ہوا ہے جس میں آپ نے مثنوی کی صنف میں خوبصورت مدح سرائی فرمائی ہے۔

اے مظہرِ ذاتِ خُدا ختم الرسل خیرُ الورا
اے جلوۂ حسنِ ازل اے بے نظیر و بے بدل
روحِ روانِ عالمیں اے قبلۂ اہلِ یقیں
عینِ وجودِ انس و جاں اے سربراہِ مرسلاں
اے ہاشمی اُمی لقب تو غایتِ ہر اک سبب
حق ہے ترا فرماں فقط باقی برابیں سب غلط
اے معدنِ علم و حِکم حُسنِ گلستانِ قِدم
کرتا ہے قصہ مختصر یہ شاکرؔ عالی نظر
تو ہی ہے حُسنِ زندگی منشا و غرضِ بندگی
ہوتا نہ تو گر سیدا ظاہر نہ ہوتا خود خدا

رباعیات:

رباعی، ربع سے نکلا ہے۔ شعری اصناف کے حوالے مقررہ اوزان میں چار مصرعوں پر مشتمل شعری تخلیق جس کا پہلا دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہو رباعی کہلاتا ہے۔ یہ ایک مشکل صنفِ ادب خیال کی جاتی ہے۔ لیکن جن اساتذہ کو رباعی گوئی مرغوب ہے وہ رباعی ہی کو اظہار کا ذریعہ بنانا

پسند کرتے ہیں۔ پرانے شعراء میں جوش ملیح آبادی اور امجد حیدری نے بے مثال رباعیات لکھیں۔ رباعیات کی دنیا میں بیسویں صدی کے اواخر کے شاعر راغب مراد آبادی اور پھر ان کے شاگرد مامون ایمن کے نام سرِ فہرست ہیں۔ حال ہی میں فراست رضوی کا ایک بہت ہی خوبصورت مجموعۂ کلام رباعیات سامنے آیا ہے۔ ہمارے نعت گوؤں نے اس صنفِ ادب میں بھی کمال نعتیں لکھی ہیں۔ استاد بشیر رزمی استاد شاعر تھے اُن کا مجموعہ نعتیہ رباعیات "رحمتِ سرِ رحمت" ۲۰۱۸ء میں اشاعت پذیر ہوا۔

دل ہے تو ہے دلدارِ مدینہ کے لیے جاں ہے تو ہے سرکارِ مدینہ کے لیے
اے بادِ صبا، خاکِ مدینہ لادے درکار ہے بیمارِ مدینہ کے لیے

(بشیر رزمی)

حافظ محبوب الٰہی پنڈی گھیب ضلع اٹک سے تعلق رکھنے والے عالمِ دین ہیں۔ اُن کا نعتیہ مجموعہ ۲۰۲۲ء میں "مدارِ کائنات" کے نام سے شائع ہوا۔ غزل اور رباعی کی ہیئت میں عمدہ نعتیں لکھتے ہیں۔

جب عشقِ نبی کرتا ہے تجدیدِ حیات ہوتی ہے کہاں مرگ سے تردیدِ حیات
آتے ہیں نظر کشفِ ابد کے منظر عنواں ہی بدل لیتی ہے تمہیدِ حیات

(حافظ محبوب الٰہی)

چوکھمبیاں:

(۴) چار مصرعوں پر مشتمل اشعار کے بند میں تمام کے تمام مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ اور لازمی طور پر بحر تقارب (فعولن، فعولن، فعولن، فعل) میں ہوتے ہیں۔ یہ ایک نئی صنف ہے جو معروف شاعر یوسف راہی چائگامی کی پیش کردہ ہے۔ اُن کی نعوت انتہائی درجے کی سادگی اور روانی لیے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے ہاں استعارہ سازی اور شعری ترکیبیں بھی شاذ ہی پڑھنے میں آتی ہیں۔ یوسف صاحب نے انتہائی سلیس اندازِ بیاں میں "والائے مصطفیٰ ﷺ"، "ثنائے سید الکونین ﷺ" اور "نعتیہ کھمبیاں" جیسی مشہور کتب تصنیف کیں۔ جو اردو نعتیہ ادب کا بہترین ذخیرہ ہیں۔

اُنہی کا ہر اک حکم ہے بس امر ہے تقلید اُن کی ضیا کا سفر
اُنہی کی محبت ہے بس معتبر اُنہی کی اطاعت سے دل پاک کر

خدا کا یہ ہر اک پہ انعام ہے خدا کا یہ انعام و اکرام ہے
اُنہی پر فقط دیں کا اتمام ہے اُنہی کی محبت، بس اسلام ہے

ہائیکو:

ہائیکو بنیادی طور پر جاپانی صنفِ ادب ہے۔ اردو ادب میں ہائیکو کا پہلا تعارف شاہد احمد دہلوی کے ماہنامہ "ساقی" کی وساطت سے ۱۹۳۶ء میں ہوا جب انہوں نے اس پرچے کا جاپان نمبر نکالا۔ ابتداء میں اُردو شعراء تین مصارع کو ہائیکو کہتے تھے جس کے مصارع کسی خاص وزن کے پابند نہیں تھے۔ لیکن بعد میں اوزان کا خیال رکھا جانے لگا۔

ہائیکو کی مقبولیت میں دبستانِ کراچی نے مرکزی کردار ادا کیا۔ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں جب مشاعروں کی سرپرستی میں جاپانی کونسلیٹ نے دلچسپی شروع کی تو راغب مراد آبادی جیسے ماہرِ عروض و لسانیات سے لے کر محسن بھوپالی، اقبال حیدر، فراست رضوی اور وضاحت نسیم تک بے شمار شعراء نے ہائیکو کہی ہے۔ پاکستان میں ہائیکو کہنے کے لیے موضوع کی کوئی قید نہیں۔ کئی شعرا کے ہائیکو کی صنف میں مکمل مجموعے منظرِ عام پر آئے۔

۲۰۱۹ء میں مشہور شاعر سید نور الحسن نور نورابی عزیزی کا مکمل نعتیہ ہائیکو کا مجموعہ "سورج نکلا ہے" اشاعت پذیر ہوا جس میں حمدیہ اور دعائیہ کے علاوہ سو نعتیہ ہائیکو شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے ہائیکو میں سیرتِ اطہر، اخلاق و کردار، غزوات و معجزات، دیارِ رسول ﷺ، روضہ اطہر اور سنہری جالیوں کا خوب عقیدت سے ذکر کیا ہے۔

برسیں گے انوار
نور سجاؤ بزمِ نبی ﷺ
دل ہو گا سرشار

اِدھر اُدھر مت گھوم

اے دل! ہادیٔ عالم کے
نقشِ قدم کو چوم

(سید نور الحسن نور نوابی)

ابو عمار محمد نعیم اختر نے ہائیکو سمیت کئی خوبصورت انداز اپنا کر اپنی نعتیہ شاعری کو دوام بخشا ہے۔ آپ کی کتاب "ندائے عقیدت" اپریل ۲۰۱۶ء میں منظر عام پر آئی۔ جس میں حمدِ باری تعالیٰ، مدحتِ رسول ﷺ وصحابہ رضوان اللہ پہ آپ نے خوب قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔

اللھم صلے علیٰ سیدنا محمد ﷺ، اللھم صلے علیٰ سیدنا محمد ﷺ
اللہ دے حبیب ﷺ نے اے شان ویکھو پایا اے
کنکر اں نے کلمہ وی پڑھ کے سنایا اے
پڑھ توں ویکھ تینوں رب فرمایا اے
اللھم صلے علیٰ سیدنا محمد ﷺ، اللھم صلے علیٰ سیدنا محمد ﷺ

عظیم آمروہوی نے اس جاپانی صنف سخن میں خوب نعتیہ تجربہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

جو بشیر ہے، جو نذیر ہے، وہی دو جہاں کا امیر ہے
جو رسول آئے ہیں دہر میں وہ عظیم سب، یہ بجا مگر
نہ مرے نبی ﷺ کی مثال ہے نہ مرے نبی کی نظیر ہے

ماہیا میں نعت:

ماہیا پنجابی سے اُردو میں آیا ہے۔ ماہیا کے لیے "ٹپہ" کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔ یہ بنیادی طور پر پنجاب کی رہتل بہتل میں رچا بسا ہوا محبت کا گیت ہے۔ اردو ماہیے میں چراغ حسن حسرت اور ہمت رائے شرما (نارووال، پنجاب) کو اولیت حاصل ہے۔ نعتیہ ماہیے میں پیر نصیر الدین نصیر شاہ صاحبؒ (گولڑہ شریف) نے انتہائی خوبصورت انداز اپنایا اور آقا علیہ السلام کی تعریف و توضیع کے لیے ماہیے میں ایک منفرد مقام حاصل کیا ہے۔ شاہ صاحب کے اکثر ماہیے (مفعول مفاعلین) کے وزن پر ہیں:

بگڑی کو سنواریں گے
دکھ درد کے عالم، تجھ کو ہی پکاریں گے

کیوں اور کسی گھر سے
جو کچھ ہمیں ملنا ہے، ملنا ہے ترے در سے
چوکھٹ تری عالی ہے
کچھ بھیک ملے آقا، جھولی مری خالی ہے
ملنے ہی نہیں جاتا
شاہوں کو ترا منگتا، خاطر میں نہیں لاتا
اب کون ہمارا ہے
دولہا شبِ اسرا کے، اک تیرا سہارا ہے۔

نعتیہ گیت:

دورِ جدید میں جہاں سماجی رابطوں (سوشل میڈیا) میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے وہاں لوگوں کے اذہان میں جو جدت کا تصور نمایاں ہوا ہے اس میں موسیقیت ایک الگ ہی مقام رکھتی ہے۔ جب تک کسی بھی منظر کشی (ویڈیو یا تصاویر) میں موسیقی (میوزک) کا تڑکا نہ لگے اس وقت تک ہماری نسل کے ذہنوں میں وہ بات بٹھانا ہی مشکل ہے۔ اسی کا ادراک کرتے ہوئے شعرائے کرام نے اس صنف پہ بھی خوب طبع آزمائی کی اور اپنے اشعار کا رخ جب گیت کی جانب موڑا تو محبانِ رسول و رسالت ﷺ نے نعت میں گیت، یا گانے کی طرز میں اضافہ کیا۔ چہ جائیکہ موسیقی میں مختلف مکاتبِ فکر میں اختلاف واضح ہے مگر موضوع کی مناسبت سے ہمارے لیے اس صنف کو چھوڑنا نعت کہنے والوں کے ساتھ بے انصافی ہو گی۔ اس میں کئی طرزوں کے گیت ملتے ہیں بعض اوقات دو اشعار تو کبھی چار اشعار ہم قافیہ اور ہم وزن ہوتے ہیں اور اس بند کے بعد تکراری شعر ہوتا ہے جس پہ گانے والا وقف کرتا ہے اسے دھراتا ہے پھر ترنم اور ساز کو ملایا جاتا ہے۔ اس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں، یہاں ہندوستان کے مشہور و معروف شاعر محمد شفیع خان المعروف بیکل اتساہی کے ایک نعتیہ گیت کی خوبصورت مثال پیش کی جا رہی ہے۔ جنہوں نے ترنم باندھنے اور نعتیہ گیت میں سب کو پیچھے چھوڑا ہے۔

ساقیٔ حوضِ کوثر حبیبِ خدا مونس بیکساں حشر کا آسرا
اے چٹائی نشیں اے شہ دوسرا سرورِ انبیا احمدِ مجتبیٰ ﷺ

گیسوؤں والے، اے کملی والے سجن
مسکرا دو تو عالم بدل جائے گا

یہ مہکتے ہوئے گل چمن در چمن یہ گلاب اور یہ نرگس و نسترن
سبزہ زاروں کی رعنائیوں کی پھبن لے اڑی ہو صبا بوئے مشکِ ختن
یہ پپیہاوہ کوئل ہوئی نغمہ زن
مسکرا دو تو عالم بدل جائے گا

دونوں جگ سے سگھرا آمنہ کا للن چومیں چاندو سُرج جھکے کومل چرن
جہکا مرجھل جھلے خُلد کا بانکپن جہکی چوکھٹ بہارے ارم کی پون
کہکشاں کہہ رہی ہے یہ ہو کے مگن
مسکرا دو تو عالم بدل جائے گا

غزلیہ نعت:

اصطلاحِ شاعری میں غزل سے مراد وہ صنفِ نظم ہے جس کا ہر ایک شعر الگ اور مکمل مضمون کا حامل ہو اور اس میں عشق وعاشقی کی باتیں بیان ہوئی ہوں خواہ وہ عشق حقیقی ہو یا عشقِ مجازی۔ غزل کا ہر شعر ایک جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اور فی نفسہٖ مکمل ہوتا ہے۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہر دور میں نعت گوئی کے لیے بھی جو صنفِ شعر مقبول ترین رہی ہے وہ بلاشبہ غزل ہے۔ اکیسویں صدی میں بالخصوص نعت میں غزلیہ طرز پہ بہت کام ہوا ہے یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ اکیسویں صدی نعت کی صدی ہے اور اس صدی میں نعت کی ترویج کا سب سے بڑا ذریعہ شعراء کے نزدیک غزل کی ہیئت ہے۔ محمد علی ظہوری، عبدالستار نیازی، محمد اعظم چشتی، صائم چشتی، مظفر وارثی، اعجاز رحمانی، ابرار الحق شاکر، بشیر احمد رضوی، عبدالرحمٰن عبد، حافظ محبوب الٰہی، عبدالعزیز خالد، سجاد سخن، سہیل غازی پوری، سید نظر زیدی، اکرم کنجاہی، خالد احمد، ضیاشہبازی، مرزا حفیظ اوج، وحید احمد، خالد علیم، انجم نیازی، انور جمال، منظر عارفی، جمشید اعظم چشتی، احمد حاطب صدیقی، ضیغم مغیرہ، طاہر صدیقی، افتخار عارف اور سید صبیح رحمانی جیسے جید شعراء نے زیادہ

تر غزل ہی کی ہیئت میں لکھا ہو اکلام پڑھا اور داد پائی اس کے علاوہ کئی دیگر نام موجود ہیں جنہوں نے غزلیہ طرز پہ نعت لکھی۔ اس کے علاوہ موجوہ دور کی مشہور نعت گو شاعرات میں جن کے نعتیہ مجموعے معرض وجود میں ہیں اس کی اولین صف میں اختر محل اختر، زاہدہ خاتون شیروانیہ، انوری بیگم، انیسہ ہارون شیروانی، سیدہ سردار بیگم اختر، مبارز النساء، سردار انوری بیگم، خورشید آرا بیگم، قمر جہاں، مخفی بدایونی، محجوب سیتاپوری، نور الصباح نور، ادا جعفری، پروین شاکر، شاہدہ حسن، شہناز نور، فاطمہ حسن، گلنار آفریں، وضاحت نسیم، رضیہ سبحان، شاہدہ لطیف اور عہدِ حاضر کی دیگر شاعرات شامل ہیں۔

اگر کوئی صاحب موزوں طبع شاعر ہیں تو غزلیہ نعت کہنا یا شروع کرنا ان کے لیے آسان ہو گا۔ ڈاکٹر خورشید رضوی صاحب کے مطابق "غزل نعت کی تشبیب ہے۔ غزل گوؤں کا نعت نگاری کی طرف آنا تمام غزلیہ شاعری کو جواز فراہم کرتا ہے۔" چند ایک نعتیہ غزل کے نمونے پیشِ خدمت ہیں۔

رب کی رحمت ہے کہ لب پہ ترا نہ اُن کا — فخر ہے اپنے لیے ذکر سنانا اُن کا
طور پر کوئی، کوئی چوتھے فلک پر پہنچا — ہے جدا سے مگر عرش پہ جانا اُن کا
شاہد عظمت صدیقہ عالم ہے کہ ہے — حجرۂ عائشہ تا حشر ٹھکانہ اُن کا
اُن کے اصحاب بھی یکتا ہیں زمانے میں بشیر — جیسے بے مثل ہے دنیا میں گھرانہ اُن کا

(پروفیسر حافظ بشیر احمد رضوی صاحب، پنڈی گھیب)

نصیب جن کے بھی بیدار ہوتے جاتے ہیں — غلامِ سید ابرار ہوتے جاتے ہیں
بھٹک رہے تھے جو کل میر کارواں کے لیے — وہ لوگ قافلہ سالار ہوتے جاتے ہیں
یہ نُورؔ، نورِ رسالت مآب کا ہے کرم — چراغِ فکر ضیا بار ہوتے جاتے ہیں

(نور الدین نُورؔ صاحب، کراچی)

شرف ملے نہ ملے اور کوئی کیا غم ہے — حضور ﷺ آپ کی امت میں ہونا کیا کم ہے
حضور ﷺ آپ کا جس لمحے میں ظہور ہوا — تمام صدیوں کا سر اس کے سامنے خم ہے

حضور ﷺ کہتا رہے عبدؔ آپ کی نعتیں کہ اس کی روح کے زخموں کا یہ ہی مرہم ہے

(عبدالرحمٰن عبدؔ صاحب سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ اردو، پنڈی گھیب)

مدینے میں ہونے کو جی چاہتا ہے وہیں مَر کے سونے کو جی چاہتا ہے
ٹکا کر نِگہ سبز گنبد پہ اپنی یہ پلکیں بھگونے کو جی چاہتا ہے
ہوس کے مریضوں کی بنجر زمیں میں گُلِ عشق بونے کو جی چاہتا ہے
مجانینِ لیلیٰ کو عشقِ نبی کی چھبن سی چھبونے کو جی چاہتا ہے

(مفتی سعید احمد صاحب، لاہور)

تری صورت ازل کی ابتداء ہے تری سیرت ابد کی انتہاء ہے
ترے فرمان کی عظمت ہے کتنی ترے لہجے میں یزداں لب کشا ہے
چراغِ آرزو جب بجھ گیا ہو تو پھر محروم رکھنا کیوں دوا ہے
جو بچ جاؤں گناہوں کی سزا سے یہ تیرا ہجر ہی کیا کم سزا ہے (ﷺ)

(ڈاکٹر حسین محی الدین قادری صاحب)

بیسویں اور اکیسویں صدی میں ہیئتِ نعت میں تبدیلیوں کا تقابلی جائزہ

"جب اردو شاعری کا مرکز دکن سے دہلی منتقل ہوا تو اردو شاعری کی طرح نعت کے اسالیب اور زبان میں نکھار پیدا ہوا۔ چنانچہ نعت گوئی اب صرف باعثِ ثواب و برکت نہیں رہی بلکہ اسے فنی اعتبار بھی حاصل ہوا۔

قیام پاکستان سے لے کر آج تک جہاں غزل کے مضامین اور موضوعات میں بے شمار جدتیں پیدا ہوئیں وہیں نعت میں بھی تازگی اور فنی تجربے کے خوبصورت نمونے سامنے آئے، نیا اسلوب، نئے تشبیہ و استعارات، ندرتِ فکر و خیال، قلبی عقیدت کا والہانہ اظہار، جذبہ و احساس کی رفعت، جمالِ سرکارؐ کا ذکرِ نکہت افزا، حسنِ سیرتِ رسول ﷺ کا اظہار، فریاد و استغاثہ کی پر سوز لے، تہذیب اسلامی کی رعنائی اور حرف و معنی کی تابندگی نے جس نئے طرزِ احساس کو جنم دیا وہ بیسویں صدی کی آخری نصف دہائی کا طرہء امتیاز ہے، بلاشبہ یہ عرصہ نعت کا سنہری دور کہا جاسکتا ہے۔

بیسویں صدی کی آخری دہائی اور اکیسویں صدی کے پہلے پندرہ سالوں میں تخلیقی تسلسل اور فنی ارتقا کے ساتھ جس طرح غزل میں نئے مضامین، موضوعات اور جدید تر لب ولہجہ کی چمک دمک نے فروغ پایا اسی طرح نعت میں بھی نئی دنیائیں دریافت کرنے کا عمل بتدریج آگے بڑھا اور تخلیقی تسلسل کی جاندار روایت بھی پروان چڑھی۔ اس عرصہ میں اردو نعت میں فکر وخیال اور اظہار و ابلاغ کے جو زاویے سامنے آئے اور جس طرح نعت کے کینوس میں وسعت پیدا ہوئی اسے الگ سے پہچاننا مشکل نہیں۔ اکیسویں صدی کی نعت بھی قیام پاکستان کے بعد لکھی گئی نعت کی طرح اس بات کی غماز ہے کہ آج بھی محبتِ رسول ﷺ اور عشقِ مصطفےٰ ﷺ کے چراغ ضوفشاں ہیں، نئی نعت میں جمالِ مصطفےٰ ﷺ کی ثناء بھی ہے اور سیرتِ مصطفےٰ ﷺ کی ضیا بھی، سرکارِ دوعالم ﷺ سے عقیدت کا اعتراف بھی ہے اور قلبی تعلق کا انکشاف بھی، قومی وملی مسائل کا بیان بھی ہے اور ذاتی الجھنوں کا اظہار بھی، عصری معاملات بھی ہیں اور کائناتی مسائل کا ادراک بھی، دامانِ رحمت پناہ ﷺ کی وسعتوں کا تذکرہ بھی ہے اور عفوودرگزر طلبی بھی، الغرض جدید نعت ہر زاویے سے ارتقا کی نئی منزلیں بھی سر کر رہی ہے اور بشارتیں تحریر کرنے کا کیف آور کام بھی سرانجام دے رہی ہے۔ معروف نعت نگار ریاض حسین چودھری لکھتے ہیں "اکیسویں صدی کا آغاز کائناتِ نعت میں اظہار وابلاغ کے نئے آفاق کی تسخیر کے عزمِ نو اور ولولۂ تازہ کے ساتھ ہوا ہے، اس تخلیقی، تہذیبی، روحانی اور وجدانی سفر کے ابتدائی مراحل ہی میں تفہیمِ نعت کے امکانات کی نئی دنیاؤں کی دریافت کے آثار دکھائی دینے لگے ہیں، افقِ دیدہ و دل پر جدید حسیت کا بھرپور احساس نئے امکانات کو واضح اور روشن کر رہا ہے"۔ (جدید اردو نعت کی صورت پذیری کا موسم۔ نعت رنگ۔ شمارہ ۱۷ص۔ ۶۳)

بیسویں صدی کی آخری دہائی میں نعت جن نئے ذائقوں کے ساتھ صورت پذیر ہوئی وہ اکیسویں صدی کا ابتدائیہ کہا جاسکتا ہے، نئی نعت صرف لسانی اور ہیئتی تجربوں کی حامل ہی نہیں بلکہ حرف ومعنی، مضامین ومفاہیم، فکر ونظر اور فنی وتکنیکی ارتقا کے حوالے سے بھی نئے اور روشن تر راستوں سے مزین ہے، نئی نسل روایت سے اکتساب کے ساتھ ساتھ نئے موسموں سے بھی رنگ وبو کشید بھی کر رہی ہے۔ سوچ، زبان وبیان میں نیاپن بھی نمو پا رہا ہے اور کائناتی سچائیوں کے ساتھ حقیقت پسندی کا اظہار بھی پوری توانائی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ نئی نعت کے منظرنامے میں

عہدِ حاضر کی سسکتی اور بلکتی انسانیت کی آہیں بھی موجود ہیں اور معاشرے میں پھیلتی ناانصافی اور ظلم وجبر کے خلاف احتجاج کی صدائیں بھی موجود ہیں۔ جدید تر نعت میں مسلم امہ کی محرومیوں اور عصرِ موجود کی زوال آمدہ ساعتوں کا نوحہ بھی رقم ہو رہا ہے اور تہذیبی، اخلاقی، انسانی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور نظریاتی عمارت کی سلامتی کی دعا بھی مانگی جارہی ہے۔ توہین آمیز خاکوں کے خلاف صدائے احتجاج اور ستمبر گیارہ (۹/۱۱) کے بعد پیدا ہونے والی صورتِ حال بھی نعت کے موضوعات میں شامل ہے۔ گویا نئی نعت موضوعات اور مضامینِ نو کا ایک سیلِ بے پناہ ہے جس میں الفاظ ومعانی، نئے رنگ، نئے ڈھنگ، علامت، تراکیب، تشبیہات، استعارے، تلازمے اور فکر وخیال کی نئی جہتیں نکھر نکھر کر جدید تر نعت کا حصہ بنتی چلی جارہی ہیں۔ اکیسویں صدی کی نعت اسوۂ حسنہ، جذبہ و احساس، عصرِ حاضر کے اضطراب اور انسانی رویوں کی تہذیبی صورت گری کی خواہش و کوشش کا جدید علامتی اور استعاراتی منظر نامہ بن گئی ہے۔

شانِ انؐ کی سوچیے اور سوچ میں کھو جایئے نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جایئے
(خورشید رضوی)

سورج تھا میرے ساتھ نہ ہمراہ ستارے میں آگے بڑھی اسمِ محمدؐ کے سہارے
(حمیرا راحت)

سلام اس ذاتِ اقدس پر مدینہ جس کا مسکن ہے سلام اس پر کریں جبرئیل جس کے در کی دربانی
(عائشہ امۃ اللہ تسنیم)

تختی لکھی تو اسیؑ نام سے آغاز کیا جس کو معبود نے ہر نام سے اوپر رکھا
(افتخار عارف)

ترےؐ بحرِ حقیقت میں نمود اپنی حبابی ہے ترےؐ ہونے سے قائم ہوں مرا ہونا نہ ہونا کیا
(سید نصیر الدین نصیرؔ شاہ)

اشکوں کو زمیں پر بھی میں گرنے نہیں دیتا سرمایہ تیریؐ یاد کا ہے دیدۂ تر میں
(انور مسعود)

گیا تھا جب تو کوئی اور آدمی تھا میں میں اپنے آپ سے واقف ہوا مدینے میں
(امجد اسلام امجد)

نعت گوئی میں شعری ہیئتوں کی آزادی

نعت گوئی اردو شاعری کی اعلیٰ ترین قدروں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا تعلق چونکہ اس ذاتِ اقدس ﷺ سے ہے جس ذات اقدس ﷺ نے صدیوں کی تاریک دنیا کو انسانیت اور تہذیب کے سورج کا اجالا بانٹا، جس کے بارے میں شاعر نے کہا ہے: "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔" نعت گوئی یوں تو بہت آسان لگتی ہے۔ لیکن غور سے جسم و دل واکر کے دیکھیے تو بہت مشکل کام ہے۔ چونکہ شاعر کو نعت کہتے وقت اس کا پاس ولحاظ رکھنا از حد ضروری ہے کہ آداب شریعت بھی اس کے ہاتھ سے نہ چھوٹیں اور آدابِ عشق رسالت ﷺ سے بھی اس کے دل و دماغ مامور ہوں۔

نعتیہ شاعری میں نہ صرف شعر و سخن کی آزمائش ہوتی ہے بلکہ اس کسوٹی پر عقیدۂ توحید و رسالت اور عشق حقیقی کی پرکھ بھی بدرجہ اتم ہوتی ہے، اس لیے اربابِ سخن نعتیہ شاعری کو دو دھاری تلوار سے تشبیہ دیتے ہیں کہ اگر اس میں ذرا بھی ترمیم و تنسیخ یا افراط و تفریط کا شائبہ ہو گیا تو سامان بخشش بننے کے بجائے طوق کفر و ضلالت بھی بن سکتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

میاں! یہ عشق ہے اور آگ کی قبیل سے ہے کسی کو خاک بنائے، کسی کو زر کر دے

نعت گوئی میں زبان دیکھی جاتی ہے نہ بیان پر نظر جاتی ہے اور نہ ہی فنی نکات تلاش کیے جاتے ہیں۔ اس کی روح صرف اخلاص اور محبت رسول ﷺ ہے۔ اگر بات دل سے نکلی ہے تو دلوں پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں وہ نذرانہ عقیدت اور محبت قبول ہو جائے تو اشعار کو حیات جاوید انی نصیب ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نعت میں شعری ہیئت کی آزادی ہر دور میں ہر شاعر کے لیے موجود رہی ہے۔

اکیسویں صدی میں ہیئت نعت کے انسانی زندگی پر اثرات

اہل علم و فن جہاں اس حقیقت کے قائل ہیں کہ شاعری ایک خداداد فن و صلاحیت ہے وہیں اس کے بھی معترف ہیں کہ نعت گوئی بذات خود ایک خاص نعمت خداوندی اور فضلِ ربی ہے، جس کی بنیادی خشت و الفتِ شاہِ مدینہ اور آپ ﷺ کی اتباع سنّت ہے، کیونکہ بنا الفت وحبّ نبی ﷺ اور بغیر اتباع سنت یہ پڑھائی، لکھائی کا کوئی فن تو ہو سکتا ہے مگر در حقیقت نعت نبوی ﷺ ہر گز نہیں ہو سکتا۔

باطنی وجود میں جتنی روشنی ہو گی، ظاہری سطح پر اس کا اتنا ہی انعکاس ہو گا۔ جب باطن میں

الوہی طلعت اترتی ہے تو ذہن کے تمام منطقوں کو اس طرح منور کر دیتی ہے کہ سارے تاریک خیالات دور بھاگنے لگتے ہیں اور صحت مند خیالات کا نمو ہونے لگتا ہے اور پھر انسان تاریکی سے روشنی، ظلمت سے نور کے حلقے میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے وجود میں ایک ایسا سورج طلوع ہوتا ہے جو اس کے ذہنی اور روحانی وجود کے ساتھ سفر کرتا رہتا ہے۔ یہی روشنی سچائی کا استعارہ ہوتی ہے اور روشنی کا یہی شجر اپنی تمام تر شاخوں کے ساتھ زمینِ احساس پر پھیلنے لگتا ہے تو اظہارات کی نت نئی کونپلیں کھلنے لگتی ہیں۔ یہیں کونپلیں انسان کو بھلی لگتی ہیں اور انہیں کونپلوں کی خوشبو انسانی جسم و روح کو معطر کرتی ہے، پھر یوں ہوتا ہے کہ انسان کونپلوں کی مسکراہٹ سے مسخر ہوتا ہے۔ پس یہ اظہار ہی ہے جو انسان کو مسخر کرتا ہے اور اس کی جسم وروح کو معطر کرتا ہے۔ پھر جب بات مسلمانوں کے آقا و مولا، شفیعِ محشر، سرورِ کائنات، رسول، اقدس و مکرم ﷺ کی ہو تو پھر الفاظ محض الفاظ نہیں رہتے بلکہ ان الفاظ کے سحر میں کئی غیر مسلم بھی جکڑے جاتے ہیں اور خود کو آقائے نامدار ﷺ کی غلامی میں پیش کر دیتے ہیں۔ نعت چاہے جس ہیئت میں بھی ہو گی اسے سننے والا اس کے سحر میں گرفتار ہو گا۔ نعت کوئی بڑا شاعر کہے یا چھوٹا شاعر، کوئی پڑھا لکھا کہے یا ان پڑھ، اگر وہ لفظوں کی شمع جلانا جانتا ہو گا تو لوگ اس کے پروانے بن جائیں گے۔ جس ذاتِ قدسی ﷺ کی تعریف خود ربِ کائنات، خدائے وحدہٗ لاشریک کرتا ہو، جس ذاتِ گرامی ﷺ پہ ربِ ذوالجلال والاکرام کے فرشتے ہر وقت سلام و تسلیمات کرتے ہوں وہاں اس ذاتِ اقدس ﷺ کے حضور ایک انسان کے الفاظ کوئی معنی نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت ہر رنگ میں، ہر دور میں، ہر سطح پہ اپنا اثر اور اپنا مزاج رکھتی ہے۔ جس کے انسانی زندگی پہ اثرات اس قدر ہیں کہ کئی ایک مثالیں موجود ہیں کہ غیر مسلموں نے بھی نعت گوئی کر کے دکھائی اور نہائیت خوبصورت الفاظ کا استعمال کیا۔ چہ جائیکہ کے نعت ایک نازک اور حساس معاملہ ہے جس میں الفاظ اور ذہن کی ذرا سی کوتاہی بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں ناقابلِ قبول ہے مگر اس کے باوجود ہر شاعر نعت ضرور کہتا ہے اور اس نعت کے اثر سے ہی اس کی ساری شاعری کو فیض نصیب ہوتا ہے۔ نعت انسان کے اندر پاکیزگی اور حبِ رسول ﷺ پیدا کرتی ہے۔ نعت سیرتِ رسول ﷺ کے بیان کا بہترین ذریعہ ہے۔

موجودہ حالات میں جہاں شاعری کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا وہیں شعرائے کرام کی نعت کے لیے خدمت بھی قابلِ تحسین ہے، جنہوں نے انسانی سوچ کے زاویوں کے مدِ نظر رکھتے

ہوئے جدید اسلوب میں شاعری کی اور نعت کی ہیئت میں بے شمار تبدیلیاں کر کے اس کے معاشرے پہ مثبت اثرات مرتب کیے ہیں۔

صدیاں طلوع ہوتی ہیں اس رخ کو دیکھ کر کہتے ہیں جس کو وقت ہے صدقہ حضورؐ کا

(ریاض مجید)

پاؤں رکھ رکھ کے گھروندے وہ بنایا کرتا (ﷺ) میں خنک ریت کا بے نام سا ٹیلہ ہوتا

(ریاض حسین چودھری)

اثر ذکرِ محمدؐ کا سحر ہوتا ہے یوں جیسے کوئی گم گشتہ کشتی دامنِ ساحل میں آجائے

(سحر انصاری)

جلالِ حُسنِ رسالت ماب دیکھا ہے حرا نے نورِ خدا بے حساب دیکھا ہے

(پروین جاوید)

جہاں تک نعت گوئی سے معاشرہ کی اصلاح، تہذیب معاشرت، سماجی برائیوں کے انسداد، عظمت انسانیت کا فروغ اور اشاعت و تبلیغ دین کا کام لینے کا تعلق ہے، اس بارے میں اردو نعت نگاروں کا وہ طبقہ قابلِ صد تحسین بھی ہے اور قابلِ پزیرائی بھی، جن کی نعتیں مذہبی و دینی موضوعات پر مشتمل مذکورہ بالا افادی تقاضوں کی مکمل طور پر آئینہ دار ہیں اور جو سردارِ انبیاء ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ کو اپنی نعتیہ شاعری کا بنیادی موضوع بنائے ہوئے ہیں۔ نعتیہ شاعری، مذہبی شاعری کے اولیات میں شامل ہے جس کا تعلق دینی احساس، عشق رسول ﷺ اور صدق و اخلاص سے ہے۔ قرآن و حدیث، مضامین نعت کے بنیادی مآخذ ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے "خلق محمدی ﷺ" کی تعریف میں "خلقہ القرآن" کہہ کر پوری آسمانی کتاب کو نعت کے موضوع سے متعلق کر دیا۔

ہیئتِ نعت، اکیسویں صدی اور آئندہ کی حکمتِ عملی

نعت کے قدیم اور جدید اسلوب نعت گوئی کا فن قرآن و حدیث سے لے کر قدیم آسمانی کتب اور آپ ﷺ کی بعثت سے لے کر زمانہ حال تک ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے۔

اردو کی نعتیہ شاعری کا مستقبل دراصل اس کی بے پناہ مقبولیت سے ظاہر ہے۔ اور یہ مقبولیت دراصل رسول کریم (ﷺ) کی شخصیت کا اعجاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج شاید ہی اردو کا کوئی ایسا

شاعر ہو گا جس نے دو چار نعتیہ شعر نہیں کہے ہوں۔ خواہ وہ غیر مسلم شعراء ہوں یا ترقی پسندی اور جدیدیت سے وابستہ مغربی نظریات کے ماننے والے شعراء ہوں۔ خصوصاً اکیسویں صدی کے ساتھ بر صغیر ہند و پاک میں جس بڑے پیمانے پر نعتیہ شاعری ہو رہی ہے، نعتیہ مشاعرے منعقد کیے جا رہے ہیں کثرت سے نعتیہ اور مجموعہ ہائے کلام کی اشاعت ہو رہی ہے، ساتھ ہی اشاعتی ذرائع (پرنٹ میڈیا) کے ساتھ برقیاتی ذرائع ابلاغ (الیکٹرانک میڈیا) میں نعت پر گفتگو ہو رہی ہے، نعت خوانی کی محفلیں منعقد کی جا رہی ہیں، جس طرح آج نعت پر یونیورسٹیوں پر تنقیدی و تحقیقی کام ہو رہا ہے ان سب باتوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج اردو ادب میں ایک نعتیہ تحریک برپا ہو چکی ہے جس کے ذریعہ آج سیرت کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کا فریضہ انجام دیا جا رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ نعت گوئی کے مستقبل کا جائزہ اس کے ماضی اور حال کے آئینے میں ہی لیا جا سکتا ہے اور یہ ایک وسیع و عریض موضوع ہے جس پر مسلسل کام ہو رہا ہے۔ نعتیہ انتخابات، نعت سے متعلق رسائل و مجلات اور تحقیقی و تنقیدی مقالات کی کثرت اردو نعت گوئی کے روشن امکانات کا اشاریہ ہے۔

ادب کی تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ہر دور میں نئی سوچ، موضوعات و مسائل جنم لیتے رہے ہیں، جن سے تخلیقی رویوں کی نئی نئی کونپلیں پھوٹتی رہی ہیں، جن سے ادب کے جمالیات اور شعریات میں ایک شادابی ضرور رہتی ہے، نعتیہ ادب کا اعجاز یہ ہے کہ جس طرح مختلف مذاہب کے ماننے والے ڈوب کر اور محبت و عقیدت کے ساتھ نعتیہ شاعری کرتے رہے ہیں، ٹھیک اسی طرح مختلف مکتبۂ فکر اور ادبی نظریات کے ماننے والے شعراء بھی جب نعتیہ شاعری کرتے ہیں تو پوری فنی بصیرت اور قلبی کیفیت کے ساتھ اظہار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر احمد ندیم قاسمی اپنی ایک نعتیہ غزل میں یوں عقیدت کا اظہار کرتے ہیں:

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا اس کی دولت ہے فقط نقش کف پا تیرا
پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم مجھ کو جھکنے نہیں دیتا یہ سہارا تیرا
مجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ جیسے شاعری کو نسل در نسل منتقلی کے لیے شعراء نے سامان اور اسباب فراہم کیے ویسے ہی نعتیہ شاعری کو بھی نسل در نسل منتقل کرنے کے لیے شعراء نے نعت

کی ہر ہیئت پہ کام کر کے اسے امر کر دیا۔ اب دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے نعتیہ کلام میں کوئی کمی آئے گی اور نہ ہی اس کی افادیت سے انکار ممکن ہو گا۔ جب تک زبان کا وجود ہے اس کے چاہنے والے اپنے اپنے دور کے مطابق اس میں نئے اسلوب وضع کر کے نعت کو مقدم کرتے جائیں گے اور یوں نعت ہر نسل میں بآسانی منتقل ہوتی جائے گی۔ یہ مسئلہ مسلمانوں کے لیے سانس لینے کی حد تک اہم ترین ہے کیونکہ نعت ہمارے آقا علیہ السلام کی ذات سے جڑی ہوئی ہے۔ جب تک ایک مسلمان بھی دنیا میں موجود ہے نعت اس کی زبان سے ادا ہونے والی ایک فطری نعمت ہے جسے لفظوں کی ضرورت نہیں، جسے کسی ہیئت کی ضرورت نہیں، جسے کردار کی روشنائی سے نکل کر عقیدت و محبت سے مربوط کرتا ہوا ہر مسلمان تادمِ آخر اس کا حق ادا کرتا رہے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم معاشرے کی آبیاری کے لیے نعت کو حکومتی سطح پر خوب پذیرائی حاصل ہو جائے۔ اور معیاری نعتیہ شاعری کی ترویج اور شعراء کی حوصلہ افزائی ہر سطح پر ہونی چاہیے۔ تاکہ ہمارے ملکِ پاکستان میں درست اسلامی نظریہ حیات کو فروغ دینے میں شعرائے کرام اپنا کردار آزادی سے نبھا سکیں اور معاشرے کے ہر فرد تک حبِ رسول ﷺ اور ختمِ رسالت ﷺ کا پیغام بآسانی پہنچایا جا سکے۔

اختتامیہ

نعت کی شعری ہیئتوں کے تناظر میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ نعت آج تک ہر ہیئت میں آزاد اور ہر شاعر کے لیے مقدم رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نعت کی پذیرائی کے لیے اپنے آپ کو فعال کریں۔ جس قدر ہو سکے نعت کی ہر صنف کی ترویج میں اپنا کردار ادا کریں۔ اسے حکومتی و عالمی سطح پر لے جانے کے لیے اپنے طور اقدامات کریں۔ اسی سلسلے میں "حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) فار ریسرچ اِن نعت لٹریچر، منہاج یونیورسٹی لاہور اور نعت فورم انٹرنیشنل" کے باہمی اشتراک سے منعقدہ "چوتھی قومی ادبی نعت کانفرنس ۲۰۲۵ء" نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ امید کرتا ہوں کہ ارباب اختیار کی جانب سے لگائے جانے والے اس پودے کو خوب آبیاری نصیب ہو گی اور معاشرے کا ہر فرد اپنے حصے کا کام ضرور کرے گا۔ دعا ہے کہ ربِ کریم ہمیں نعت کی فیض یابی سے ہمکنار ہونے کی توفیق بخشے۔

(آمین یارب العالمین)

تجھے میں جانِ بہار لکھوں بہارِ جاں کا نکھار لکھوں
تجھے میں لکھوں شہِ دو عالم جہان کا تاجدار لکھوں
شفیعِ محشر، قسیمِ کوثر، انیسِ جاں، غم گسار لکھوں
لکھوں تجھے بے کسوں کا یاور بے آسروں کا قرار لکھوں
نہیں دو عالم میں مثل جس کی تجھے میں وہ شاہکار لکھوں
قلم کو میرے عطا ہو طاقت ثنا تری بے شمار لکھوں
ہے جی میں میرے یہ خواہش انجمؔ کہ نعت اک یادگار لکھوں (ﷺ)

(احقر: حبیب الرحمٰن انجمؔ)

حوالہ جات:

☆ بحوالہ سیرۃ النبی ابن ہشام، ج۔ ا، ص: ۲۰۱، طبع بیروت
☆ سعود عالم، قصیدہ بردہ کے اردو تراجم، تحقیق، تجزیہ: (بانت سعاد کے حوالے سے)، ص: ۷۶
☆ ردائے رحمت، عبد اللہ عباس ندویؔ طبع شدہ، مکتبۂ فردوس، مکارم نگر، لکھنؤ، ص ۶۳
☆ سید ابوالحسن علی ندویؔ، کاروان مدینہ، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوہ، لکھنؤ۔ ص: ۱۷۶
☆ ڈاکٹر سعیدہ پٹیل، ''سید عبد الفتاح اشرفؔ علی گلشن آبادی اور قصیدہ بردہ: ایک تحقیقی مطالعہ'' طباعت، انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ممبئی، ص: ۱۰)
☆ اردو کی نعتیہ شاعری، فرمان فتحپوری، ص: ۷۲
☆ نعت گوئی: ہیئت، اسلوب اور موضوع: اکرم کنجاہی ☆ نعت گوئی: ارتقا اور رجحانات، اکرم کنجاہی
☆ فیضانِ مصطفیٰ ﷺ (نعتیہ کلام) حافظ بشیر احمد رضوی، نعتیہ کلام: ہمارا نبی ﷺ، ابرار الحق شاکر
☆ نشاطِ فکر، (نعتیہ کلام) مفتی سعید احمد، چراغِ سخن، ص: ۳۰۴، مطبوعہ: گلشنِ ابراہیمی، لکھنؤ
☆ فرہنگِ ادبیات، ۳۶۳ 364 / ؛ مطبوعہ: مالیگاؤں، مہاراشٹر، جدید اردو نعت، سمت و رفتار
☆ مرتبہ فرہنگِ ادبیات۔ محقق و ناقد سلیم شہزاد صاحب، دیگر بیرونی ذرائع، (انٹرنیٹ، ویکیپیڈیا، اساتذہ کرام، مجموعہ دیگر شعراء وغیرہ)

(نوٹ: مقالے میں اختصار کی احتیاط کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے تاہم اشعار کی وجہ سے صفحات میں اضافہ ہوا ہے۔)

طالبِ دعا: حبیب الرحمٰن انجمؔ

⊙⊙⊙

محمد شعیب مرزا
ایڈیٹر ماہنامہ "پھول"، لاہور

نعت کے فروغ میں بچوں کے رسائل کا کردار

سب سے پہلے میں حسان بن ثابت سنٹر منہاج یونیورسٹی اور نعت فورم انٹرنیشنل خاص طور پر محترم ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی کو چوتھی قومی ادبی نعت کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور شکر گزار ہوں کہ مجھے بھی اس پاکیزہ محفل میں شرکت کا موقع عنایت فرمایا۔

میں اکثر مختلف جہتوں میں کام کرنے والے نمایاں افراد کو دیکھتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے منتخب لوگ ہیں اور وہ لوگ بھی کیسے خوش قسمت ہیں کہ جن کی ساری کاوشوں کا مرکز و محور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں سرشار ہو کر فروغِ نعت ہو۔ ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی کا شمار بھی ایسے ہی خوش نصیبوں میں ہوتا ہے۔ منفرد اور متاثر کن آواز میں نعت پڑھنا، پھر نعت لکھنا، مدحت کی اشاعت اور اس کا تسلسل اور پھر منہاج یونیورسٹی جیسے ادارے میں نعت کے حوالے سے تدریس و تحقیق اور نعت کے فروغ کے لیے کام کرنا اور پھر چار قومی ادبی نعت کانفرنسوں کا انعقاد... یہ کرم نہیں تو کیا ہے۔

نعت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فروغ کا ذریعہ ہے۔ آج جب کفر و الحاد کی آندھیاں چل رہی ہیں، سوشل میڈیا کے ذریعے اذہان کو پراگندہ کیا جا رہا ہے، دجالی فتنے نئی نسل کو گمراہی کی طرف دھکیل رہے ہیں ان حالات میں نعت اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نوجوان نسل کو آگاہ کرنا، پاکیزہ جذبات و احساسات کا فروغ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

بدقسمتی سے ہماری نصابی کتابیں اس ضرورت کو پورا نہیں کرتیں۔ باپ دن رات معاشی مسائل میں الجھے ہوئے ہیں اور مائیں گھریلو مصروفیات اور سو سو قسطوں کے ڈرامے دیکھنے کی وجہ سے اولاد کی تربیت سے غافل ہیں۔ بچوں کو سکول اور ٹیوشن کے بعد جو وقت ملتا ہے وہ موبائل کے استعمال میں صرف ہو جاتا ہے۔ کچھ والدین اگر بچوں پر توجہ دیتے بھی ہیں تو وہ صرف ہوم ورک کروانے تک محدود ہوتی ہے۔ بچوں کی اخلاقی تربیت پر بہت کم والدین توجہ دیتے ہیں۔

میرے مقالے کا عنوان ہے۔ "نعت کے فروغ میں بچوں کے رسائل کا کردار"۔ میں اس موضوع پر بہت تفصیل سے لکھنا چاہتا تھا مگر دل کے عارضے کا شکار ہو گیا۔ ایک سٹینٹ ڈالا گیا اور

ساری سرگرمیاں محدود ہو گئیں۔ میں نے ڈاکٹر سرور نقشبندی صاحب سے معذرت کر لی مگر ان کا اصرار جاری رہا۔ لہٰذا بہت تفصیل سے تو نہیں البتہ ایک مختصر سا جائزہ پیش کرتا ہوں۔

جو صورت حال میں نے بچوں کی تربیت اور کردار سازی کے حوالے سے بیان کی ہے ان حالات میں بچوں کے رسائل کی موجودگی غنیمت ہے۔ بچوں کے رسائل کسی حد تک بچوں کی تربیت میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے بچپن میں کوئی ایسی کہانی یا نظم بچوں کے کسی رسالے میں پڑھی ہو گی جو آج بھی آپ کو یاد ہو گی اور اس کے اثرات بھی آپ اپنی شخصیت پر محسوس کرتے ہوں گے۔ اسی طرح آج بھی بچے رسائل میں پڑھی گئی کہانیوں، نظموں، مضامین سے سیکھتے ہیں۔ مثبت پہلو یہ ہے کہ بچوں کے تمام رسائل بامقصد تحریری شائع کرتے ہیں جن میں کوئی نہ کوئی سبق پوشیدہ ہوتا ہے۔

یہ ایک الگ بحث ہے کہ پاکستان میں چار کروڑ سے زاید بچوں کے لیے صرف تیس سے پینتیس رسائل شائع ہوتے ہیں اور ان کی مجموعی تعداد اشاعت یا سرکولیشن بھی ڈھائی تین لاکھ سے زیادہ نہیں ہے۔ بچوں کے لیے زیادہ تعداد میں رسائل شائع ہونے چاہئیں۔ منہاج یونیورسٹی کے ذیلی ادارے سکول کالجز کے طلباء کے لیے ایک دور سالے ضرور شائع ہونے چاہئیں تاکہ نصابی ضرورت کے علاوہ اخلاقی تربیت کا عمل بھی جاری رہے۔ اس حوالے سے میری خدمات بھی حاضر ہیں۔

قیام پاکستان سے اب تک بچوں کے لیے جتنے بھی رسائل شائع ہوتے رہے ہیں یا ہو رہے ہیں، ان میں نئے ادیبوں کے علاوہ نامور ادیب بھی لکھتے رہے ہیں۔ ادبی افق پر جتنے بھی بڑے نام ہیں تقریباً سب نے بچوں کے لیے لکھا۔ میرے نزدیک اصل میں بڑا ادیب ہے ہی وہی جو بچوں کے لیے لکھتا ہے یا بچوں کے لیے بھی لکھتا ہے۔ کیونکہ یہ نئی نسل کی کردار سازی کرتے ہیں۔ قوم کا مستقبل محفوظ بناتے ہیں۔ گمراہی کے اندھیرے میں نیکی کے چراغ جلاتے ہیں۔

نعت کے فروغ میں بھی بچوں کے لیے لکھنے والے شاعروں اور بچوں کے رسائل نے اپنا فریضہ بخوبی ادا کیا ہے۔ تمام نامور ادیبوں نے بچوں کے لیے نظموں کے ساتھ نعت بھی لکھی۔ جو مختلف رسائل میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ خاص طور پر ربیع الاول اور رمضان المبارک کے مہینوں میں نعتیں خاص اہتمام سے شائع کی جاتی ہیں۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بہت سے سینئر شاعروں نے نعتیں بڑوں کے لیے لکھیں لیکن ان کے آسان الفاظ اور چھوٹی بحر کی وجہ سے بچوں کے رسائل میں بھی شائع کی گئیں جو بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق بھی تھیں۔

پاکستان کے ابتدائی دور کے شعراء کے علاوہ رفیق احمد خان، خواجہ عابد نظامی، عبد القادر، حفیظ الرحمن احسن، ابصار عبد العلی، تنویر پھول، ضیاء الحسن ضیاء، عباس العزم، قیوم نظر، خالد بزمی، ضیغم حمیدی، شریف شیوہ، امان اللہ نیر شوکت، کرامت بخاری، ریاض احمد قادری، محمد ممتاز راشد، نجمہ شاہین کھوسہ، امجد شریف، یاسمین کنول، نجمہ یاسمین، شہناز مزمل، ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی، ڈاکٹر فرحت عباس اور کئی نام شامل ہیں۔

اسی طرح بچوں کے تمام نمایاں رسائل میں نعتیں شامل اشاعت ہوتی ہیں۔ ان رسائل میں ہمدرد نونہال، تعلیم و تربیت، پھول، ذوق وشوق، ساتھی، مجاہد، نور، ذہین، کوثر، انوکھی کہانیاں، رنگا رنگ، کرن کرن روشنی، تعلیمی ڈائجسٹ وغیرہ۔ یہ تمام ماہانہ رسائل ہیں۔ ان میں سے کچھ اب شائع نہیں ہو رہے۔

میں نے نوائے وقت گروپ کے تحت شائع ہونے والے ماہنامہ "پھول" کی ادارت جون 2003ء میں سنبھالی اور میری ادارت میں پہلا شمارہ جولائی 2003ء کا شائع ہوا۔ میں نے اس میں ہر ماہ حمد اور نعت شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا جو الحمدللہ آج بھی جاری ہے۔ میں علالت کی وجہ سے زیادہ تحقیق اور ("پھول" کی زیادہ فائلیں نہیں دیکھ سکا۔ صرف جنوری 2022ء سے اب تک "پھول" میں جو حمدیں اور نعتیں شائع کی ہیں ان کی شعراء کرام کے نام تحریر کر دیئے ہیں تاکہ محققین کے کام آسکیں۔

سال 2022ء:

جنوری: حمد: ایوب ساگر۔لاہور نعت: شریف شیوہ۔لاہور

فروری: حمد: سائرہ حمید تشنہ۔فیصل آباد نعت: سید غلام معین الحق گیلانی۔گولڑہ شریف

مارچ: حمد: خواجہ محمد عارف۔برمنگھم برطانیہ نعت: مرت احمد، مسقط عمان

اپریل: حمد: شریف شیوہ۔لاہور نعت: ڈاکٹر غنی عاصم

مئی: حمد: حکیم سید شبیر احمد شاہ سمندری۔فیصل آباد نعت: مبشر سعید۔ملتان

جون: حمد: شریف شیوہ۔لاہور نعت: فوزیہ سحر ملک

جولائی: حمد: سائرہ حمید تشنہ۔فیصل آباد نعت: منظر عارفی۔کراچی

اگست: حمد: احمد ندیم قاسمی نعت: سروری حسین نقشبندی۔لاہور

ستمبر: حمد: ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم۔ سرگودھا نعت: فرزانہ چیمہ
اکتوبر: حمد: شریف شیوہ۔لاہور نعت: رانا ارشاد صدیقی۔لاہور
نومبر: حمد: علامہ اقبالؒ (بال جبریل) نعت: علامہ اقبالؒ (بانگ درا)
دسمبر: حمد: انور مسعود۔ اسلام آباد نعت: طاہر رسول بھٹی۔ ابو ظہبی

سال2023ء:

جنوری: حمد: ریاض حسین قمر نعت: تنویر پھول
فروری: حمد: ڈاکٹر عزیز احسن۔ کراچی نعت: فیصل زمان چشتی
مارچ: حمد: ریاض حسین قمر۔ منگلاڈیم نعت: شریف شیوہ۔لاہور
اپریل: حمد: ایم یاسین آرزو نعت: عمران نقوی۔لاہور
مئی: حمد: فریدہ گوہر۔ ملتان نعت: عنبرین صلاح الدین۔لاہور
جون: حمد: ریاض حسین قمر۔ منگلاڈیم نعت: امجد اسلام امجد
جولائی: حمد: ڈاکٹر عبد العزیز چشتی۔ شورکوٹ نعت: خواجہ غلام قطب الدین فریدی
اگست: حمد: فریدہ گوہر۔ ملتان نعت: قمر ریاض۔ مسقط، عمان
ستمبر: حمد: سائرہ حمید تشنہ۔ فیصل آباد نعت: کاشف حیدر۔ یو ایس اے
اکتوبر: حمد: ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی۔لاہور نعت: ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی۔لاہور
نومبر: حمد: محمد ایوب ساگر۔لاہور نعت: رخشندہ نوید۔لاہور
دسمبر: حمد: محمد اجمل شاہد انصاری۔لاہور نعت: (نام نہیں لکھا ہوا)

سال2024ء:

جنوری: حمد: منظر عارفی۔ کراچی نعت: مظہر حسین مظہر۔ میلسی
فروری: حمد: ریاض حسین قمر۔ منگلاڈیم نعت: مظہر حسین مظہر۔ میلسی
مارچ: حمد: محمد اجمل شاہین انصاری۔لاہور نعت: کرامت بخاری۔لاہور
اپریل: حمد: ریاض احمد قادری۔ فیصل آباد نعت: سمیعہ ناز۔ لیڈز برطانیہ
مئی: حمد: شہریار احمد۔ گوجرانوالہ نعت: سید شاکر القادری۔ اٹک
جون: حمد: (نام نہیں لکھا ہوا) نعت: شہاب صفدر

جولائی: حمد: تنویر پھول۔ امریکہ نعت: احمد ندیم قاسمی
اگست: حمد: اعجاز کنور راجا۔لاہور نعت: زاہد فخری۔لاہور
ستمبر: حمد: ناصر بشیر۔لاہور نعت: وقاص عاجز۔ڈسکہ
اکتوبر: حمد: یاسمین کنول۔ پسرور نعت: رفیع الدین ذکی قریشی۔لاہور
نومبر: حمد: ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی۔لاہور نعت: ڈاکٹر ممتاز احمد سالک۔لاہور
دسمبر: حمد: یاسمین کنول۔ پسرور نعت: سلیم کوثر

سال2025ء:

جنوری: حمد: ایوب ساگر۔لاہور نعت: ڈاکٹر معین نظامی۔لاہور
فروری: حمد: ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی۔لاہور نعت: ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ
مارچ: حمد: ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی۔لاہور نعت: ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی۔لاہور
اپریل: حمد: ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی۔لاہور نعت: ڈاکٹر ظفر اقبال

"نعتِ اطفال کے فروغ میں بچوں کے رسائل کا کردار" کے حوالے سے یہ ایک مختصر جائزہ ہے۔ آئندہ موقع ملا تو اس بارے مزید تفصیلی جائزہ پیش کروں گا۔

حوالہ جات:

بچوں کے درجہ ذیل دستیاب رسائل۔

ماہنامہ ''پھول'' لاہور، ماہنانہ ''ہمدرد نونہال'' کراچی، ماہنامہ ''تعلیم وتربیت'' لاہور ماہنامہ ''شوق وشوق'' کراچی، ماہنامہ ''ساتھی'' کراچی، ماہنامہ ''کوثر'' لاہور، ''ماہنامہ'' مجاہد، راولپنڈی، ماہنامہ ''نور'' لاہور۔

ماہنامہ ''ذہین'' لاہور، ماہنامہ ''انوکھی کہانیاں'' کراچی۔ ماہنامہ ''کرن کرن روشنی'' ملتان۔

⊙⊙⊙

ارسلان احمد ارسل
لاہور

21ویں صدی میں نعتیہ تحقیق کے حوالے سے مجرمانہ غفلتیں

سب سے اہم بات یہ کہ میں نے اتنے خطرناک موضوع کو ہی کیوں چنا؟
خورشید رضوی صاحب کہا کرتے ہیں کہ جو ہم جانتے ہیں وہ اُس سے بہت کم ہے جو ہم نہیں جانتے۔

چند نکات کی روشنی میں اس موضوع پر بات کرنا چاہوں گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر صدی نعت کی صدی ہے، بلکہ جس ہستی کا ثنا گر خود خالقِ کائنات ہو اس کی ثنا بھلا عام انسان سے کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جناب ابوطالب کا شاہکار قصیدہ ملتا ہے' پھر جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تاریخ میں باقاعدہ نعت گو کے طور پر سامنے آتے ہیں اور انہی کے شعر پر خود جناب رسالت مآبؐ کی اصلاح بھی نظر آتی ہے تو سوال یہ ہے کہ حضور نے تنقیدی نگاہ سے دیکھا اور اصلاح فرمائی۔ میرا موضوع نعت کی عربی، فارسی اور اردو روایت بیان کرنا نہیں ہے صرف اُس اصلاح کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا جس کے بعد مجھے اپنے موضوع پر آنا تھا۔

اُردو میں نعتیہ تحقیق و تنقید کا کام بہت بعد میں شروع ہوا جو کہ پہلے ہونا چاہیے تھا۔ اکیسویں صدی میں نعت میں تحقیق و تنقید قیام پاکستان کے بہت بعد میں شروع ہوتی نظر آتی ہے۔ "ضیائے حرم" میں بہت نعتیہ مضامین لکھے گئے۔ "اوج" کے جو دو نعت نمبر ہیں ان کی اہمیت سے کبھی انکار نہیں کیا جائے گا' مگر ان میں جذبہ، خلوص اور رعنائی ہے، تنقید و تحقیق نہیں۔ نعت کے رسول نمبرز جو ہیں ان کی اہمیت سے بھی کبھی انکار نہیں کیا جائے گا۔ نعت میں باقاعدہ تحقیق کا کام جناب سیّد صبیح رحمانی نے "نعت رنگ" سے شروع کیا۔ پہلے لوگ نعت میں تنقید کو گستاخی قرار دیتے تھے لیکن صبیح بھائی نے یہ خیال غلط ثابت کروایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور اس وقت کے شعراء اور ادباء کی توجہ اس طرف مبذول کروائی۔ اس کے علاوہ جو غزل کے نقاد تھے' ان کو نعت کی جانب متوجہ کیا اور وہ ہوئے جس کے نتیجے میں بہر حال نعت میں تحقیق و تنقید کا آغاز ہوا۔ لیکن جن لوگوں نے ان کے جریدے میں متواتر مضامین لکھے وہ چند ایک لوگ ہی ہیں' زیادہ تر کی گفتگو

خط و کتابت میں نظر آتی ہے۔

اب ایک اور سمت دیکھیے۔ نعت کے جو معدودے چند محقق ہیں ان میں سے بھی فاضل بریلوی کو اُردو کا سب سے بڑا نعت گو قرار دیتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ان کی نعت جذبے، خلوص اور فن کی آمیزش سے مزین ہے۔ بہت سارے شاعر نعت میں خود کو مدینے کا کُتا کہنا مناسب نہیں سمجھتے لیکن احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو شعر کہا اس کا مماثل آج تک کوئی شعر میری نظر سے نہیں گذرا

رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

البتہ حافظ مظہر الدین مظہر رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ایک عجیب گداز اور پیرایہ لیے ہوئے ہے

مل جائے جو تھوڑی سی جگہ کوئے نبی میں
بندہ سگِ طیبہ کے برابر نظر آئے

پھر پلٹتے ہیں کہ میں نے کم از کم سن ۲۰۰۰ء سے قبل جب بھی کوئی نعتیہ شعراء کا تذکرہ دیکھا یا پڑھا اس میں یہی نام دہرائے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے نقل در نقل لکھے جا رہے ہوں۔

احمد رضا خان بریلوی، حسن رضا خان بریلوی، امیر مینائی، محسن کاکوروی، الطاف حسین حالی، اقبال، مولانا ظفر علی خاں، حفیظ تائب اور دیگر شعراء۔۔۔۔۔

ہر کسی نے ایسے ہی لکھا ہے۔

اور اگر کراچی کے شعراء ہیں تو انہوں نے وہاں کے شعراء کا ہی تذکرہ کیا ہے جیسے ادیب رائے پوری، اقبال عظیم اور کہیں کہیں عام تذکرہ کرتے ہوئے کسی نے محشر لکھنوی، اثر لکھنوی، محشر بدایونی اور چند شاعر لکھ دیا۔۔۔۔

میرا کہنا یہ ہے کہ صرف پنجاب اور سندھ میں نعت کہی گئی ہے؟ پشاور، خیبر پختون خواہ میں نہیں کہی گئی؟ پھر سندھ صرف اُردو زبان میں ہی نعت کہی گئی ہے سندھی زبان میں نہیں کہی گئی؟ پیر سیّد نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ اور بشیر حسین ناظم صاحب کو شاعر ہفت زبان کہا اور مانا جاتا ہے۔ بتایئے کہ ان کی مختلف زبانوں میں کہی جانے والی نعتوں پر کتنا کام ہوا؟

میرے خیال میں اقبال اور حفیظ تائب پر جتنا لکھا گیا کسی پر نہیں لکھا گیا اور یہ دونوں شخصیات

ایسی ہیں کہ ان پر اتنا ہی لکھا جانا چاہیے تھا۔ لیکن سوال اپنی جگہ کہ نعت کے اتنے بڑے شاعر حافظ لدھیانوی کا کبھی کسی نے ذکر کیا؟ ان کی نعت پر توجہ کی؟ ڈاکٹر عاصی کرنالی کی نعت کو موضوعِ تحریر لایا گیا؟ علامہ عبد العزیز خالد کی نعت کو تو مشکل ہونے کی وجہ سے دیکھا ہی نہیں گیا۔ بجائے اس کے کہ محقق اپنا مطالعہ بڑھاتا وہ انہی لوگوں پر ہی کام کرتا گیا جن پر ہوتا چلا جارہا تھا۔ تو یہ کیا مجرمانہ غفلت نہیں کہ آپ چند لوگوں سے نظر ہی نہ ہٹائیں؟ راجا رشید محمود ماضی قریب میں دنیا سے رخصت ہوئے لیکن ابھی تک ان پر بھی کوئی خاطر خواہ کام نظر نہیں آتا۔ میں انتہائی معذرت سے کہنا چاہوں گا جامعات میں موجود اساتذہ کرام کو کہ وہ طلبہ کو محقق کیوں نہیں بنا رہے مقصد یہ ہے کہ اُن کو بجائے کسی عام شاعر کا نعتیہ مجموعہ دینے کے کسی بڑی شخصیت پر کام کرنے کو کہیں اور پھر مقالہ لکھوائیں۔ سہولت پسندی اور قرابت داری نے جہاں عام صنف سخن غزل کو زنگ آلود کیا وہیں نعت کے محقق بھی اس سے بچ نہیں پائے۔

میں اپنی تعریف کروں تو مجھ سے سوال طلب کیجیے لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ جب اللہ کی توفیق سے عظیم نعت خواں سیّد منظور الکونین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فن اور شخصیت پر "حضور و سرور" میں نے مرتب کی تو اس کے بارے میں بڑے بڑے اساتذہ نے یہ کہا کہ ایک شخصیت کے اتنے پہلو ایک کتاب میں جمع کرنا مشکل ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں خود مشکل پسند ہوں اس لیے جلدی کام نہیں کر پاتا کہ گذرے ہوئے سے تو دوبارہ گذرا جا سکتا ہے لیکن کہے ہو کو دوبارہ کہنا جان سے گذرنے کے مترادف ہے اور تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ حافظ مظہر الدین مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی کلیات ان کے وصال کے اکتیس سال بعد مرتب کرنے کی سعادت جب میرے حصہ میں آئی تو اس سے پہلے شعراء کے تذکرے میں قیام پاکستان سے کچھ قبل اور بعد کے سب سے پہلے نعت گو کا تذکرہ ہی نہیں ملتا یا بہت کم ملتا ہے صرف ضیائے حرم میں ان پر مضامین نظر آتے ہیں۔ مقصد وہی ہے کہ ہم اتنے سہولت پسند کیوں ہیں کہ کچھ الگ سے دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔

اب ایک اور زاویے کی طرف بڑھیے۔ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں کچھ ایسے نعت گو بھی تھے اور جو بیک وقت لکھتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ مثلاً اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی تک بہت نعت گو اور نعت خواں نظر آتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ جو نعت گو اور نعت خواں ہے کیا کبھی کسی محقق نے یہ کوشش کی کہ یہ نعت گو جو محفل نعت میں پڑھ رہا

ہے اس سے ہٹ کر یہ دیکھا جائے کہ اس کی کتاب یا کلیات میں ادبی نوعیت کی نعتیں ہیں جن پر بات کی جا سکے۔ اعظم چشتی صاحب کو ہی لے لیجیے۔ میرے نزدیک وہ نعت خوان سے بڑے نعت گو ہیں۔ بہت سارے لوگ شاید اس بات کو تسلیم نہ کریں، سب کی اپنی رائے ہے لیکن میں نے چونکہ اعظم صاحب کا کلام دیکھا ہے تو وہ کسی بڑے نعت گو کے کلام سے پیچھے نہیں بلکہ بعض اشعار میں تو ان کی انفرادیت نمایاں ہے۔ ان کا شعر دیکھیے

ایک اُمی لقب انساں کی فراست پہ نثار
ساری دُنیا کو بتایا کہ حکومت کیا ہے

اس شعر کو آپ کسی بڑے شاعر کے کلام سے پیچھے نہیں پائیں گے۔ مولا علی کی منقبت کا فن اور کیف کی آمیزش سے معمور ایک شعر دیکھیں اور وجد کریں

خوشا نصیب کہ میرے لیے اڑا لائی
ہوائے کوئے محمد ﷺ غبار راہِ علی رضی اللہ عنہ

کیا یہ کم ہے لیکن ان کو نعت خواں سمجھ کر ان کی نعت گوئی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ کیا یہ مجرمانہ غفلت نہیں۔ پھر آیئے دو ایسے نعت گو اور نعت خواں حضرات کی جانب کہ جنھوں نے عامیانہ نعتیں کہہ کر عوام کی توجہ کو تو اپنی طرف مبذول کر لیا لیکن ان کے کلام میں ایسے ایسے سقم نظر آتے ہیں کہ دکھ ہوتا ہے کہ کیوں نقاد نے ان کی موجودگی میں ان پر تبصرہ نہیں کیا اور تبصرہ لفظ میں نے بہت محتاط استعمال کیا ہے۔ جناب محمد علی ظہوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ اور جناب عبد الستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ، نیازی صاحب کا البتہ کلام میں اور دھنوں میں اتنا عامیانہ پن نظر نہیں آتا جتنا ظہوری صاحب کے ہاں آتا ہے۔ اب سوال یہ لے لیجیے کہ ان کا مقصد تھا کہ عام آدمی کو نعت سے جوڑا جائے۔ اور محفل نعت کا الگ سے سٹیج جایا جائے، نعت خوان کا اپنا تشخص اور وِقار ہو، اس میں تو وہ کامیاب ہو گئے لیکن جب ان کی شاعری کو دیکھیں تو احساس ہوتا ہے کہ عامیانہ پن کی بجائے درمیانہ پن بھی ہوتا تو پھر بھی ٹھیک تھا۔

یہ ہو گئی مشہور لوگوں کی بات جو اس شعبہ میں نامور تھے اب دیکھتے ہیں ان لوگوں کو کہ جن کی نعتیں یا کسی نعت خوان نے ایک ایک پڑھ دی یا نہیں تو وہ کتاب ہی میں رہ گئیں۔ کلیات مظہر کی تقریب میں استاد گرامی خواجہ زکریا صاحب نے فرمایا تھا کہ اقبال اور حافظ مظہر الدین کے درمیان

اکبر الہ آبادی نے بھی کچھ نعتیں کہی ہیں اور وہ بہت اچھی ہیں لیکن کیا کسی نے اس کو چھیڑا؟ مجید امجد کی بات کرتے ہیں۔ مجید امجد کی نظم ہے جس میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے ایسا انفرادی استغاثہ پیش کرتے ہیں کہ آپ اس کو بغیر آنسوؤں کے پڑھ ہی نہیں سکتے۔ چند اشعار دیکھیے۔

نَو بہارِ گلستانِ معرفت
یعنی اے روح و روانِ معرفت

آغاز دیکھیے۔ پھر چلتے چلتے کہتے ہیں

مر رہا ہوں زندگی کا جام دے
رحمتِ جاوید کا پیغام دے

بہت سارے شعراء کے دیوان اس نظم سے پیچھے نظر آئیں گے۔ پھر کلیات مجید امجد میں ہی ایک نظم ہے "زینب"۔

میں نے اردو ادب میں سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کے حوالے سے ایسی کیفیت والی نظم کم دیکھی ہے۔ اس کے دو شعر دیکھیے

وہ رات جب تری آنکھوں کے سامنے لرزے
مرے ہوؤں کی صفوں میں ڈرے ہوؤں کے خیام
جہاں پہ سایہ فگن ہے ترے شرف کی ردا
اکھڑ چکے ہیں ترے خیمہ افگنوں کے خیام

یہ بھی خواجہ زکریا صاحب کا احسان ہے کہ ہم تک یہ کلیات پہنچ گئی۔ اس کے بعد آیئے ہمارے دور کے مشہور نعت گو حضرات کے علاوہ ان شعراء کی جانب جن جن کے مجموعے اور نعتیہ اشعار بڑے بڑے دیوانوں پر بھاری ہیں۔ مثلاً منیر سیفی صاحب کے مجموعے اور اشعار کو کوئی محقق یا نقاد زیر بحث لایا۔ لیکن کم ہی کسی نے ان جیسا شعر کہا ہو گا نعت کا بھی۔

ہاتھ کی رحل پہ جب تک نہ ہو اُن کی صورت
ایک آیت کی بھی تفہیم نہیں ہو سکتی

ایک ہی شخص تھا دنیا میں الگ بے سایہ
روشنی اب کبھی تجسیم نہیں ہو سکتی

کیا محقق اور نقاد کی مجرمانہ غفلت نہیں کہ اپنے پسندیدہ اور تعلق والے عامیانہ شعراء کے اشعار پر تو کتابیں لکھ دیں اور اتنے منفرد اور بڑے اشعار کہنے والے کا ذکر ہی نہ ہو۔ خورشید رضوی صاحب جیسے بڑے شاعر کا نعتیہ مجموعہ " نسبتیں" ترتیب دینے کی سعادت بھی مجھے میسر آئی لیکن ایسا نہیں ہے کہ اس سے پہلے ان کی نعت ادبی حلقے میں موجود نہیں تھی بلکہ بہت پسندیدہ سمجھی جاتی رہی ہمیشہ۔ یہاں پر ایک نقاد کی غفلت کا ضرور ذکر کروں گا۔

نعت نامے بنام صبیح رحمانی میں کسی نقاد نے ان کے اس شعر پر اعتراض کیا اور صبیح رحمانی کو خط لکھا

شان ان کی سوچیے اور سوچ میں کھو جایئے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جایئے

تو وہ کہنے لگے کہ کیا مطلب ہم نعت کہنا چھوڑ دیں؟ کیا ہم گستاخی کرتے ہیں؟ پڑھ کر ان کی سوچ پر حیرت ہوئی کہ کاش وہ اسی سے متصل اگلا شعر بھی پڑھ لیتے تو مفہوم سمجھ جاتے۔ اُس کا اگلا شعر ہے

سونپ دیجئے دیدۂ تر کو زباں کی حسرتیں
اور اِس عالم میں جتنا بن پڑے رو جایئے

اب مطلع کا لطف محسوس کریں اور ان نقاد کی تنقید پر افسوس۔

نعت رنگ کے پچیسویں شمارے میں منظر عارفی صاحب نے ایک مضمون یہ لکھا کہ اور اعتراض کیا جس پر میں نے صبیح بھائی سے بات بھی کی۔ مضمون یہ لکھا کہ کوئی شاعر ایسا نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کہتے ہوئے یہ ذکر نہ کرے کہ آپ چٹائی کا استعمال کرتے تھے، جو پسند کرتے تھے تو کیا کبھی حضور اس دور میں کوئی چارپائی یا جو بھی ہو اس پر آرام فرما نہیں ہوئے ہوں گے اور کیا ساری عمر جو ہی تناول کیا ہو گا۔ گوشت نہیں کھایا ہو گا؟ اس قسم کی لایعنی باتیں کیں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے وہ نقاد ہیں لیکن ان سب چیزوں کا ذکر ہم اس لیے زیادہ کرتے ہیں

کہ اس سے حضور علیہ السلام کا فقر واضح ہوتا ہے۔ اور ان کا اپنا ارشاد گرامی ہے:

"الفقر و فخری" تو اگر تریسٹھ برس کی عمر مبارکہ میں چند ایک دفعہ چارپائی یا گوشت کا استعمال کیا تو ہم عقیدت میں یہ ذکر کریں گے یا وہ فقر جو انہوں نے عمر بھر اختیار کیا اس پر بات کریں گے۔ موضوع بہت وسیع ہے۔ میں اس پر تمام محققین اور نقادوں کو دعوت دیتا ہوں کہ اس موضوع پر دھیان کریں اور اقربا پروری چھوڑ دیں خاص طور پر میں استادِ گرامی ڈاکٹر ناصر عباس نیر صاحب جو کہ اس دور میں تحقیق و تنقید کا بہت بڑا حوالہ ہیں' ان سے گزارش کرنا چاہوں کہ وہ دیگر تنقیدی موضوعات کی طرح نعت کے تنقیدی موضوعات کو بھی زیرِ بحث لائیں۔ میں جناب ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ حال ہی میں ان کا نعتیہ مجموعہ "حضور جانتے ہیں" منصہ شہود پر ظاہر ہوا اور ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی نعت گو شعراء اور نعت خوان حضرات میں واحد ایسی شخصیت جنہوں نے نعت پر پی ایچ ڈی کی، اور آج اس منصب پر فائز ہیں۔ میں ان کو اس کامیاب کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس خواہش کا اظہار کرتا ہوں کہ میرے اس موضوع کو آئندہ کے محقق اور نقاد سنجیدگی سے دیکھیں گے۔

⊙⊙⊙

ڈاکٹر محمد حفیظ طاہر گھوٹیہ
عارفہ ممتاز ایم فل سکالر
صبا سحرین عمران ایم فل سکالر

بہاولپور میں نعت گوئی کا رسوخ

بہاولپور میں نعت گوئی اور نعت خوانی کی روایت تین سو سال پرانی ہے۔ جب یہاں نوابان خاندان عباسیہ کی سرکاری سرپرستی میں نعتیہ مشاعرے منعقد کرائے جاتے تھے۔ شورہ کو وظائف اور بھاری بھر کم مشاہرے دان کیے جاتے تھے۔ یہ روایت صدیوں اپنے جواہر بکھیرتی رہی۔ اگرچہ یہ مشاعرے مقامی زبان میں لکھے اور پڑھے جاتے تھے مگر قیام پاکستان کے بعد یہ روایت بدلی تو فارسی اور اردو کا چلن بھی رائج ہوا۔ ہندوستان سے آنے والے شعراء ادیب اور ادب پرور لوگ شامل تھے۔ جنھوں نے بہاولپور میں اردو شاعری کو باقاعدہ فروغ دیا شعر و سخن کی محفلوں میں مذہبی شاعری بھی پیش کی جاتی رہی یہاں تک کہ باقاعدہ نعتیہ مجموعے بھی چھپ کر سامنے آئے اور تاحال یہ سلسلہ نہایت شدومد کے ساتھ جاری ہے۔

حیات میر تھی بہاول پور کے مہان قدماء شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں بہاولپور کے ادبی اور ثقافتی حلقوں میں جانِ محفل بنے دکھائی دیتے ہیں عبد الحمید ارشد نے انہیں خطرات سے کھیلنے والا اور موجِ بلا سے نبرد آزما شاعر قرار دیا ہے۔ ان کے ہاں شاعری میں کلاسیکی ٹچ نمایاں ہے۔ ان کی نعت بھی ان کے دلی میلان کا مظاہرہ کرتی نظر آتی ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری مذہبی تہواروں میں زبان زدِ عام ہوتی ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار دیکھیے کہ:

ہر لب پہ آج وردِ درود و سلام ہے
جشنِ ولادت شہ عالی مقام ہے
کتنا بلند رتبۂ خیر الانام ہے
کہتے ہیں جس کو عرش علی زیرِ گام ہے
دل کر رہا ہے آپ سے فریاد یا حضور
تابِ سخن ہیں اب نہ مجالِ کلام ہے[1]

ان کے نعتیہ کلام کا ایک اور نمونہ دیکھیے:

خاک کے ذروں میں ہے انجم و افلاک میں ہے
آپ کا نور نمایاں حدِ ادراک میں ہے
اس صدف کو ہی عقیدت کا گہر کہتا رہوں
ایک قطرہ جو میرے دیدہ نمناک میں ہے
میرا مسکن ہو الٰہی درِ احمدؐ کے قریب
لطف جینے کا دیارِ شہ لولاک میں ہے
یہ جبیں ہو در اقدس ہو ادھر موت آئے
دائمی چین بھی کہتے ہیں اسی خاک میں ہے۔(۲)

پنوں زادہ شاد سرائیکی ادب کی تاریخ میں سب سے طویل العمر شاعر تھے۔ انہوں نے سوا سو سال طویل عمر پائی۔ نواب آف بہاولپور کے حفاظتی دستے میں شامل تھے۔ خوب رو، خوش گلو اور خوش مزاج و بذلہ سنج شاعر تھے۔ ان کی چالیس سے زائد کتابیں چھپیں۔ ان کی شاعری ماضی و حال کی تاریخ بھی ہے اور معتبر ثقافت بھی۔ ان کے کلام میں اردو اور سرائیکی دونوں زبانوں کی کمال دانی دکھائی دیتی ہے۔ ان کے نعتیہ کلام میں بھی بلا کی سلاست اور شدتِ جذبات کا عنصر غالب ہے۔ ان کے نعتیہ اشعار دیکھیے:

سرکارِ دو عالم سرکارِ یتیم ہا
محبوبِ خداوند سردارِ یتیم ہا
محبوب خداوند شگفتہ ہا گل پُھل
کائنات خدا دی جیندی تابع تھئی کل
یتیماں دا ہا والی تے محسن ہا ان مل
محبوب خداوند تے سردارِ یتیم ہا
پنو زادہ واقعی وفا ہے محمدؐ

وفا دی جزا وچ بقا ہے محمدؐ
خدا دی رضا وچ رضا ہے محمدؐ
ڈوجھے لفظیں اہداں دلدارِ یتیم ہا
محبوب خداوند سردارِ یتیم ہا۔(۳)

دلشاد کلانچوی بہاول پور میں شعر ادب کا ایک بہت بڑا ادبی حوالہ ہیں۔ ستر سے زائد کتب کے مصنف اور مترجم ہیں۔ آپ نے اردو، سرائیکی اور فارسی زبانوں میں یکساں مہارت سے لکھا اور نام پیدا کیا۔ آپ اسلامیہ یونیورسٹی شعبہ سرائیکی کے جید استاد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے سرائیکی دینی ادب میں نابغہ کام کیا۔ خصوصاً سرائیکی نعت گوئی میں ایک نئی جدت اور کلاسک کا معیار مقرر کیا۔ ان کی نعت دیکھیں انتہائی سلیس لکھا لاجواب لکھا:

نبی او ہے یعنی رسول کریم
نبوت دے دریا دا دُرِ یتیم
جو ہن ظاہراً توڑے اُمی لقب
ہا علم لدُنی اوندے دل تے سب
جو رَہ دین اوندے دے روشن تھیے
پر انڑیں حکم ول نہ کم دے ریہے
مِٹیا کفر اسلام ظاہر تھیا
تے ہر بت خدائی توں باہر تھیا(۴)

سہیل اختر کالج میں استاد رہے۔ شاعری کا سفر "لہو کے دیپ" سے شروع کیا۔ شعر لکھے شاعری پڑھائی کئی کتابوں کے مصنف ہوئے۔ حمد، نعت، منقبت، ملی نغمے تحریر کیے۔ ان کی ذہنی بالیدگی اور فنی پختگی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری ان کو بہاول پور کے نعت گو شعراء میں نمایاں مقام پر متعین کرتی ہے۔

قرارِ خاطر ناکام ہیں حضورؐ کا نام
علاجِ گردشِ ایام ہے حضورؐ کا نام

غموں کی شب میں بھٹکتے ہوئے بشر کے لیے
نشاط و نور کا پیغام ہے حضورؐ کا نام
تجلیات کے جلوے ہیں میرے سینے میں
سہیل کتنا حسین نام ہے حضورؐ کا نام(۵)

جلال الدین لبید بہاول پور کے ایک ممتاز شاعر و ادیب تھے۔ انہیں عربی فارسی اور اردو زبانوں پر ملکہ حاصل تھا ان کی علمی قابلیت شاعرانہ صلاحیت اور عمدہ لسانی دسترس کے اعتراف میں "لسان السماعت" اور "فصیح البیان" کے القابات سے نوازا گیا۔ ان کا نعتیہ کلام زبان زدِ عام تھا۔ مذہبی شاعری میں اپنے عہد کے باکمال شاعر شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کی نعتیہ شاعری سے آپ کے فنافی الرسول ہونے کے واضح ثبوت ملتے ہیں۔ اشعار دیکھیے کہ:

چلا ہے جھومتا یثرب کو مستانہ محمدؐ کا
بتا ساقی کدھر کو ہے وہ میخانہ محمدؐ کا
الٰہی کر ذرا روشن چراغِ نور اول کو
چلا آتا ہے جلنے کو یہ پروانہ محمدؐ کا
خدا خود میر مجلس بن کے بیٹھے گا قیامت کو
لگے گا عرش پر دربارِ شاہانہ محمدؐ کا(۶)

بہاولپور کی نسائی شاعری میں ایک معتبر نام ریحانہ قمر ہے انہوں نے اپنی شاعری زمانہ طالب علمی سے ہی شروع کر دی تھی۔ ریحانہ قمر کو فطرتاً شاعری سے دلچسپی تھی۔ اس کی مذہبی دلچسپی اس کی شاعری سے ظاہر ہوتی ہے۔ حمد اور نعت کی طرف اس کی واضح دلچسپی دکھائی دیتی ہے۔ اس کی نعتیہ شاعری کا نمونہ درج ذیل ہے:

سیلِ دنیا میں سفینے کی طرف جاتی ہوں
خواب میں روز مدینے کی طرف جاتی ہوں(۷)

افتخار علی افتخار بہاولپور کے بڑے کالج میں اردو کے استاد ہیں۔ انہیں اپنے احباب میں اظہار ذات کا بے بدل شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان دنوں بہت کم لکھتے ہیں مگر نہایت کام کا لکھتے ہیں۔

بنیادی طور پر افتخار علی غزل کے شاعر ہیں مگر انہوں نے نعت گوئی میں بھی نام کمایا ہوا ہے۔ ان کی حمد و نعت زبان زدِ عام رہتی ہیں۔ ان کے کلام کا نمونہ درج ذیل ہے:

کاش اب اپنی دعاؤں کو ثمر ور دیکھوں
زندگی ہی میں دیارِ شہہ انور دیکھوں
روضۂ شاہِ امم پیش نظر ہو میں ہوں
اپنا ایسا بھی کسی روز مقدر دیکھوں
شاید آقا کو میرے حال پر رحم آجائے
پا پیادہ ہی رہِ شوق میں چل کر دیکھوں(۸)

محمد سجاد علوی بہاول پور کے ایک سنجیدہ اور جدید طرز و فہمید کے خیالات سے مسجع شاعری کرنے والے معتبر شاعر ہیں۔ ان کے فکر اور لفظ میں زندگی نئے ثقافتی زاویے لے کر نمودار ہو رہی ہے۔ یہ تجربہ ان کی نعت گوئی میں واضح دکھائی دیتا ہے۔ شعر دیکھیے کہ:

فیض جاری ہے حضورؐ
آپؐ کی رحمت کا تمام
ہم اسی ایک سبب سے تو یہاں ہیں اب تک
یوں خدا اور فرشتے بھی ثناء کرتے ہیں تیری
یہی نغمہ ہے محبت کا ترا اصلے علیٰ
یہی دَھن ہے جو فقط آج بھی تخلیق کا باعث ہے بنی
یہی آواز ہے اب سارے جہانوں کی بقا میں شامل
اور اللہ بھی ثناء تیری ہے کرتا رہے گا۔(۹)

ڈاکٹر نواز کاوش ایک آزمودہ کار اور مشاق شاعر اور معلم ہیں۔ آج کل این۔ سی۔ بی یونیورسٹی، بہاولپور میں تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں آپ کہنہ مشق شاعر ہیں ان کی شاعری میں کلاسیکیت موسیقیت اور فکری لطافت کا عنصر غالب ہے۔ غزل ان کی پسندیدہ صنفِ شاعری ہے مگر کمالِ نظم پر بھی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کی نعت بھی اپنے وقار و مقام میں ارفعیٰ حیثیت کی حامل ہے۔ ان کی نعت سے چند اشعار دیکھیے:

دل کی حسرت کب ہو پوری عمر ڈھلی ہے رفتہ رفتہ
آنکھ کے خواہش گنبدِ خضریٰ کا مداوا کعبہ کعبہ
کیف کا عالم دل کو تسکیں روح کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے
عت لکھوں تو پہروں جھوموں دل اِترائے ہفتہ ہفتہ
پاس ہے گو لفظوں کا ہدیہ پھر بھی کاوش ڈر لگتا ہے
اس کی عظمت بالا بالا ہم کمتر ہیں لحہ لحہ (۱۰)

ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر بہاولپور کے خبیرِ علم ادیب شمار کیے جاتے ہیں۔ انہیں تاریخ ہند ہی نہیں بلکہ تاریخِ عالم پر بھی سند سمجھا جاتا ہے۔ سرائیکی اور اردو زبان میں شیر گوئی کے مہان سمجھے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ناصر اپنی دانش، دیدہ وری اور زندگی کے ادراک کے باوجود عوام الناس کے محسوسات کو تحریر کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ ان کے نعتیہ جذبات کی ترجمانی درج ذیل نظم سے بخوبی اندازہ کی جاسکتی ہے:

ہوں محبت کے مدینے کی طرف پابہ سفر
میرے باہر ہجرتیں ہیں میرے اندر
ہجرتیں (۱۱)

ایک اور نظم دیکھیں:

کس کی خاطر کیا گیا سارا
پھول کھلنے لگے بہاروں میں
اور کس پر درود پڑھنے کو
لفظ حالِ سجود سے اٹھے
کس کی خاطر مقامِ سدرہ سے
محترم پاک ساعتیں اتریں
آیتوں کے ورد ہونے لگے۔ (۱۲)

بہاولپور میں جن خواتین نے شاعری میں اپنا سکہ چلایا ان میں کئی ایک نوجوان خواتین بھی

نمایاں ہیں۔ ایسے ہی ایک دوشیزہ سعدیہ ثناء ہیں۔ جن کی کتاب "انکار کے بعد" ہی خواتین لکھاریوں کو شاعری کا شغف ہوا۔ سعدیہ کی شاعری نسوانی جذبات کی عکاس ہے۔ مگر ایک شاعر اور لطیف جذبات کے حامل انسان کو جو محبت اللہ اور اس کے رسولؐ سے ہو سکتی ہے اس کا دلی اظہار سعدیہ ثناء کی شاعری میں بھی بدرجہ اُتم پایا جاتا ہے۔

وہ ذات اقدس کے جس کے ہونے سے زندگی ہے
وہ جس کے ہونے سے دو جہانوں میں دلکشی ہے
ازل ابد سب اشارے اس کے
سفینہ اس کا کنارے اس کے
یہ چاند تاروں کی کہکشاں رہگزار اس کی
ثناء کرو بار بار اس کی کہ دو جہانوں سبھی زمانوں
کی حکمتوں میں کوئی نہیں ہے شال اس کی(۱۳)

فرحت نسیم رائے ایک ایسی شاعرہ ہے جو تخلیقی دنیا سے ہمکنار ہو کر تخلیق میں بے کنارہ ہونا چاہتی ہے۔ فرحت کے پاس خیالات کو لفظوں کے پیکر میں ڈھالنے کا یہ ہنر موجود ہے اسے جذبے کو اپنی اصل روح اور سوچ کو سچائی کے ساتھ پیش کرنا آتا ہے۔ فرحت نسیم رائے کی نعتیہ شاعری ان کی دلی جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔

پیغمبر اور محبوبِ خدا ہیں
رسول اللہ محمدؐ مصطفیٰ ہیں
میسر ہے انہیں قرب الٰہی
میرے سید خدا سے آشنا ہیں
نہیں ثانی زمانے بھر میں ان کا
وہی صلے علیٰ صلے علیٰ ہیں(۱۴)

سید خرم پیرزادہ اپنے مطالعے اور وجدان کی اعانت کے سہارے عمدہ شعر تخلیق کرتا ہے۔ خرم اپنے خیالات کا عرق اپنی مقامیت سے کشید کرتے ہیں۔ ان کو اپنی روحانی بالیدگی کے لیے طیبہ کی آب و ہوا درکار نظر آتی ہے۔ خرم بظاہر بہاول پور کی فضاؤں میں سانس لے رہا ہے مگر اس کی

روح مدینے میں سرگرداں دکھائی دیتی ہے۔ ان کے نعتیہ فلاح کی خوشبو ان مصرعوں میں دیکھیے:

میں ہوں یہاں پر اور میرا دل پہنچا شہر مدینے میں
کیا عالم ہے ان کا تصور نور بھرا ہے سینے میں
ان کے خیالوں میں دن گزریں ان کے خیالوں میں راتیں
ان کے تصور میں ہو جینا اور ہو مرنا مدینے میں
آتی جاتی سانسوں میں ہو ذکر محمد صلی علیٰ
زیست گزرتی جائے یوں ہی لطف آ جائے جینے میں(۱۵)

یاسر عباس بہاولپور کا ایک کہنہ مشق، جہاں دیدہ اور علیم سُخن شاعر شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی شاعری کا بنیادی نقطہ صرف محبت ہی نہیں بلکہ احترام آدمی اور اکرامِ آدمیت ہے۔ انہیں خصائص کی بنیاد پر ہی اس نے نعت گوئی کا شرف حاصل کیا ہے اور ان کی کتاب "شام ہو گئی آخر" میں لکھی نعتیہ فکر اپنے اندر ایک عاشقِ صادق، مسلمان کی لگن کی علمبردار ہے۔ نمونہ کلام دیکھیے کہ:

کون سا اوجِ شرف ہے جہاں سرکار نہیں
زیر یا عرش نہیں کونین کے مختار نہیں
جو سُنا دیں ہمیں پتھر کی زبان سے تسبیح
تم سمجھتے ہو میرے دل کے خبردار نہیں
لہجہ ایسا کہ پہاڑوں کو بھی جو موم کرے
ایسی کہ دشمن سے بھی تکرار نہیں
نعت کے شیر شفاعت کی سند میں یاسر
یہ سند ہوتے ہوئے کچھ بھی درکار نہیں(۱۶)

سید مشہور حسن رضوی برصغیر کے معروف خانوادہ دہلوی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اجداد نے قیامِ پاکستان کے بعد بہاولپور کو قیام گاہ بنایا اور یہاں ادبی سرگرمیوں کی باقاعدہ رسومات کی بنیاد ڈالی۔ انتہائی اعلیٰ تعلیم یافتہ ادبی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے پانچ شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی شاعری کا نمایاں خاصہ ان کا ان کی نعت گوئی ہے:

محبت شفاعت دعائیں وفائیں
سبھی کچھ ملے گا محمدؐ سے ہم کو
تقاضہ نبیؐ کی محبت کا یہ ہے
کہ ہم ہر گھڑی اب گزاریں نبیؐ کے لیے بس
عمل بھی کریں اس کے احکام پر ہم
سفر اور خضر میں
درود نبیؐ ہو زباں پر۔(۱۷)

محمد اکبر یوسف زئی بہاولپور کے بزرگ شاعر ہیں۔ ان کے کلام میں شائستگی لطافت خیال اور قدرت کمال فن موجود ہے۔ ان کی شعری سلاست ان کے کلام کو محبوب و مقبول بناتی ہے۔ ان کے شعری مجموعہ "دامنِ صحرا" میں ان کے فنی جواہر کھل کر سامنے آئے ہیں خصوصاً ان کی نعت گوئی نے ان کے دلی جذبات کی ہو بہو نمائندگی کی ہے:

زہے نصیب گھر کوئی دیدار مدینہ کر لے
قسمت کا دھنی مقدر کا سکندر ہوتا ہے
اپنے تو اپنے اغیار بھی بخشے جاتے ہیں
درِ مصطفیٰ تو رحمت کا سمندر ہوتا ہے
جس دل میں عشق محمدؐ نہ ہو اکبر
وہ دل دل نہیں کھنڈر ہوتا ہے(۱۸)

ڈاکٹر حفیظ طاہر گھوٹیہ کثیر السان شاعر ہیں ان کی شاعری میں جدتِ خیال کے ساتھ مضامینِ نو کا ایک انبار نظر آتا ہے۔ آپ نے صرف نظم کی ہر قسم پر قلم کاری کی ہے ان کا خصوصی شعبہ تحقیق و تنقید اور تخلیق ہے۔ ان کی شاعری کا خاصہ حصہ دینی ادب پر مبنی ہے۔ انہوں نے منظوم سفر نامہ کے ساتھ منظوم سیرت بھی ان کی مطبوعات میں شامل ہے۔ ان کے دو نعتیہ مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے نعتیہ اشعار دیکھیے کہ:

جس کسی کی بھی محمدؐ سے شناسائی ہے
اس کی قسمت میں کوئی غم ہے نہ رسوائی ہے

آپ کی طاعت پیہم ہے فضیلت کا سبب
آپ کے فیض سے عالم نے فلاح پائی ہے
معترف ہو گئے اغیار بھی رفتہ رفتہ
حق یہ دین آپ کا ہے بات میں سچائی ہے
کون ہے جو نہیں تو صیف پہ مائل طاہر
فکر و کردار میں وہ آپ کی رعنائی ہے(۱۹)

بہاولپور میں سالانہ نعتیہ مشاعرہ بڑی دھوم دھام اور اہتمام سے منائے جاتے ہیں۔ خصوصاًماہِ رمضان میں نعتیہ محافل کا میلہ لگ جاتا ہے۔ چھوٹے بڑے شعراء کے فکر اور قلم متواتر نعت گوئی اور نعت خوانی میں مست نظر آتے ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری ادارے بھی نعتیہ مشاعرے کرانے میں پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔

شہزاد احمد خان جس آسانی سے نعت جیسی مشکل صنفِ ادب میں لکھنے کا ہنر جانتے ہیں۔ یہ ملکہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے۔ شہزاد کی حیات بھی جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشارِ لفظ آتی ہیں۔ "عجز آرزو" ان کی نعتوں کا مجموعہ ہے۔ کتاب کا عنوان ہی ان کی دلی کیفیات کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان کی نعتوں میں غمِ دوراں سے نجات کے پُر تاثیر طریقے مخفی ہیں۔ گویا شہزاد خان نے شمائلِ رسول کو منظوم کیا گیا۔

نبی کے فیض کا سارا اثر ہے
لبِ اظہار میں جو کچھ اثر ہے
نہیں ہے مجھ میں کوئی اپنی خوبی
کرم اُن کا ہے بس اُن کی نظر ہے
خدا کا نام لیوا ہوں میں شہزاد
محمدؐ اعتبار چشم و تر ہے۔(۲۰)

سردار خادم حسین مخفی بہاول پور کے کہنہ مشق صاحبِ رَس شاعر اور ماہر عروض شمار ہوتے ہیں۔ ان کی بارہ کتابیں چھپ چکی ہیں تاہم اب بہر حال ہر سال ایک کتاب چپ کر سامنے آتی ہے۔ ان کے کلام میں جدت بھی ہے اور قدامت بھی۔ ان کا کلام سرائیکی کلاسیکل شاعری کی

تاریخ کا معتبر حصہ ہے۔ ان کی ایک نعتیہ کتاب "کھٹیاوٹیا" ہے۔ اس کتاب سے کچھ اشعار دیکھیے:

یا نبی مصطفیٰ سرورِ انبیاء تیڈی عظمت دی بے شک کوئی حد نہیں
تیکوں رحمت بناتے ہے بھیجیا خدا تیڈی رحمت دی بے شک کوئی حد نہیں
سوہنی لگدی تیکوں کملی کالی تیڈی ذات خلقی خدا ہے نرالی تیڈی
بعد اللہ دے ہے ذات عالی تیڈی ،تیڈی عظمت دی بے شک کوئی حد نہیں
تیئں نبیاں وچوں پاتے رحمت لقب توں ہی تخلیق کائنات داہیں سبب
شان مخفی خدا تیکوں قوم بخشیے عجب تیڈی عظمت دی بے شک کوئی حد نہیں (۲۱)

انجینئر جمیل چوہدری بہاول پور کے سینیئر ترین شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کو عروض پر انتہائی مہارت حاصل ہے۔ ان کی عروض کی مبادیات پر ایک معتبر کتاب بھی لکھی ہے۔ جمیل چوہدری اج کل کینیڈا میں مقیم ہیں مگر ان کا پاکستان میں آنا جانا متواتر لگا رہتا ہے۔ بہاولپور میں شعر و ادب کی ترویج میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کی شعریت میں وطن پرستی اور دین پرستی کے سوتے پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ شانِ محمدؐ کے قرار واقعی پروانے نظر آتے ہیں۔ ان کی نعت گوئی کا ایک نمونہ دیکھیے:

بیاں میں کر نہیں سکتا کبھی رُتبے محمدؐ کے
کہاں سوچیں میری ناقص کہاں جلوے محمدؐ کے
زمانوں سے یہاں ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا
اندھیر چھٹ گئے پھر جب قدم آئے محمدؐ کے
جہاں باطل ہُوا گستاخ اس شانِ رسالت پر
جمیل اس کو مٹا دیں گے یہ دیوانے محمدؐ کے (۲۲)

خالد محبوب خالد بہاول پور کے نوجوان شعراء کے نمائندہ شاعر شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کے ہاں کلاسیکل شعری مزاج پایا جاتا ہے۔ آپ کے ندرتِ خیال اور قدرتِ کمال نے فکر و آہنگ کی شگفتگی کے ساتھ شعری فلسفے کو سرخرو کیا ہوا ہے۔ آپ کے شعری مجموعے "روشنی

سمیٹی ہے" نے بہاولپور کے ادبی حلقوں میں ایک منفرد شناخت بنالی ہے۔ آپ کی خاصی توجہ نعت کی طرف بھی ہے۔ ان کے نعت زبان زدعام ہے اور اہلِ علم و دین میں تواتر سے حوالے کے طور پر پڑھی جاتی ہے۔ ان کی نعتیہ شعری تخلیق کا نمونہ درج ذیل ہے:

لفظ خود نعت کے امکان میں آ جاتے ہیں
جب بھی سرکار میرے دھیان میں آجاتے ہیں
ذکر ان کا ہو تو ہر سانس مہک جاتی ہے
پھول احساس کے گلدان میں آ جاتے ہیں
ہم تعارف کے بھی محتاج نہیں دنیا میں
ان کی نسبت ہی سے پہچان میں آ جاتے ہیں
بات ناموسِ رسالتؐ کی اگر آ جائے
ہم کفن باندھ کے میدان میں آجاتے ہیں(۲۳)

ڈاکٹر سید قاسم جلال ستر سے زائد کتب کے تخلیق کار ہیں۔ اسلامیہ یونیورسٹی میں شعبہ اقبال سٹڈیز کے استاد ہیں۔ شش لسان شاعر ہیں۔ اعلیٰ درجے کے نقاد، نثر نگار اور شاعرِ باکمال ہیں آپ پوسٹ ڈاکٹریٹ کے حامل ہیں۔ اقبال اور عاشقِ رسول ہیں۔ ان کے کئی نعتیں مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ "مدحتِ خیر البشر" ان کا اسلامی ذہنیت اور حضرت محمدؐ سے والہانہ عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کے چند نعتیہ اشعار دیکھیے:

عشقِ نبی بسا ہے اس طرح جان و تن میں
جیسے چراغ کوئی روشن ہو انجمن میں
تیری ہی ذات سے ہیں سوچیں مری درخشاں
تجھ سے جِلا ہے میرے آئینہ سخن میں
فرمانِ مصطفیٰ ہے حکمِ خدا کا مظہر
انوارِ حق ہیں ماہ طیبہ کی ہر کرن میں

لگتا ہے یوں مدینے میں اے جلال اگر
آ جائے کوئی جیسے پردیس سے وطن میں (۲۴)

افضل خان افضل بہاولپور ہی نہیں بلکہ قومی اور بین الاقوامی پسندیدہ شاعر شمار کیے جاتے ہیں۔ یہ ہمیشہ آورد کو آمد سے بہتر بنا کر پیش کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ مشکل ذہن میں آسانی سے شاعری کر لیتے ہیں۔ "ایک عمر کی مہلت" ان کا مجموعہ کلام ہے۔ جس میں کلاسیکل غزلیں انتہائی جدید موضوعات کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کا یہی ملکہ انہیں نعت گوئی میں بھی حاصل ہے۔ ان کے نعتیہ کلام کا نمونہ ذیل ہے:

یہ جو اس دل کو جنوں میں بھی سکون ہے یوں ہے
ذہن میں اسم محمدؐ کا فسوں ہے یوں ہے
میں مدینے سے پلٹنا ہی نہیں چاہتا تھا
تو نے پوچھا تھا نمی آنکھ میں کیوں ہے یوں ہے
سیرتِ پاک ہی دراصل ہے قانونِ حیات
ورنہ فتوے تو ہزاروں ہیں کہ یوں ہے یوں ہے
دل دھڑکتا ہے محمدؐ کی زیارت کے لیے
میرے اعضا میں اگر گردشِ خوں ہے یوں ہے (۲۵)

حوالہ جات:

۱۔ حیات میر تھی، افکارِ پریشاں، بہاول پور، ادارہ مطبوعات آفتابِ مشرق، ۱۹۷۰ء، ص:۳۰
۲۔ ایضاً، ص:۳۱
۳۔ پنوں زادہ شاد، بھاہ کپاہ، بہاول پور، بزم شاد، ۱۹۸۳ء، ص:۲۷
۴۔ دلشاد کلانچوی، دل بہار، بہاول پور، سرائیکی ادبی مجلس، ۱۹۸۴ء، ص:۱۹
۵۔ سہیل اختر، قوسِ عقیدت، کوئٹہ، وجدان پبلی کیشنز، ۱۹۸۴ء، ص:۳۶
۶۔ ڈاکٹر محمد سلیم ملک، لبیدِ بہاول پوری شخصیت و فن، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۲ء، ص:۱۰۶
۷۔ ریحانہ ملک، مگر تم اپنا خیال رکھنا، لاہور، الرزاق پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص:۱۸
۸۔ افتخار علی افتخار، سب حوالے تری محبت کے، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص:۲۹

۹۔ محمد سجاد علوی، پوری بات ادھورے خط، بہاول پور، اسلامک آرٹس پبلشرز، ۲۰۰۰ء، ص:۴
۱۰۔ نواز کاوش، محبت کام آئے گی، ملتان، حافظ پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۰ء، ص:۳۱
۱۱۔ نصر اللہ خان ناصر، یہ کیسا دُکھ ہے، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص:۱۱
۱۲۔ ایضاً۔ ص:۱۴
۱۳۔ سعدیہ ثناء، انکار کے بعد، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص:۲۰
۱۴۔ فرحت نسیم رائے، محبت کو تبدیلیاں اچھی نہیں لگتیں، بہاول پور، بہاول پنجاب پریس، ۲۰۰۶ء ص:۲۷
۱۵۔ سید خرم پیرزادہ، لگا کے مجھ کو گلے سے، لاہور، ممتاز پبلشنگ، ۲۰۰۷ء، ص:۲۵
۱۶۔ یاسر عباس، شام ہوگئی آکر، لاہور، الغازی پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص:۲۷۔۲۶
۱۷۔ سید مشہود حسن، کرن کرن اُجالا، بہاول پور، مکتبہ الہام، ۲۰۰۷ء، ص:۱۸
۱۸۔ محمد اکبر خان یوسف زئی، دامنِ صحرا، بہاول پور، نیو سوفٹ وئیر انجینئرنگ، ۲۰۰۸ء، ص:۱۹
۱۹۔ ڈاکٹر حفیظ طاہر، سوئے مدینہ، ملتان، جھوک پبلشرز، ۲۰۱۰ء، ص:
۲۰۔ شہزاد احمد خان، عجز آرزو، ملتان، ادب رنگ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص:۱۳۴
۲۱۔ خادم حسین مخفی، کھٹیاوٹیا، ملتان، جھوک پبلشرز، ۲۰۱۵ء، ص:۶۵
۲۲۔ انجینئر جمیل چوہدری، وقت کے زندان میں، بہاول پور، مُون گرافک اینڈ پرنٹنگ پوائنٹ، ۲۰۱۸ء، ص:۲۵
۲۳۔ خالد محبوب خالد، روشنی سمیٹی ہے، ملتان، رانا پبلی کیشنز، ۲۰۲۱ء، ص:۱۶
۲۴۔ سید قاسم جلال، مدحت خیر البشر، لاہور، مکتبہ فجر، ۲۰۲۲ء، ص:۴۷۔۴۶
۲۵۔ افضل خان، اک عمر کی مہلت، راول پنڈی، ناز کو پرنٹنگ پریس، ۲۰۲۵ء، ص:۱۳

⊙⊙⊙

میمونہ ماریہ
لیکچرر ایجوکیشن
منہاج یونیورسٹی، لاہور

جامعات کے طلبہ وطالبات میں ذوقِ نعت کی اہمیت وافادیت اور 21ویں صدی

نعت گوئی ایک مقدس فن ہے جو عشقِ رسول ﷺ کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ جامعات کے طلبہ وطالبات میں ذوقِ نعت کا فروغ نہ صرف ان کی روحانی تربیت میں مددگار ثابت ہوتا ہے بلکہ ان کے اخلاق و کردار پر بھی مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ نعتیہ شاعری کا ذوق نوجوانوں کو سیرتِ نبوی ﷺ کے قریب کرتا ہے اور ان کے اندر دین سے وابستگی اور محبت پیدا کرتا ہے۔ اس مضمون میں جامعات کے طلبہ وطالبات میں نعت کے ذوق کی اہمیت اور اس کے فوائد پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔

نعت گوئی اور نعت خوانی کا تصور اسلام کی ابتدائی تاریخ سے جڑا ہوا ہے اور یہ اسلامی ثقافت کا ایک اہم حصہ ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کا بیان کرنا نہ صرف عبادت ہے بلکہ یہ دلوں کو سکون اور روحانیت کی طرف مائل کرتا ہے۔ جب طلبہ کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، تو ان کی ذہنی، جسمانی اور روحانی نشوونما میں کئی عناصر کا دخل ہوتا ہے، اور ان میں سے ایک اہم عنصر "ذوقِ نعت" ہے۔

ذوقِ نعت کا مفہوم صرف نعت پڑھنا یا سننا نہیں، بلکہ دل کی گہرائیوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوبنا اور ان کی شان میں گائی جانے والی ہر شعر کی حقیقت کو سمجھنا ہے۔ طلبہ کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے ذہنی اور روحانی ارتقاء کے لیے نعت کو اہمیت دیں، کیونکہ یہ انہیں نہ صرف محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روشناس کراتا ہے بلکہ اخلاقی وروحانی طور پر بھی مضبوط بناتا ہے۔

جب طلبہ نعت کو سمجھ کر پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں تو ان کے اندر نیک رویے، اَخلاقی اقدار، اور حُسنِ سلوک کی خصوصیات پیدا ہوتی ہیں۔ نعت پڑھنا ایک ایسا عمل ہے جو طلبہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف مائل کرتا ہے، اور اس سے ان کے اندر صبر، شجاعت، عجز و

انکساری اور دلوں کی صفائی جیسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

نعت خوانی ایک روحانی عمل ہے جو دل کو سکون فراہم کرتا ہے اور ذہن کو پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے۔ یہ طلبہ کے ذہنی دباؤ اور تکالیف کو دور کرتا ہے اور ان میں مثبت توانائی پیدا کرتا ہے۔ اس سے طلبہ کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ زندگی میں مشکلات کے باوجود اللہ کی رضا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں۔

نعت کے ذریعے طلبہ کی اخلاقی تربیت کا عمل بھی بہتر ہوتا ہے۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت پڑھتے ہیں، تو ان کی زندگی میں اسوہ حسنہ کی پیروی کرنے کی خواہش بڑھتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو جاننے اور سمجھنے سے طلبہ میں انصاف، صداقت، شجاعت اور ایثار جیسے مثبت خصوصیات کی ترقی ہوتی ہے۔

تعلیمی اداروں میں ذوقِ نعت کو فروغ دینا اس لیے ضروری ہے کہ یہ طلبہ کی روحانیت اور ذہنی نشوونما میں ایک توازن قائم کرتا ہے۔ جب نعت خوانی کو تعلیمی سرگرمیوں کا حصہ بنایا جاتا ہے، تو اس سے ادارے کی فضا بھی خوشگوار اور معنوی ہو جاتی ہے۔ طلبہ میں ایک روحانی اطمینان اور سکون آتا ہے، جو ان کی تعلیمی کامیابی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

نعت پڑھنے اور سننے کی افادیت صرف روحانی سکون تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ طلبہ کے رویوں میں بھی مثبت تبدیلیاں لاتی ہے۔ نعت کے ذریعے طلبہ میں خود اعتمادی بڑھتی ہے اور ان میں مختلف چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ، یہ انہیں اپنے معاشرتی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر سمجھنے اور ادا کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

نعت کے ذریعے طلبہ میں دوسروں کے لئے محبت، ہم آہنگی اور احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے سے معاشرتی مسائل میں بہتری آتی ہے اور ان میں انسانیت کے جذبے کو فروغ ملتا ہے۔

نعت گوئی کا اصل مقصد حضور اکرم ﷺ سے محبت اور عقیدت کا اظہار ہے۔ جب طلبہ نعت خوانی کرتے ہیں یا نعتیہ شاعری میں دلچسپی لیتے ہیں، تو ان کے دل میں نبی کریم ﷺ سے محبت اور عقیدت میں اضافہ ہوتا ہے، جو ایمان کی بنیاد ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس

کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" (بخاری، حدیث:۱۵)

نعت سننے اور پڑھنے سے طلبہ کے کردار پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ نعتیہ کلام میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت و صفات بیان کی جاتی ہیں، جو سننے والوں کو اچھے اخلاق اپنانے اور برے اعمال سے بچنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

"بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہو۔"
(القرآن، سورۃ الاحزاب:۲۱)

نعتیہ ادب اسلامی ادب کا ایک اہم شعبہ ہے۔ طلبہ جب نعت خوانی یا نعتیہ شاعری میں دلچسپی لیتے ہیں، تو ان کی زبان دانی، فکری وسعت اور ادبی ذوق میں اضافہ ہوتا ہے۔ جامعات میں نعتیہ مشاعرے اور نعت خوانی کے مقابلے طلبہ کی ادبی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہیں۔

ڈاکٹر عبد الرؤف پاریکھ اپنی کتاب "اردو نعتیہ شاعری: ارتقا اور رجحانات" میں لکھتے ہیں:

"نعتیہ شاعری محض الفاظ کا گلدستہ نہیں بلکہ یہ ایک ایسا تخلیقی اظہار ہے جو شاعر کے دل کی گہرائیوں سے نکل کر قاری کے دل میں محبتِ رسول ﷺ کے چراغ روشن کرتا ہے۔"

نعتیہ کلام سننے اور پڑھنے سے قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ روحانی شاعری اور ذکر و اذکار ذہنی دباؤ کو کم کرنے میں مدد دیتے ہیں:

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

"خبردار! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔" (سورۃ الرعد:۲۸)

جامعات میں نعت خوانی کے فروغ سے ایک دینی ماحول پیدا ہوتا ہے جو طلبہ کے عقائد کو مستحکم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ نعت خوانی اور نعتیہ ادب سے لگاؤ رکھنے والے طلبہ عام طور پر لغو اور غیر اخلاقی سرگرمیوں سے دور رہتے ہیں، کیونکہ ان کی سوچ مثبت اور تعمیری ہوتی ہے۔

نعت خوانی سے طلبہ کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ بہتر انداز میں اپنی بات کہنے کے قابل ہوتے ہیں۔

نعتیہ ادب، نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اجاگر کرتا ہے، جو بین المذاہب رواداری، محبت

اور امن کا درس دیتی ہیں۔ جامعات کے طلبہ و طالبات میں ذوقِ نعت کی ترویج نہ صرف ان کی روحانی و اخلاقی تربیت کا ذریعہ ہے بلکہ ان کے ادبی اور علمی سفر میں بھی ایک سنگِ میل ثابت ہوتا ہے۔ نعتیہ ادب کا فروغ ہمارے تعلیمی اداروں میں ایک مثبت اور پاکیزہ فضا قائم کر سکتا ہے، جو طلبہ کے کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لہٰذا، جامعات کو چاہیے کہ وہ نعتیہ سرگرمیوں کی سرپرستی کریں اور نعت خوانی کے مقابلوں اور مشاعروں کا انعقاد کریں تاکہ طلبہ میں عشقِ رسول ﷺ کو مزید پروان چڑھایا جا سکے۔

حوالہ جات:

1. بخاری، صحیح البخاری، حدیث: ۱۵
2. القرآن، سورۃ الاحزاب: ۲۱
3. القرآن، سورۃ الرعد: ۲۸
4. ڈاکٹر عبدالرؤف پاریکھ، "اردو نعتیہ شاعری: ارتقا اور رجحانات"، کراچی یونیورسٹی پریس
5. سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب) –اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور نعت خوانی کے حوالے سے بھی مختلف نکات پیش کیے گئے ہیں۔
6. الذوقُ فی نَعتِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب) –اس میں نعت گوئی کی اہمیت اور اس کے روحانی اثرات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔
7. الحدیث (صحیح مسلم اور صحیح بخاری) –حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

⊙⊙⊙

ثمینہ شوکت
منہاج یونیورسٹی، لاہور

21ویں صدی کی مقبول شعری ہیئتیں

ادب کی دنیا میں وقت کے ساتھ ساتھ نہ صرف موضوعات میں وسعت آتی ہے بلکہ ہیتوں میں بھی تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ اکیسویں صدی میں اردو شاعری کی روایت نے جہاں ماضی کی ہیتوں کو برقرار رکھا، وہیں جدید تقاضوں کے تحت نئی ہیتیں بھی رائج ہوئیں۔ نعت، جو ہمیشہ سے اردو شاعری کا ایک مقدس اور معتبر صنف رہی ہے، اکیسویں صدی میں بھی اس کا سفر جاری رہا اور اس میں نئے رجحانات اور ہیتوں کا اضافہ ہوا۔

اکیسویں صدی کی مقبول شعری ہیتیں

اردو شاعری میں کلاسیکی ہیتیں جیسے غزل، نظم، قصیدہ، مثنوی اور رباعی بدستور مقبول ہیں، لیکن اکیسویں صدی میں کچھ نئی ہیتیں بھی متعارف ہوئیں یا زیادہ عام ہوئیں، جن میں آزاد نظم، نثری نظم، ہائیکو، ہائبرڈ شاعری، گیت، دوہڑا اور ترائیلے شامل ہیں۔

غزل

غزل اپنی روایت اور حسنِ بیان کی وجہ سے اکیسویں صدی میں بھی سب سے زیادہ مقبول صنف رہی ہے۔ جدید غزل میں کلاسیکی مضامین کے ساتھ جدید دور کے مسائل، نفسیاتی پیچیدگیاں اور فکری رجحانات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔

مثال:

یہ جو آنکھوں میں چمک ہے، یہ کوئی خواب نہ ہو
یہ جو سائے ہیں، کہیں راہ کے گرداب نہ ہو

نظم

نظم کی مختلف اقسام جیسے پابند نظم، آزاد نظم اور نثری نظم اکیسویں صدی میں بہت زیادہ مقبول ہوئیں۔

آزاد نظم: اس میں بحر اور قافیے کی سخت پابندی نہیں ہوتی، مگر آہنگ اور وحدتِ تاثر برقرار رہتا ہے۔

نثری نظم: یہ شاعری اور نثر کے درمیان کی ایک صورت ہے، جو جدید دور میں خاص طور پر نوجوان شاعروں میں مقبول ہوئی ہے۔

مثال:

بارش میں بھیگی دیواریں، اداس لمحے
وقت کے ہاتھوں میں لرزتی یادوں کی گھنٹیاں

ہائیکو

جاپانی شاعری سے مستعار لی گئی ہائیکو (Haiku) تین مصرعوں پر مشتمل ایک صنف ہے، جو اردو میں بھی بہت مقبول ہوئی۔

مثال

دھوپ کے سائے میں
دریا کے پانی پر پتھر کا خواب

ہائبرڈ شاعری

یہ ایک جدید طرز ہے جس میں مختلف ہیتوں کو ملا کر شاعری کی جاتی ہے۔

ترائیلے

یہ ایک فرانسیسی ہیت ہے جو تین مصرعوں کے بندوں پر مشتمل ہوتی ہے، اور اس میں ایک مخصوص ترتیب سے اشعار دہرائے جاتے ہیں۔

اکیسویں صدی میں نعتیہ شاعری

نعت اردو شاعری کی وہ صنف ہے جو ہمیشہ سے عاشقانِ رسول ﷺ کے جذبات کی ترجمانی کرتی آئی ہے۔ اکیسویں صدی میں نعتیہ شاعری میں کئی اہم رجحانات دیکھے گئے

جدید اسلوب میں نعت

نعتیہ شاعری میں نئے انداز اپنانے کا رجحان بڑھا ہے۔ مثلاً، جدید آزاد نعتیہ نظم لکھی جا رہی ہے، جس میں شاعر بغیر کسی روایتی پابندی کے نبی کریم ﷺ کی شان بیان کرتا ہے۔

مثال

کہیں اجالا، کہیں ستارہ، کہیں گلوں کی مہک کی صورت
وہ رحمتوں کے پیامبر آئے، ضیاء ضیاء کی مہک کی صورت

نعت میں عصری موضوعات

جدید دور میں نعتیہ شاعری میں سماجی اور اخلاقی موضوعات کو بھی شامل کیا جانے لگا ہے۔

مثال:

جب ظلم کا اندھیرا چھایا، تب آقا ﷺ کا نام لیا
جب حق کی بات دبائی گئی، تب آقا ﷺ کا نام لیا

نعت میں نئی شعری ہیتوں کا استعمال

اب نعتیہ شاعری میں صرف غزل یا قصیدہ ہی نہیں، بلکہ آزاد نظم، ہائیکو، اور نثری نظم جیسی جدید ہیتوں میں بھی نعت لکھی جا رہی ہے۔

ہائیکو نعت

بادِ مدینہ
خوشبو میں لپٹی آتی
روح کو چھوتی

نعتیہ ادب میں ڈیجیٹل انقلاب

اکیسویں صدی میں سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے ذریعے نعتیہ شاعری کی اشاعت اور ترویج میں اضافہ ہوا ہے۔

اکیسویں صدی میں اردو شاعری کی ہیتوں میں کافی تنوع آیا ہے۔ نئی اصناف متعارف ہوئیں اور پرانی اصناف میں جدت پیدا ہوئی۔ نعتیہ شاعری میں بھی یہ رجحان دیکھنے کو ملا، جہاں روایتی انداز کے ساتھ جدید اسلوب بھی اپنایا گیا۔ اس دور کی نعتیہ شاعری صرف عقیدت کا اظہار نہیں بلکہ جدید انسان کے فکری اور روحانی مسائل کو بھی سمو رہی ہے۔

حوالہ جات:

1. ڈاکٹر وزیر آغا، اردو شاعری کا مزاج، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۵۔
2. ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، جدیدیت، مابعد جدیدیت اور اردو شاعری، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۰۔
3. ڈاکٹر وحید قریشی، اردو نعت گوئی کی روایت، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۵۔
4. ڈاکٹر سید تقی عابدی، نعت کا فن اور ارتقا، عالمی اردو ریسرچ سینٹر، ۲۰۱۸۔
5. ڈاکٹر توصیف تبسم، اکیسویں صدی میں اردو شاعری کے رجحانات، لاہور، ۲۰۲۱۔

⊙⊙⊙

ذی وقار نجیب [۱]
عمر خان گھوٹیہ [۲]
محمد حفیظ خان [۳]

بہاول پور میں سرائیکی نعت کی روایت

عہد موجود میں بہاول پور کہنے کو تو معاشی بدحالی اور سماجی زبوں حالی کا شکار خطہ عرضی ہے مگر ازمنہ قدیم میں ایک خوشحال ریاست شمار کی جاتی تھی۔ اس خطہ عرضی میں اگرچہ عوام الناس کے سماجی حالات جیسے بھی دگرگوں ہیں مگر یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ یہاں کی سرزمین ہمہ وقت صحت مندانہ سرگرمیوں اور علمی و ادبی کاوشوں میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ خصوصا شعر و نشر میں یہاں کے اہل قلم خواتین و حضرات نے مقامی اور قومی سطح پر ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی طور پر بھی اپنا, اپنے ملک پاکستان اور خصوصاً بہاولپور کا نام سنہری حروف میں لکھوایا ہے۔ ماضی میں جھانکیں تو دس ہزار قبل مسیح سے یہاں کی تہذیب نے وسیب کے سدھار کے لیے ہمہ اقسام فنون کے حوالے سے تاریخ کو کئی شہ پاروں کی امانت سونپی۔ یہاں کے مقامی لوگوں نے دریائے ہاکڑا کے دونوں اطراف میں ایسے لوک ادب کو تخلیق کیا جس کی گونج ہزاروں سال بعد بھی لوک گیتوں کو سہروں، لوک لوریوں اور کہہ مکرنیوں کی ایک کثیر تعداد ثقافت میں رچ بس کر لوگوں کی سماجی رہنمائی میں اپنا کردار ادا کرتی دکھائی دیتی ہے۔

شعری اصناف کا مطالعہ کیا جائے تو یہاں سنسکِرت سرائیکی فارسی اردو اور دیگر کئی زبانوں میں ایسے دل پذیر نمونے تخلیق کیے جن کی نظیر ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن سی لگتی ہے۔ بہاولپور نے جہاں ظہور نظر جیسے شعرا کو پالا پوسا وہاں انجینیئر جمیل، ذیشان اطہر محمد افضل خان، احتشام حسن خان، حفیظ طاہر اور رباب حیدری جیسے بڑے شعراء کو جنم دیا وہاں مقامی زبان سرائیکی میں بھی کئی نامور اور شہرہ آفاق شعرا کو تخلیق کیا۔ اس زبان کے مہان شعرا میں خواجہ غلام فرید، مخدوم شمس الدین سید، مشتاق انصاری، قاضی امین انصاری، غلام نبی غلام، جہانگیر مخلص، عبدالحکیم اچوی،

---

۱ پی ایچ ڈی سکالر شعبہ سرائیکی اسلامیہ یونیوسٹی بہاول پور
۲ ایم فل اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور
۳ پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اقبالیات اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

جانباز جتوئی، عطا محمد جاذب انصاری، شمیم اچوی، عبد اچوی، عبد الکریم احمد پوری، سفیر لاشاری، اطہر ادیب، مرید انصاف، شاہد عالم شاہد، جند وڈا مغموم، شہباز، بخت علی مسرور، تنویر سحر، اختر تاتاری، انجم لاشاری، ممتاز عاصم، ریاض رحمانی، ساجد صحرائی، زبیر احمد زبیر، پنوزادہ شاد، جاوید حمید جگر، عمران دل، محمد نجیب شہزاد، نقوی احمد پوری، فیض محمد دلچسپ، نجیب اللہ نازش، امیر بخش دانش، شباب بلوچ، شعبان جھلؒ شعبان اور ثاقب ساہی جیسے بلند مرتبہ شعرا نے اپنے اپنے فن و فکر کے جھنڈے گاڑے۔ سرائیکی زبان کے قدیم و جدید شعرا کا یہ خاصہ رہا ہے کہ انہوں نے جہاں دیگر اصناف شعر و سخن پر طبع آزمائی کی وہاں حمد و نعت کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا خصوصاً نعت کے حوالے سے جو شاعرانہ کمال دکھائے وہ کم کم کسی دوسری زبان کے شعری ادب میں دکھائی دیتا ہے۔

منشی غلام نبی غلام گھوٹیہ چنی گوٹھ کے واسی ہیں۔ آپ کی حیاتی مقامی سکول میں درس و تدریس میں مصروف گزری۔ غلام نبی غلام بھی خرم بہاول پوری، مشتاق انصاری، قاضی محمد امین انصاری، اور پنوزادہ شاد کے ہم عصر ہیں۔ غلام نبی غلام اپنے عہد کے پڑھے لکھے شاعر شمار کیے جاتے تھے۔ آپ نظم اور حمد و نعت کے شاعر ہیں۔ آپ کا نمونہ کلام یہ ہے:

مدنی دا میں سڈیواں مدنی دے صدقے تھیواں
دم دم پڑھاں درودے جو نور دا ورودے
اُلفت دے پیالے پیواں مدنیؐ دے صدقے تھیواں
ایویں نہ دم بھراں میں نیکی دے کم کراں میں
جو دم غلام جیواں مدنیؐ دے صدقے تھیواں[1]

سرائیکی شاعری میں خواجہ غلام فریدؒ کے بعد جس شاعر کو پذیرائی ملی وہ بلاشبہ نصیر الدین خرم بہاولپوری کی ذات باصفات ہے۔ نصیر الدین خرم سرائیکی شاعری کو روایتی شاعری سے جدید شاعری تک لے آیا گویا کلاسیکل شاعری نے زمانے کے بدلتے رجحانات کے ساتھ خود کو بھی بدلا تو واضح طور پر قدیم و جدید کے درمیان ایک رابطہ پل صرف نصیر الدین خرم کی ذات ہے۔ فکری تبدیلی اپنی جگہ مگر دین دوستی کی روایت کو نصیر الدین خرم نے کہیں جدت کے تقاضوں میں بھی گم

نہیں ہونے دیا۔ ان کی نعتیہ شاعری کا نمونہ دیکھیے:

ول مہر دا مہینہ وسا سیدا کوئی نولا ناز ڈکھا سیدا
ناں رب دا من مردی ہاں ڈے رُٹھڑے یار منا سیدا
جا رحمت وچوں ڈوا بھانگے جا قسمت اتھوں اٹھا سیدا
ایں بندڑی مندڑی گندڑی تے جا مہروں بھال نفاہ سیدا
ہُنڑ خرم نک تئیں آ تھیا اے ولدی دے پھیر ولا سیدا[۲]

پنوزادہ شاد سرائیکی ادب اور شاعری کے طویل العمر شخص ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے ایک سو سترہ سال کی عمر پائی چوالیس سے زیادہ کتب کے خالق ہونے کے ساتھ انہیں عاشق رسولؐ ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ انہوں نے نعتیہ شاعری کی مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی۔ ان کی ایک نعتیہ کافی بھی ملاحظہ فرمائیں:

اے مدنی محمدؐ در ائے سوالی
کر فیض سوٹھاں بھر جھولی خالی
میں بھولی کملی کوں گل نال لاوو
کوجھی کملی بھولی تے آ ترس کھاوو
تئیں باجھ سانول ہے رات کالی
میں تتڑی ہتھڑی کِن تے بھجاں ہُنڑ
ونجاں کِن تے سوٹھاں کتھاں کر بھجاں ہُنڑ
میں تاں روح کوں سوٹھاں ودی ہاں وندالی[۳]

چام بخت علی مسرور احمد پور کے ہر دل عزیز شاعر شمار کیے جاتے ہیں۔ اُن کے کلام میں سرائیکی وسیب بولتا دکھائی دیتا ہے۔ بخت علی مسرور نے شاعری کی تمام اصناف میں طبع آزمائی کی

ہے۔ اُن کے نعتیہ اشعار زبانِ زدِ عام رہتے ہیں۔ اُن کا کلام دیکھیے:

محمدؐ رحمت اللعالمین تے ہے شافعی شفیع المذنبین
خداوند پاک نے بخشی اے ڈاتے اے باراں ربیع الاول دی راتے
ہے پاتا شرف مکے دی زمین محمدؐ رحمت اللعالمین
ساڈے بختیں آیا ایہو بختیں والا گناہ گار اُمت دا رکھدے سنبھالا
ایہو مسرور دا کامل یقین محمدؐ رحمت اللعالمین[۴]

ریاض رحمانی بہاول پور کی تحصیل خیر پور ٹامیوالی کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے سرائیکی غزل کے معیار اور فکری اساس کو فن کی معراج تک پہنچا دیا۔ غزل میں ریاض رحمانی کے ہم پلہ بہت کم شاعر دکھائی دیتے ہیں۔ ریاض رحمانی مخصوص موضوعات اور فرسودہ خیالات کی بجائے نئے استعارے ترکیبیں اور علامتیں تشکیل دیتے ہیں۔ غزل کے مشکل موضوعات کو فنی خصائص کی بنیاد پر انتہائی آسانی سے سرانجام دے جاتے ہیں۔ یہی قدرتِ کلامی روانی اور سلاست و لطافت اُن کے کلام کو وقار اور تمکنت عطا کرتی ہے۔ اُن کے نعتیہ اشعار دیکھیے:

پھُل دی رنگت عطر دی خوشبو بہاراں دی پھبند
ڈھلیاں جاں سانچے دے وچ بٹُیا محمدؐ دا بدن
لفظ گنڈھ گنڈھ تے ودا سینداں ہاں تیڈا پیرہن
کتھ میڈیاں سوچاں دا میچا کتھ تیڈا نوری بدن
اے کلیم اللہ اینکوں ہم کلامی آ کھدن
ہم سخن ڈوں ہن مگر محوِ سخن ہکو دہن
بے شعوری دے اندھیرے وچ ودا رُلدے ریاض
یا رسولؐ اللہ نور معرفت دی ہِک کرن[۵]

حاجی مرید حسین انصاف اُچ شریف کے ایک نامور شاعر شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ

معاشرے کے بے رحم رویوں کا شکار رہے۔ اُن کی شاعری اپنے عہد کا نوحہ ہی نہیں بلکہ تاریخ بھی ہے۔ دیوانِ انصاف اُن کا شعری مجموعہ ہے جس میں نعتوں، غزلوں، بند اور رباعیوں کے علاوہ ترانے اور حمد و نعت بھی شامل ہیں۔ اُن کا نعتیہ کلام ملاحظہ کریں:

جئیں ڈینہ دا عربیؐ سئیں ایں جگ تے آ گئے
اساکوں لاتی ہس آ سکھاں دی جاگے
سئیں اللہ نے بخشیا ہے اساں کوں اے جانی
اے شیشہ ہے رب دا تے رب دی نشانی
سنڑو میں سٹیناں اے محفل دے بانی
اے ڈو جگ دا ماڑ اے غریبیں دا بھاگے (۶)

سفیر لشاری سرائیکی شاعری کا ایک مستند حوالہ ہے۔ اُن کا اصل نام محمد رمضان ہے۔ آپ کا تعلق دبستانِ احمد پور سے ہے اور احمد پور کے دبستانِ شعر و ادب میں عالمی سطح کے لکھنے والوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ سرائیکی زبان کے شعراء کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ یہ شعر و ادب کے پروانے شاعری کی جملہ اصناف میں لکھنے کو فرض عین سمجھتے ہیں۔ ایسے شعراء کی صف میں سفیر لشاری نمایاں نظر آتے ہیں۔ اُن کا نعتیہ کلام زبانِ زدِ عام ہے۔ اُن کی نعت کے اشعار دیکھیے:

سرکار مدینے والے تے صلواۃ بھیجیندیں ہاں ٹھردے
جتھ آوے ناں محمدؐ داچُم اکھیاں لیندیں ہاں ٹھردے
ایں ناں وچ لکھ لکھ برکت ہے
اے نام تاں منبع رحمت ہے
جیں ذکر دا ذاکر رب ہووے
اوہو ذکر کریندیں ہاں ٹھردے
کئی راہندن مست عبادت وچ
کئی پاون چین ریاضت وچ

ہیں مدحت خوان سفیر اساں
ساڈا نعت اکھیندیں ہاں ٹھردے(۷)

انجم لشاری بہاول پور کے نوجوان شاعر تھے۔ اُن کی شاعری جدید تلازمات اور زبان وبیان کی خوبیوں سے مالامال تھی۔ انہوں نے چڑھتی جوانی میں ہی دنیائے فانی کو خیر آباد کہہ دیا۔ تاہم انہوں نے زندگی کے مختصر ایامِ شباب میں سرائیکی زبان کو خوبصورت شعر ونثر کی دولت سے فیض یاب کیا۔ اُن کی دینی اکابرین سے محبت اُن کی شاعری میں نمایاں نظر آتی ہے۔ اُن کے نعتیہ کلام میں اُن کی دینی محبت سر چڑھ کر بولتی ہے۔ اُن کی نعت سے چند اشعار:

محمدؐ مصطفیٰ والے پڑھو صلی علیٰ ہر دم
ایندی یاری خدا نال اے پڑھو صلی علیٰ ہر دم
حبیبِ کبریا سوہنڑا امامِ انبیاء سوہنڑا
گناہ گاراں دا لجپال اے پڑھو صلی علیٰ ہر دم
جڈاں معراج تے ویندے بہشتاں وی سنگر پوندے
لگن دوزخ دے در تالے پڑھو صلی علیٰ ہر دم
اے انجم با ادب آہدے تساں سارے وی رل آکھو
نبیؐ سئیں سب دے غم ٹالے پڑھو صلی علیٰ ہر دم(۸)

بہاول پور کی دھرتی علم و ادب کی بہاروں سے لبریز ہے۔ علم و ادب کی فضاء نے جہاں لوگوں کو معاشرتی مسائل کو نپٹانے کے لیے تحمل اور تدبر کے جذبات پیدا کرتی ہے وہاں لطیف جذبات اور ادبی ذوق شاعری کو ایک شاندار فضاء میسر کرتا ہے۔ جندوڈاخان سرائیکی وسیب کے صاحبِ اسلوب شاعر شمار کیے جاتے ہیں۔ اُن کی شاعری میں جہاں دنیا داری اور دل داری کے موضوعات چھائے ہوئے ہیں وہاں اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت بھی فراواں نظر آتی ہے۔ اُن کی نعت انتہائی لطیف جذبات کے ساتھ جب سامعین کے کانوں میں رس گھولتی ہے وہیں اُن کی محمدؐ سے وابستگی اور محبت کھل کر سامنے آتی ہے۔ اُن کا نعتیہ کلام دیکھیں:

سک ہے روضہ عربیؐ دے چھاں دی منشاء پنجھی کڈاں میڈے ہاں دی
پوندی نت میکوں ایہا دلیلے تھیسی کڈاں منظور اپیلے
توں ہیں مالک ٹلک خلیلے ہاں بٹدی تیڈڑے ناں دی
کر چنگاں جندڑ دا نصیبے جلدی آ ہماں رب دے قریبے
ہر ویلے پووے پئی دیدے چول ہساں میں گال ڈکھاں دی(۹)

ڈاکٹر اختر تاتاری بہاول پور کے نواحی، تاریخی شہر اوچ شریف کے نمائندہ شاعر شمار کیے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر اُن کی شاعری، نظموں، غزلوں، گیتوں اور کافیوں کی شاعری ہے۔ تاہم اُن کا نعتیہ کلام بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اُن کے نعتیہ کلام سے چند اشعار:

زمانے دا جو ہادی بنڑ تے اے ذیشان آیا ہے
گناہ گاریں کیتے رحمت دا بنڑ سامان آیا ہے
سراپا نور ہے تے خود خدا ہے ایندا شیدائی
اے ہک شاہ کار ہے بنڑ تے خدا دی شان آیا ہے
اے منبع ہے شفاعت دا سمندر ہے عنایت دا
ڈکھی امت دے دردیں دا اے بنڑ درمان آیا ہے
کریں منظور جے عرضی تیڈی چوکھٹ تے دم نکلے
اے اختر تیڈے دروازے تے بنڑ دربان آیا ہے(۱۰)

تنویر سحر بہاول پور کی تحصیل احمد پور کے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شاعر ہیں۔ روہی ریت کنارے کے علاوہ اُن کی پانچ مختلف اصناف کے شعری مجموعے ہیں۔ انھوں نے سرائیکی شاعری میں کئی شعری تجربے کیے ہیں۔ اُن کا شمار جدید شعراء کی صف میں کیا جاتا ہے۔ اُن کے نعتیہ کلام کا نمونہ دیکھیے:

ڈوں کماناں دا فاصلہ ہووے ایڈوں رب اوڈوں مصطفیٰ ہووے

بزمِ کونین دی فضاء مہکے کنیں وچ آپ دا الا ہووے
سوہنڑیاں گلیاں ہوون مدینے دیاں تے وجود اپنڑا ہک ہوا ہووے
جے توں تنویر چاہندا ہیں سب کجھ سر نیوائی دی اتنا ہووے[11]

سرائیکی زبان نے جو قادر الکلام اور صاحب اسلوب شاعر پیدا کیے ہیں اُن میں ایک بلند مرتبہ شاعر سردار خادم حسین مخفی ہیں۔ شاعری کی تمام بحور پر قدرت رکھنے والا یہ شاعر اپنے فن میں لاجواب و بے مثال ہے۔ اُنہوں نے شاعری کی ہر ہئیت میں طبع آزمائی کی ہے۔ اِن کے شعری فن پاروں میں قدرتِ کلام، فنی پختگی اور زبان و بیان کی جو چابک دستی پائی جاتی ہے وہ سرائیکی شاعری کی تاریخ میں کسی دوسرے شاعر میں ہر گز پیدا نہیں ہو پائی بہت سے لوگ انہیں بابائے سرائیکی کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اِن کا نعتیہ کلام منفرد اہمیت اور حیثیت کا حامل ہے۔ اُن کا نعتیہ کلا ملاحظہ فرمائیں:

رضا چاہندیں اگر مخفی خدا دی غلامی کر حبیبِ کبریا دی
ایندے ہتھ وچ خزانے ہن خدا دے اتے حد کینی کئی جود و سخا دی
ادا اوندی دی ہووے مثل کیویں قسم چیندے خدا جیندی ادا دی
خدا اونکوں عطا جنت کریسی سند جیکوں نبیؐ ڈیسی وفا دی[12]

خواجہ محمد یار فریدی کی شاعری خواجہ غلام فرید کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ محمد یار فریدی خواجہ صاحب کے مریدِ خاص تھے۔ عشقِ مصطفیٰ یار محمد کی شاعری کا خاصہ ہے۔ خواجہ غلام فرید کے کلام کی طرح خواجہ محمد یار فریدی کی شاعری بھی عوام میں یکساں مقبولیت کی حامل ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ خواجہ یار محمد کے صوفیانہ کلام کی چاشنی اور لطافت اتنی عمدہ ہے کہ پیر و مرشد کی شاعری میں فرق کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ سرائیکی وسیب میں ہونے والے تمام مذہبی اجتماعات میں خواجہ یار محمد فریدی کا کلام پڑھنا فرضِ عین سمجھا جاتا ہے۔ اُن کے نعتیہ کلام کا اسلوب کہیں کہیں اپنے مُرشد کے کلام سے برتری حاصل کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اُن کا نعتیہ کلام دیکھیں:

حقیقت محمدؐ دی پا کوئی نی سگدا
اتھاں چُپ دی جاء ہے الا کوئی نی سگدا

محمدؐ دی صورت ہے صورت خدا دی
میڈے دل توں نقشہ مٹا کوئی نی سگدا
اساں در محمدؐ دے سجدے کریسوں
جو ہیں در توں سر ساڈا چا کوئی نی سگدا
انا الحق انا اللہ الاوٹ ہے سوکھا
انا احمد کوں الا کوئی نی سگدا(۱۳)

حفیظ طاہر گھوٹیہ بہاول پور کے صفِ اول کے شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کے چار شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ دینی ادب کے حوالے سے اُن کی کتاب "محمدؐ" کو قومی ایوارڈ بھی حاصل ہوا ہے۔ اُن کی نعت بہاول پور کے شعری ادب میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ اپن کا نعتی کلام دیکھیے:

من مکہ دید مدینہ رج رج تے ٹھاریم سینہ
جتھ ڈسدی رحمت وسدی جتھ تس لتھی نس نس دی
جتھ گالھ رہی نہ کس دی ونج لدھم عشق خزینہ
من مکہ دید مدینہ سیت اجھا کرم کمایا
در مدنیؐ دا ڈکھلایا ونج چالی نال بلایا
گیا پل وچ گزر مہینہ من مکہ دید مدینہ(۱۴)

ضلع بہاولپور کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ اس کی دھرتی نے خواجہ غلام فریدؒ جیسے عظیم صوفی شاعر کو جنم دیا۔ پالا پوسا بڑا کیا اور دمِ آخر میں اپنے سینے کے اندر گوشہ عافیت دان کیا۔ سرائیکی شاعری نے جن معدودے ایسے شعراء کو جنم دیا جن کا ہم پلہ دور دور تک کوئی نہیں۔ ان کی ایک نعتیہ کافی ملاحظہ فرمائیں:

بݨ دل بر شکل جہان آیا ہر صورت عین عیان آیا
کتھ احمد شاہ رسولاں دا محبوب سبھے مقبولاں دا
استاد نفوس عقولاں دا سلطانانِ پیر سلطان آیا
تنزیل کتھاں جبریل کتھاں تورات زبور انجیل کتھاں
آیات کتھاں ترشیل کتھاں حق و باطل دا فرقان آیا[۱۵]

بہاول پور کے جنوبی گاؤں میں ایک نوجوان شاعری کو اپنا شغف بناتا ہے اُس کا یہ شغل کہیں اُس کے علاقے میں پھیلی ایک قدیم شاعرانہ روایت کا عکس لگتا ہے۔ سرائیکی شاعروں کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ وہ دنیا داری کے ساتھ جہاں دل داری کو بھی فوقیت دیتے ہیں وہیں دین داری کو بھی سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ اس علاقہ کے ہر شاعر نے غزل اور نظم کے ساتھ ساتھ حمد و نعت کو بھی مقدم رکھا ہے۔ ادب میں اعلیٰ تعلیمی ڈگری حاصل کرنے والا یہ شاعر شعبان جھلݨ شعبان اپنے نعتیہ کلام میں اپنے محبوب نبی اعظم محمدؐ کی محبت کو کچھ اس طرح بیان کرتا ہے:

کراں جند قربان محمدؐ تے تھیا نازل قرآن محمدؐ تے
جڑاں مدنی ڈاچی تے ہوں بکریاں کھیر وی آپیں ڈیون
عاشق تھیا رحمٰن محمدؐ تے لج پال ایہو فرماندا ہے
جیندے رب سئیں سہرے گاندا ہے پڑھے درود شعبان محمدؐ تے[۱۶]

ممتاز عاصم بہاول پور کی تحصیل احمد پور شرقیہ کے مشہور شاعر ہو گزرے ہیں۔ اُن کا شعری مجموعہ "ساہ سمل دا پاݨی" غزلوں، نظموں اور المیوں کا مجموعہ ہے۔ اُن کی شاعری میں دنیا داری کے ساتھ دین داری کا عنصر بھی نمایاں ملتا ہے۔ اُن کا نعتیہ کلام دیکھیے:

نور دی ٹھاڈل پیار دی شبنم صل اللہ علیہ وسلم
آپ توں سوجھل سارا عالم صل اللہ علیہ وسلم
عرشی فرشی آکھن دم دم صل اللہ علیہ وسلم

مکھڑے تے ہن نوری لاٹاں
مستک تے ملکوتی چھاٹاں
پیریں امن امان دیاں واٹاں
اُچا سب توں ایندا پرچم صل اللہ علیہ وسلم (۱۷)

ساجد صحرائی ایک ریٹائرڈ ٹیچر ہیں۔ انتہائی اعلیٰ شعری ذوق کے حامل ہیں۔ اُن کی شاعری کے محاسن یکساں و بے مثال ہیں اُن کی ایک پہچان سرائیکی نعت بھی ہے۔ انہوں نے اپنی نعتوں میں اپنی محبت اور فریفتگی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ اُن کا نعتی کلام ملاحظہ کریں:

کڈیں اپنڑے در تے سڈا کملی والا
میکوں اپنڑا روضہ ڈکھا کملی والا
مدینے کوں ڈیکھاں تے پھنڈیں نہ ماواں
ایہا آس میڈی پچُا کملی والا
کڈاں شاد تھیساں تے آباد تھیساں
میڈے بھاگ سُتے جگا کملی والا
ڈکھا سبز گنبد ایں ساجد کوں ہنُڑ تاں
میڈے دل دی ہے اے دُعا کملی والا (۱۸)

بہاول پور کے ایک خوبصورت شاعر زبیر احمد زبیر بھی ہیں۔ جو اپنے فکر و آہنگ اور معنویت سے بھرپور تخیل کے ساتھ نابغہ شاعری تخلیق کرتے ہیں۔ اُن کی مذہبی شاعری اُن کی شہرت کا منفرد پہلو ہے۔ حمد اور نعت اُن کے من پسند موضوعات ہیں۔ اُن کی نعتیں ہر مذہبی مجالس کی زینت بنتی ہیں۔ اُن کے بہت سے شعر زبانِ زدِ عام ہیں۔ اُن کا نعتیہ کلام دیکھیے:

در تے سڈاؤ سوہنڑا نبیؐ مونجھاں سئیاں ماری ویندن

ایں دل وچ تہاڈی یاد ہے دل غم کنوں آزاد ہے
جالی چُماؤ سوہنڑا نبیؐ مونجھاں سئیاں ماری ویندن
ڈیکھاں روضہ تھی با ادب بجے زبیرا ایں سبب
مونجھاں مکاؤ سوہنڑا نبیؐ مونجھاں سئیاں ماری ویندن[۱۹]

صابر مبارک پوری سرائیکی زبان و ادب اور تھیٹر کی دنیا کا منفرد اور یکتا نام ہے۔ ان کی شاعری اپنے عہد کی تاریخ کا ایک مستند حوالہ ہے۔ ان کی دینداری اور اسلام پرستی بھی اپنی مثال آپ ہیں ان کے نعتیہ کلام سے چند اشعارِ چنیدہ جو ان کے مزاج و مذاق کی نمائندگی کرتے ہیں:

دل رُبا سیدا سوہنڑا مکھڑا ڈکھا
ڈیکھ مکھڑا تیڈا سک لہائی راہساں میں
توٹیں نہ منھ ڈیویں تے ولا کنڈ پہیں
تیڈی ہیں کنڈ پچھوں جند گھمائی رہساں میں
تیڈے دم نال گل لا سمھنڑ والے سئے
توٹیں چوکھٹ اُتے سر ٹکائی رہساں میں[۲۰]

ڈاکٹر پروفیسر نواز کاوش بہاول پور کے نمائندہ شاعروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اِن کی زندگی کا زیادہ تر حصہ کالج میں شعر و نثر کی تفہیم و تفسیر میں گزرا ہے۔ اِن کے ہاں اردو اور سرائیکی شاعری دونوں بلند مرتبہ پائی جاتی ہیں۔ پروفیسر نواز کاوش جہاں جدت کو قبول کرتے ہیں وہاں روایت کی بھی مکمل پاسداری کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کی شاعری کا خاصہ نعت گوئی بھی ہے۔ اُن کے نعتیہ کلام سے چند اشعار:

اساڈے سر تے شفاعت دا آسماں سائیں
دلاں دی سچی حکومت ہے حکمراں سائیں

اساں نمانڑیں تیڈے ناں توں پئے وکاندے ہیں
نصیب ہن تاں بنڑا اپڑاں آستاں سائیں
تہاڈے رستے تے ٹر کے یقین ہے بخشش دا
تہاڈے اُتے نثار ان اے جسم و جاں سائیں
تہاڈا ذکر جتھاں ہے یقین ہے ساکوں
اتھاں ہے رحم دا موسم رواں دواں سائیں
تہاڈے اُتے درود آپ رب بھیجیندا ہے
تہاڈا ذکر جیویں سر تے آسماں سائیں
اساڈا پورھیا سمجھو اے ہار ہنجواں دے
کرو قبول تساں فخرِ دو جہاں سائیں
تہاڈا نام تلاوت کرے جڈاں کاوش
ایں لگدے سکھ تے سکون تھی گئے مہرباں سائیں (۲۱)

نعت گوئی کرنا ہر صاحبِ اسلوب شاعر اپنے لیے اعزاز سمجھتا ہے۔ تبرکاً حمدیہ اور نعتیہ شاعری سے ہی محافل کا آغاز کیا جاتا ہے۔ اس لیے کسی بھی شاعری کی کتاب میں سب سے پہلے حمدیہ اور نعتیہ اشعار ضرور ملتے ہیں۔ بہاول پور کی دھرتی نے جہاں مختلف میدانوں میں خدمات سر انجام دینے والی نامور شخصیات کوں جنم دیا ہے وہیں شعر و سخن کی محفلیں بھی یہاں اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں۔ بہاول پور کے شاعروں کی لمبی فہرست میں چند شعراء کا سرائیکی کلام اُن کے مختصر تعارف کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جس سے بہاول پور کی مردم خیز دھرتی کی ذرخیزی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں کے مصداق یہاں بھی شعراء بارے تحقیقی تشنگی محسوس کی جا سکتی ہے

حوالہ جات:

۱۔ کلامِ غلام، کلکتہ، مکتبہ نول کشور، ۱۹۴۰ء، ص:۵

۲۔ مولانا محمد نصیر الدین خرم، خیابانِ خرم، بہاول پور، سرائیکی ادبی مجلس، ۱۹۶۵ء، ص ۱۰۔۹

۳۔ پنوں زادہ شاد، بھاہ کپاہ۔ بہاول پور، بزمِ شاد پنوں پبلیس، ۱۹۸۳ء، ص:۳۶۔۳۵

۴۔ چام بخت علی مسرور، آساں دے پھُل، بزمِ مسرور احمد پور شرقیہ، اپریل ۱۹۹۱ء، ص:۳۴

۵۔ ریاض رحمانی، سوچاں خوشبو لفظ غلاب، سرائیکی ادبی مجلس بہاول پور، ۱۹۹۴ء، ص:۱۷

۶۔ حاجی مرید حسین انصاف، دیوانِ انصاف، بسم اللہ پرنٹنگ سروس ملتان، ۱۹۹۷ء، ص:۱۸

۷۔ سفیر لشاری، وپرے، جھوک پبلشرز ملتان، ۱۹۹۹ء، ص:۲۰

۸۔ انجم لشاری، انکھیں سسیاں، سفیر سرائیکی ادبی سنگت محراب والا، ۲۰۰۱ء، ص:۱۳

۹۔ جند وڈا خاں، کھارے چڑھدا گھوٹ، جھوک پبلشرز ملتان، ۲۰۰۳ء، ص:۱۹

۱۰۔ ڈاکٹر اختر تاتاری، حیاتی دے پندھ، بزمِ نقوی احمد پور شرقیہ، ۲۰۰۷ء، ص:۳۵

۱۱۔ تنویر سحر، روہی ریت کنارے، ملتان انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اینڈ ریسرچ ملتان، ۲۰۰۸ء، ص:۹

۱۲۔ سردار خادم حسین مخفی، کھٹیاوٹیا، جھوک پبلشرز ملتان، ۲۰۱۵ء، ص:۱۱۱

۱۳۔ خواجہ محمد یار فریدی، دیوانِ محمدی، جھوک پبلشرز ملتان، ۲۰۱۶ء، ص:۱۳۰

۱۴۔ حفیظ طاہر گھوٹیہ، من مکہ دید مدینہ، ادارہ تحقیقاتِ زبان و ادب بہاول پور، ۲۰۱۶ء، ص:۲۰

۱۵۔ مجاہد جتوئی۔ دیوانِ فرید بالتحقیق، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۸ء، ص:۳۸

۱۶۔ شعبان جھلڑ شعبان، آس دی پونبل، جھوک پبلشرز ملتان، ۲۰۱۸ء ص:۲۱

۱۷۔ ممتاز عاصم، ساہ سمل دا پاٹی، جھوک پبلشرز ملتان، ۲۰۱۸ء، ص:۴۴

۱۸۔ ساجد صحرائی، ہاں دی ہواڑ، سرائیکی ادبی رنگ بہاول پور، ۲۰۱۹ء، ص:۴۲۔۴۱

۱۹۔ زبیر احمد زبیر، ساہ پرائے ہن، جھوک پبلشرز ملتان، ۲۰۲۳ء، ص:۲۶

۲۰۔ حفیظ طاہر گھوٹیہ، صابر شفیق، پڑھ سرائیکی لکھ سرائیکی، بہاول پور، جی ادب، ۲۰۲۵ء، ص:۲۲

۲۱۔ انٹرویو: عمر خان گھوٹیہ، مقام: پنجاب آرٹس کونسل ہال بہاول پور، ۱۳ مارچ ۲۰۲۵ء

⊙⊙⊙

خدیجۃ الکبریٰ
ایم فل، اسلامک سٹڈیز
گیریژن یونیورسٹی، لاہور

حافظ مظہر الدینؒ کے نعتیہ شعری موضوعات اور 21ویں صدی

Abstract:

Naat is an Arabic word which means "to praise". In terminology, this word has been reserved for praising the Holy Prophet (PBUH). Allah the Almighty has praised and described His beloved Prophet (PBUH) in his miraculous system of words in a timely and eloquent manner. Rather, it would not be out of place to say that the Holy Quran is the praise of the Prophet. The essence of Allah the Almighty is the Prophet Muhammad (PBUH). Praising and describing the Prophet (PBUH) is a natural requirement among the people of love. Naat came into existence to satisfy this requirement. While composing Naat, various subjects are also included in Naat. Such as monotheism, the afterlife, supplication, remembrance of the Ahlul Bayt and the Companions, geographical conditions of Medina and Mecca and other places, conditions of the grave, intercession, conditions of Paradise and Hell, etc. In the 21st century, the subjects of Naat include the love of Medina, the intercession of the Holy Prophet (PBUH), the mention of the beauty of the Holy Prophet (PBUH), the greatness of the companions of the Holy Prophet (PBUH), the immortality of the city of the Prophet (PBUH), and the likening of the Holy Throne to the Majestic Throne. The Hijaz travelogue is also a unique subject in its own right. It describes the journey to Medina in a very subtle

manner. It has used the subject of the Ascension of the Holy Prophet (PBUH) separately in its poetry, the finality of the Prophethood, the completion of the religion of Islam, and in addition to these subjects, it has adorned the poetry with artistic qualities such as simile, metaphor, allusion, verbal repetition, the art of emphasis, the art of emphasis, verbal concession, and verbal repetition. The subjects of Naat in the 21st century show great diversity. Just as the praise of the Holy Prophet (PBUH) and the description of his beautiful attributes are accompanied by appeals, there are poems that also include thoughts about the afterlife, and they also encourage action on the character of the Holy Prophet (PBUH). These subjects also include the beautiful depiction of the beautiful and beautiful nature of the Lord of the Worlds (PBUH), his truthfulness, noble character, simplicity, generosity and fear of the dead, the desire to visit the Holy Prophet's shrine, the desire for intercession on the Day of Judgment, seeking help and assistance, miracles, treason, the routines of day and night, and many other subjects like these, traditional Urdu Naat is adorned with these subjects. The poets of the 21st century paid more attention to Naat and took advantage of these subjects. Their style of speaking has taken these subjects from one place to another. In these Naat subjects, the oceans of pain seem to be searching for lovers who have drunk the wine of love.

Keywords: Prophet's Praise, Hafiz Mazhar ud Din, Qur'an, Hadith, 21st century, Naatiya poems, various topics, artistic qualities, definition and description

موضوع کا تعارف:

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ " تعریف کرنا" کے ہیں اصطلاح میں یہ لفظ حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف کے لیے مخصوص ہو چکا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام معجز نظام میں اپنے محبوب پاک ﷺ کی تعریف و توصیف جابجا اور بو قلموں انداز میں کی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ قرآن پاک ہے ہی حضور کی تعریف۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حامد ہے حضور محمد ﷺ ہیں۔ اہل محبت کے ہاں حضور ﷺ کی تعریف و توصیف ایک فطری تقاضا ہے۔ اس تقاضے کی تسکین کے لیے نعت وجود آشنا ہوئی۔ نعت گو اور نعت خواں کے لیے ضروری ہے کہ اس میں عشق مصطفی ﷺ کے لیے سرشاری کے جذبات ہوں۔ فکر طہارت کے لبادے میں لپٹی ہوئی ہو تو لہجہ پاکیزہ جامہ زیب تن کیے ہوئے ہو۔ علم کی تطہیر ہو چکی ہو اور عمل سے اسوہ رسول کی مہک آ رہی ہو۔ بخت کے سکندر ہیں وہ لوگ جو یہ سارا سامان لے کر میدان نعت میں اترتے ہیں۔ پھر جہاں وہ حضور کے لب و رخسار کا دلنشیں تذکرہ قلمبند کرتے ہیں وہاں اسوہ حسنہ کا حسین بیان بھی زیب قرطاس کرتے ہیں۔ نعت کو نظم کرتے ہوئے متنوع مضامین بھی شامل نعت ہو جاتے ہیں۔ جیسے توحید، آخرت، استغاثہ، تذکار اہل بیت و صحابہ کرام، مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ اور دیگر اماکن کے جغرافیائی احوال، کیفیات قبر، شفاعت، احوال جنت و جہنم وغیرہ۔

نعت کی توفیقات کے حامل خوش نصیب لوگوں میں حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے نامور لوگ شامل ہیں، اللہ رب العزت نے حافظ مظہر الدین کے قلب و نگاہ کی تربیت کا بہترین انتظام فرمایا اور ان کی پرورش ہی دینی ماحول میں کی، یہ اس عہد کے روشن چراغ ہیں۔ بیسویں صدی میں طلوع ہونے والے حافظ صاحب "حسان العصر" کے نام سے جانے جاتے ہیں ان کی شاعری ایک آفاقی نغمہ ہے، روح کی پکار ہے آپ کی شاعری میں ایسے ایسے نقاط ملتے ہیں کہ پڑھنے والوں کے لیے نئی راہیں کھل جاتی ہیں، نئی سے نئی زمینیں، الفاظ و تراکیب اور اسلوب بیان، تغزل، بے ساختگی اور سرور ملتا ہے۔[1] حافظ صاحب کے کلام کا خاصہ یہ ہے کے وہ روایات کے شاعر ہیں، ان کے ہاں مضامین نعت کے موضوع میں مدینہ طیبہ کی محبت، حضور ﷺ کی شفاعت، حضور ﷺ کے جمال کا تذکرہ، حضور ﷺ کے صحابہ کی عظمت، شہر رسول کو خلد بریں، عرش اعظم سے تشبیہ دیتے ہیں،

---

۱ حافظ مظہر الدین مظہر، میزاب (لاہور: گل احمد مروت، بار اول، 1996ء) صفحہ: 15۔

سفر نامہ حجاز بھی اپنی جگہ منفرد موضوع ہے، سفر مدینہ کو نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کرتے ہیں، معراج النبی ﷺ کے موضوع کو الگ سے اپنی شاعری میں استعمال کیا، ختم نبوت، دین اسلام کی تکمیل اور ان مضامین کے علاوہ تشبیہ، استعارہ، تلمیح، تکرار لفظی، صنعت مراعات، صنعت ترصیع، رعایت لفظی، تکرار لفظی جیسی فنی خوبیوں سے کلام کو مزین کیا ہے۔

موضوع کی اہمیت:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں مضامین نعت تقاضا کرتے ہیں کہ ان کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے کیونکہ ہمارے معاصرین میں حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ عہد حاضر کے جدید شعراء میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اکیسویں صدی میں نعت کو از سر نو تعمیر کیا، نعتیہ کلام میں جدت آئی اور نعت کو وہ عروج ملا جو کچھ عرصے سے مدھم ہو گیا تھا، ان کے کلام میں وہ مضامین نعت ہیں جو براہ راست قاری کو صحن نبوی ﷺ میں پہنچا دیتے ہیں۔ نعت کے لیے ضروری نہیں کہ حضور ﷺ کا نام ظاہری طور پر لیا جائے بلکہ نعت کے شعر کی فضا ایسی ہونی چاہیے کہ اس کا تاثر حضور ﷺ کی ذات گرامی، ان کے منصب نبوت، کار رسالت، اخلاق کریمانہ، سیرت و سوانح، جذبہ عشق رسول اللہ ﷺ کی طرف لے جائے، ان کے نعتیہ مضامین آج کے معاشرے کی ترجمانی کرتے ہیں۔ حافظ مظہر الدین کے کلام میں نبی کریم ﷺ کے خلقی حسن کے بیان کے ساتھ ساتھ بہت سارے دیگر مضامین بھی شامل ہیں۔

اکیسویں صدی کے شعراء کے کلام میں مضامین نعت کے خصوصی مطالعہ کی ضرورت اس لیے بھی محسوس ہوتی ہے کہ ان کے مطالعہ سے ان شعراء کی فکر کے گوشوں سے آگہی ملے، ان کے نظریات کی وسعت کا اندازہ ہو اور جادہ نعت پر گامزن نو آموز لوگوں کو درست راہنمائی میسر آ سکے۔ کیونکہ ان شعراء کے مضامین نعت میں بہت تنوع دکھائی دیتا ہے۔ جیسے حضور ﷺ کی مدحت سرائی اور اوصاف حسنہ کے بیان میں استغاثہ بھی پایا جاتا ہے، فکر آخرت بھی شامل اشعار ہے، ان میں نبی کریم ﷺ کے کردار پر عمل کی ترغیب بھی موجود ہے، ان مضامین میں سرکار دو جہاں ﷺ کے حسین و جمیل سراپا کی خوبصورت منظر کشی بھی ہے، ان کی حق گوئی، اخلاق کریمانہ، سادگی، سخاوت و دادو دہش، روضہ رسول کے دیدار کی تمنا، روز محشر شفاعت کی آرزو، طلب استعانت و دستگیری، معجزات، تصرفات، معمولاتِ شب و روز اور ان جیسے بہت سے مضامین

سے اردو کی روایتی نعت مزین ہے، حافظ مظہر الدین نے نعت پر زیادہ توجہ دی اور ان موضوعات کا سہارہ لیا ان کے بات کرنے کے انداز نے ان مضامین کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

اکیسویں صدی کے مضامین نعت کے مطالعہ کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ ملاحظہ کیا جا سکے کہ ان شعراء نے مدحت رسالت مآب کرتے ہوئے کن آداب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ نعت گوئی کو تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے ایک طرف یہ خطرہ رہتا ہے کہ کہیں بارگاہ ربوبیت کی بے ادبی نہ ہو جائے اور دوسری طرف خدشہ رہتا ہے کہیں شان رسالت میں کمی کا ارتکاب نہ ہو جائے۔ چنانچہ کامل راہنما کے بغیر پھسلنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، حافظ صاحب کے فن کی خوبی یہ ہے کہ جہاں انھوں نے ضروری ظاہری علوم پر عبور حاصل کیا وہاں انھیں اہل اللہ کی صحبت سے اپنی روحانی تشنگی دور کرنے کے بھی خوب مواقع میسر آئے، چنانچہ یہاں سوز بھی ہے اور درد بھی، ذہن کو اپنے حصار میں لینے والے محاورات بھی ہیں اور روح پر اثر انداز ہونے والی تراکیب بھی ہیں۔

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین نعت میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے، گویا وہاں آنسو، آہ و فغاں یہ سب متاع جاں ہیں، کہیں پر حضور ﷺ کے جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے تلمیحات کا خوبصورت استعمال کرتے ہیں، صحابہ کرام کا ذکر خیر کرتے ہیں، روز قیامت اعمال نامہ کی پیشی کے وقت پردہ پوشی کی گزارش کرتے ہیں، نعتیہ کلام میں گداز کوٹ کوٹ کر بھرا نظر آتا ہے، مزید برآں قیام پاکستان کی صورت حال کو بھی اشعار میں بیان کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان مضامین میں محض حضور ﷺ کی مدح سرائی ہی نہیں بلکہ چودھویں صدی کے انسان کی مشکلات اور ان کا حل بھی بتایا گیا ہے۔ ان کے نعتیہ کلام کے منصہ شہود پر آنے کے بعد نعت کی دنیا میں لوگوں کا رجحان یکسر بدل گیا اور ہند کے مے خانوں میں نئے بانکپن کے ساتھ پھر سے نعت کے جام لٹائے جانے لگے۔ ان کے نعتیہ مضامین درد کے وہ ساغر معلوم ہوتے ہیں جو عشق کی مے ناب لیے عشاق کو تلاش کر رہے ہوں۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک ہی راہ پر چلتے ہوئے ایک ہی قسم کی عشق کی خیرات تقسیم کرتے جاتے ہیں اور پھر یک دم راستے مختلف ہو جاتے ہیں، رجحان تبدیل ہو جاتا ہے، ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ لیکن بہر حال مقصد یہی دکھائی دیتا ہے کہ:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بو لہبی است

ان مضامین کو سامنے لانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج کے اس پر فتن دور میں نام نہاد قسم کے شاعر جو نعت کے نام پر دھبہ ہیں، کی پہچان ہو سکے، ان کی ناپختگی واضح کی جا سکے اور معلوم ہو سکے کہ بارگاہ مصطفیٰ عام بارگاہ نہیں بلکہ اہل نظر اسے عرش سے بھی نازک تر قرار دیتے ہیں جہاں جنید بایزید جیسی ہستیاں بھی دم بخود نظر آتی ہیں۔

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں مضامین نعت

۱- ظہورِ قدسی سے پہلے:

محسنِ انسانیت، سرور کائنات، فخر موجودات امام الانبیاء نبی کریم ﷺ سے پہلے کیا کیا باتیں تاریخی طور پر موجود تھیں۔ معاشرہ کس طرح کا تھا لوگوں کا طرز زندگی کیسا تھا، اُن کے عقائد، عبادات، معاملات، حالات، کس قسم کے تھے کہ جس میں نبی کریم ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا، آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ مشہور مصنف علامہ راشد الخیری ظہورِ قدسی کے ماحول کو اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"زمانہ کے اوراق وقت کے ہاتھوں میں ادلتے بدلتے رہے رنگ بدلہ، وقت گزرا، صدیاں بیتیں اور عمر کا مسافر کہیں کا کہیں پہنچا، ارض مقدس کی گمراہی نے نیک وبد کی تمیز اُٹھا دی، خانہ کعبہ بتوں سے پٹ گیا خدا کی پرستش صفہ قلب سے مٹ چکی ہے، ہر سمت سے ہر جگہ سے ہر محلہ اور بازار سے شرک کی صدائیں بلند ہوئیں، عرب کی وہ سرزمین جو انبیاء کا گہوارہ تھی جس نے بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبروں کو بوسہ دیا نفس کا شکار ہو گئی، قتل وخونریزی کے بازار گرم ہیں، اخلاقِ انسانی کے شاداب پھول تباہ و تاراج ہو چکے ہیں اور دنیا اس نازک گھڑی سے ہم آغوش ہیں جس میں لوٹ مار اور ظلم و ستم شیوہ انسانیت ہے۔"[1]

حافظ مظہر الدین اسی ماحول کو اپنے ان اشعار میں کچھ اس طرح سے سموتے ہیں:

---

۱ علامہ، راشد الخیری، آمنہ کا لعل (لاہور: اسلام بک ڈپو، ستمبر 2004ء)، ص:9، 8۔

آدم کو جب وجود کا خلعت ملا نہ تھا نورِ خدا سے نورِ محمد جدا نہ تھا
عالم تمام مطلعِ نور وضیاء نہ تھا جب تک ظہورِ ماہِ رسالت ہوا نہ تھا
اپنے خدا سے کوئی بشر آشنا نہ تھا منزل نہ مل سکی کہ کوئی راہنما نہ تھا[1]

حافظ مظہر الدین اپنے اشعار میں بتا رہے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش سے پہلے بنی نوع انسان زندہ تو تھے مگر اُن میں انسانیت نہ تھی۔ ہر طرف ظلم وستم کا دور دورا تھا جب کہ آپ ﷺ سے پہلے بھی انبیاء کرام تشریف لاتے رہے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے مگر وقتی طور پر کچھ تبدیلی رونما ہوتی کہ پھر انسانیت گھٹاٹوپ اندھیروں میں کھو جاتی، ان اندھیروں میں کچھ نیک روحوں کو آپ ﷺ کی آمد کا انتظار تھا۔

۲- ظہورِ قدسی ﷺ:

کیسا مبارک ہے وہ وقت جس میں اللہ کے پیارے، دلبر، محبوب حضرت محمد مصطفی ﷺ جلوہ آفروز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان گھڑیوں کو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے سعادت کا باعث بنا دیا اور کیسی خوش بخت ہے وہ امت جو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال اور سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کے بابا پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری "ضیاء النبی ﷺ" میں سرورِ کونین، رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت باسعادتِ مبارکہ کا منظر نامہ یوں بیان کرتے ہیں کہ دلوں میں روشنی کے چراغ جلنے لگتے ہیں، خزاں میں بہار آجاتی ہے، ہوائیں لہراتی نغمے گاتی مسرت سے جھومتی ہیں۔

"ربیع الاول کا ماہ مبارک تھا، دوشنبہ کا دن تھا اور صبح صادق کی چمکتی ہوئی سہانی گھڑی تھی رات کی خوفناک سیاہی ختم ہو رہی تھی اور ہر طرف اُجالا پھیلنے لگا تھا جب سردار مکہ حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی بیوہ ہو جانے والی عظیم بہو کے گھر میں وہ رحمتوں اور سعادتوں سے مزین ومنور ولد صالح، نور پاک کا ظہور ہوا جس کے نورانی مکھڑے اور دلربا چہرے نے اپنی غمزدہ والدہ کو خوشیوں سے معمور کر دیا، ماں کے قلب وجگر نور علی نور ہو گئے، خوشیاں مسکراہٹ بکھرنے لگیں حضرت سیدنا عبد اللہ

---

۱ حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:977۔

رضی اللہ عنہ کا کنبہ جگمگانے لگا جہاں غموں اور دکھوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے وہاں امید سحر پیدا ہو گئی، چراغ محبت جلنے لگے، ٹوٹے دل جڑنے لگے، حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں صحنِ کعبہ میں عبادت کر رہا تھا میں نے بتوں کو سجدہ کرتے دیکھا بت سر بسجود ہو کر گر پڑے دیوار کعبہ سے صدا آ رہی تھی محمد مصطفیٰ ﷺ آ گئے، مختار نبی آ گئے، ان کے ہاتھوں کفر کا خاتمہ ہو گا کعبہ بتوں سے پاک ہو گا وہ نبی اللہ کریم کی عبادت کا حکم دے گا۔" [1]

محبوب خدا بن کر آئے مہمان ربیع الاول کے
قربان ربیع الاول کے، قربان ربیع الاول کے

یہ ماہ مبارک لایا ہے سرکار ﷺ کی آمد کا مژدہ
میرے سینے میں رقصاں ہیں طوفان ربیع الاول کے [2]

ظہور قدسی سے مراد نبی کریم ﷺ کا اس دنیا میں قدم رنجہ فرمانا ہے۔ آپ کی پیدائش کے ماحول کو بیان کرنا ہے اس پر بہت سے شعراء کرام نے اشعار لکھے ہیں تصانیف تحریر کیں اور اپنی دنیا و آخرت کو منور کیا حافظ مظہر الدین نے ان مضامین کو اپنے ان اشعار میں ذکر کیا ہے یہ اشعار زبان زد عام ہیں۔ لوگ ان کو میلاد کی محافل میں پڑھتے ہیں اور یہ ان کا خاصہ ہے۔

۳-جمالِ مصطفیٰ ﷺ

سرور دو جہاں ﷺ خدا کا حُسن انتخاب بھی ہیں اور انتخاب لاجواب بھی ہیں۔ وہ کائنات کا حُسن بھی ہیں اور کائنات بھی ہیں، امام الانبیاء خیر الوریٰ، سرورِ لولاک رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا حُسن و جمال عطا کیا تھا کہ جو شخص بھی حضور ﷺ کو دور سے دیکھتا وہ مبہوت ہو جاتا اور جو نزدیک سے دیکھتا تو مسحور ہو جاتا یہ چہرہ مبارک والضحیٰ ٹھہرا تو کہیں زلف مبارک کو واللیل کہہ کر پکارا گیا آپ ﷺ تمام حسینوں کے حسین ہیں کہ جس راستے سے بھی گزرتے تو بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے پہچان لیتا کہ یہاں سے سرکارِ مدینہ ﷺ کا گزر ہوا

---

۱ الازہری پیر، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ربیع الاول 1420ھ) ج:2، ص:27۔

۲ حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص: 58۔

ہے۔ جسٹس پیر کرم شاہ الازہری "ضیاء النبی ﷺ" میں لکھتے ہیں:

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
نظارہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است [1]

یعنی سر مبارک سے لے کر قدم ناز تک جدھر جدھر بھی نگاہ پڑتی جسم کے ہر ایک حصے کا بانکپن یہی کہتا ہے کہ صرف مجھے ہی دیکھتے رہو اور صرف میرے حسن و جمال میں ہی کھوئے رہو۔ اس منظر اور زیبائی کو جو دیکھتا سو جان سے قربان ہونے لگتا دوست، دشمن اپنے اور بیگانے میں کوئی فرق باقی نہ رہتا جسمانی خوبصورتی کے علاوہ قلبی طہارت روحانی پاکیزگی کے باعث رخ انور پر انوار و تجلیات کی ہمہ وقت بارش برستی رہتی تھی اس نورانیت سے متاثر ہو کر اُم معبد کی زبان سے بے ساختہ نکلا تھا، جبینِ سعادت چمک رہی ہے اور چہرہ نور سے دمک رہا ہے، حسنِ مصطفی ﷺ وہ پیکر حُسن تھا جس میں کمال کشش کے ساتھ ہیبت و وقار کی حسین آمیزش تھی، نہ فرطِ جلال سے آنکھیں اُٹھ سکتی تھیں نہ کششِ جمال کے باعث دل کو یارائے صبر و قرار تھا اسے دیکھ کر کہنا ہی پڑتا تھا: ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ [2]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ جمال مصطفی ﷺ کا کس طرح سے اظہار کرتے ہیں ان کے ذوق کا مطالعہ ان اشعار سے کرتے ہیں۔

آؤ، کہ ذکر حسنِ شہہ بحر و بر کریں جلوے بکھیر دیں شبِ غم کی سحر کریں
جو حسن میرے پیشِ نظر ہے اگر اُسے جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں [3]

اُن کا جمال غیرتِ صد جبرئیل ہے اُن کا جمال، مثلِ جمالِ بشر کہاں
گھبرا نہ میری نظم مرصع ہے گر طویل افسانہ اُن کے حُسن کا ہے مختصر کہاں [4]

---

۱ نظیری نیشاپوری، دیوان اشعار "غزلیات" https:ganjoor.net/simi; accessed: January 20, 2024.

۲ القرآن، المؤمنون ۲۳: ۱۴۔

۳ حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص: 9۔

۴ ایضاً، ص: 20۔

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم افضل الصلوۃ واطیب التسلیم کے خداداد حسن و جمال کے بارے میں دو یا دس لوگوں کی رائے نہ تھی بلکہ ہر وہ شخص جس کو قدرت نے ذوقِ سلیم کی نعمت سے نوازا ہوتا وہ ایسے ہی حسنِ مصطفوی ﷺ کی دلرُبائیوں سے مسحور ہو جایا کرتا تھا۔ حافظ مظہر الدین نے اپنے ان اشعار میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے جمال کا ذکر سن کے جبرئیل ؑ کو بھی غیرت آتی ہے اور حضور ﷺ کے حسن کا تذکرہ چھیڑ جائے ہر غم کی سحر ہو جاتی ہے آپ ﷺ کا چہرہ انور دیکھ کر چاند کی چاندنی بھی شرمانے لگتی تھیں اور کہکشائے آپ ﷺ کے قدمین شریفین کی دُھول تھیں۔

۴-اُمی لقب ﷺ

نبی کریم ﷺ کے اسمائے صفاتیہ میں سے ایک لقب "اُمی" بھی ہے چونکہ یہ ایک عربی لفظ ہے اس لیے ہمیں عربی لغت سے ہی اس کا معنی تلاش کرنا چاہیے، اُمی لفظ کا ایک معنی "اصل" ہے، اُمی کا دوسرا معنی "اُم القریٰ" ہے جو کہ مکہ مکرمہ کا ہی دوسرا نام ہے، اُمی کا ایک معنی ہے جو "لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو"[1] اور قرآن کریم میں لفظ امی کا استعمال متعدد مرتبہ آیا ہے۔ "اُمی" ہونا رسول اللہ ﷺ کی عظیم و جلیل صفتِ مبارکہ ہے اللہ رب العزت نے خود اپنے محبوب اکبر ﷺ کو اس صفتِ مبارکہ سے سرفراز فرمایا، قرآن پاک کی سورہ اعراف میں ارشاد ہے۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ﴾[2]

"(یہ وہ لوگ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی اُمی ہیں، جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔"

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گنجینہ اسرار ہے سرکار کا سینہ جبرئیل بھی سیر اب ہوئے اُمی لقب سے[3]

---

۱ مولانا وحید الدین قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید عربی اردو لغت "ام" (الادارہ اسلامیہ لاہور، کراچی، 10 نومبر 2000ء) ص135۔

۲ القرآن، الاعراف ۷: ۱۵۷۔

۳ حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:54

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار میں تزکرہ کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ ایسے اُمی ہیں کہ جن کے سینہ اطہر میں دونوں جہاں کے راز پوشیدہ ہیں نہ صرف اس جہاں کے لوگ سیر اب ہوئے بلکہ جبرئیلؑ نے بھی استفادہ حاصل کیا اور خود اُن پر بھی حضور ﷺ کا کرم ہے اور فیضان ہے جو اُن کی مدح سرائی کے قابل ٹھہرا۔

۵- نطقِ رسول ﷺ

سرکارِ دو عالم ﷺ کا اندازِ گفتگو انتہائی دھیما، پُر کشش اور باوقار ہوتا تھا، آپ ﷺ کی گفتگو میں ادب کی چاشنی ہوتی، آپ ﷺ جب خاموش رہتے تو باوقار معلوم ہوتے اور جب گفتگو کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے، حضور رحمتِ عالم ﷺ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے کہ سننے والا اُسے یاد کر لیتا اور غمگین دل قرار پالیتا۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید لکھتے ہیں:

"کلامِ عرب میں فصیح ترین کلام، کلام الٰہی ہے اور اس کے بعد فصاحت و بلاغت میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات کا مقام و مرتبہ ہے آپ ﷺ کے افصح العرب ہونے کا اولین سبب تو یہ ہے کہ آپ ﷺ میں بنو ہاشم میں پیدا ہوئے اور قریش میں نشو و نما پائی، دوسرا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رضاعت و تربیت بنو ہوازن میں حضرت حلیمہ کے قبیلہ میں ہوئی یہ قبیلہ اپنی فصاحت و بلاغت کے حوالے سے مشہور تھا۔ کریم آقا ﷺ کے ننھیال بنو زہرہ سے تھے اور آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنو اسد سے تھیں یہ قبائل بھی فصاحت و بلاغت میں نمایاں مقام رکھتے تھے، تیسرا سبب یہ ہے کہ اللہ کا آخری کلام قرآن کریم عربی مبین میں نازل ہوا۔"[1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾[2]

"اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو انھیں کی جاتی ہے۔"

حدیث مبارکہ میں ہے:

«عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ

---

۱ پروفیسر، محمد اقبال جاوید، انتخاب نعت (کراچی: نعت ریسرچ، 30 اکتوبر، 2020ء)، ص: 76۔

۲ القرآن، النجم ۵۳: ۳، ۴۔

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ، وَقَالُوا: أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا؟، فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَوْمَأَ بِأُصْبُعِهِ إِلَى فِيهِ، فَقَالَ: اكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ.»[1]

"حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں: "میں رسول اللہ ﷺ سے جو بھی بات سنتا تو اسے یاد کرنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا، چنانچہ قریش نے مجھے اس سے روکا بھی تھا میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، آپ ﷺ نے اپنی انگلی مبارک سے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: تم ہر بات لکھ لیا کرو اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، حال جیسا بھی ہو اس منہ سے حق کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا۔"

قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کی تائید میں حافظ مظہر الدینؒ نے اس مضمون کو کمال پیرائے میں اشعار میں تبدیل کیا ہے۔

حق کی عظمت کا زندہ نشاں بن گئی تو نے جو بات کی، داستاں بن گئی
اب سمجھنا ہے آسان قرآن کو شارح وحی تیری زباں بن گئی[2]

حافظ مظہر الدین کے یہ خوبصورت اشعار نبی محترم ﷺ کی گفتگو مبارک کا احاطہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے لبِ مبارک کی جنبش سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے تھے۔ بے قراری کو قرار آجاتا تھا، خالقِ حقیقی بھی اپنی بات آپ ﷺ کے لب مبارک سے سنتے تھے، حافظ صاحب اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں کہ قرآن تو عربی زبان میں نازل ہوا مگر اس کی تفسیر آپ ﷺ کی ذات اقدس تھی، چنانچہ آپ ﷺ کے کلام پر کلام اللہ کی چھاپ نمایاں ہے۔

۶-درس مساوات

حضور نبی رحمت ﷺ سراپا مکارم اخلاق تھے، حضور اخلاق کریمانہ کی اعلیٰ صفات سے متصف

---

۱ ابوداود سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب في كتاب العلم، رقم الحديث: ٣٦٤٦.

۲ حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص: 141۔

تھے۔ نبی رحمت ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہر طبقہ کے ہر فرد کے لیے ایسا روشن نمونہ ہیں کہ جس پر چل کر ربِ کریم کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے نمونہ اُس کو کہا جاتا ہے کہ جس کی پیروی کی جائے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1]

"یعنی بے شک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے۔"

قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ میں باعث تخلیقِ کائنات، فخر موجودات محمد عربی ﷺ کی حیاتِ پاک اور آپ کی بے مثل اسوہ حسنہ کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ ہر اُس شخص کے لیے جسے اللہ سے ملاقات اور روز حشر کے حساب و کتاب کا احساس ہو، حافظ مظہر الدین اپنے اشعار میں کچھ اس طرح سے لکھتے ہیں۔

ہے تیری نظر میں یکساں، عجمی ہوں یا حجازی
کہ وارائے این و آں ہے تیری شانِ دلنوازی[2]

محسنِ انسانیت ﷺ نے ان اخلاقِ عالیہ پر کامل و اکمل عمل کر کے دکھایا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر محمد رسول اللہ ﷺ کی بجائے محمد بن عبد اللہ لکھے جانے پر راضی ہو جانا، امیر حمزہ کے قاتل کو معاف کر دینا، ہندہ کو عفو در گزر سے نوازنا، طائف کے سفر میں زخمی ہونے کے باوجود مشرکین کے لیے دعا دینا، ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کے نادم ہونے پر کمال شفقت سے پیش آنا، یتیموں اور بیواؤں کے سروں پر دستِ شفقت رکھنا، غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ کے ساتھ مل کر خندق کھودنا اور پیٹ مبارک پر پتھر باندھنا، حضور نبی رحمت ﷺ کی خلقِ عظیم کی وہ روشن مثالیں ہیں جن کی نظیر تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔

۷۔ سراپا انوار ﷺ

اگر دنیا بھر کے درختوں کو قلم بنا دیا جائے سمندروں اور دریاؤں کے پانی کو اگر سیاہی میں تبدیل کر دیا جائے، تمام انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات کو بھی ملا لیا جائے تو حضور سید الاولین والا خرین حضرت محمد ﷺ کے پیکر دل نشین کو آپ ﷺ کے حسن و جمال کی عظمتوں اور تابانیوں کو

---

۱ القرآن، الاحزاب ۳۳: ۲۱۔

۲ حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:55۔

اگر لکھنا چاہیں اور لکھتے لکھتے فنا ہو جائیں اور روشنی ختم ہو جائے مگر پھر بھی ممکن نہیں کہ حضور ﷺ کے لامحدود حُسن کا آپ ﷺ کے سراپا کا احاطہ کر سکیں۔ سراپا انوار سے مراد حضور نبی رحمت ﷺ کا ظاہری حسن و جمال ہے جس کے بارے میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری "ضیاء النبی ﷺ" میں رقم طراز ہیں:

"جمال و جلال محمد رسول اللہ ﷺ کا تزکار ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بیکراں ہے جس کا احاطہ انس و ملک کسی کے بس کی بات نہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک کثیر جماعت نے اپنے محبوب مکرم کے سراپا کی رعنایوں کا ذکر بڑے ذوق اور شوق سے کیا ہے، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مرشد و ہادی کا حسن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو حضور ﷺ کو اچانک دیکھتا تھا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو حضور ﷺ کے ساتھ میل جول کرتا تھا وہ حضور ﷺ کی محبت کا اسیر بن جایا کرتا تھا۔"

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک اپنے خاص انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں: "ابہی الناس واجملهم من بعيد واحلاهم واحسنهم من قريب". حضور ﷺ کو جب دور سے دیکھا جاتا تھا تو حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل دکھائی دیتے تھے اور جب قریب سے آپ کو دیکھا جاتا تو حضور ﷺ کے حسن خداداد کی مٹھاس اور اس کی دلربائی دلوں کو فریفتہ کر لیتی تھی۔"[1]

حافظ مظہر الدین نے حضور پُر نور ﷺ کے سراپا انور کو کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے۔

جانے انھیں کس رنگ میں دیکھا ہے جہاں نے
مجھ کو تو وہ اِک نور کا پیکر نظر آئے[2]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اِن اشعار میں سرکارِ دو جہاں کے حسن و جمال کو یوں بیان کرتے ہیں کہ بظاہر تو سب سے پہلے حضرت آدمؑ دنیا میں تشریف لائے مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی آدمؑ کو مادی وجود ملا نہ تھا کہ حضور ﷺ کا نور ہزار ہا برس سے موجود تھا ابھی چاند سورج، زمین و آسمان، ستارے کچھ بھی نہیں تھے مگر حضور ﷺ موجود تھے اور ایک شعر میں اپنی عقیدت کا یوں اظہار

---

۱ الازہری پیر، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ، ربیع الثانی، 1420ھ)ج، 5، ص: 262۔ 266۔

۲ حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص: 142۔

کرتے ہیں کہ نہ جانے لوگوں نے انھیں کیسے دیکھا مجھے تو وہ نور علی نور نظر آئے، اور جب وہ میری قبر میں تشریف لائے گئے تو اندھیری قبر بھی جگمگا اُٹھے گی ان شاء اللہ۔

۸-حاصلِ کائنات ﷺ

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ وجہہ کائنات بھی ہیں اور تخلیق کائنات بھی، حضور ﷺ اول بھی ہیں اور آخر بھی، حضور ﷺ کا وجود مسعود کُل کائنات ہے۔ رب کریم نے قرآن پاک میں جابجا اس نعمت کبریٰ کا تزکرہ کیا ہے اور یہ کائنات اس کی گواہی ہے، کائنات کی ایک ایک چیز میں آپ ﷺ کا جلوہ نظر آتا ہے، اگر میں یوں کہو تو بے جانہ ہو گا کہ کائنات کی ہر شے نے آپ ﷺ کے نور کا پہرہن اوڑھا ہوا ہے، سید مناظر احسن گیلانی نے خوب لکھا:

> "ویسے آنے کو تو سبھی آئے سبھی میں آئے اور ہر جگہ آئے لیکن کمال ہے کہ ایک آنے والا ایسا بھی آیا جو ہمیشہ کے لیے وہ ہمیشہ کے لیے چمکا کبھی نہ ڈوبا، جب بڑھا تو پھر بڑھتا ہی چلا گیا، چڑھا تو چڑھتا ہی گیا وہ عظیم ہستی کل بھی اپنے اخلاق حمیدہ کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی، آج بھی پہچانی جارہی ہے، انھیں کا نور ہے جو باسرور ہے، انھیں کا چراغ ہے جس کی لو بے داغ ہے۔"[1]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں:

محفلِ کونین کو رنگیں بنانے کے لیے
شاہکارِ ذہنِ خلاقِ جہاں درکار تھا[2]

اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی چیز بے کار پیدا نہیں کی پھر اس کائنات کو بنانے کا کوئی نہ کوئی تو مقصد و مدعا ہو گا اور وہ ہستی ہیں کائنات کا حاصل کائنات کا مدعا کائنات کا مقصود سرورِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی، حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس دنیا کو خوبصورت بنانے کے لیے ایک ایسی ہستی کی ضرورت تھی جس کے آنے پر سارے زمانوں میں روشنی آجائے اور ایک دوسرے شعر کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ صبح صادق جب پھوٹتی ہے وہ نور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے ایک دن ایک پرندے سے جو سدرہ کے مقام پر کہہ رہا تھا کہ حسن اور عشق کا نور بھی آپ ﷺ ہی ہیں۔

---

۱ حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:1024۔

۲ مولانا، سید مناظر احسن گیلانی، النبی الخاتم ﷺ (کراچی، زم زم پبلشرز، 2011ء، 1432ھ)، ص:27۔

۹-رحمت عالم ﷺ

رحمتِ الٰہی! جس ہستی کے سر پر ختمِ نبوت کا تاج سجا کر، رحمت للعالمینی کی خلعت فاخرہ پہنا کر آخری صحیفہ آسمانی کا امین بنا کر، کاروانِ انسانیت کا تا ابد خضر راہ بنا رہی ہے اُن کی رحمتِ عالم ﷺ کی شان کیا ہو گی، قاضی محمد سُلیمان، سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمین" میں رحمتِ عالم ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> رحمت ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی ﷺ کے لیے ہی ہوا، حضور کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں ارشاد فرمایا:
>
> ﴿وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ﴾[1]
>
> "میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے۔"
>
> جب نبی کریم ﷺ کو تمام عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی نبوت بھی تمام عالمین کے لیے ہے، جس نے بندوں کو اللہ سے ملایا ہو، جس نے دل کو پاک، روح کو روشن اور دماغ کو درست اور طبع کو ہموار بنایا ہو، جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید و ترنگ، گدائی و بادشاہی، مستی و پارسائی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ، ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو، اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہو گا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہو گا؟"[2]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی رحمت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

رحمت ہے اُن کی سارے زمانے کے واسطے
کچھ فرق و امتیاز حجاز و عجم نہیں[3]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس شعر میں حضور ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ تو کل جہانوں کے لیے رحمت ہیں یوسفؑ اور سلمانؑ کے لیے بھی رحمت ہیں، عرب و عجم کے لیے بھی

---

۱ القرآن، الاعراف ۷: ۱۵۶۔

۲ قاضی محمد سلیمان، سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین (فیصل آباد: مرکز الحرمین الاسلامی ستیانہ روڈ، اکتوبر، 2007ء) ج:2، ص:549۔

۳ حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:1053۔

رحمت ہیں، آپ ﷺ کی رحمت اتنی وسیع ہے حتی کہ اس میں ساری مخلوق شامل حال ہے۔

۱۰-معراج النبی ﷺ

معراج صاحبِ معراج ﷺ کی زندگی کا وہ خوبصورت واقعہ ہے جس کے بارے میں سیرت نگاروں اور محدثین نے دن رات ایک کر دیے تقریباً پچیس کے قریب ایسے صحابہ ہیں جنھوں نے اس کی تمام جزئیات پر بات کی ہے مگر قرآن پاک کی سورہ بنی اسرئیل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾[1]

"پاکی ہے اسے جو رات کے ایک مختصر لمحے میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔"

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نفحات سیرت میں لکھتے ہیں:

"اس ارشاد باری تعالیٰ میں نبی اکرم ﷺ کو عطا کیے جانے والے اس شرف کا ذکر ہے جو آپ ﷺ کو تمام کائنات میں ممتاز و منفرد مقام عطا کرتا ہے، "معجزہ" نبوت و رسالت کا وہ وصف ہے جو دلیل نبوت ہوتا ہے، اس میں قوت و مقدرت کی وہ شان موجود ہوتی ہے جو مخاطب کو عاجز کر دے۔ خالقِ کائنات اپنے رسول اکرم ﷺ کو اپنی آیاتِ قدرت دکھانا چاہتا ہے اور اس لطف خاص کا ذکر اس لیے کیا جارہا ہے تاکہ عظمت و رسالت بھی آشکار ہو اور بلندیوں کے سفر کی تحریک بھی ملے اس طرح کہ عرش نشین رسول اعظم ﷺ کے نقوش قدم کو جادہ ہدایت تسلیم کر لیا جائے محب کو محبوب کے نشان بلند حوصلگی عطا کرتے ہیں۔ معراج رفعتوں کا امین، عظمت رسالت کا نقیب، عبدیت کی سرافرازوں کا نشان اور تسخیر کائنات کے لیے ایک تحریک ہے۔"[2]

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفی ﷺ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں[3]

---

۱ القرآن، الاسراء ۱۷: ۱۔

۲ محمد اسحاق قریشی، نفحاتِ سیرت (فیصل آباد، البغداد پرنٹرز جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ، 2013ء)، ص:242۔ 248۔

۳ اقبال، بال جبرئیل بشمولہ: کلیات اقبال (اقبال اکادمی پاکستان لاہور، طبع ہفتم 2006ء)، ص:364۔

حافظ مظہر الدینؒ معراج النبی ﷺ کے مبارک سفر کو اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

خدا ہی جانے کس انداز، کس ادا سے ملے
حضور ﷺ عالمِ بالا میں جب خدا سے ملے [1]

حافظ مظہر الدین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو ربِ کریم کی طرف سے وہ شرف ملا جس پر تمام انبیاء کو ناز ہے مسجدِ اقصیٰ سے سدرہ تک جبرئیلؑ امیں ساتھ گئے اور اس سے آگے ایک ایسا مقام آیا کہ جو مقام محبوب تھا تنہا دیدارِ ہوا وہاں نہ کوئی بندہ تھا نہ معبود، حضور ﷺ نے اپنے رب کا بے حجابانہ دیدار کیا اور آپ ﷺ کو عرش و فرش کی سیر کروائی گئی، جنت و دوزخ دکھلائے گئے پیغمبروں سے ملاقاتیں کروائی گئی، یہ سب رات کے کچھ پہر میں ہوا جس کے لیے عقل دہنگ اور دل و دماغ عاجز ہیں، مگر عشق سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔

نتیجہ بحث:

زمان و مکاں کے بدلتے ہوئے ادوار میں حضور نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کے نئے پہلو اور امکانات سامنے آئے، تو سرکار دو عالم ﷺ کے حوالے سے تہذیبی، سماجی، تمدنی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی، سیاسی اور تاریخی ان گنت موضوعات و مضامین نعت آشنا ہوتے چلے گئے، آج کے دور میں شاعروں کے ہاں نت نئے موضوعات جنم لے رہے ہیں۔ نعت میں سرکار ﷺ کی مدح و توصیف کے علاوہ آپ ﷺ کی حیات، غزوات، معجزات، صفات، تعلیمات، احسانات، عادات و معمولات کے تذکار، شخصی واردات و کیفیات کے بیان، قومی و ملی مسائل کا ذکر اور انسانی و آفاقی تصورات و نظریات کے مختلف پہلوں کو ایک قرینہ اور سلیقہ سے اپنے اندر جذب کر لیا ہے، نعت گو شاعروں نے جن مضامین نعت کو اپنے نعتیہ اشعار میں کثرت سے استعمال کیا ہے، اُن میں آپ ﷺ کی ذات مطہرہ، صفات بابرکات، تعلیمات، غزوات، معجزات اور بنی نوع انسان پر آپ ﷺ کے احسانات کی صورت میں مستعمل ہیں۔ ان موضوعات کا نعت میں کثرت سے استعمال کیا گیا ہے، آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کے سبب سے نعت گو حضرات نے حضور پُر نور ﷺ کے نعلین پاک، لعاب دہن، پسینہ مبارک، اور نقشِ پا کو بھی نعت کا موضوع بنایا ہے۔ اسی

---

۱ حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:964۔

طرح سے مدینے کی گلیاں، بازار، روضہ اقدس کی جالیاں، مسجد نبوی کے منار، گنبد خضرا، مواجہ شریف، جنت البقیع اور محبوب کے در کی خاک کو بھی آنکھوں کا سرمہ بنا کر نعت کے مضمون میں سمو دیا، آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع مدح رسول ﷺ سے پھیل کر کائنات کے تمام مسائل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اس میں کچھ شک نہیں کہ نعت کا موضوع ارتقاء پذیر اور بتدریج بڑھنے والا موضوع ہے۔

اکیسویں صدی کی نعت میں یہی صورت موضوعات اور مضامین کی ہے یعنی ہر موضوع یا مضمون جو بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ کی ذات، سیرت یا صفات کے حوالے سے نعت میں شامل ہو جائے وہ نعت کا موضوع ہو گا۔ در حقیقت نبی رحمت ﷺ کا حوالہ ایسا مقناطیسی آلہ ہے جسے مس کرنے والا ہر موضوع نعت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ نعت متنوع موضوعات اور رنگارنگ مضامین کی حامل صنف ہے۔

⊙⊙⊙

ڈاکٹر عامر حیات
اسسٹنٹ پروفیسر، عربی وعلوم اسلامیہ
جی سی یونیورسٹی، سیالکوٹ

پیر نصیر الدین کی نعت میں عشق رسولؐ کے نقوش

Abstract

There have been many fortunate individuals in this world whose lives were an example of love for the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him). Among these fortunate individuals was a lover of the Prophet born in Islamabad, capital of Pakistan in the 20th century. The name of this fortunate lover of the Prophet was Pir Syed Nasiruddin Nasir. He was born on 14 November 1949, corresponding to 22 Muharram 1369 AH, in Golra Sharif, Islamabad, Pakistan. He belonged to a Spiritual and scholarly family. Pir Syed Naseeruddin Naseer was a renowned religious scholar and a prodigious poet. He was simultaneously a poet, writer, researcher, orator, scholar and a Sufi. He had equal command over Urdu, Persian, Arabic, Punjabi, Hindi and Saraiki languages. He inscribed poems in all these languages. He has been given the title of "poet of the seven languages". The entire life of Pir Syed Nasiruddin Nasir was spent in spreading the message of love for the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him). When he used to spoke, he would pour out the cup of love for the Prophet in the form of words. When he picked up the pen, he seemed to be promoting the love for the Prophet in the form of writing. It was as if every moment of his life was spent in drinking and pouring out the cup of love for the Prophet. His poetry reveals his true love for the Prophet. Especially his collection of Naat poetry, Deen Huma Awast, is a incredible sign of

his love for the Prophet. "Deen Huma Awast", came to the fore for the second time in 2002. This Naat collection includes Naats in Persian, Urdu, Arabic and Punjabi languages. Since the axis and center of Naat is the personality of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him). In this collection the love for the personality, biography and the affairs of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) is seen at its peak. Pir Syed Nasiruddin Nasir has described many aspects of love for the Prophet (peace be upon him) in his Naats. The article under consideration presents an analytical study of the Naatiya poems related to the love of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) and its requirements.

۱-موضوع کا تعارف:

محبت رسول اکرم ﷺ ایک لازوال اور دارین کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جن اشخاص کے دل محبت رسول سے سرشار ہوتے ہیں وہ اس کی لذت کو اپنے قلب و روح میں محسوس کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بغور مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور دین اسلام سے بے انتہا محبت کرنی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور دین اسلام سے محبت الگ الگ جذبے نہیں بلکہ باہم مربوط ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرے؛ مگر اس کے پیارے رسول محمد ﷺ سے محبت نہ کرے یا اس کے بھیجے ہوئے دین اسلام سے محبت نہ کرے، یا اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ اور دین اسلام سے محبت نہ کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ سے محبت کرنا ضروری ہے اور کمال ایمان اسی پر موقوف ہے۔

محبت ایک فطری جذبہ ہے جو کسی بھی انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے، کوئی بھی سلیم العقل انسان اس جذبے سے خالی نہیں ہوتا۔ "محبت" یا "حب" یہ بغض کا نقیض ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے، لازم پکڑنا اور ثابت قدم رہنا۔[1] اسی طرح مختلف اسالیب میں کچھ فرق کے ساتھ محبت کے معنی میں رغبۃ، شوق، رجاء، الفت اور تمنا جیسے الفاظ کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ مختلف مواقع سے

قرآن وسنت میں بھی ان الفاظ اور ان سے مستفاد معانی کا ذکر موجود ہے۔[۲] اہل لغت نے محبت کی مختلف الفاظ میں تعریف کی ہے:

محبت خوش کن چیز کی طرف مائل ہونا ہے[۳]

امام راغب نے محبت کی تعریف یوں کی ہے:

نفس جس چیز کے اندر اچھائی محسوس کرے اسے محبت کہتے ہیں[۴]

علامہ نووی (۶۳۱-۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

محبت کی اصل یہ ہے کہ (دل) کسی ایسی چیز کی طرف مائل ہو جو مرغوب و پسندیدہ ہو۔ پھر (دل کا) میلان کبھی ایسی چیز کی طرف ہوتا ہے جس میں انسان لذّت محسوس کرتا ہو اور اسے حسین سمجھتا ہو، جیسے حسن صورت اور کھانا وغیرہ اور (دل کا) میلان کبھی ایسی چیز کی طرف ہوتا ہے جس کی لذّت باطنی وجوہ کی بنا پر اپنی عقل سے معلوم کرتا ہو، جیسے صلحا، علما اور اہل فضل کی مطلق محبت اور کبھی دل کا میلان کسی کی طرف اس کے احسان اور اس سے کسی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیزیں دور کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔[۵]

علامہ عینی فرماتے ہیں:

دل کا تعلق اور میلان کسی چیز کی طرف ہونا، اس تصور سے کہ اس میں کوئی کمال اور خوبی وعمدگی ہے، اس طرح کہ وہ شخص اپنے رجحان اور آرزو وخواہش کا اظہار اس چیز میں کرے جو اس کو اس سے قریب کر دے۔[۶]

انسان کے کسی سے محبت کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔ ان میں روحانی، ذہنی وفکری، اور مادی اسباب شامل ہیں۔ ساری محبتیں ان اسباب میں سے کسی ایک سبب کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔ وہ اسباب جو کسی سے محبت کا سبب بنتے ہیں رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ میں بدرجہ اتم جمع ہیں۔ قرآن وحدیث میں جابجا مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی تلقین کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ عدمِ محبتِ رسول ﷺ نقصِ ایمان کی نشانی ہے۔ اس دنیا میں کئی خوش نصیب ہستیاں گزری ہیں جنہوں نے عوام الناس کے لیے محبت رسول ﷺ کے گراں قدر نمونے اپنی ذات سے پیش کیے ہیں۔ ان خوش بخت اشخاص کی زندگیاں عشق رسول ﷺ کا چلتا پھرتا نمونہ تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی عشق رسول ﷺ کے رنگ میں رنگ لی تھی۔ انہی ہستیوں میں سے

ایک خوش نصیب پیر نصیر الدین نصیر بھی ہیں۔ آپ کا عشق رسول ﷺ اس کمال کا تھا کہ اگر چہ ان کی وفات کو ایک دہائی بیت گئی لیکن آج بھی ان کے پڑھے اور لکھے ہوئے اشعار سننے اور پڑھنے والوں پر وجد طاری کر دیتے ہیں۔

پیر نصیر الدین نصیر پاکستان کی ایک بڑی درگاہ، گولڑہ شریف، اسلام آباد کے سجادہ نشین تھے۔ آپ ایک ممتاز شاعر ادیب محقق، خطیب، عالم اور صوفی تھے۔ آپ اردو فارسی اور پنجابی زبان کے شاعر تھے اس کے علاوہ بھی دیگر زبانیں عربی ہندی یورپی اور سرائیکی میں بھی شعر کہے ہیں۔ اسی وجہ سے انہیں شاعر ہفت زبان کا لقب دیا گیا آپ عہد حاضر کے معروف صوفی شاعر ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری روایتی طریقہ سے ہٹ کر سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ۳۵ سے زائد کتابیں لکھیں۔ ان کی غزلیہ شاعری کے تین مجموعے شائع ہوئے جن کے نام "دستِ نظر" "پیمانِ شب" اور "عرشِ ناز" ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری پر مشتمل مجموعہ "دیں ہمہ اوست" کے نام سے دوسری مرتبہ ۲۰۰۲ء میں منظر عام پر آیا۔ اس نعتیہ مجموعے میں فارسی، اردو، عربی اور پنجابی زبان میں نعتیں شامل ہیں۔ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی کی نعتیہ شاعری عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محور کے گرد گھومتی ہے۔

سید نصیر الدین نصیر خود فرماتے ہیں کہ نعت شریف کا مقصد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حصول و پرچار ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ کی نعت گوئی میں نقوش عشق رسول ﷺ کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے۔ چونکہ عشق رسول ﷺ ایک وسیع میدان ہے اس لیے پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی کے نعتیہ کلام بالخصوص "دین ہمہ اوست" میں سے منتخب اشعار اور مباحث عشق رسول ﷺ کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ عشق رسول ﷺ میں سے پہلا مبحث حضور اکرم ﷺ کی حسن کاری کا لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی صفت شفاعت اور معجزہ معراج النبی ﷺ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ اگر چہ پیر سید نصیر الدین نصیر کے کلام میں اور بھی بہت سے مباحث عشق رسول ﷺ پائے جاتے ہیں تاہم مقالہ کی ضخامت کو مد نظر رکھتے ہوئے درج بالا موضوعات ہی منتخب کیے گیے ہیں۔

۲-احوال و آثار:

پیر نصیر الدین نصیر کا نام "غلام نصیر الدین شاہ" ہے آپ سادات گیلانی نسل سے ہیں اس

لیے آپ کے نام کے ساتھ سید بھی لگتا ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر کے آباؤ اجداد سادھورا (پنجاب، ہندوستان) سے ہجرت کر کے گولڑہ (راولپنڈی، پاکستان) آئے۔ پیر سید رسول شاہ اور پیر سید روشن دین شاہ سب سے پہلے گولڑہ (راولپنڈی، اسلام آباد) میں آباد ہوئے۔ سید نصیر الدین نصیر کا سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے سید عبد القادر جیلانی اور انتالیس واسطوں سے سیدنا امام حسین سے جاملتا ہے۔[۷] آپ کے جد امجد پیر مہر علی شاہ گولڑوی ایک عظیم رہنما، عالم دین، فقیہ، محقق اور شاعر بھی تھے آپ نے اپنی تمام زندگی دین کی خاطر صرف کر دی آپ روحانی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان کے ایک بڑے شاعر بھی تھے آپ کی پنجابی نعت بہت مشہور ہوئیں آپ کی پنجابی نعت کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نینا لائیاں کیوں جھڑیاں
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

پیر مہر علی شاہ گولڑوی قادیانی فتنہ کے سخت خلاف تھے۔ آپ کو فاتح قادیانیت بھی کہا جاتا ہے آپ نے مرزائی فرقے کے انکار میں "سیفِ چشتیائی" کتاب لکھی۔ آپ ایک علمی شخصیت تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، شمس الہدایہ، سیف چشتیائی، اعلاکلمۃ اللہ وما اھل بہ لغیر اللہ، الفتوحات الصمدیہ، تصفیۃ مابین سنی والشیعہ، فتاوی مہریہ، مراۃ العرفان، مکتوبات طیبات، ملفوظات مہر علی شاہ معروف ہیں۔[۸]

اپنے آبا اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پیر نصیر الدین نصیر بھی بلند علمی وروحانی درجات پر فائز ہوئے۔ پیر سید نصیر الدین نصیر ماہ نومبر ۱۳۶۹ھ بالمطابق ۱۹۴۹ء کو گولڑہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام غلام معین الدین شاہ گیلانی ہے۔ آپ بچپن سے ہی بہت ذہین وفطین تھے۔ قرآن کی تعلیم آپ نے قاری علی لکھنوی سے حاصل کی۔ قاری علی لکھنوی کا شمار اپنے وقت کے مشہور قراء میں ہوتا تھا۔ ان سے آپ نے چھ سال کے عرصے میں تجوید و قراءت میں مہارت تامہ

حاصل کی۔ آپ کی قراءت و تجوید پر مہارت کا ثبوت آپ کی دوران خطبات آیات قرآنیہ کی تلاوت سے لگایا جا سکتا ہے۔ اپنے استاد محترم کی نگرانی میں آپ نے سات لہجوں میں قراءت سیکھی۔ ابتدائی قرآنی علوم کے بعد درس نظامی میں آپ نے ترجمہ و تفسیر، حدیث، فقہ منطق اور علم الکلام پر مہارت حاصل کی۔ دینی علوم میں آپ کے استاد علامہ فتح محمد گولڑوی تھے۔ پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی کے شاگرد رشید علامہ فتح محمد گولڑوی سے آپ نے علوم دینی بھی سیکھے اور تصوف اور سلوک کی منازل بھی طے کیں۔ پیر سید غلام محی الدین گیلانی نے پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی کی خوب حوصلہ افزائی کی اور انہیں فارسی و عربی علوم و ادب کے مطالعے کی ترغیب دی۔

اپنی ابتدائی عمر میں ہی پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانیؒ نے عربی، فارسی کلام کا خوب مطالعہ کیا اور اس میں دسترس حاصل کر لی۔ اوائل عمری میں ہی آپ میں شعری ذوق پیدا ہو گیا۔ آپ نے فارسی شاعری کا بالخصوص مطالعہ کیا۔ آپ نے سمرقندی، فردوسی، طوسی، حکیم سنائی، حکیم ناصر، سعدی شیرازی، امیر خسرو، امیر حسن دھلوی، ظھیر الدین فاریابی، حافظ شیرازی، مولانا عبد الرحمان جامی، فیضی دکنی، عرفی شیرازی، بیدل دھلوی، مرزا اسد اللہ خان غالب، غنیمت کنجاہی، اور علامہ اقبال کے مکمل کلام کا بغور مطالعہ کیا۔ ان شعراء کے مطالعہ سے آپ کے اندر شاعرانہ پختگی پیدا ہوئی۔ درج بالا اساتذہ کی کتب آپ کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ آپ وسیع المطالعہ شخصیت تھے۔ اس کا اندازہ آپ کی لائبریری سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کے کتب خانہ میں مذہبی، ادبی، تاریخی کتب کا وسیع ذخیرہ موجود ہے جس کے آپ کے ذوق مطالعہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے نہ صرف عربی و فارسی کلام پر قدرت حاصل کی بل کہ مقامی زبانوں پنجابی، سرائیکی اور اردو شاعری میں بھی کمال حاصل کیا۔ اگرچہ آپ کی تعلیمی زندگی کے حوالے سے کچھ زیادہ معلومات نہیں ملتی تاہم آپ کے کلام سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو عربی اور فارسی سے خاص شغف تھا۔ آپ کے دیوان میں فارسی، عربی، اردو، پنجابی اور سرائیکی نعتوں اور رباعیوں کا خوبصورت گلدستہ نظر آتا ہے۔ (۹) پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی اپنے دادا مہر علی شاہ کی طرح روحانیت و معرفت اور علم و سلوک کے حقیقی وارث تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ۱۹۹۷ء میں آپ گدی نشین ہوئے۔ (۱۰)

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانیؒ درگاہ گولڑہ کے درخشندہ ستارے تھے۔ آپ کا شمار پاکستان کے معروف مشائخ اور روشن فکر علماء میں ہوتا ہے۔ شاعروں کی صف میں بھی آپ کا شمار صف اول کے

شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ کی فارسی اور اردو نعتیہ شاعری اپنی مثال آپ ہے۔ آپ خانقاہ گولڑہ کے مقبول ترین سجادہ نشین تھے۔ آپ کے معاصرین میں علماء، حکماء، شعراء اور صوفیاء شامل ہیں۔ ہر طبقہ فکر کے لوگ آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ہر طبقہ فکر اور گوشہ زندگی کے لوگ آپ سے تعلق کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ آپ کے مریدین و عقیدتمندوں کی تعداد لاکھوں میں پہنچتی ہے۔

آپ کی علمی ادبی خدمات نثر و نظم دونوں اصناف میں ملتی ہیں۔ آپ نے پڑھنے والوں کے ذوقِ مطالعہ، اصلاح اور اپنی تعلیم کو عام کرنے کے جذبہ سے سہ ماہی **"طلوع مہر"** کے نام سے ایک میگزین بھی شروع کیا تھا۔ جو آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ آپ ایک معتبر صوفی اور عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مصنف اور شاعر بھی تھے آپ نے ۳۶ سے زائد کتابیں لکھیں۔ آپ کی غزلیہ شاعری کے تین مجموعے شائع ہوئے جن کے نام "دست نظر"، "پیمان شب" اور "عرش ناز" ہیں۔ آپ کی رباعیات کے دو مجموعے "رنگ نظام" اور "آغوش حیرت" کے نام سے شائع ہوئے مناقب کا ایک مجموعہ "فیض نسبت" کے نام سے منظر عام پر آیا "متاع زست" کے نام سے ایک مجموعہ شائع ہوا جس میں متفرق کلام موجود ہے حضرت مولانا "احمد رضا خان بریلوی" کے کلام پر لکھی گئی تضمینات پر مشتمل ایک مجموعہ "تضمینات" کے نام سے شائع ہو چکا ہے پیر سید نصیر الدین نصیر کا نعتیہ شاعری پر مشتمل مجموعہ "دیں ہمہ اوست" کے نام سے دوسری مرتبہ ۲۰۰۲ میں منظر عام پر آیا اس نعتیہ مجموعے میں فارسی، اردو، عربی اور پنجابی زبان میں نعتیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب "نام و نسب کو بہت شہرت ملی۔

غرض، سید نصیر الدین نصیر ایک ولی اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر ہفت زبان، اعلیٰ پائے کے ادیب، پر مغز محقق، شیریں بیاں خطیب، عالم باعمل اور صوفی باصفا ہونے کے ساتھ ساتھ نعت گو شاعر، سچے عاشق رسول تھے۔ آپ اردو، عربی، فارسی، ہندکو، سرائیکی، پوربی اور پنجابی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ اور شاعری کی جملہ اصناف سخن میں فی البدیہ شعر کہنے کا ملکہ حاصل تھا۔ حمد، نعت، منقبت، قصیدہ، مرثیہ، غزل، رباعی اور دیگر اصناف نظم پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ کو دنیا بھر کے شاعر **سلطان الشعراء** کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ زبانوں پر مہارت کا عالم یہ تھا کہ پہلی دفعہ عربی اور فارسی ادب کو **"ماہیا"** کی صنف سے روشناس کروایا۔

ممتاز نقاد ڈاکٹر توصیف تبسم خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"برصغیر میں اب جبکہ فارسی کا رواج کم سے کم تر ہوتا جارہا ہے فارسی میں شعر لکھنے والے تو کیا فارسی شعر کو سمجھنے اور اس سے لطف اندوز ہونے والے بھی کمیاب ہیں۔ پیر نصیر الدین نصیر کا دمِ غنیمت ہے وہ فارسی میں غزل اور بالخصوص رباعی کے جس مقام پر فائز ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر ان کا فارسی کلام فارسی کے معروف کلاسیکل اساتذہ سخن کے کلام میں ملا دیا جائے تو اس کو پہچاننا اور الگ کرنا دشوار ہو گا"

آپ نے فارسی، ایرانی اور ہندوستان کے مشہور شاعروں کے کلام کا مطالعہ کیا۔ آپ نے مختلف شعراء کے دیوانوں کے علاوہ مختلف زبانوں میں موجود بہت سی کتابوں سے استفادہ حاصل کیا۔ آپ سائنسی و ادبی کتابوں کے علاوہ دینی و مذہبی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتے تھے۔

آپ کے دیوانوں سے ہی واضح ہوتا ہے کہ آپ فارسی و عربی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ ان کے تمام دیوانوں میں عربی جملے ملتے ہیں۔ آپ نے ایک نعت رسول لکھی اس میں ایک مصرع عربی اور ایک مصرع فارسی ہے۔ اگر ہر شعر کو الگ الگ لکھا جائے تو دو غزلیں بنتی ہیں۔ ایک غزل فارسی زبان اور دوسری غزل عربی زبان میں۔ آپ کے کلام میں مولانا جامی، عمر خیام، انیس، ابو سعید، ابو الخیر، شیخ سعدی، مولانا روم، خاقانی، مرزا بیدل دہلوی، خواجہ میر درد، مرزا غالب، سرمہ، دبیر اور امجد حیدر آبادی جیسے اکابرین علم و ادب کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔

پیر نصیر الدین نصیر اپنے صاف اور سادہ افکار کی بدولت مسلمانوں کے تمام مسالک میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ پیر نصیر الدین نصیر نے اپنے جد امجد پیر مہر علی شاہ پیر سید غلام محی الدین بابو جی اور پیر سید غلام معین الدین گیلانی المعروف بڑے لالہ جی کی طرح **ختم نبوت کے تحفظ** کو زندگی کا اولین مقصد قرار دیا الیکٹرانک میڈیا پر قادیانی پروپیگنڈہ کا جواب دینے کے لیے آپ نے ختم نبوت ٹی۔ وی چینل شروع کرنے کا اعلان کیا لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا۔ اسی طرح آپ کا ارادہ تھا کہ صوفی ازم، تصوف اور اسلام کی اصل تعلیمات کو فروغ دیا جائے۔ اسلام، قرآن و حدیث، صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاء کرام کی خالص تعلیمات کو فروغ دینے کے لئے **"غوثیہ مہریہ یونیورسٹی"** قائم کرنے کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آپ نے گولڑہ شریف اسلام آباد کے نواح میں کروڑوں روپے مالیت کی ذاتی زمین بھی وقف کر دی

تھی۔ ابھی یونیورسٹی کا ابتدائی تعمیراتی کام ہی شروع ہوا تھا کہ آپ خالق حقیقی سے جاملے۔

۱۲ فروری ۲۰۰۹ء شب جمعہ آپ کی طبیعت میں بہت افسردگی اور غم کی کیفیت تھی۔ آپ نے اپنے اہل خانہ بشمول بھائیوں، بھتیجوں کو کھانے پر مدعو کیا اور ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ جمعہ کے روز آپ نے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے غسل فرمایا۔ نماز جمعہ کے لیے مسجد تشریف لے گیے۔ وہیں آپ کی طبیعت خراب ہوئی اور آپ خالق حقیقی سے جاملے۔ آپ نے ۱۳ فروری ۲۰۰۹ بروز جمعہ کو وفات پائی۔ روایات میں آتا ہے کہ تجہیز و تکفین کا سامان درست کیا گیا۔ جنازے کو جب باہر لایا گیا تو قیامت اژدھام تھا۔ ہر طبقہ فکر کے لوگ جنازہ میں شریک تھے۔ آپ کے جنازہ میں بلاشبہ ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ آپ کی تدفین گولڑہ شریف میں عمل میں لائی گئی۔

بے قدراں کجھ قدر نہ جانی کیتی خوب تسلی
دنیا دار پجاری زر دے کتیاں دے گل ٹلی
بک بک اتھرو روسن اکھیاں ویکھ حویلی کلی
کوچ نصیر اساں جد کیتا پے جاسی تھر تھلی

ہر طبقہ فکر کے لوگوں نے آپ کی وفات پر تاسف کا اظہار کیا۔ آپ محبت رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ۲۰۰۰ء میں آپ کو حرمین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ منورہ میں ہر وقت ان کی گردن خم رہتی۔ ہر وقت مدح پیغمبر ﷺ میں مگن رہتے۔ سید نصیر الدین نصیر گیلانی ہر وقت محبت رسول ﷺ کے نشے میں سرشار رہتے۔[۱۱]

۳-نعتیہ کلام میں عشق رسول ﷺ:

پیر نصیر الدین نصیر کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین اسلام کی بے لوث خدمت اور عشق مصطفی سے مزین تھا۔ پیر نصیر الدین نصیر نے اچھی طرح دیکھ لیا تھا کہ ان کے زمانے کا ایک فتنہ **امت مسلمہ میں انتشار** کا ہے اور ان کے زمانے کا دوسرا بڑا فتنہ **امت کے دلوں سے حب رسول کو ختم کرنا ہے**۔ آپ نے اپنی زندگی انہی دو فتنوں کے سدباب کے لیے صرف کر دی انہوں نے اس کے لیے تقریر و تحریر کا بھرپور استعمال کیا انہوں نے حب رسول ﷺ کو مزید پختہ کرنے کے لیے اپنی زبان اور قلم کا خوب استعمال کیا۔ آپ دین ہمہ اوست میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

لکھے بصد شوق نصیر آپ کی نعتیں
اب سلسلہ جنباں ہے قلم آپ کی خاطر (۱۲)

آپ نے عشق رسول ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو اپنے کلام کا موضوع بنایا۔ ہر دور میں نبی کریم ﷺ کے مدح خوانوں نے آپ ﷺ کی حسن کاری کے حوالے سے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ صحابہ کرام سے لے کر آج تک لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کے حوالے سے لکھتے آئے ہیں اور ہر کوئی اپنی محبت کے درجے کے حساب سے لکھتا ہے جس کو وہ الفاظ کی صورت میں بیان کرتے ہیں جیسا کہ شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ!

اے اللہ کے محبوبؐ! میری آنکھ نے آج تک آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہ دیکھا ہے (نہ دیکھے گا)

وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

اور کسی عورت نے آپ ﷺ سے زیادہ جمیل بچہ پیدا نہیں کیا

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّن كُلِّ عَيْبٍ

آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک اور مبرا پیدا کیا گیا ہے

كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

گویا آپ ﷺ کو خود آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق پیدا کیا گیا ہو

اسی طرح پیر نصیر الدین نصیر کا بھی اپنا انداز ہے انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے ان کے کلام سے حسن کے حوالے سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

دونوں عالم میں ہے دن رات اجالا تیرا چھب انوکھی ہے تری حُسن نرالہ تیرا
اے شہِ حُسن! دو عالم تیرے قدموں پہ نثار خود بھی شیدائی ہے اللہ تعالیٰ تیرا (۱۳)

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ آپ کی ذات مبارک سے

ہی دونوں عالم روشن ہیں۔ ہر طرف نور ہی نور ہے چاہے وہ دن کا سویرا ہو یا رات کی تاریکی جس وقت بھی نظر پڑے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ہی جلوے ہیں ان کے آنے سے ہر شے روشن ہوئی جہالت ختم ہوئی اور ہر طرف نور ہی چھا گیا۔

غنچہ و گُل میں تیرے نقشِ کفِ پا کی جھلک
ہے بہارِ چمنستان میں اجالا تیرا[۱۴]

رسول اللہ ﷺ جب اس جہاں میں آئے تو آپ کے آنے سے پوری کائنات نور سے منور ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی زینت آپ کا انداز آپ کے جسم کی ساخت ایسی تھی کہ وہ ہر عیب سے پاک تھی۔ اس دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا حسن عطا کیا تھا کہ کوئی بھی آپ کو دیکھتا تو مبہوت ہو جاتا۔ آپ ﷺ کا حسن بے میل ہے کوئی اتنا حسین نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے حسن کا مقابلہ کر سکے۔ پیر نصیر الدین نصیر لکھتے ہیں:

مظہر نورِ ازل ' مصدرِ انوارِ ابد — از ازل تا بہ ابد نُورِ دو بالا تیرا
ازل کے نور کو جب اُس میں آشکار کیا — خود اپنی ذات پہ خالق نے افتخار کیا
تِری شبیہ کی تکمیل پر مُصور نے — خود اپنے فن کو تری ذات پر نثار کیا
دستِ قدرت! ترے اس حسنِ نگش پہ نثار — نام وہ لوح پہ لکھا کہ قلم توڑ دیا[۱۵]

پیر صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے حبیب کے نقش و نگار پر قربان جائیں کہ کس قدر خوبصورت ہیں وہ۔ ہر عضوء ساخت ہر نقش اس قدر حسین ہے کہ خود اللہ تعالیٰ آپ پر نثار ہو رہے ہیں۔ اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کا حسن آپ کی خوبصورتی اور آپ کا نام ایسا رکھا ہے کہ کوئی دوسرا اس جیسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فن کو مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ میں اتارا پھر نہ کبھی ایسی کسی کی تخلیق کی آپ کے بعد۔ رسول اللہ کی ذات جیسے سیرت میں ممتاز ہے اسی طرح آپ کو صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ کا مثل اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اور نہ کبھی پیدا فرمائے گا۔

تِرے جمال نے بخشا تصورات کو نور — تِرے خیال نے ذہنوں کو اُستوار کیا
دل میں یُوں اُن کی تجلی کا تماشا دیکھا — آبگینے میں رواں نور کا دریا دیکھا

ہوش کھو کر ترے جلوؤں کا تماشا دیکھا دیکھنے والے نے دیکھا بھی تو یُوں کیا دیکھا[۱۶]

پیر نصیر الدین نصیر آپ ﷺ کے حسن کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس قدر خوبصورت ہیں کہ آپ ﷺ کے حسن نے میرے خیالات کو ہر طرح سے روشن کر دیا ہے۔ میری سوچ میں ہر وقت آپ ﷺ کے خیالات ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا حسن اس قدر میرے ذہن میں نقش ہے کہ آپ ﷺ کے خیالات نے میرے ذہن، میری سوچ، میرے تصور میں مضبوطی سے اک حصار بنایا ہے کہ میں کبھی بھی آپ کی ذات سے غافل نہ ہو سکا۔ میرے خیالات مجھے رسولِ خدا کا ہی عکس ہر طرف دیکھاتے ہیں۔ میری نظر جہاں پڑتی رسولِ خدا کا جلوہ نظر آتا۔

پیر نصیر الدین نصیر رسول اللہ ﷺ کے حسن کے حوالے سے مزید لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

بساؤ قلب میں زلفِ رسول کی خوشبو تمہیں جو چاہے کیف و سُرور کی نسبت
گیسوئے مصطفیٰ سے یقیناً ہوئی ہے مَس خوشبو کہاں سے آئی یہ بادِ صبا کے ہاتھ[۱۷]

رسول اللہ کا حسن جس نے اس دنیا میں دیکھا ہے وہ اپنے آپ کو کس قدر خوش قسمت تصور کرتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کا دیدار کیا ہے تو اس سے اب کوئی اس جہاں میں معتبر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے آگے دنیا کی باقی کوئی چیز اس کی نظر میں کوئی معنی نہیں رکھتی۔

دل ہوا روشن محمد کا سراپا دیکھ کر
ہو گئیں پُر نور آنکھیں اُن کا جلوہ دیکھ کر[۱۸]

شفاعت کے حوالے سے ہمیں پیر نصیر الدین نصیر کے کلام میں درج ذیل اشعار ملتے ہیں۔

حشر میں ایک قیامت مِرے دل پر گزری بن گئی بات، وسیلہ جو نکالا تیرا
ترے طفیل ہے محشر میں سَر بلند نصیرؔ ترا کرم کہ اِسے امتی شمار کیا
مرحلہ پُرسشِ اعمال کا تھا سخت نصیرؔ! مل گیا ان کا سہارا، تو کہیں کام چلا
اتنا تو کہوں گا کہ محمد کا ہوں بُردہ محشر میں اگر کُھل نہ سکی میری زباں اور[۱۹]

آپ ﷺ کے عشق کی برکت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سنور جائے گی سب کی عاقبت، سب کا بھلا ہو گا قیامت میں محمد مصطفیٰ کا آسرا ہو گا
وہی محشر میں بھی امت کا سہارا ہو گا کام آئے گی اسی رحمت کامل کی تلاش
عدالت سے نبی کی جس کو پروانہ عطا ہو گا وہی بس مستحقِ رحمتِ ربُ العُلیٰ ہو گا
پکاریں گے شفیعُ المذنبیں کو سب قیامت میں وہاں پر سب کا نعرہ، یا محمد مصطفیٰ ہو گا[۲۰]

آپ کی شاعری میں سے معراج کے حوالے سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

شب معراج ہے عنوان تیری رفعت کا
ذات ارفع ہے تری، ذکر ہے اعلیٰ تیرا[۲۱]

ایک اور مقام پر آپ یوں رقمطراز ہیں۔

تکی ہے راہ، خلیل و کلیم و عیسی نے خدا نے عرش پہ خود تیرا انتظار کیا[۲۲]

پیر صاحب مزید بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

جلوہ حسن حقیقت کی ضیا باری میں اپنے شہکار کو دیکھے گا خدا آج کی رات
فاصلے گھٹ گئے، یوں قرب بڑھا آج کی رات عبد و معبود میں پردہ نہ رہا آج کی رات[۲۳]

حبِ رسول ﷺ کے پاکیزہ جذبے کو شخصیت پرستی کے خانے میں ڈالنے کی مذموم کاوشیں ہو رہی ہیں۔ ایسے میں سید نصیر گیلانی جیسے نعت گو شعراء غنیمت ہیں جو لوگوں کے دلوں کو حرارتِ شوق سے گرما رہے ہیں اور اس بات پر ابھارتے ہیں کہ 'خاکِ مدینہ و نجف' کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فکری و روحانی فیض سے خود کو منور کیا جائے۔

ہزار بار ہوئی عقل نکتہ چیں پھر بھی
درِ حضورؐ پہ جھکتی رہی جبیں پھر بھی
رواں ہے گرچہ ترقی کی راہ پر دنیا
بغیرِ عشقِ نبیؐ شاد تو نہیں پھر بھی

حضور نبی کریم ﷺ سے اپنے والہانہ لگاؤ کا اظہار یوں کرتے ہیں:

میں وہ دیوانہ ہوں دربار محمد کا نصیر
ہیں فرشتے وجد میں میرا تماشا دیکھ کر[۲۴]

انسانیت کو رسول کریم ﷺ کی محبت کا درس یوں دیتے ہیں۔

اللہ بڑا، اس کی رضا بھی ہے بڑی چیز
لیکن شہ بطحا سے وفا بھی ہے بڑی چیز[۲۵]

حضور اکرم ﷺ سے پیر نصیر الدین نصیر کے عشق و محبت کی ایک جھلک ان اشعار میں ملاحضہ کیجیے۔

میں اور مجھ کو اور کسی دلربا سے عشق؟ خیر الوریٰ سے عشق ہے خیر الوریٰ سے عشق
دنیا کی مجھ کو چاہ نہ اس کی ادا سے عشق دونوں جہاں میں بس ہے مجھے مصطفیٰ سے عشق
معراج بندگی کی تمنا میں رات دن میری جبیں ہے اور در مصطفیٰ سے عشق
پہلے نبی کے عشق میں مدہوش ہو نصیر پھر یہ کہے کوئی کہ مجھے ہے خدا سے عشق[۲۶]

اور آخر میں پیر نصیر الدین نصیر کی اس رباعی پر مقالہ کا اختتام کیا جاتا ہے:

سیرت لکھیں کہ شعر تصنیف کریں ہر رنگ میں اہتمام توصیف کریں
شرح و رفعنا لک ذکرک یہ ہے محبوب خدا کی کھل کے تعریف کریں[۲۷]

۴- نتائج تحقیق

عشق رسول ﷺ ایک وسیع میدان ہے اس لیے پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی کے نعتیہ کلام بالخصوص "دین ہمہ اوست" میں سے منتخب اشعار کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ پہلا مبحث حضور اکرم ﷺ کی حسن کاری کا لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی صفت شفاعت اور معجزہ معراج النبی ﷺ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ اس منتخب مطالعہ سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱- پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی ایک اعلیٰ درجے کے نعت گو شاعر ہیں۔ نعتیہ شاعری میں پیر سید نصیر الدین نصیرؔ نے زبان و بیان کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ ان کے کلام میں جہاں آسان اور عام فہم زبان کا استعمال دیکھنے کو ملتا ہے وہیں ان کے ہاں پر شکوہ اور فارسی و عربی آمیز الفاظ کی بھرمار بھی ملتی ہے۔

۲- رسول اکرم ﷺ کا عشق و محبت ان کے اشعار میں اپنی پوری تابناکی کے ساتھ جلوہ گر ہوتا

ہے۔ من حیث المجموع سید نصیر الدین نصیرؔ نے مدحتِ رسول ﷺ کر کے جہاں آقا کریم سے اپنے عشق و محبت کے اظہار کے جواہر سرکار رسالت مآب ﷺ کی نذر کیے ہیں وہیں اپنے کلام کے ذریعے اپنی قادر الکلامی، ردیف و قوافی کی ندرت، فن کی تازہ کاری، لفظیاتی مرصع سازی اور فکری بلند خیالی کا ثبوت بھی پیش کیا ہے۔

۳- آپ ایک شاعر ہی نہیں بلکہ معتدل مزاج صوفی اور عالم دین ہیں۔

۴- آپ کی فروغ حب رسول ﷺ اور تعلیمات اسلام کے لیے بلند پایہ خدمات ہیں۔

۵- ان کا نعتیہ کلام اردو، پنجابی، سرائیکی، عربی، فارسی، ہندی زبانوں میں ہے۔

۶- ان کے نعتیہ کلام میں سیرت رسول ﷺ کے مختلف گوشے اجاگر کیے گئے ہیں۔

۷- ان کے نعتیہ کلام سے محبت رسول ﷺ کے سوتے پھوٹتے ہیں جس سے ان کے قارئین کے اندر بھی حب رسول ﷺ کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔

۸- آپ کے کلام میں توحید کی پکار، سنت رسول کی پیروی، اور اولیاء وصلحا سے محبت کا درس ملتا ہے۔

۹- آپ کے کلام کی تفہیم اور عمل سے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۵-سفارشات

۱- پیر سید نصیر الدین نصیر ایک ہمہ جہت ہفت زبان شاعر ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری کا اپنا ایک مخصوص رنگ ہے۔ وہ ایک معتدل مزاج صوفی اور عالم دین ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کے کلام کو حکومتی سرپرستی میں عام کیا جائے تاکہ ان کی تعلیمات سے عوام الناس آگاہ ہو سکیں

۲- اعتدال پسندی پیر صاحب کا خاص وصف ہے، معاشرے میں امن و سکون کے فروغ کے لیے ان کی شاعری عام کرنے کی ضرورت ہے۔

۳- پیر سید نصیر الدین نصیر حب رسول ﷺ کے پرجوش علم بردار تھے۔ حب رسول ﷺ معاشرے میں ہم آہنگی اور یگانگت پیدا کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ ان کے اس وصف کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

مصادر و مراجع:

۱- تھذیب اللغۃ للازھری: ۴/ ۸، مقاییس اللغۃ: ۲/ ۲۶، لسان العرب: ۱/ ۲۹۰۔

۲- ابن القیم، روضۃ المحبین ونزھۃ المشتاقین، ۱۳۔
۳- المعجم الوسیط، ۱۵۱۔
۴- الاصفھانی، امام راغب، الذریعۃ الی مکارم الشریعہ، (ریاض: دار السلام، ۲۰۰۰)، ۲۵۶
۵- علامہ نووی، شرف الدین، المنھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ۲/ ۱۴۲۔
۶- علامہ عینی، عمدۃ القاری، ۱/ ۱۴۲۔
۷- فیض، فیض احمد، علامہ مھر منیر (سوانح حیات پیر مھر علی شاہ گیلانی گولڑوی)، گولڑہ شریف، اسلام آباد ۴۳-۴۴۔
۸- فیض، فیض احمد، علامہ مھر منیر (سوانح حیات پیر مھر علی شاہ گیلانی گولڑوی)، گولڑہ شریف، اسلام آباد ۴۳-۴۴۔
۹- نصیر گولڑوی، نصیر الدین نصیر، دین ہمہ است (اسلام آباد: مکتبہ مہریہ نصیریہ، گولڑہ شریف، ۲۰۱۱ء)، مقدمہ
۱۰- کھگہ، محمد شاہ، مھر نصیر (ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ۳۹-۴۰
۱۱- اظہر، ظہور احمد، ڈاکٹر، نذر نصیر گیلانی، (لاہور: نوادرات پبلشرز، ۲۰۱۰ء)، ۲۰۳-۲۰۷۔
۱۲- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۹۰۔
۱۳- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۴۵۔
۱۴- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۴۵۔
۱۵- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۵۶۔
۱۶- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۵۵۔
۱۷- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۴۵۔
۱۸- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۱۲۵۔
۱۹- نصیر، نصیر الدین نصیر، پیر، سید، گیلانی گولڑوی، دین ہمہ اوست، مشمولہ کلیات نصیر (اسلام آباد: مکتبہ مہریہ نصیریہ، گولڑاہ شریف)، ۵۷۔
۲۰- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۶۷۔
۲۱- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۳۴۔
۲۲- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۳۶۔
۲۳- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۳۴۔
۲۴- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۹۳۔
۲۵- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۹۳۔
۲۶- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۱۲۲۔
۲۷- نصیر الدین، دین ہمہ اوست، ۲۰۷۔

⊙⊙⊙

شگفتہ عثمانی
پی ایچ ڈی سکالر، جی سی یونیورسٹی، لاہور

ریاض حسین چودھری کی شاعری
(عصر حاضر کے مسائل کے تناظر میں)

ریاض حسین چودھری ۸ نومبر ۱۹۴۱ کو سیالکوٹ کے ایک ممتاز صنعت کار اور تاجر الحاج چودھری عبد الحمید کے گھر پیدا ہوئے مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے گھر میں ہر ماہ بڑے پیمانے پر محفل میلاد کا اہتمام کیا جاتا۔ ان محافل نے ان کے مزاج میں نعت نگاری کا فراواں جذبہ پیدا کر دیا۔ سکاچ مشن سکول اور پھر مرے کالج میں تعلیم حاصل کی۔ مرے کالج میں اسی ضیائی نے ان کے ادبی ذوق کی تراش خراش کی۔ وہاں انھوں نے ادبی مجلے کی ادارت کی۔ ایم۔ اے۔ او کالج سے اردو میں ماسٹرز کیا اس کے مجلے المیزان میں ذمہ داریاں نبھائیں انتہا درجے کی کاروباری مصروفیات کے باوجود ادب سے جڑے رہے۔ کئی ادبی اداروں سے وابستگی رہی۔ حلقہ ارباب ذوق کے سیکریٹری رہے۔ رائٹرز گلڈ سیالکوٹ میں بھی فعال رہے۔ ۱۹۹۶ سے منہاج القرآن میں پندرہ روزہ،، تحریک،، کے دس سال تک مدیر اعلیٰ رہے۔ وہ ایسے عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو نعت نگاری ایک ورد مسلسل کی طرح کرتے رہے۔ فراواں جذبات جو عقیدت و محبت اور احترام کے کے دائرے میں ہمہ وقت رہے۔ ان کے ۲۴ مجموعہ ہائے نعت میں سے چھ صدارتی اور صوبائی ایوارڈ کے حقدار ٹھہرے۔ وہ نعت نگاری کا ابر مسلسل کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں منفرد اسلوب اور فکر و فن کا بھرپور استعمال انھیں امتیازی مقام پر دکھاتا ہے۔ ۲۰۰۲ میں ایک تکلیف دہ حادثے کے بعد بھی وہ مصروف مدحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہے یونہی مصروفِ مدحت محبوب خدا ۱۷ اگست ۲۰۱۷ میں نعت نگاری کا یہ منفرد دلہجہ راہی ملک عدم ہو گیا۔

ریاض حسین چودھری اکیسویں صدی کے وہ زود گو نعتیہ شاعر ہیں جن کا کلام تر شحات نور بھی اور کہیں سیل بے کنار تو کہیں وہ پھوٹتی سحر ہے جو گلشنِ کلام میں صبائے تخیل سے کھلتی نعت کی خوشبو سے مہکتی اور موضوعات کے پھولوں سے شاخ ثنا کو سجاتی پھرتی ہے۔ شعری افق سے اُبھرتی ہے تو سوز و گداز، عجز و نیاز سے لفظوں کی وہ بنت دکھائی دیتی ہے جو شاعر کے فراواں جذبوں

،عقیدت و محبت کو شعری پیکر میں نہایت عمدگی سے بیان کرتی ہے۔ ان کے کلام میں موضوعات کا تنوع، اسلوب کا جدا لہجہ، معنویت اور دروں بینی کا شعور بڑی وضاحت سے دکھائی دیتا ہے۔ کسی بھی شاعر کا کلام وہ حدیث دل ہے جس میں قلبی واردات کا آہنگ نمایاں ہوتا ہے۔ شاعر کے نفس نفس کی مہک ،شناخت، اس کے مقصد حیات کا بیانیہ اس کی تخلیق میں نظر آتا ہے بعینہٖ ریاض حسین چودھری ی نعتیہ شاعری میں فن شعری کا اِدراک، توحید و رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جڑت کے ساتھ ساتھ اسلامی تاریخ کا شعور قاری کو مسحور کرتا ہے۔ معاشرے کے حساس ترین فرد آنے ارد گرد پھیلے درد والم کو محسوس کرتے ہیں اور اپنی تخلیقات میں انھیں ایک مؤثر بیانیہ میں شعری پیکر میں ڈھال دیتے ہیں ریاض حسین چودھری ثنائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گم ،لکھتے لکھتے امت کے دردمند کے حضور بے قراری سے عہد حاضر کے درد، کرب، زبوں حالی اور امت مسلمہ کی بے بسی کے حوالے سے لکھنے لگتے ہیں اس بے بسی کے بیانیے کے ساتھ امت کی بے حسی کو بھی بیان کرتے ہیں۔ ان کا استمدادیہ کلام ایک درد بھری داستان ہے جو ان کے کلام کا اختصاص ہے۔ وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عہد حاضر کے اجتماعی و انفرادی زبوں حالی کے بیان کو جب لکھتے ہیں تو قاری یہ محسوس کر سکتا ہے کہ ریاض حسین چودھری کا کلام طیبہ کے چاند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کشش کی طرف کھنچتا بحر ہے، اک موج بر قرار جس کا قرار ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہی میں ہے ان کے ۲۴ مجموعہ ہائے نعت میں ان کی عصر حاضر سے آگہی کے منظر نامے جابجا ملتے ہیں۔ امت مسلمہ کی زبوں حالی، بے کسی، بے بسی، بد اعمالی، اور بے عملی پھر اس کے نتیجے میں اس امت کا مسائل میں مبتلا ہو جانا انھیں اذیت میں ڈال دیتا ہے۔ ان کے شعری سانچے عنتم حریص علیکم کی جھلکیاں ہیں اکیسویں صدی کے مسائل کے تناظر میں ریاض حسین چودھری کی شاعری کو دیکھیں تو یہ منظر دکھائی دیتا ہے کہ آج امت مسلمہ کے لیے ہر نفس کربلا ہے، تشنہ لبی ہے۔ ظلم کی چکی میں پستی، پستیوں میں گرتی قوم کا نوحہ لکھتے ہوئے ان کے لفظوں کا چناؤ ملاحظہ کیجیے

لغت زنجیر پہنے، سر جھکا کر عرض کرتی ہے

میرا ہر لفظ، آقا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا نوحہ ہے۔ (1)

شاعر کے تخیل کی پرواز دیکھیے وہ لفظ نہیں بلکہ پوری لغت کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ وہ اپنے جذبات، درد بھری کیفیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے میں اپنی بے بسی کا اقرار کرتا ہوں کے

لفظوں کا انتخاب مشکل ہو گیا ہے کہ کس طرح اس نوحے کو بیان کروں کہ لغت بھی اور دل بھی درد میں جکڑے ہوئے ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی بربادی کا ماتم کن الفاظ میں، کن الفاظ میں لکھوں کہ مرا تو ہر لفظ اسی کیفیت کو بیان کرنا چاہ رہا ہے۔

مذکورہ شاعر کا کلام عہد حاضر کے کرب کا بیانیہ ہے۔ جس میں عصر حاضر کے مسائل، ان کی وجوہات، فکری عناصر اور ایک ہمدرد کا لہجہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خاصہء خاصان رسل کے حضور حالی کے دست دعا کو ریاض حسین چودھری اِنہی فکری زاویوں میں آگے بڑھاتے ہیں جس میں فکر و فن اپنی پوری روشنی میں دکھائی دیتا ہے۔

امت مسلمہ کے الام و مصائب اور کسمپرسی کو دیکھ کر ان کا قلم ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے،،[2]

فرات عشق کے تشنہ کنارے پر لگا خیمے
خدا تیری قسمت میں شعور کربلا لکھے[3]

شعور کربلا اور اس کے تلازمات کا التزام شعری پیکر کو وہ رنگ دے رہا ہے جو امتِ مسلمہ کی صفوں میں ایسا شعور بیدار کر سکتا ہے جو اسے عروج کی تلاش کرنے پر مجبور کر دے گا۔ ابدیت کا روپ لیے اشعار دراصل شاعر کی تخیل آفرینی کو تخلیق میں بدلنے کی زندہ تر روایت کا اظہاریہ ہیں۔

امت کا زخم زخم ہے ان میں سجا ہوا
اشعار میرے اصل میں نوحہ گری کے ہیں[4]

جب وہ امت کی درماندہ احوال پر نظر کرتے ہیں تو وارفتگی، خود سپردگی اور بے بسی کے باب میں نادر لفظیات، روانی، سادگی کے ساتھ پرکاری کو بھرپور استعمال کرتے ہیں۔

سیہ لباس میں لپٹی ہوئی عروس غزل
ابھی جنازے اٹھائے تھی کندھوں پر
آنسوؤں میں بھیگتا جائے حرف ثنا
شام تنہائی میں چشم تر جائے گی چراغ[5]

شاعر کے تخیل کا جداگانہ انداز دیکھیں کہ دلہن جو خوشی کا استعارہ ہے سرخ کی بجائے سیاہ ماتمی لباس پہنے ہوئے ہے۔ وہ خوشیوں کے جنازے اٹھائے تھی کیسا درد بھرا منظر ہے جو چشمِ تر اور تنہائی وہ بھی رات میں۔ درد کو بیان کرنے کے عمدہ بیانیہ ہے۔ ماضی کے دھندلکوں میں پوشیدہ حال کا منظر قاری کو شاعر کے درد سے آگاہ کرتا دکھائی دے رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عہد نو میں ہے دھواں شامِ غریباں کا
کنار آب جو خیمے جلے ہیں کربلاؤں کے (6)

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حضور امت کے درد کو بیان کرنے کے لیے میدان کربلا کے منظر کی مثال دی کہ آج کے یزید بھی وہی حشر برپا کر رہے ہیں۔ ماضی کی حال سے مراجعت کا عمدہ بیانیہ ہے۔

ہر لحظہ ہدف بنتا ہے اعدا کے ستم کا
کشمیر و فلسطین کے مسلمان پہ نظر ہو (7)

کشمیر اور فلسطین سے اسلامی اخوت کا رشتہ نباہتے ہوئے ایک فریادی لہجہ دکھائی دے رہا ہے جو ان کی عصر حاضر اور اس کے تلازمات سے جڑت کا اعلان ہے۔

کتاب شام تشدد کی کیا کھولوں
ورق ہیں جنت ارضی کی وادیوں کی طرح (8)

کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے اور شاعر ایک حساس دل کے ساتھ درد کی ایک لہر جو اس کے وجود کو پارہ پارہ کر رہی ہے، توڑ رہی ہے اپنی اس دکھی کرنے دینے والی حالت میں قاری کو بھی شریک کر رہا ہے۔

ہر رہنما کے اندر ایک رہزن چھپا ہے
انجام کیا ہوا ہے امت کی سرکشی کا (9)

امت کی بد اعمالیوں اور بد عنوانیوں کو موضوع سخن بناتے ہوئے لکھتے ہیں کے بربادی کی وجہ وہ خود ہیں اور جو ظلم ہم نے اپنے ساتھ کیا ہے اس کا درماں کوئی نہیں کرے گا اس کا خمیازہ امت ہی کو بھگتنا ہو گا۔

ساحل پہ روشنی کا نام ونشاں نہیں ہے۔

افکار کے سفینے ڈوبے ہوئے ہیں کب سے۔[10] روشنی اور افکارِ تازہ کی اگر جڑت نہ وہ بجھ جائیں ختم ہو جائیں تو قوموں کے سفینے کو ڈوبنے سے کوئی نہیں بچا سکتا سو ریاض حسین چودھری نے اسی منظر کو امتِ مسلمہ کی عہد حاضر میں زبوں حالی کی وجہ بتایا ہے۔ امت کی قسمت بدل سکتی ہے اگر وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائے۔

کھڑے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگ خالی چھاگلیں لے کر
نہیں پانی کا ایک قطرہ بھی ان کالی گھٹاؤں میں[11]

امت کی خستہ حالی، بے بسی کے لیے لفظوں کی عمدہ بنت کا منظر پیش کیا ہے۔ سادہ اور رواں لہجے میں درد کی انتہا بتادی۔ ایک پر اثر بیانیہ جو محاکات نگاری کی عمدہ پیش کش ہے۔

مسافر ہار کر بیٹھے ہوئے ہیں راہ میں لیکن
مدینے کی طرف جاتا ہوا ہے راستہ باقی[12]

امت کے مددگار کی جناب میں التجا کرنے کا منظر بیان کیا گیا۔ ہارے ہوئے مسافروں کی مدارات مدینے کے سوا کہیں ممکن نہیں آس کا ایک دیا جو نا امیدی کی اندھیاروں میں روشنی کا سامان ہے نادر لفظیات، سوز و گداز سے بھرا بیانیہ ان کے دلی جذبات کا عکاس ہے۔

اس کربلا میں چادر زینب ملے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لپٹی ہوئی زمین ہے زخموں کی شال میں[13]

یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ردا جسم ہیں منتظر
یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ردا جسم ہیں منتظر
ان کو زینب کی چادر کا صدقہ ملے[14]
عطا حوا کی بیٹی کو کریں چادر زینب
یزیدوں کے علم آنچل بنے ہیں داشتاؤں کے[15]

سیدہ زینب عفت و عظمت، عزم و استقلال و جراءت کا نشان ہیں۔ میدان کربلا اور شام کے دربار میں ان کا کردار مثالی رہا۔ شاعر کے مندرجہ بالا اشعار کو اسی تناظر میں دیکھا جائے تو شاعر کے اسلامی تاریخ کے ذریعے امت کو جھنجھوڑنے کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

حضور استمداد یہ پیش کرنے کی کاوش ان کے تخلیقی شعور کی عکاس ہے۔ دور جدید میں امت کی درماندہ حالت کا حل بھی تجویز کیا۔ شاعر کا تخیلی شعور ملاحظہ ہو اول الذکر دونوں اشعار میں مستعمل زخم اور بے ردائی کے لفظوں سے وہ منظر نگاہ کے سامنے آجاتا ہے جو آنکھ کو آنسوؤں سے اور دل کو درد سے بھر دیتا ہے اور پھر شعری حسن دیکھیں کہ درماں بھی بیان کر دیا آخری شعر عصر حاضر کی وہ بد نصیبی ہے جس میں آزادی نسواں کے نام نہاد پرچارک عورت کی بربادی کا سبب ہیں۔ اور آج کی عورت اس کے جھانسے میں آرہی ہے۔

فاروق معظم کے قلمداں کو تلاشو
ٹھٹھرے ہوئے موسم کو حرارت کی طلب ہے(16)

سیدنا فاروق اعظم رضہ عہد حاضر تک عدل وانصاف کی بے نظیر مثال سمجھے جاتے یہاں تک کہ غیر مسلم بھی ان کی اس صفت کے معترف ہیں۔ ان کے مزاج کے جلال کو بیان کر کے عہد حاضر کی عدلیہ کو متوجہ کرنے کی عمدہ کاوش ہے۔

غضب خدا کا سر شام غم کی تختی پر
جو حرف لکھا گیا ہے حرفِ ماتم ہے(17)

عہد حاضر کے ظلم وبربریت کے منظر کی المناکی کے لیے نادر لفظیات کا چناؤ شاعر کے کلام کی اثر پذیری کی علامت ہے غم کی تختی یعنی تقدیر میں صرف ماتمی لہجہ رہ گیا ہے ہماری بداعمالیوں نے خدا کے غضب کو شاید ہمارا مقدر کر دیا ہے۔

ہر طرف ہے چمن میں دھواں ہی دھواں
حشر سا حشر ہے آج برپا ہوا(18)

دور جدید میں ہر طرف پھیلی انارکی کو قیامت خیز دکھانے کے سادہ مگر پرکار لہجہ استعمال کیا ہے جس نے تخیل کو اثر انگیز کر دکھایا ہے۔ صنعت تکرار کے ذریعے بھڑکتی آگ کی حشر سامانیوں کا ذکر کیا گیا بربادی کا منظر نظر کے سامنے کھینچ کر رکھ دیا۔

کہ اس برس بھی وہی زخم، سسکیاں، آنسو
کہ اس برس بھی وہی بے بسی کا عالم ہے(19)

حرف بیان سے شعر کے آغاز نے شاعر کے تخلیقی شعور کی جوت جگانے کا فریضہ انجام دیا ہے ماضی اور حال کے ایک جیسے منظر کو بڑی عمدگی سے ایک دھاگے میں پرو دیا آنسو، سسکیاں بے بسی درد کو بیان کرنے کا اس سے درد بھرا منظر نہیں دکھائی دے سکتا شاعر کا قلم روشنائی کی بجائے آنسوؤں میں ڈوب کر استغاثہ پیش کر رہا ہے۔۔

کیا یونہی کٹ جائے گی کرب و بلا میں زندگی
کیا مقدر میں کسی کے نقشِ پا کوئی نہیں(20)

لہجہ ءاستفہامیہ نے استمدادیہ کو بڑا گہرا رنگ لگایا ہے۔ دکھ کی طویل تاریخ کا المیہ اس شعر کا موضوع رہا ہے۔ استفہامیہ انداز دردمند کے حضور التجا ہے کہ اب دکھ دور ہو جائیں کوئی درد کی دوا پانے کا راستہ دکھایا جائے۔

صف ماتم بچھی رہتی ہے ہر بستی کی گلیوں میں
ہماری بدنصیبی بے اثر ہوتی نہیں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (21)
امت کی

دقسمتی پر ایک اور ماتمی لہجہ جس نے شاعر کے شعری احتساس کے خاص انداز کو بڑی حد تک واضح کر دیا ہے۔

ریاض حسین چودھری کا شمار یقینی طور پر ان شعراء میں ہوتا ہے جن کا قلم امت کے درد کو خون جگر میں ڈبو کر لکھتا ہے۔ ان کے کلام میں موجود اس پیرایہ بیان کو کسی کوزے میں بند کرنا ناممکنات میں سے ہے۔

کب سے حصار شام غریباں میں ہے قلم
کب سے لہو میں تر مرا دامنِ خیال(22)

درد کی مسلسل لہر، بے بسی کی مستقل کیفیت نے شاعر کو مجبور کر دیا کہ وہ گھٹنے ٹیک دے۔ درماں کے حضور اپنی تھکن، خستہ حالی کی طوالت کو بے قرار لہجے میں بیان کرے کہ اللہ تعالیٰ انھیں امت کے لیے عنتم حریص علیکم کہتا ہے سو شاعر ان کے سامنے اپنے درد کی داستان کھولے کھڑا ہے

کریں چارہ مری اکھڑی ہوئی سانسوں کا بھی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کوئی جھونکا لپٹ جائے ہوائے غم گساری کا[۲۴]۔

ریاض حسین چودھری نے انفرادی درد کی درمانی کے لیے بھی اسی در کو چنا۔ اکھڑی سانسوں کی بحالی کے لیے ہوائے تازہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بھی ایسی جو درد مندی کرے۔

فصل یقیں آگے جلی کشت خیال میں
امت کھڑی ہے قریہ شام زوال میں(25)

وہ کبھی تشکیک کو دور کرنے کے دربدر نہ ہوئے بلکہ اسی در سے اپنی کشت خیال کو یقین کا پانی دیا۔ لفظوں میں تازگی اور خستگی کا عنصر واضح نظر آرہا ہے۔

آقا جی کرم اور کرم اور کرم ہو
میں حرف ادب، حرف ثنا، حرفِ یقیں ہوں(26)

کرم کی نظر پانے کا ایک منفرد اسلوب بیان ہے کہ وہ باادب ثنائے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے والا آپ کا گدا ہے جو تشکیک کی گرد سے دور ہے جو اس کی ان کے در کی گدائی کا صلہ ہے۔ لفظوں کی تکراریوں محسوس ہو رہی ہے جیسے شاعر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ کر زاریاں کر رہا ہو جو اس کے اس یقین کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہی وہ در جو درد کا درماں عطا کرے گا۔

جنازہ اٹھ رہا ہے صبحِ نو کا شب کے کندھوں پر
کہ انداز ستم بدلا نہیں ان تاریک صدیوں کا(27)

ماضی کی حال کی طرف مراجعت کا عمدہ بیانیہ ہے۔ دور جدید۔ انہی تاریکیوں کا شکار ہو کر تڑپ کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں المدد پکار رہا ہے۔ صنعت تضاد اور ردالعجز در مصرعہ اولیٰ کے ہمراہ لف نشر کے استعمال نے ان کے اسلوب کو منفرد اور ممتاز لہجے کا حامل دکھا دیا۔

فنی حوالے سے بھی ریاض حسین چودھری ایک منفرد اسلوب کے حامل ہیں۔ ترکیب بندی کا ہنر ان کے کلام میں اختصاصی انداز کا اظہار ہے۔ ان کے سامنے لفظ دست بستہ ان کے بیانیے کو انفرادیت عطا کرتے ہیں۔

میں ریاض یاسیت کے پانی میں گھر گیا ہوں
مرے کاسہ ءہنر میں کھلے خوشدلی کا موسم (28)

یاسیت کا پانی اور پھر کاسہ ہنر دونوں تراکیب ان کے درد کو عمدگی سے بیان کر رہی ہیں نا امیدی دل کی اس پوری ہو اس کے لیے نادر لفظیات یعنی کاسہ ءہنر استعمال کیا۔ استدادیہ کی آب ان تراکیب نے اجالا دی۔ معنویت کے باب کھول دیے۔

آنکھوں میں روشنی کے سمندر بجھے ہوئے
ننگے سروں پہ دھوپ کی چھتی ہیں کرچیاں (29)

تراکیب میں تضاد کے عنصر نے استغاثہ کے لہجے کو بھرپور اثر آفرینی بخشی ہے جو شاعر کے تخلیقی ہنر کا بہترین مرقع ہے۔ روشنی جو بجھ جائے اور دھوپ جو ننگے یعنی بے بس لوگوں کے لیے سکون کی بجائے تکلیف دہ ہو۔ کیا زبردست بیانیہ ہے۔ جو قاری کے دل میں بھی درد کی لہریں جگا دیتا ہے۔

اس کربلا میں چادر زینب ملے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لپٹی ہوئی زمین ہے زخموں کی شال میں (30)

عصر حاضر کے تناظر میں مستعملہ خط کشیدہ علامتیں شاعر کی تخیل آفرینی، دروں بینی کا اظہار ہیں زخموں کی شال میں لپٹی زمین کو چادر زینب ہی امان دے گی۔ استمدادیہ لہجے کی بنت رکھتی تراکیب ریاض حسین چودھری کی قادر الکلامی کی مظہر ہیں۔

عجیب موسم بے نور کی کہانی ہے
محیط شام حوادث ہے ہر دریچے میں
حصار خوف میں رہتا ہے خوشبوؤں کا دماغ (31)

خط کشیدہ تراکیب شاعر کے دل کی کسک کو بیان کرنے میں اپنا کردار عمدگی سے نباہ رہی ہیں۔ موسم بے نور، شام حوادث یا خوشبوؤں کا دماغ سب مل کر حصارِ خوف کھینچ ڈالتی ہیں۔ یہ تمام عہد حاضر میں امت مسلمہ کی بدترین بربادی کے استعارے ہیں۔ اس کے ساتھ موسم، بے نور، شام، خوشبو کی علامتوں سے اپنی بات کو پر اثر بیانیہ دیا۔

ہوائے کفر کی یلغار سرحدوں پر ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیج دیں سیف خدا مدینے سے (32)

دونوں تضادی صنعت کی حامل تراکیب جدت طرازی کا عمدہ نمونہ ہیں۔ عصر نو میں مسلم امہ کی بدحالی، کشمیر اور فلسطین پر جاری کفر کی یلغار کو روکنے کے لیے استمدادیہ لہجے میں سیف خدا بھیجنے کی التجاوہ بھی مدینے کی۔ لفظوں کی بنت صنعت تضاد سے جڑت رکھتے ہوئے شعری معنویت کو بڑھا رہی ہے۔

سلگتی ریت پر عزم بلال کی ٹھنڈک
قدم قدم پہ وہ منظر تلاش کرتا ہوں (33)

سیدنا بلال رضہ عزم واستقلال کا نشان ہیں جو سلگتی ریت کو خاطر میں نہ لائے۔ اسلامی تاریخ سے جڑت اور اس پس منظر کی المناکی کو بیان کرنے کے لیے۔ محاکات نگاری کا منظر نامہ بھی دیا اور بہت خوب دیا ہے پھر عصر حاضر کے لیے اسی عزم کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ دوسری صنعت تکرار (قدم قدم) نے بھی اپنا رنگ دکھایا جس میں عزم کو دھرانے کی ضرورت کا اشارہ پوشیدہ ہے۔

ابھی فرات پہ پہرے یزیدیوں کے ہیں
تمیز، باطل و حق میں ہوا کرے کیسے (34)

عصر نو کی گھمبیر صورتحال کو بیان کرنے کے باطل و۔ حق کے متضاد لفظ لکھے ہوا کو وقت کی علامت کے طور پر استعمال کیا۔ جب ظالم کا گھیر اٹوٹ جاتا تو تب ہی وقت حق۔ اور باطل کے درمیان لکیر کھینچتا ہے۔ یزیدیت کو تلمیح اور علامت ظلم ہے۔ ریاض حسین چودھری کی یہ انفرادیت ہے کہ وہ اپنے تخیل کی اثر آفرینی کو آب دینے کے فن شعری کے ساتھ اسلامی تاریخی شعور کی آمیزش کرتے ہیں۔

مرے وطن کی گلاب گلیوں میں رنگ وبو کے کھلیں دریچے
سیاہ برگ خزاں اِدھر بھی ادھر ڈیرے جما رہی ہے (35)

مناجات کا انداز پھر کئی فنی محاسن نے اس شعر کی تخیل آفرینی کو بڑھایا ہے۔ مصرعہ اولی گلاب گلیاں اور مصرعہ ثانی میں سیاہ برگ خزاں کا بطور صنعت تضاد اور لف و نشر مرتب اور جغرافیائی علامتوں کے استعمال نے شعری معنویت کو ہر دو مصرعوں میں کھول کر بیان کیا۔ گلیوں، دریچے، اور اِدھر، ادھر اور سیاہ برگ خزاں کو یوں ترتیب دیا کہ عصر حاضر کا نوحہ بن

گیا اور پھر بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہے کہ منظر بدل جائے۔ گلیوں، دریچے، سپاہ، خزاں ایک بھرپور علامتی نظام تخلیقی شعور کو اجاگر کر رہا ہے۔۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عہد نو میں میں ہے دھواں شام غریباں کا
کنار آب جو خیمے جلے ہیں کربلاؤں میں (36)

شاعر موضوع کی معنویت کو بڑھانے کے لیے منتخب فنی اصطلاحات کو استعمال کیا اس شعر میں کربلا اور شام غریباں کی تلمیحات جنھیں مذہبی علامتوں کے طور پر بھی دیکھا جا سکتا ہے ،کے ذریعے عہد حاضر کی بربادی کے افسانے سنائے۔

کربلائے عصر میں جائے اماں ملتی نہیں
خلد طیبہ کی مگر شاداب چھاؤں کو سلام (37)

اس شعر میں بھی کربلا کی تلمیح کو عہد نو کے تناظر میں استعمال کیا جس نے ان کی تخیل آفرینی کی اثر پذیری کو بھرواں لہجہ بخشا۔ کربلا کی مذہبی علامت کو بڑی مہارت سے استعمال کیا جو ریاض حسین چودھری کا خاصہ ہے۔ دوسری طرف خلد طیبہ جو سکون جاں ہے اس کے لیے شادابی کا نام لیا کہ وہ جنت جہاں گناہ گاروں پناہیں اور جزائیں دونوں ہی ملتی ہیں۔

ہدف ہے امت مظلوم سنگ باری کا
زمین سرخ ہے طائف کی وادیوں کی طرح (38)

طائف کی تلمیح کو عہد حاضر کے ساتھ منسلک کرتے ہوئے اپنے درد والم کو نہایت عمدگی سے بیان کیا۔

نسل آدم کے لیے امن کا دستور عمل
تازہ افکار کا موسم ہے حرا کا موسم (39)

حرا کی تلمیح کو استعمال کرنے کا مقصد عہد نو کے عصری مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔ جیسا کہ عرب کے کشت وخون بھرے دور میں یہیں سے امن کا دستور العمل نکلا۔ جس نے ان قبائل جو صدیوں سے ایک دوسرے کے دشمن تھے آپس میں شیر وشکر ہو گئے آج بھی امن کے نفاذ کے لیے اسی دستور عمل پر عمل کرنے سے ملت اسلامیہ ایک ہو جائے گی۔

دکھ کی صلیب ،درد کی شب، ظلم کا نفاذ
زنجیرِ کرب شام کا ڈر آج بھی ہے(40)

خط کشیدہ تمام لفظ عہد حاضر کا مرثیہ ہیں۔ مستعملہ لفظیات شاعر کے تاریخی شعور، دروں بینی، عصری احتساس کے عناصر کا کی مرکب ہیں۔ جن شاعر کے تخیل نے تازگی اور جدیدیت کی علامت بنادیا ہے. علامتی پیرایہ بیان نے شعری معنویت کو بڑھانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

ریاض حسین چودھری اکیسویں صدی کے وہ نعتیہ شاعر ہیں جن کے کلام میں حسن شعریت و معنویت کے نت نئے تجربات نظر آتے ہیں۔ عصر حاضر کے مسائل کا انھیں بخوبی ادراک تھا انھوں نے اپنے تمام مجموعہ ہائے نعت میں اس موضوع پر فکری اور فنی مہارت کے بے شمار، جابجا عمدہ نمونے اپنی کلک مدحت کے سپرد کیے۔

حوالہ جات

1. ریاض حسین چودھری، آبروئے ما، لاہور القمر انٹر پرائزز، اردو بازار، ۲۰۱۴ء۔ ص:۱۳۲
2. ریاض حسین چودھری، نصاب غلامی، کراچی، نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱ص:۲۳۰
3. ریاض حسین چودھری، ریاض حمد و نعت، کراچی، نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱.ص:۲۷۶
4. ریاض حسین چودھری، آبروئے ما، لاہور، القمر انٹر پرائزز، اردو بازار، ۲۰۱۴ص:۱۳۲
5. ریاض حسین چودھری، لاہور، خزینہ علم و ادب اردو بازار، ۱۹۹۹.ص:۱۵۶
6. ریاض حسین چودھری، آبروئے ما، لاہور، القمر انٹر پرائزز، اردو بازار، ۲۰۱۴.ص:۱۹۲
7. ریاض حسین چودھری، غزل کاسہ بکف، لاہور، مکتبہء تعمیر انسانیت، اردو بازار، ۲۰۱۳.ص:۱۱۰
8. ایضا، ص:۵۹
9. ریاض حسین چودھری کائنات محو درود ہے، لاہور، فکر نو پبلیکشنز، ۲۰۱۷.ص:۱۳۰
10. ایضا، ص:۲۰۸
11. ،ریاض حسین چودھری، نصاب غُلامی، کراچی، نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱.ص:۱۱۱
12. ایضا، ص:۲۲۶
13. ریاض حسین چودھری، خلد سخن، لاہور تعمیر انسانیت، ۲۰۰۹.ص:۶۶
14. ریاض حسین چودھری، زر معتبر، لاہور، خزینہ علم و ادب، اردو بازار، ۱۹۹۵.ص:۹۶
15. ایضا، ص:۲۳۳
16. ریاض حسین چودھری، نصاب غُلامی، کراچی، نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱.ص:۱۰۴
17. ریاض حسین چودھری، کائنات محو درود ہے، لاہور، فکر نو پبلیکشنز، ۲۰۱۷.ص:۸۷

18. ریاض حسین چودھری. ۱۸، خلد سخن، لاہور تعمیر انسانیت، اردو بازار، ۲۰۰۹. ص:۹۵
19. ایضا۔ ص:۳۹
20. ریاض حسین چودھری، زر معتبر، لاہور، خزینہ علم ادب، ۱۹۹۵۔ ص:۳۷
21. ایضا۔ ص:۱۲۹
22. ریاض حسین چودھری، ورد مسلسل، کراچی، نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱ ص:۱۹۶
23. ریاض حسین چودھری، شعور کربلا، لاہور، منہاج القرآن، ۲۰۱۸. ص:۱۹
24. ریاض حسین چودھری، آبروئے ما، لاہور، القمر انٹرپرائزز، اردو بازار، ۲۰۱۴. ص:۱۳۹
25. ریاض حسین چودھری، خلد سخن، لاہور تعمیر انسانیت، اردو بازار، ۲۰۰۹. ص:۶۵
26. ریاض حسین چودھری، ریاض حمد و نعت، کراچی، نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱. ص:۷۸
27. ریاض حسین چودھری، ورد مسلسل، کراچی، نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱. ص:۸۱
28. ریاض حسین چودھری، خلد سخن، لاہور تعمیر انسانیت، اردو بازار، ۲۰۰۹۔ ص:۵۵
29. ایضا۔ ص:۹۹
30. ایضا۔ ۶۶
31. ایضا۔۔ ص:۱۹۶
32. ایضا۔ ص:۲۲۹
33. ریاض حسین چودھری، ورد مسلسل، کراچی، نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱ ص:۱۰۹
34. ریاض حسین چودھری، شعور کربلا، منہاج القرآن، ۲۰۱۸. ص:۱۴
35. ریاض حسین چودھری ۳۵.، زر معتبر، لاہور، خزینہ علم و ادب، اردو بازار، ۱۹۹۵. ص:۵۱
36. ریاض حسین چودھری، آبروئے ما، لاہور، القمر انٹرپرائزز، اردو بازار، ۲۰۱۴. ص:۱۹۰
37. ریاض حسین چودھری، رزق ثنا، لاہور، خزینہ علم و ادب، اردو بازار، ۱۹۹۹۔ ص:۳۵
38. ریاض حسین چودھری، غزل کاسہ بکف، لاہور مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، ۲۰۱۳. ص:۷۶
39. ریاض حسین چودھری، رزق ثنا، لاہور، خزینہ علم و ادب، اردو بازار، ۱۹۹۹. ص:۳۲
40. ریاض حسین چودھری، زر معتبر، لاہور، خزینہ علم و ادب، اردو بازار، ۱۹۹۵. ص:۱۲۲

⊙⊙⊙

ڈاکٹر شگفتہ فردوس
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو
جی سی یونیورسٹی، سیالکوٹ

شاز ملک کی نعت کا تحقیقی جائزہ

شعری اظہار کے سب قرینوں میں نعت کی صنف کو یہ وقار حاصل ہے کہ اسے لکھنے والا محبت وعقیدت سے سرشار ہو کر قلم فرسائی کرتا ہے۔ اس لیے نعت بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیے جانے والے اُن گلہائے عقیدت کا لفظی و معنوی اظہار ہے جس میں لکھنے والا اپنے من میں ڈوب کر وہ رنگ و آہنگ تخلیق کرتا اور اپنے لفظوں کے تانے بانے بنتا ہے، ہے جو قاری کی سماعتوں سے ٹکرانے کے بعد اُن کی روحوں کو معطر کرتے ہیں۔ نعت کے لغوی معنی "تعریف و توصیف کرنا" کے ہیں اور اصطلاحی معنی شعری اصناف میں حضرت محمدؐ کی تعریف و توصیف کرنا ہے۔ اکیسویں صدی میں نعت نگاری کی صنف میں جہاں پاکستانی شعرا و شاعرات نے اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کیا ہے وہیں مہجری ادیب بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں، فرانس میں مقیم پاکستانی شاعرہ شاز ملک کے چھ شعری مجموعے "دل سمندر تو ذات صحرا ہے (۲۰۱۶)، کاسۂ من (۲۰۱۷) روح عشق (۲۰۲۰)، دل کا نیلا سمندر (۲۰۲۴)، ذرا تم ساتھ میں رہنا (۲۰۲۴) ہم تمھارے ہیں (۲۰۲۵) منصہ شہود پر آ چکے ہیں جن میں اُن کا نعتیہ کلام شامل ہے۔

نعت کے لغوی معنی مدح و تعریف کے ہیں، اصطلاح میں اس سے مراد حضور اکرم کی تعریف وستائش ہے، اس لفظ کو کسی دوسرے کی مدح کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے کہا کہ " ادبیات و اصطلاحات شاعری میں نعت کا لفظ اپنے مخصوص معنی رکھتا ہے، یعنی اس سے صرف حضور اکرم ﷺ کی مدح مراد لی جاتی ہے۔[1] نعت کی تعریف میں مختلف لوگوں کی مختلف آرا ہیں لیکن سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ اصطلاح نبی اکرم ﷺ کی ذات مطہرہ سے منسوب ہے، اس حوالے سے راجا رشید محمود لکھتے ہیں:

> "تعریف، مدح و ثنا، تحمید توصیف اور نعت کے الفاظ مختلف مقامات پر حضور رسول انام الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں استعمال کیے گئے ہیں۔ لیکن جو اصطلاح خاص طور پر کثرت کے ساتھ حضور ﷺ کے لیے استعمال ہوئی ہے وہ نعت ہے۔"[2]

اسی طرح نعت ایسی صنف سخن ہے جس کا تعلق موضوع سے ہے، اس لیے یہ کسی بھی ہئیت میں کہی جاسکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شان رسول ﷺ میں کہی جائے۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر عزیز احسن یوں رقمطراز ہیں:

"نعت موضوعاتی شاعری کے ذیل میں آتی ہے اور اپنا تشخص اس حوالے سے منواتی ہے۔ قصیدے میں کسی بھی ممدوح کی تعریف کی جاسکتی ہے، جب کہ نعت میں فکر کے سارے دھارے بیان کے سارے زاویے اور احساس کے تمام اشاریے ممدوح رب العالمین سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ کی ذات والاصفات کی طرف راجع ہوتے ہیں"(۳)

شاز متنوع جہات میں اپنی فکر و فن کا لوہا منوا رہی ہیں۔ وہ شاعرہ بھی ہیں کالم نگار، افسانہ اور ناول نگار بھی۔ اُن کے ہاں روایت وجدت کا امتزاج ملتا ہے۔ وہ عشق الٰہی و حُب رسول سے سرشار ہو کر حمد و نعت لکھتی ہیں:

محبت، عشق کی سب ہی ادائیں جانتے ہیں میرے آقا میری ساری خطائیں جانتے ہیں

اور اس خوبصورت نسبت پر وہ نازاں بھی ہیں۔ اس حوالے سے کہتی ہیں:

اپنی نسبت کی لاج رکھتی ہوں اک الگ سا مزاج رکھتی ہوں

نعت نگاری کا شرف ہر کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا یہ ایک خاص عنایت ربی ہے وہ جسے چاہے یہ توفیق عطا فرمادے۔ شاز اس نکتے سے بخوبی آگاہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اور وہ بارگاہ ربی میں ملتمس ہیں کہ اُن کا قلم اُن کے جذبات کی سچی ترجمانی کرے اور نعت نگاری ایک ایسا باسعادت عمل ہے جسے قلم تک کو باوضو ہو کر سرانجام دینا چاہئیے۔ محبت اور عقیدت کے اظہار کی مثال دیکھیے:

نعت محبوب کبریا کے لیے ساتھ دے اے قلم خدا کے لیے
مانگتی ہوں میں اذن نعت نبی ہاتھ اٹھتے ہیں جب دعا کے لیے(۴)

وہ اس نیک عمل کو باوضو ادا کرنے کی تمنا رکھتی ہیں اس حوالے سے لکھتی ہیں کہ:

ہو قلم باوضو مرا اس دم جب کہوں نعت مصطفیٰ کے لیے(۵)

شاز ملک کے نزدیک الفاظ کی سب سے زیادہ حرمت اس ہستی کی مدحت بیان کرنے میں ہے

اور نعت میں جو لفظ استعمال ہو وہ معطر ہو جاتا ہے، یعنی محبت واخلاص کی خوشبو نعت کو معتبر بناتی ہے۔ اس لیے شاعری کو مدحت رسول کے لیے وقف کر دینے کی تمنا ان کے دل میں جاگزیں ہے، اس حوالے سے ان کا نعتیہ اسلوب ملاحظہ کیجئے:

معطر اس لیے بھی ہیں مرے الفاظ کے پہلو زباں پر ہر گھڑی میں سورۂ رحمان رکھتی ہوں
رواں ہو جائے گر میرا قلم الفاظ لکھنے میں کروں بس آپکی مدحت یہی ارمان رکھتی ہوں

(غیر مطبوعہ کلام)

مہکتا ہے قلم الفاظ بھی پُرنور لگتے ہیں مقدس آپ کی مدحت کو یہ اُسلوب لگتا ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

نبی اکرم کا امتی ہونا اور اُن سے نسبت کسی بھی مومن کی سب سے بڑی خوش نصیبی ہے، شاز ملک اپنی نعت میں اسی نسبت کا حوالہ دیتے ہوئے، عشاق مصطفی میں شامل ہونے کو اپنے لیے سب سے بڑا اعزاز سمجھتی ہیں، روز محشر میں نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کی طلب ہر فرد کی تمنا ہو گی، اس لیے شاعرہ روز محشر نبی اکرم ﷺ کے حوض کوثر سے سیرابی کی تمنا رکھتی ہیں۔

یہ دنیا ہے یہاں ہر شے ہے فانی یاد رکھنا غلام مصطفی ہونے سے ہی توقیر ہو گی
میری تشنہ لبی چومے گی جب جب جام کوثر تو سوچو اس گھڑی کتنی حسین تقدیر ہو گی (۶)

نبی کے عشق میں جینا اور مرنا تمام عشاق کی زندگی کا محور ہوتا ہے، اگر کسی کو یہ فیض حاصل ہو تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے۔

آواز آئی کانوں میں اور آنکھ کھل گئی عشاق مصطفی میں ترا شاز نام ہے (۷)

کسی بھی نعت میں تاثیر پیدا کرنے کے لیے جذبے کا صادق ہونا ضروری ہے، شاز کی نعتوں میں نبی اکرم ﷺ سے بے حد محبت کا اظہار ملتا ہے جو ایک مومن کے لیے بے حد ضروری ہے جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

عن أنس رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم»لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.
(صحيح البخاري: ١٥)

"انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔

نبی سے محبت اور عشق ایمان کی پختگی کی علامت ہے اس حوالے سے شاز کی شاعری میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً نبی اکرم کی عمر سے زیادہ طویل عمر نہیں چاہتیں اور دعا کرتی ہیں کہ:

عشق میں حد ادب مت کوئی پامال ہو — کاش میری عمر کی حد بھی تریسٹھ سال ہو
یاد سے خالی نہ جائے وقت کا لمحہ کوئی — عشق آقا میں یہی بس زندگی کا حال ہو[۸]
آرزو ہے بس یہی جب قبر میرے نام ہو — میرے سر پر عشق آقا کی معطر شال ہو[۹]
کبھی درویش لگتا ہے کبھی مجذوب لگتا ہے — یہ دل تو مُصطفیٰ کے عشق سے منسوب لگتا ہے
قلم تجھ سے یہی تو کہہ رہا ہے شاز سن لے — بیاں عشق محمد کی کہاں تفسیر ہو گی

(غیر مطبوعہ کلام)

دیدار مصطفیٰ کی تمنا ہر مسلمان کے دل کی سب سے بڑی آرزو ہے، نبی اکرم ﷺ کی محبت تمام اہل ایمان کے دلوں میں جاگزیں ہے لیکن وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنہیں زیارت رُخ انور کی سعادت بھی حاصل ہو جائے۔ کسی مومن کی زباں پر ہر لحظہ جاری درود و سلام اسے دنیا اور آخرت میں کامیاب بناتا ہے علاوہ ازیں یہ شعر کی تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

عطا مجھ کو ہوا دیدا تو دل نے سکوں پایا — کروڑوں بار آقا کے میں اس احسان کے صدقے
مرے ہونٹوں پہ رہتا ہے درود مصطفی ہر پل — یہی تو عشق ہے میں اس متاع جان پر صدقے
محبت میں محمد مصطفی کی شان پہ صدقے — میں لاکھوں بار آقا کی حسیں مسکان کے صدقے

(غیر مطبوعہ کلام)

درود و سلام کو نعت میں ایک خاص مقام حاصل ہے شاز نبی اکرم ﷺ کی شان میں درود و سلام کے موضوع کو کثرت سے بیان کرتی ہیں۔ جیسا کہ خود قرآن حکیم میں آنحضرت ﷺ کی شان میں اس تعظیم کو سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۵۶ میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ "بیشک اللہ (تعالیٰ)

اور اُس کے فرشتے نبی (اکرم ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی نبی (اکرم ﷺ) پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو"۔ (۱۰)

درودوں کی ہی برکت سے یہ دل پُرنور ہوتا ہے مجھے ہے عشق آقا سے اُنہی پر مان رکھتی ہوں

(غیر مطبوعہ کلام)

روز ان پر سلام بھیجیں ہم رب کو راضی کریں سدا کے لیے (۱۱)

ہو زباں پر ہر گھڑی صلی علی صلی علی خواہشوں کا تار اے دل سنہری جال ہو (۱۲)

ملے گی قبر میں راحت مجھے اُس زندگانی میں درودِ پاک پر اس دل سے میں ایقان رکھتی ہوں

(غیر مطبوعہ کلام)

عشقیہ اور توصیفی نعتوں میں نبی اکرم کے شمائل و خصائل کا بیان بھی اردو نعت کا بہت نمایاں رنگ رہا ہے۔ شعرا کرام نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری اور ان کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا

محبت میں محمد مصطفی کی شان پر صدقے میں لاکھوں بار آقا کی حسین مسکان پر صدقے

مرے ہونٹوں پہ رہتا ہے درود مصطفی ہر پل یہی تو عشق ہے میں اس متاع جان پر صدقے (۱۳)

بعد از خدا زمانوں میں جن کا مقام ہے خدمت میں اُن کی پیش درود و سلام ہے (۱۴)

درودوں کی تجلی سے مرا من پاک ہونے سے یہ سچ ہے وردِ آقا اب مجھے مرغوب لگتا ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

میں کر رہی ہوں ورد اسی پاک ذات کا دنیا سے پہلے جس کا نشاں آسماں میں تھا (۱۵)

نعت نگاری میں شاز کانسائی اسلوب بھی نمایاں ہوتا ہے جہاں وہ درود پاک کے ورد کو اک ردا کی مانند کہتی ہیں جسے اوڑھے رکھنا زندگی کا سب سے زیادہ محبوب عمل ہے۔

درودوں کی رِدا اوڑھے پڑھوں میں نعت آقا کی یہی کارِ حیاتی شاز کو محبوب لگتا ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

درودوں کی سجا کر بزم پھر دل میں گماں آئے نبی کی نعت سن کر وجد میں سارا جہاں آئے

(غیر مطبوعہ کلام)

نسیم شیخ صاحب شاز کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کے بنیادی محرکات کو بھی بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

"انسانی تشکیل میں مذہب کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر مذہبی کردار نہیں تو انسان ترقی نہیں کر سکتا، زندگی کے ہر قدم پر اس کی اہمیت اور ضرورت مسلم ہے شاز ملک کے کان میں سب سے پہلی جو آواز پڑی وہ اللہ اکبر کی تھی جسے سن کر یقیناً شاز ملک کی روح نے سبحان اللہ کہہ کر اپنے خالق کے محبوب پر درود پڑھا ہو گا کیونکہ شاز ملک کی شاعری میں یہ رنگ بھی واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے"(۱۶)

فرشتے قبر میں پوچھیں گے کیا اعمال لائے — جوابوں میں درود کی مرے تاثیر ہو گی
مرے کاسے میں اذن نعت جب کھنکے گا آکر — منور پھر مری بے ربط ہر تحریر ہو گی(۱۷)
لبوں پر ذکر ہی رواں رہنے لگے جب — بتا دے کسی لیے پھر روح یہ دلگیر ہو گی(۱۸)

استغاثہ کا رنگ بھی نعت نگاری کا ایک اہم موضوع ہے۔ نعت نگار اپنے رنج و الم اور مسائل کا بیان کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ سے مدد کی دعا کی جاتی ہے کہ اُن کے وسیلے سے خدا کی نصرت حاصل ہو، اسی طرح یوم محشر میں جب سب لوگوں کو اپنی پڑی ہو گی اس وقت نبی اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔ اس حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

مری کشتی ہے طوفاں میں کنارا چاہتی ہوں — شفاعت کا مرے آقا سہارا چاہتی ہوں
غم دنیا نے مارا ہے، ستایا ہے رلایا ہے — درِ اقدس پر آنے کا اشارا چاہتی ہوں
مُحمد نام میرا وِرد ہے کہہ دوں گی یہ رب سے — یہی میرا اثاثہ ہے یہی سامان رکھتی ہوں
کرم ہے خاص آقا کا تبھی تو بات بنتی ہے — ثنائے مُصطفےٰ کو لفظ خوش الحان رکھتی ہوں
سجدے میں گر کے روح نے پایا سکون جب — وہ سب عطا ہوا جو یقین و گماں میں تھا(۱۹)

معجزات نبوی کا بیان:

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد جو معجزات رونما ہوئے اُن میں سے ایک شق قمر کا واقعہ بھی ہے جو اہل مکہ نے آپ ﷺ کی نبوت کو ماننے سے انکار کیا اور مطالبہ کیا کہ کچھ معجزہ دکھایئے، تب آپ ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ اسی طرح شب معراج کا سفر بھی ہے جب نبی

اکرم ﷺ رات کے پچھلے پہر سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر طے کر آئے، اس موضوع کو بیان کرتے ہوئے شاز ملک لکھتی ہیں:

جب کچھ نہیں تھا عشق مکیں اس جہاں میں تھا یعنی کہ عشق پہلے سے ہی داستاں میں تھا
سدرا کے اُس مقام سے آگے بڑھے جب آپ وہ پردہ ہٹ گیا جو کبھی درمیاں میں تھا[۲۰]
یہ پورا چاند دو ٹکڑے ہوا بس اک اشارے پر انہی کا ہر زمانہ مجھ کو بس مغلوب لگتا ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

اسی طرح نعتیہ کلام میں اماکن کا ذکر بھی ملتا ہے، گنبد خضریٰ ہو یا غار حرا میں نبی اکرم ﷺ کے بیٹے ہوئے دن، اُن سب میں اہل ایمان کے لیے رہبری و رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

بیٹھی رہوں میں گنبد خضریٰ کے سائے میں آواز آئے پی یہ شفاعت کا جام ہے[۲۱]
تیری آنکھوں میں ندامت کی نمی ہے اے شاز یہ نمی غار حرا میں تجھے پہنچائے گی[۲۲]
ہو نہیں سکتا محمد مصطفیٰ کہنے کے بعد زندگی کی بے ثمر کوئی کہیں پر ڈال ہو[۲۳]
کرم کی اک نظر ہو جائے تو مجھ کو سکوں آئے وگرنہ درد کی سولی پہ دل مصلوب لگتا ہے

(غیر مطبوعہ کلام)

بھنوڑ نے راستہ کشتی کو دل کی دے دیا کہہ کر مسافر نے ترے دل سے لیا ہے نام آقا کا[۲۴]

شاز ملک کا کہنا ہے کہ اُن کے تخیل کی وسعت نبی اکرم ﷺ کی عطا و مہربانی سے سیر اب ہوتی ہے۔ اور میں اُن ہی سے دعا کرتی ہوں کہ میرے نطق کو مدحت رسول کے بیان میں وسعت حاصل ہو، اس حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

"اپنے آقا کے قدموں میں گر کر اپنے تخیل کی سیرابی اپنے گھر کی سلامتی مانگی میرا ایمان ہے میں نے وہاں سے کچھ مانگا جہاں سے آج تک کوئی خالی ہاتھ نہیں آیا"[۲۵]

نعت ایک مشکل فن ہے کیوں کہ اس میں اوصاف حمیدہ کے بیان میں احتیاط کا پہلو کبھی نہیں چھوٹنا چاہیے۔ نعت کے فنی لوازم سے عہدہ برا ہونا آسان نہیں لیکن شاز کی نعت میں ان کا بھی خاص التزام کیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی محبت و عقیدت سے اپنی نعتوں کو سجایا ہے، وہ تمام رنگوں اور خوشبوؤں کو محبت کے استعارے قرار دیتی ہوئی یوں رقمطراز ہیں:

پھول مہکے ہوئے جو سارے ہیں سب محبت کے استعارے ہیں(۲۶)

نعت نگاری کے لیے کو خاص صنف مخصوص نہیں یہی وجہ ہے کہ نعت نگاروں نے مختلف اصناف میں اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر نزہت عباسی کا کہنا ہے کہ:

"نعت کا لفظ شاعری کی کسی مخصوص ہیت کی طرف نہیں بلکہ موضوع کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی شاعری کی مختلف ہیتوں، غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ، مسدس، ہائیکو، دوہے وغیرہ میں بھی نعتیں کہنے کی سعادت ہمارے شعرا نے حاصل کی۔"(۲۷)

شاز ملک نے ہائیکو کی صنف کو نعتیہ اظہار کے لیے استعمال کیا ہے۔ ہائیکو جاپانی صنف سخن سے مستعار لی گئی چھوٹی بحر کی نظم ہے اس میں قافیہ ردیف کی پابندی نہیں کی جاتی جو صرف تین مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن اس میں صرف ایک خیال پیش کیا جاتا ہے۔

"ہائیکو جاپانی شاعری کی ایک صنف ہے جو اپنی مقبولیت کی وجہ سے دنیا کی اور زبانوں میں بھی مروج ہے۔ عام طور پر یہ ۳ سطروں پر مشتمل ہے۔ ایک ہائیکو میں ۱۷ الفاظ ستعمال ہوتے ہیں پہلی میں ۵ دوسر میں ۷ اور تیسری میں بھی ۵۔ ہائیکو میں فطری مظاہر کی زبان میں بات کی جاتی ہے۔ شاز کے شعری مجموعے "ذرا تم ساتھ میں رہنا میں ان کی دو نعتیں اسی صنف مین لکھی گئی ہیں۔

ہر مشکل کا حل
آقاؐ کی سنت میں ہے
جا کر کھوجو تم (۲۸)

دوسری نعت میں وہ کہتی ہیں:

کہتی ہوں جب جب
اپنے آقاؐ کی نعت،
ہوتی ہے برسات (۲۹)

شاز کی شاعری میں رسول اکرم سے محبت وعقیدت کی بے ساختگی ملتی، فنی لوازم سے آمیز ہو کر اپنی انفرادیت ظاہر کرتی ہے، جس میں حیات کو ثمر ور بنانے کے لیے آقائے نامدار کی رحمتوں، معجزات نبوی کے بیان، بارگاہ رسالتؐ میں درود وسلام کے گہر ہائے آبدار پیش کرنے کی آرزو، دیدار رُخ انور سے فیضیاب ہونے کی تمنا کے ساتھ عصری شعور اور نسائی حقوق کے تحفظ میں شان

رسول کا بیان، نمایاں موضوعات ہیں۔ شاز دل کے آئینے میں روح کا جُز دان سجا کر مدحت رسول بیان کرتی ہیں۔

حوالہ جات

(۱) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اُردو کی نعتیہ شاعری، لاہور الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۲، ص۔ ۱۲

(۲) راجا رشید محمود، پاکستان میں نعت، لاہور: ایجوکیشنل ٹریڈرز، ۱۹۹۲ء۔ ص ۱۰

(۳) شاعر علی شاکر (مرتب)۔ حمد و نعت کی تنقیدی و تحقیقی جہات، (انتخاب مضامین ڈاکٹر عزیز احسن)، کراچی،: پاسبان ادب، ۲۰۲۲ء۔ ص ۵۵۳

(۴) شاز ملک، ذرا تم ساتھ میں رہنا،، کراچی: موج سخن اشاعت گھر، ۲۰۲۴، ص ۲۶

(۵) ایضاً ، ص ۲۷

(۶) شاز ملک، ہم تمہارے ہیں، (ہائیکو اور غزلیات کا مجموعہ) کراچی، موج سخن اشاعت گھر، ۲۰۲۵، ص ۲۳

(۷) شاز ملک، روح عشق، کراچی: موج سخن اشاعت گھر، ۲۰۲۰، ص ۳۵

(۸) شاز ملک، کاسۂ من، کراچی: موج سخن اشاعت گھر، ۲۰۲۲، ص ۲۳

(۹) ایضاً۔ ص ۲۴

(۱۰) ایضاً، ص ۱۱

(۱۱) شاز ملک، ذرا تم ساتھ میں رہنا،، کراچی: موج سخن اشاعت گھر، ۲۰۲۵، ص ۲۶

(۱۲) کاسہ من۔ ص۔ ۲۴

(۱۳) ہم تمھارے ہیں، کراچی: موج سخن اشاعت گھر، ۲۰۲۴، ص ۱۵

(۱۴) ایضاً، ص ۱۵

(۱۵) کاسہ من، ص ۲۶

(۱۶) نسیم شیخ، مشمولہ دل کا نیلا سمندر، (شاز ملک)، کراچی: موج پبلی کیشنز اشاعت گھر، ۲۰۲۴)

(۱۷) ہم تمھارے ہیں، ص ۲۳

(۱۸) ایضاً، ، ص ۲۳

(۱۹) کاسہ من، ص ۲۵

(۲۰) روح عشق، ص ۲۵

(۲۱) ایضاً، ص ۳۴

(۲۲) شاز ملک، ذرا تم ساتھ میں رہنا، کراچی: موج سخن اشاعت گھر، ۲۰۲۴ ، ص ۲۹،)

(۲۳) کاسہ من، ص ۲۴

(۲۴) شاز ملک، دل کا نیلا سمندر، کراچی: موج سخن پبلی کیشنز، ص ۳۴)

(۲۵) ایضاً، ص ۱۱

(۲۶) شاز ملک، ذرا تم ساتھ میں رہنا، ص ۳۸

(۲۷) نزہت عباسی ڈاکٹر، اردو میں نعت گوئی۔ روایت اور جدت مشمولہ قومی زبان کراچی، جولائی ۲۰۱۳ء ص ۴۲

(۲۸) ذرا تم ساتھ میں رہنا۔ ص ۱۹۸)

(۲۹) ذرا تم ساتھ میں رہنا۔ ص ۱۹۸)

⊙⊙⊙

Dr. Saleem Ullah Jundran
Mandi Bh-ud-Din

English Na'at Valley Journey

From Recitation to Writing and Research
(January, 1990 – March, 2025)
[A Literary Travelogue]

Na'at: Crown of the Poetry

Na'at is a popular poetical genre specified for the praise of the Holy Prophet Hazrat Muhammad *sall-Allah-o-alaih-i-wa-aalihee wa sallum*. It has been recognized as crown of the poetry. Every Muslim sinks deeply in love and respect for the Holy Prophet *sall-Allah-o-alaih-i-wa-aalihee wa sallum* after reading Na'at. (Mahmudur Rahman, 2004). If we have fortune enough to see the universe we may happen to find that every object of this universe is busy in praising the most beloved and the sacred cause cause of the creation of this universe, i.e., Hazrat Muhammad *sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum*. (Muhammad Saleem Bhatti, 2000). Sarah Kazmi (2012) notes down that Na'at is a complete world. It is both intellectually stimulating and aesthetically appealing.For, it has at its heart, the Fount of Knowledge and Enlightenment, the Holy Prophet *sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum*. Na'at promulgates the message of "Peace for all" as its most integral part is Love. It functions against the notion of hatred.

From the era of the birth of the Holy Prophet *sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum* till today, the poets have been writing Na'at in different languages from all over the world. Pakistan is graciously rich in Urdu Na'at literature. However, fragrant petals of English Na'at can be seen into the pages of Pakistani English literature and world English literature. English Na'at

tradition cherishes its glorious past, radiant present and fragrant future.

Prologue of the Travelogue

My journey into English Na'at valley started in 1990 from the Department of English, Government College Gujranwala, Punjab, Pakistan. It commenced thereby during my student career as President Post-Graduate English Literary Society (1990-91). Its first stage was English Na'at recitation phase.This stage realized me the need of English Na'at recitation in English Literary Programmes. Actually, this need emerged during a seminar upon Shakespeare' s play - "Hamlet". This literary programme started with English translation of the Quranic verses. It was followed by the presentation of an Urdu Na'at. Then, the guest speakers gave talk about "Hamlet". On the whole, the complete conduct of this seminar was in English medium except presentation of an Urdu Na'at. That was the moment which realized me the need of English Na'at for this literary programme of English Department, GC, Gujranwala. This need realization subsequently brought me towards English Na'at writing and English Na'at searching step.

The Path of Regular Research upon Na'at in English

Further development into this journey brought me on the path of regular research upon English Na'at. In 1999, this journey reached the stage of an M.Ed. Thesis completion at Government College of Education, Faisalabad, Pakistan. Its topic was – "Na'at: Need and Scope in English Curriculum in Pakistan". The manuscript of this thesis was selected for publication in an open competition on behalf of Ministry of Education , National Book Foundation, Islamabad on the basis of innovative literary work. In 2004, this journey met the point of an MA TEFL Thesis completion in this domain at Allama Iqbal Open University,

Islamabad, Pakistan. The topic of this dissertation was "The Development of Hamd and Na'at Material for Class One to Ten: A Case-Study". Al-hamd-o-Lillah ! In 2011, this journey advanced towards the approval of a Doctoral Dissertation at University of the Punjab bearing this dimension.The title of this doctoral dissertation was "The Selection of Poetry for Inclusion into Compulsory English Curriculum Grade Six to Ten". National Curriculum Council issued Congratulation Letter upon the accomplishment this Doctoral study. The initial ingredient of this poetry selection was English Hamd and Na'at.

The Path of English Na'at Titles Publication

The regular dissertational research into English Na'at valley brought me towards the path of poetry books authorship and publication into the realm of English Hamd and Na'at. For example, "Na'at: Need and Scope in English Curriculum" (1999). It comprised a compendium of English Na'ats for grade six to ten along with graded exercises. The review upon this book was published in *Pakistan Journal of Education,* Vol.XXI, Issue I, PP. 211-212. Upon my next poetry book -"Source of Light"- an English Hamd, Na'at Pot-Pourri, a foreign Professor commented: "I believe that it is very important in a non-English speaking background (NESB) country to use local cultural contexts in order to enhance meaningful learning and to value local cultures. Your poetry book is a fine example of a resource for putting this principle into practice." (Peter Charles Taylor, Professor of Transformative Education [Adjunct],Murdoch University, Australia, Feb 25, 2018). My "Islamic Rhymes for the Children" {Hamd and Na'at Composition} (2000) was another series of publication in this journey. Its manuscript was also awarded a Prize by National Book Foundation under Children Literature Promotion and Development Project. It was followed by another serial publication- "Rabi-ul-Awwal Anthology" by the same author in 2023. It also contained Na'at composition

and Durood-o-Salam in poetical medium.

English Na'at Papers Presentation upon Conference Platforms

In addition to Hamd / Na'at poetry books' authorship and publication, the said entrance into this English Na'at Valley appeared at the National / International Conference Forums of Different Public / Private Colleges, Universities and Academies. Thereby, it were presented research papers pertinent to English Na'at Literature. These Conference – Papers' presentations were, respectively, delivered in Government College, Faisal Abad, International Islamic University, Islam Abad, Allama Iqbal Open University, Islam Abad, Pakistan Academy of Letters, Islam Abad, University of Management and Technology, Lahore, University of Sargodha, Sargodha, Thal University, Bhakkar, Lahore College for Women University, Lahore and Hareem-e-Na'at, Sukhanwar Chicago (USA).The topic of my first research paper was - *"Need of Na'at Inclusion into English Curriculum"*. This paper was presented in 1999 in an Educational Conference held in Government College, Faisal Abad. In continuation of this paper series journey, recently a paper entitled as "Publication and Promotion of English Na'at in Pakistan: Analytical and Chronological Literary Survey" was presented in International Islamic University, Islam Abad on the 8th September, 2022. Subsequently, it followed an appearance for paper presentation in the First International Transdisciplinary Conference on Saraiki and English 2023 held at Thal University , Bhakkar. The title of this paper was *"English Na'at Literature as an Elective Subject: Scheme of Studies Development."* Quite recently, a research paper was accepted in A'lmi Na'at Conferen: Hareem-e-Na'at, Sukhanwar Chicago, held on the 27th April, 2024. This paper was entitled as "*Engrezi Na'atia Adab ka Ta'ruf (1987-2023)."*

Publication of Na'at in English into Journals and Periodicals

This English Na'at Valley journey introduced me to different research journals, too, for the presentation, dissemination and publicationof English Hamd / Na'at studies. With the Grace of Allah Almighty and the favours of the Holy Prophet *sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum,* my English Na'at related research papers found publication into: *Journal of Elementary Education*, Punjab University, Lahore, *Journal of Research in Education*, Punjab University, Lahore, *The Islamic Culture*, Karachi University, Karachi, Seerat Journal *Shahid International*, Karachi and *Ta'leemi Zaviay*, Pakistan Education Foundation, Islam Abad. This English Na'at valley publication journey also found the way into the pages of multiple educational, literary and religious magazines namely Monthly *Al-Maktab*, Gujranwala, Monthly *La Nabee Ba'dee*, Lahore; Monthly *Zia-e-Haram*, Lahore; Monthly *Kanz-ul-Iman*, Lahore; Monthly *Nawa-i-Asatizah*, Lahore; Monthly *Afkar-e-Moa'llum*, Lahore; Monthly *Voice of Rights International*, Lahore; Annual Magazine *The Teacher*, Faisal Abad; Monthly *Al-Jamiah*, Jhang; Annual *Ta'leemi Gazzette*, Board of Intermediate and Secondary Education, Gujranwala; Monthly *Sada-i-Haram*, Kaddher Sharif, M.B.Din; *Ta'abeer* The Annual College Magazine, Phalia (M.B.Din.), Monthly *Ma'arif-e-Raza,* Karachi; Bi-Monthly *The Message International*, Karachi; Monthly *The Minaret (International)* Karachi, Monthly *The Islamic Times*, Stockport (UK) and *Khaatam-un-Nabiyyien* Mujallah International, Burhan Sharif, Attock (Pakistan).

Al-hamd-o-Lillah! In addition to these periodicals, the author's English Na'at pennship journey also found publication into Urdu / English Dailies,i.e., *Roznamah Pakistan*, Ta'leemi Edition, Lahore and Daily *Pakistan Times*, Lahore into the annals of history. A glimpse of this publication journey was

endorsed into the volumes of *Fehrist Kutb-e-Na'at* [Na'at Books List], Na'at Library, Shah Darrah, Lahore.

Invitation for Na'at Books Foreword Writing

The highest thanks for Almighty Allah!, this historical journey stepped forward towards Foreword - Writing upon English Medium Na'at related books. My recent penned down Foreword was worded for Dr. Aziz Ahsan's book-*"Excellence of Na'at: Conditions and Standards"* (2021), Na'at Research Centre, Karachi. It was spanned over 24 pages, i.e., from page 11 to 34.

Award of Multiple Roles and Positions upon EnglishNa'at Journey Path

Al hamd-o-Lillah! This pleasureful English Na'at Valley Journey introduced me as English Na'at reciter, English Na'at Writer, English Na'at Foreword Writer, English Na'at Published Author, English Na'at Lesson - Planner, English Na'at Developer, English Na'at Curriculum Developer, English Na'at Promoter, English Na'at Listener and above all English Na'at Self-Researcher .This historical research paper traces out different stages, phases and modes of my three decade journey into English Na'at Valley.

My oral recitational journey into English Na'at valley has in its route several recitational stations ranging from School Morning Assembly to district level Literary Competition Forums. Furthermore, recitations of English Na'at occurred into the inaugural and concluding sessions of ELT training workshops, Punjab Examination Commission Workshops, English Teachers Refresher Courses Sessions, Literacy Teachers Curriculum Development Workshops and Compulsory English Curriculum Review Workshops respectively at provincial and federal level. On the 29th April, 2021, I was granted opportunity to recite some stanzas of my poetical composition entitled as *Blessings of*

Durood-o-Salam in online International Hamdiah - Na'atiah Musha'irah hosted by Government College Women University, Faisal Abad.

Gratitude to the Dignified Guides of Na'at Journey Path

I am highly indebted to my all worthy Supervisors, respectable Guides and Honourable English Teachers who made this innovative and spiritual journey familiar to me. Among those respectable Supervisors / Teachers, Prof. Dr. Riaz Majeed Sahib (Faisal Abad), Prof. Dr. Maqsood Alam Bokhari Sahib (Islam Abad), Prof. Dr. Abdul Hafeez Khan Sahib (Islam Abad), Asstt. Professor Madam Shagufta Siraj Sahiba (Islam Abad), Prof. Dr. Muhammad Saeed Shaid Sahib (Lahore), Prof.Muhammad Aslam Gondal Sahib (Gujranwala), Prof. Muhammad Shakeel Khan Sahib (Gujranwala), Prof. Shamsher Ahmad Gondal Sahib (M.B.Din.), Dr. Sajid Iftikhar Khokhar Sahib (Gujranwala) and Sayyed Wajahat Rasool Sahib Qadri Taban (Karachi). Special thanks are due for those fine friends of mine who recited my submitted English Na'at invocations and salutations into Masjid-e-Nabvi *sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum* during their own Hajj and Umra pilgrimages.

Avowedly ,this English Na'at Valley journey finds its origin from Urdu Na'at. Because,the first Na'at which I recited in the very early years of my life, was in Urdu language. My kind mother , Mohterma Munawwar Sultanah (1942-1976), Head Teacher Government Girls Primary School Dhunni Klan (then District Gujrat,Present Mandi Baha-ud-Din), dictated me very lovingly that very Urdu Na'at.She handed over to me its hand written lines and sent me towards Masjid on a Friday for presenting it before Jumah'prayer gathering.It was an event of early 1970s.The first couplet of that very Urdu Na'at was as under:

"Mahubbat ghair kee mujh say churra doa Ya Rasool-Allah,

Mujhey apnaa hee diwana bana lo Ya Rasool- Allah!"
[English Transliteration]

My kind father, Mohtram Muhammad Hussain Sahib (1937-2008) was an English Teacher at school level. He infused the interest for English language into my humble personality. He primarily familiarized me with English language at home. So, I am indebted to my kind parents for this inducement of Na'at passion and English diction into my humble personage at very early years of my age.

Na'at Valley Journey Glittering with the Galaxy of English Na'at Writers' and Na'at Versifiers' Works and Specimens

During this journey into English Na'at Valley, the Na'at path-finder found the blissful asset of several English Na'at writers' works and their peculiar poetical English Na'at specimens.This devotional journey introduced me to English Na'at poets through their Na'at anthologies,too. Among those authors, some were from homeland Pakistan and others were from abroad. Similarly, some were found writing in native English while a lot of poets were found engaged in versifying English translations of oriental languages Na'at compositions.

This honoured fellowship of English Na'at writers and translations versifiers included local as well foreign poets. Those dignified names were: A.Rauf Luther, Saddique Osman Noor Muhammad, Annemarie Schimmel, Jamil Naqvi, G.D.Qureshi, Sajid Iftikhar, Aslam Bazmi, Ghulam Ali Allana, Muhammad Muqtadir, Azar Hafeez, Yusuf Islam, Monawar Gul, Haskim, Ahmed M., Ikram Azam, Matlubul Hasan Sayyid, Sayyid Mohammad Amir Imam Hur, Jameel Jalibi, Jalil Ahmad Kidwai, Rafique Khawar, Mohammad Hasan, Sayyid Ross Masood, Mohammad Atique, Professor Ahmad Ali, Mohammad Arshad Chaudhry, Bashir Ahmad Chaudhry, Ayesha Ch.,

Muhammad Athar Javed, Abdullah H.Deedat, Thoraya Mahdi Allam, Sultan Zahur Akhtar, Haroun Mustapha, Ishrat Jameel Siddiqui, Bashir Hussain Nazim, Elsa Kazi, Sayed Aulad-e-Rasul Qudsi Misbahi, Prof. Dr. Ejaz Khan Khattak, Ahmad Mahmood-uz-Zaman, Shumaila Munib, Muhammad Afthab Cassim Qaadiri Raizvi Noori, Prof. Qamar-uz-Zaman Qamar, Abdul Majid Hameed, Sayyidah Musarrat Jahan Shafiq, M.Nasrat Ali Baig, E.A.Bowring, Prof. Muhammad Riaz Qadri, Munir Ahmad Mughal, Sarah Kazmi, Dr.Aziz Ahsan, Aqib Al-Qadri, Prof.Faiz-ur-Rehman Gill, M.J.Majid and Sami Yousaf. Among this veteran galaxy of poets, majority belonged to the translator category. They penned down the versified English translations of Na'at specimens originally written in Arabic, Urdu, Persian and other Pakistani languages. It was a very an informative and pleasureful literary experience to peruse English Na'at specimens composed by respectable poets coming of different ages, different regions and different states of the world. But, their poetical writings were in sole praise of the only personality of the world, i.e., The Holy Prophet Hazrat Muhammad sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum. Latest writings in English about Na'at literature in general have also come from the pen of Shaykh Abdul Aziz Dabbagh.Na'at passion is the strongest magnetic force for all this learned literary circle. Amidst this circle, al-hamd-o-Lillah, this journey introduced me to 25 published books related to English Na'at literature.

"The destined surname 'Rehmat' he obtained,

Through whom the poor at last their hope now gained."

[Original Urdu Couplet by: Khawja Altaf Hussain Hali

English Versification by: Sayyid Ross Masood]

Profound Facility and Sanctity Experienced During Journey

I experienced too much facilitation during this journey into English Na'at Valley. For example, when I presented my

synopsis upon "Na'at: Need and Scope in English Curriculum in Pakistan" in M.Ed. Faculty- Meeting of Govermnent College of Education, Faisal Abad, I was advised to provide the consent of some Supervisor on my own behalf to supervise this topic. Graciously, an Associate Professor, Dr.Riaz Majeed Sahib (GC College, Faisal Abad) awarded me the kind consent. He honoured me too much during the accomplishment of this study (1999).In the same year, a copy of this study was submitted to the Federal Ministry of Education, National Book Foundation (NBF), Islam Abad for selection in an open competition as an innovative manuscript. It was selected thereby and its 1000 copies were printed by NBF as Book Promotional Scheme. Thus, at the very outset of this Na'at dissertational journey, The Best Creator Almighty blessed me with immense facilitation and recognition. It was unimaginable to me. Al Hamd-o-Lillah!I feel that it was the whole blessing of this topic and its contents.

In August 1999, I met the Honoured Prof. Sajjad Sheikh Sahib (The Oldest Member of the Board of Studies in English (Punjab University)). In those days, he was serving in Gordon College, Rawalpindi. Without any reference or prior familiarity, I attended his office in the College and putforth my draft of Na'at Anthology – *Unzurna* before him for review and comments. He generously awarded me more than an hour. When I stood up to leave the meeting room, he remarked like this, "Although he was feeling knees- joint pains for this long sitting yet this time allocation was the demand and right of this topic." In my Na'at Anthology Draft, there was a poetry line: 'Millions of Durood.' He added into the next line: the word -'Trillions.' At that time, I was not aware of this strong rhymed- word. Later upon a time, I came across him, by chance, upon the first floor of National Book Foundation Building, Islam Abad. He was busy in some his own task. Taking the benefit of that very moment, I extended before him the text matter of some English Na'ats

with the humble request for emendment and review please. He gave up his own task at that very moment; hurriedly rushed for performing ablution (*wuzu*).With his wet hands, he made corrections upon my English Na'at pages while in standing position.

Thereby, occurred another auspicious meeting with the Honoured Prof. Muhammad Saleem Bhatti Sahib (Former Head of Department of English, Lawrence College Murree) on this way to Na'at Valley Journey, in November, 2000.The venue was an educational institution based at Tehsil Headquarter, Phalia (Mandi Baha-ud-Din). I presented him my two manuscripts related to English Hamd and Na'at material and requested him for review comments. After some days, I contacted the Honoured Professor Sahib again to know about the progress upon my humble submission.Through conversation with him, I came to know that for the last many nights he had been arising after mid-night to peruse those pages of English Na'ats.He would put rose petals upon the pages of Na'ats in those peaceful moments of late mid-night.Then he would read them for review purpose.With such devotion and dedication, he wrote "Forewords" upon my two manuscripts of English Hamd and Na'at writings.Now, he is no more in this world. But his "Forewards" upon English Hamd / Na'at Anthologies replete with the Creator Almighty's and His Holy Prophet's sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum true love are shining today for the reverend readers in the published form.

Epilogue of the Travelogue

Despite this three and half decade journey into blissful English Na'at valley, still I find myself at initial position into the limitless journey of English Na'at valley. I most humbly pray that this journey may seek the pleasure of Allah almighty and that of His Prophet *sall-Allah-o-Ta'ala alaih-i-wa aalihee wa sallum*! All Na'at journey path - finders may also seek the most

precious pleasure of the Creator Almighty and His most beloved Prophet *sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum*! Let me conclude this Na'at Valley travelogue with this endowed acknowledgement-epilogue:

"If it is not your beneficience , what is it?

You made this humble one the singer of your praises."

[Sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum]

(Jameel Naqvi , 1987, P.73)

[Lyric Homage To The Last Of Prophets Hadrat Mohammad (Peace Be Upon Him)]

⊙⊙⊙

Madeeha Umer
Canada

Recitation and Writing Trends of Naat

A Detailed Analysis

Abstract for NLNC2025:

Naat poetry, dedicated to praising the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم, has seen significant growth, reflecting deep reverence and devotion. This expansion has led to the establishment of Naat as a recognized literary genre, with dedicated research centers and publications enhancing its scholarly and cultural significance.

However, certain emerging trends warrant attention to preserve the sanctity of Naat. Some compositions employ colloquial language, potentially diminishing the respect due to the Prophet صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. Additionally, adapting Naat melodies to contemporary song tunes and accelerating recitation speed may detract from the solemnity of the practice. The incorporation of musical instruments, beyond traditional ones like the daff, raises concerns regarding adherence to Islamic guidelines.

The production of Naat videos has increasingly adopted styles similar to those of non-religious music video with reciters engaging in dynamic movements and expressive displays. Such practices may detract from the solemnity and reverence traditionally associated with Naat recitation. The commercialization of Naat performances, with reciters demanding substantial fees, shifts the focus from spiritual devotion to material gain.

Furthermore, Audience behavior during Naat recitations also plays a crucial role in maintaining the sanctity of the practice.

To address these challenges, establishing comprehensive Naat education programs is essential. Such initiatives should emphasize appropriate language use, respectful recitation styles, and adherence to Islamic principles. Expanding access to Naat academies, both online and in-person, can facilitate learning across diverse linguistic backgrounds, including Arabic, Persian, English, Urdu, and Punjabi.

This article will explore various aspects of Naat recitation, writing, and listening across different languages and cultures. It will also discuss how modern trends influence our youth and contribute to strengthening our hearts, minds, and souls spiritually.

Keywords: Naat recitation, genre, reverence, attire, contemporary, diverge, realm, peoty, metaphors, nuances, fusion, surge, colloquial, sanctity, modern trends, humility, young generations, spirituality.

About Auther

I am Madeeha Umer, currently residing in Toronto, Canada, with my family. I hold a Master of Business Administration (MBA) degree and a Project Management Professional (PMP) diploma. Notably, I was honored with a gold medal for my proficiency in Husn-e-Naat at the national level, underscoring my exceptional talent and dedication to the art of Naat recitation.

My active involvement in various Islamic endeavors encompasses Islamic calligraphy, Naat recitation, teaching Naat, organizing Islamic conferences, hosting

programs, delivering motivational speeches, and conducting research in the field of Naat. Additionally, I serve as an anchorperson, facilitating discussions and events that promote Islamic teachings and cultural understanding.

For this article, I have meticulously gathered data from authentic sources and drawn upon my personal experiences to provide insights into the current and future trends in Naat writing and recitation.

In my pursuit of Naat recitation, teaching, and research, I uphold the principles of respect and humility, recognizing their paramount importance in preserving the sanctity of this sacred art form. I aim to honor the profound spiritual significance of Naat and contribute to its reverence and perpetuation within the Islamic tradition.

Introduction:

Definition and Meaning of Naat

Naat is a form of poetic expression in which the virtues, character, and attributes of the Prophet Muhammad (SAW) are praised and revered. The term "Naat" itself is derived from the Arabic word meaning to describe or praise, and in the context of Islamic poetry, it refers to any poem or verse that honors the Prophet. These poems are recited with great devotion and respect, as a means of manifesting love and admiration for the beloved Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

In Urdu, the meaning of *Naat* can be understood as "یا ثنا و حمد وصف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم."

The poetic genre of Naat has its roots deep within the Islamic

tradition, where it plays an essential role in expressing devotion and seeking closeness to Allah by honoring His messenger. While Naat continues to flourish in the modern world, the trends around it have evolved and, at times, diverged from its original form. This article examines the current and future trends of Naat recitation and writing, identifying both positive and negative aspects, and providing suggestions for their improvement.

Meaning of the topic

The phrase "رجحانات آئندہ اور موجودہ کے نعت" translates to "Current and Future Trends in Naat" in English. "Naat" refers to poetry that praises the Prophet Muhammad (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم). Therefore, the complete translation is:

Current and Future Trends in Naat

Importance and Benefits of Naat

Reciting or listening to Naat serves multiple purposes:

- **Spiritual Connection**: It strengthens the bond between the believer and the Prophet, fostering a deeper spiritual connection.
- **Cultural Preservation**: Naat poetry helps preserve and propagate the rich cultural heritage of Islamic traditions.
- **Moral Guidance**: The themes often emphasize the Prophet's virtues, serving as moral guidance for the listeners.

Advancements and Positive Aspects in Naat Recitation and Writing Trends.

In recent times, several trends have emerged in the realm of Naat recitation and composition

1. Integration with Contemporary Digital Platforms

The proliferation of Social Media Platforms, notably TikTok, Instagram, Facebook etc has introduced novel avenues for disseminating Naat recitations, thereby amplifying their reach and resonance among diverse audiences. The platform's algorithm-driven content delivery facilitates the discovery of Naat performances, fostering a renewed appreciation for this art form.

2. Enhanced Accessibility and Engagement

The user-friendly interface of Social Media Platforms enables creators to produce and share Naat recitations with relative ease, promoting inclusivity and participation across various demographics. This democratization of content creation allows individuals to express their devotion and connect with like-minded communities globally.

3. Influence on Youth and Cultural Transmission

The Social Media platform's popularity among younger users has significant implications for cultural transmission. By engaging with Naat contents, the youth are introduced to and can appreciate traditional expressions of faith, ensuring the perpetuation of this cultural heritage. Moreover, the interactive nature of the platform encourages active participation, allowing young users to contribute their interpretations and performances, thereby fostering a dynamic and evolving cultural dialogue.

The availability of Naat content in multiple languages has enabled youth to engage with these devotional songs in their native or preferred languages, thereby deepening their connection to the content. Also a Research indicates that young Muslim multi-linguals in the UK are increasingly participating in Naat and Nasheed practices, which has contributed to a resurgence of interest in community languages such as Urdu

and Arabic.

ResearchGate

4. Contemporary Poetic Expressions in Naat

In recent years, poets have been innovating within Naat poetry by incorporating modern linguistic styles and metaphors while maintaining traditional themes. This evolution demonstrates Naat's adaptability to contemporary audiences' preferences. For instance, the integration of English and Western musical genres into Naat performances has been observed among young British Muslims, reflecting a blend of cultural influences.

5. Advancements in Technology:

Generating Urdu Poetry through Deep Learning

The intersection of artificial intelligence and literature has led to significant progress in the automatic generation of Urdu poetry using deep learning techniques. Researchers have developed models capable of producing coherent and stylistically authentic Urdu verses, contributing to the preservation and evolution of this rich literary tradition.

Development of Specialized Datasets

A critical component in generating Urdu, Arabic and Persian poetry is the creation of comprehensive datasets. For instance, a study introduced a specialized dataset adhering to the 'behr-e-khafeef' meter, facilitating the training of models to produce metrically consistent poetry.

Applications and Implications

The ability to generate Urdu poetry through deep learning has several notable applications:

- **Literary Preservation**: By producing poetry that adheres to traditional forms, these models help preserve the nuances of

Urdu poetic structures.

- **Educational Tools**: Such models can serve as educational aids, providing examples for students and enthusiasts learning about Urdu poetry composition.
- **Creative Assistance**: Poets experiencing creative blocks can use these tools for inspiration, exploring new themes and expressions.

6. Visual Representation

Platforms like Pinterest showcase written Naats accompanied by visually appealing images, making the poetry more engaging and accessible. This trend highlights the fusion of visual arts with poetic expression to enhance the overall impact.

7. Emergence of Multilingual Naat Mashups Featuring Diverse Artists

In recent years, there has been a notable surge in the creation of Naat mashups that incorporate multiple languages and feature Naat Khawaan from various countries. These innovative compositions blend traditional Naat recitations in languages such as Urdu, Arabic, Persian, and English, offering a harmonious fusion that appeals to a global audience.

Global Collaboration and Cultural Fusion

The collaborative nature of these mashups has fostered a sense of unity among Muslim communities worldwide. By bringing together artists from different cultural backgrounds, these Naat compositions celebrate the rich diversity within the Islamic world, promoting cross-cultural understanding and appreciation.

Current Challenges in Naat Recitation and Writing Trends

1. Inappropriate Selection of Words in Naat Recitation: A Detailed Examination

The selection of language in Naat recitation is paramount, as it reflects the profound respect and reverence owed to the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم Utilizing terms that are colloquial or diminutive can inadvertently undermine the sanctity of the recitation.

Colloquial and Diminutive Terms:

Words such as 'tu', 'tum', 'tumhara', and 'tuj' are informal pronouns in Urdu, typically used in casual contexts. Employing these terms in Naat recitations is considered disrespectful, as they do not convey the requisite honor and veneration for the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم.

Theological Implications:

In Islamic theology, the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم is regarded with the utmost reverence. Addressing him with informal pronouns contradicts the Islamic principle of showing the highest respect to the Prophet. The Quran emphasizes the importance of honoring the Prophet, stating:

"Indeed, Allah and His angels send blessings upon the Prophet. O you who have believed, ask [Allah to confer] blessing upon him and ask [Allah to grant him] peace." Al Quran.

This verse underscores the elevated status of the Prophet and the manner in which he should be addressed.

Linguistic Considerations:

The Arabic language, in which many Naats are composed, employs formal pronouns and titles to denote respect. For instance, the use of 'Sayyiduna' (Our Master) before the

Prophet's name signifies honor and reverence. Translating these formalities into other languages requires careful selection of terms that preserve the intended respect.

Recommendations for Appropriate Language Use:

- **Utilize Formal Pronouns:** In languages like Urdu, employing formal pronouns such as 'aap' (you) and 'aapka' (your) is appropriate when addressing the Prophet.
- **Incorporate Honorifics:** Using titles like 'Sayyiduna' (Our Master) or 'Habibullah' (Beloved of Allah) before the Prophet's name enhances the reverence in the recitation.
- **Avoid Colloquial Expressions:** Refrain from using casual or diminutive terms that may diminish the respect owed to the Prophet.

By adhering to these linguistic guidelines, Naat recitations can maintain the dignity and honor befitting the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم

2. Musical Rhythm in Naat Recitation: A Detailed Examination

The recitation of Naats, that holds a significant place in Islamic culture. Traditionally, these recitations are characterized by a dignified and solemn tone, reflecting the profound respect and reverence due to the Prophet. However, there is an emerging trend where Naats are recited in a manner akin to musical songs, incorporating rhythmic patterns and melodies that are more commonly associated with music.

Theological and Cultural Considerations:

In Islamic tradition, the recitation of Naats is intended to evoke a sense of devotion and love for our beloved Prophet Muhammad . The introduction of musical rhythms into Naat recitation may be perceived as diminishing the solemnity and

reverence that are central to this practice.

Recommendations for Preserving Traditional Recitation Styles:

- **Maintain Traditional Recitation Styles:** Encourage recitation that reflects the traditional and respectful manner of Naat, distinct from musical styles.
- **Promote Appropriate Recitation Pace:** Advocate for a moderate and respectful pace in reciting Naat to preserve its emotional depth.

By following to these guidelines, Naat recitations can maintain the dignity and honor befitting the Prophet Muhammad صلی اللہ وسلم علیہ.

3. Rapid Recitation: A Detailed Examination

The recitation of Naats is a cherished practice among Muslims to express love and reverence for the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم. Traditionally, these recitations are performed at a measured and deliberate pace, allowing the profound meaning and emotional depth of the words to resonate with the listener. However, there is a growing trend of reciting Naats at an accelerated speed, which may inadvertently diminish the emotional impact and the contemplative nature of the recitation.

Theological and Cultural Considerations:

In Islamic tradition, the recitation of Naat is intended to evoke a sense of devotion and humility. A rapid recitation may hinder the listener's ability to reflect upon the profound meanings and sentiments conveyed in the Naat. The Quran advises:

"And recite the Qur'an with measured recitation."

This guidance emphasizes the importance of a deliberate and

thoughtful pace in recitation, ensuring that the listener can fully appreciate and reflect upon the message.

Recommendations for Preserving the Emotional Depth of Naat Recitation:

- **Advocate for a Moderate and Respectful Pace:** Encourage reciters to maintain a measured pace that allows for reflection and emotional engagement with the Naat.
- **Emphasize the Contemplative Nature of Recitation:** Highlight the importance of understanding and internalizing the meanings of the words, fostering a deeper connection with the spiritual essence of the Naat.

These recommendations can make Naat recitations preserve their emotional depth and continue to serve as a meaningful expression of devotion and reverence for the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم.

4. Inappropriate Attire of Naat Reciters: A Detailed Examination

The attire of Naat reciters plays a pivotal role in reflecting the dignity and reverence associated with the recitation of Naat. Traditionally, Naat reciters are expected to dress modestly and in accordance with Islamic principles, ensuring that their appearance aligns with the sanctity of the occasion.

Current Trends and Concerns:

In recent times, there has been a noticeable shift in the dressing styles of some Naat reciters. Certain male reciters have adopted attire reminiscent of showbiz personalities, opting for bright-colored clothing that deviates from traditional modesty. Similarly, some female reciters have chosen elaborate hijabs styled with high buns, which may not align with the conventional standards of modesty prescribed in Islamic

teachings.

Recommendations for Improvement:

Some recommendations to make improvements are as follows.

- **Adherence to Traditional Modesty:** Encourage Naat reciters to dress in a manner that reflects traditional Islamic modesty, avoiding attire that may be perceived as extravagant or reminiscent of showbiz personalities.
- **Educational Initiatives:** Implement programs to educate Naat reciters about the significance of modest attire in maintaining the sanctity of Naat recitations.
- **Community Engagement:** Foster discussions within the community to raise awareness about the impact of attire on the perception of Naat recitations and the importance of upholding Islamic values.

5. Excessive Use of Musical Instruments in Naat Recitation

Naat is recited with the accompaniment of various musical instruments, a practice that raises theological and cultural concerns. In Islamic tradition, the use of musical instruments is a subject of scholarly debate. While some scholars permit the use of certain instruments, such as the 'daff' (a type of drum), in specific contexts, the inclusion of other musical instruments in Naat recitation is generally considered contrary to Islamic teachings.

We need to advocate for a moderate and respectful pace in reciting Naat to preserve its emotional depth.

6. Song-like Naat Videos: A Call for Reverence and Adherence to Islamic Principles

In recent times, there has been an observable trend wherein Naat videos are produced in a manner reminiscent of

contemporary music videos. This includes reciters engaging in dynamic movements and visually showcasing themselves while performing the Naat, often accompanied by elaborate visual effects. Such presentations may inadvertently detract from the solemnity and spiritual essence inherent in Naat recitations

Islamic scholars have emphasized that while the recitation of Naat is a commendable practice, it is imperative that these recitations adhere strictly to Islamic guidelines. This entails avoiding the incorporation of musical instruments, refraining from imitating the styles of those associated with immorality, and ensuring that the content remains free from any form of indecency.

To uphold the sanctity of Naat recitations, it is recommended that such performances be conducted within the confines of mosques or other sacred Islamic venues. To maintain the spiritual focus of Naat recitations, it's best to avoid visual or sound effects that make them look like regular music videos. This way, the emphasis stays on the devotional message. Following these practices helps keep the deep respect and spiritual meaning of Naat performances, honoring Islamic worship traditions.

7. Lack of Proper Naat Education:

There is a notable lack of structured educational programs dedicated to teaching the appropriate language, pronunciation, and selection of suitable words for Naat recitation. This deficiency can lead to variations in recitation quality and may inadvertently result in the use of language that does not fully convey the intended reverence.

To address this gap, several institutions have developed comprehensive Naat training courses. By engaging in such structured training programs, Naat reciters can gain a deeper understanding of the linguistic nuances and cultural significance inherent in Naat poetry. This education is crucial

for conveying the true spirit of Naat, ensuring that recitations are performed with the appropriate reverence and linguistic precision. Moreover, formal training can help preserve the integrity of this sacred art form, allowing it to continue inspiring and uplifting audiences across generations.

8. Materialistic Approach of Naat Reciters

In contemporary times, it has been observed that certain esteemed Naat reciters request considerable remuneration for their performances, which may suggest a materialistic inclination towards this sacred art form. The practice of Naat recitation is fundamentally an expression of profound devotion and love for the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم and should not be primarily motivated by financial considerations.

To preserve the sanctity and sincerity inherent in Naat recitation, it is imperative that practitioners prioritize spiritual devotion over financial gain. By doing so, they uphold the true essence of this venerable tradition, ensuring that their performances remain genuine expressions of reverence and love for the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم.

9. Limited Accessibility to Naat Academies

There exists a scarcity of accessible Naat academies, both online and in-person, where individuals can learn and practice Naat recitation and composition. This limitation poses challenges for those aspiring to engage deeply with this devotional practice.

Establishing dedicated institutions for Naat education is essential for the preservation and promotion of this sacred art form. Such academies would provide structured curricula encompassing the linguistic, theological, and performative aspects of Naat, thereby fostering a comprehensive understanding among learners. Moreover, accessible training centers would encourage wider participation, allowing

individuals from diverse backgrounds to cultivate their skills and contribute to the perpetuation of this tradition.

10. Insufficient Multilingual Naat Education

The discipline of Naat recitation and composition, is predominantly imparted in a singular linguistic context. This monolingual approach inherently restricts its accessibility and appreciation among a more diverse audience. To enhance the reach and impact of Naat, it is imperative to offer educational programs in multiple languages, including but not limited to Arabic, Persian, English, Urdu, and Punjabi.

Implementing multilingual Naat education would not only preserve this esteemed tradition but also promote cross-cultural understanding and appreciation. By embracing linguistic diversity, Naat can resonate with a broader spectrum of individuals, fostering a deeper connection to its spiritual and cultural significance.

11. Lack of Awareness Among Youth

The younger generation often lacks awareness regarding the profound significance of Naat. This gap in understanding poses a risk to the continuity and reverence of this esteemed tradition. It is imperative to implement educational initiatives aimed at enlightening children and youth about the importance of Naat. Such efforts are essential to ensure the preservation and appreciation of this sacred art form across future generations.

12. Recitation of Naat Before Sending Salutations

In traditional Islamic practice, it is customary to recite Naat prior to offering salutations upon him. This sequence aligns with established etiquettes and serves to prepare the heart and mind for the subsequent act of sending blessings. Maintaining this order not only honors time-honored traditions but also

enhances the spiritual experience of the worshipper.

13. Necessity of Ablution Before Naat Activities

In Islamic practice, **ablution (wudu)** is a ritual purification that holds significant importance, particularly in the context of prayer and Quranic recitation. While performing wudu is obligatory before engaging in formal prayers (salah), its requirement for other religious activities varies.

Regarding the recitation or writing of **Naat**—poetic expressions in praise of the Prophet Muhammad (peace be upon him)—Islamic jurisprudence does not mandate ablution as a prerequisite. This aligns with the broader understanding that while wudu is compulsory before touching the Quran, it is not required for its recitation or for other forms of devotional poetry.

Nevertheless, maintaining a state of ritual purity is highly recommended when engaging in any form of worship or religious activity.Performing wudu before reciting or composing Naat can enhance one's spiritual experience and reflect a heightened level of reverence. This practice underscores the sanctity of the act and aligns with the broader Islamic principle of approaching devotional activities with both inner and outer purity.

In summary, while ablution is not obligatory for Naat-related activities, it is advisable to perform wudu to uphold the purity and sanctity associated with the veneration of the Prophet (peace be upon him).

14. Lack of Knowledge About Islamic Poetry Forms

The rich tapestry of Islamic poetry encompasses various forms, each serving a distinct purpose in expressing devotion and reverence within the faith. However, there exists a notable lack of awareness among many individuals regarding these diverse

poetic genres. Enhancing education on these distinctions is crucial for fostering a deeper understanding and appreciation of Islamic literature.

The principal forms of Islamic poetry include:

- **Hamd (حمد):** Poems that praise Allah, expressing gratitude and adoration for the Divine.
- **Naat (نعت):** Poetic compositions that specifically extol the virtues and life of the Prophet Muhammad (peace be upon him).
- **Manqabat (منقبت):** Sufi devotional poems honoring revered figures, particularly Ali ibn Abi Talib, the son-in-law of the Prophet, or esteemed Sufi saints.
- **Tazmeen (تضمین):** A form of poetry where a poet incorporates lines from another poet's work into their own, often to pay homage or provide commentary.
- **Kalam (کلام):** Literally meaning "speech" or "discourse," it refers to poetic expressions, often of a mystical nature, conveying deeper spiritual meanings.
- **Salam (سلام):** Poetic salutations, typically offered in honor of the Prophet Muhammad (peace be upon him) and other sacred personalities.

Educating individuals about these distinct forms not only preserves the rich heritage of Islamic poetry but also deepens one's connection to its spiritual and cultural dimensions. Such knowledge fosters a greater appreciation for the nuanced expressions of faith and devotion that have been cherished throughout Islamic history.

For instance, the renowned Islamic scholar and poet, Imam Ahmed Raza Khan, composed various types of religious poetry in Urdu and Farsi, including hamd, naat, manqabat, and salam,

all compiled in his work "Hadaaiqi Bakhshish" (Gardens of Gifts).

By delving into these poetic forms, one gains insight into the diverse ways in which Islamic spirituality and reverence have been artistically expressed, enriching both personal faith and the broader appreciation of Islamic literary traditions.

15. Improper Conduct of Naat Audiences

In the context of Naat recitations—devotional poems extolling the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم it is imperative for audiences to exhibit appropriate decorum to uphold the sanctity of the occasion. Instances have been observed where listeners do not maintain the requisite attentiveness, such as failing to sit respectfully or neglecting to bow their heads in reverence.

To preserve the solemnity of Naat recitations, it is essential to educate audiences on proper etiquette. Listeners should be encouraged to:

- **Sit Attentively:** Maintain an upright posture, reflecting engagement and respect.
- **Minimize Distractions:** Silence mobile devices and refrain from engaging in conversations or activities that may disrupt the recitation.
- **Exhibit Reverence:** Bow heads or close eyes to internalize the spiritual messages conveyed.
- **Avoid Disruptive Behaviors:** Refrain from actions such as eating, drinking, or making unnecessary noise during the recitation.

By adhering to these guidelines, audiences can contribute to an environment that honors the profound spiritual significance of Naat recitations. Such collective respect not only enhances the

experience for all participants but also aligns with the broader Islamic principles of humility and reverence during acts of worship.

By fostering awareness and understanding of these etiquettes, the sanctity of Naat recitations can be preserved, ensuring that the devotional atmosphere remains intact for all attendees.

Future Trends in Naat Writing and Recitation: A Comprehensive Analysis

The field of Naat writing and recitation holds a profound position in Islamic culture, serving as a medium to express love, reverence, and admiration for the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم With evolving technologies, globalization, and the increasing interest of younger generations, the future of Naat writing and recitation is poised for significant developments. Below is a detailed exploration of potential future trends in this sacred art.

1. Globalization and Multilingual Expansion

Broader Language Access

The future of Naat writing and recitation will likely include a greater emphasis on multilingual accessibility. Naats in various languages—Arabic, Persian, English, Urdu, Punjabi, and other regional dialects—will allow individuals from diverse backgrounds to connect with the spiritual essence of Naat.

Collaborative Efforts Across Cultures

Muslims from different parts of the world may collaborate to produce multilingual Naat mashups. Such initiatives will serve as bridges between cultures, showcasing the universal message of love and devotion toward the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم

Educational Efforts

Institutions may emerge to teach the art of Naat in various languages, emphasizing linguistic accuracy, cultural nuances, and spiritual depth.

2. Integration of Technology in Naat Preservation and Dissemination

Digital Platforms for Naat Content

Online platforms like YouTube, Spotify, and Islamic apps are likely to see an increase in professionally recorded Naats. These platforms will cater to global audiences and provide convenient access to high-quality recitations.

Interactive Learning

Advanced technological tools, such as virtual reality and artificial intelligence, could create immersive experiences for learning Naat recitation and writing. Interactive workshops and personalized coaching sessions could become a norm.

Digital Archives

Efforts to digitally preserve classical Naats and notable contributions in the field will ensure the rich legacy of Naat writing and recitation is safeguarded for future generations.

Virtual Collaboration Among Naat Reciters Across Borders

In the future, advancements in technology and digital platforms are likely to pave the way for collaborative Naat recitations by Naat reciters from different countries. Virtual mashups, where reciters join together to perform Naats in multiple languages or styles, will emerge as a powerful medium to connect Muslims worldwide.

Such collaborations will transcend geographical boundaries,

fostering a sense of unity and shared devotion among the global Muslim community. The integration of diverse linguistic and cultural elements in these virtual recitations will not only enrich the art form but also enhance its accessibility to a broader audience.

This trend will contribute significantly to the propagation of Naat recitation, creating opportunities for cross-cultural understanding and appreciation. By leveraging technology, these virtual collaborations will serve as a testament to the universality of the message of love and reverence for the Prophet Muhammad (peace be upon him).

3. Modernization with Ethical Boundaries

Respectful Innovations

While modernization in tune, rhythm, and presentation may appeal to younger audiences, there will likely be a continued emphasis on maintaining the dignity and sanctity of Naat. Any advancements in presentation styles will need to align with Islamic values.

Aesthetic Simplicity

Future trends may see a departure from the song-like production of Naat videos, shifting towards simple, serene, and spiritually focused visual and auditory presentations that respect the sacredness of the genre.

4. Establishment of Structured Educational Programs

Naat Academies

The establishment of both in-person and online academies dedicated to Naat writing and recitation is a promising trend. These institutions will teach the proper linguistic, literary, and spiritual aspects of the art form.

Certification Programs

Future Naat reciters and writers may be able to obtain certifications in Naat recitation and Islamic poetry, providing formal recognition of their skills and expertise.

5. Focus on Literary Quality in Naat Writing

Elevating Poetic Standards

There will likely be an increased focus on the poetic and literary quality of Naats, emphasizing themes of reverence and spirituality while avoiding casual or disrespectful language.

Encouraging Original Compositions

Writers may be encouraged to produce original and profound works that reflect the deep love for the Prophet Muhammad (peace be upon him) while adhering to Islamic principles.

6. Increased Engagement of Youth

Youth-Centered Initiatives

Programs and events designed specifically for young Muslims will encourage their participation in the field of Naat. Competitions, workshops, and mentorship programs will play a significant role in nurturing the talent of the younger generation.

Modern Platforms for Youth Expression

Social media platforms and dedicated apps will allow young Muslims to showcase their talent in writing and reciting Naats, creating a sense of community and shared purpose.

7. Revival of Traditional Styles

Reconnecting with Heritage

There may be a resurgence of classical styles in Naat writing

and recitation, where traditional rhythms and poetic structures are revived and celebrated.

Respect for Spiritual Depth

Future recitations will emphasize spiritual resonance over theatrical presentations, aligning with the essence of Naat as an act of devotion.

8. Ethical Monetization and Professionalism

Balanced Financial Models

While financial compensation for professional Naat reciters and writers is likely to continue, future trends may encourage ethical practices, discouraging excessive materialism and focusing on devotion.

Support for Emerging Talent

Organizations and sponsors may provide financial and logistical support to budding Naat artists, enabling them to focus on their craft while upholding the sanctity of their work.

9. Use of Media to Promote Naat Recitation

Documentaries and Films

Future media productions may include documentaries and films that explore the history, significance, and art of Naat recitation and writing, reaching wider audiences.

Live Streaming of Events

Naat competitions, conferences, and recitation sessions may be live-streamed globally, allowing for greater participation and accessibility.

10. Emphasis on Spiritual and Ethical Conduct

Encouraging Humility

Future trends will place a stronger emphasis on the spiritual

conduct of Naat writers, reciters, and audiences. This includes reciters dressing modestly, observing proper etiquettes, and focusing on the devotional aspect of their performances.

Audience Participation

Audiences will be encouraged to maintain a respectful demeanor during recitations, reflecting the sanctity of the occasion through their attentiveness and humility.

Conclusion

The evolution of Naat recitation and writing has brought both remarkable advancements and significant challenges. The widespread accessibility of Naat through digital platforms, multilingual recitations, and international collaborations has expanded its reach, allowing a global audience to experience the spiritual beauty of this sacred art. However, the increasing influence of contemporary musical styles, rapid recitation, and commercialization threatens the humility and reverence that define Naat.

Looking ahead, the future of Naat writing and recitation holds great promise for growth, innovation, and deeper spiritual impact. However, preserving its sanctity requires conscious efforts. The trend of incorporating song-like melodies and videos, fast-paced recitation, and excessive use of musical instruments risks diluting the true essence of Naat, reducing it from an act of devotion to mere entertainment. If left unaddressed, this shift may erode the profound moral and spiritual impact that Naat is meant to inspire.

To safeguard the integrity of this noble tradition, it is imperative for scholars, Naat reciters, and Islamic institutions to collaborate in promoting awareness, education, and adherence to traditional recitation styles. By fostering structured training, encouraging youth participation, and

ensuring that Naat remains rooted in Islamic principles, its purity and reverence can be preserved for future generations. Only through such collective efforts can Naat continue to serve as a powerful medium of love, respect, and spiritual connection to the Prophet Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم

Closing Remarks:

This article is presented in honor of the Naat Literary Conference 2025 and draws inspiration from the guidance and mentorship of the distinguished Dr. Sarwar Hussain Naqshbandi. I am deeply thankful for the privilege of contributing to the study of Naat, a profoundly spiritual and revered subject. May Allah accept this modest effort and make it a meaningful addition to this noble cause. Ameen!

⊙⊙⊙

Syeda Areeba Noor Bukhari

The True interpretation of Mystical Naatiya Poetry in subcontinent in 21st century

The literal definition of Naat

The word "Naat" is a distinguished term in the Arabic language. It is a three-letter derivative that, in terms of gender, is considered feminine. Its first letter is open (مفتوح), while the remaining two letters are static (ساکن). In Arabic linguistics, this word is used as a synonym for "attribute" and is a grammatical term. Literally, it is used for praise and commendation. However, both its literal and terminological meanings are specifically associated with the remembrance and glorification of the Holy Prophet Muhammad (PBUH). In general terminology, it is regarded as the most sacred genre of poetry, whose Quranic sanctity is uniquely linked to the esteemed status of the Final Messenger (PBUH).

In Persian and Urdu lexicons, the word "Naat" is exclusively used as a genre of poetry dedicated to praising the Prophet Muhammad (PBUH). Various linguistic sources, including Lughat-e-Kashwari, Jami-ul-Lughat, Farhang-e-Amira, Ghiyas-ul-Lughat, Mohazzab-ul-Lughat, and Feroz-ul-Lughat, define "Naat" in a similar manner.

The author of Ghiyas-ul-Lughat states:

> "Although the word 'Naat' generally means 'attribute', it is mostly used in the sense of praise and eulogy of the Prophet (PBUH)."[1]

[1] Maulwi Ghayasuddin Rampuri Editor: Mohammad Ashraf Ali Lakhnawi 1880

According to Farhang-e-Asfiya:

> "Naat (ع) is a feminine noun meaning praise, commendation, eulogy, and specifically refers to the praise of the Prophet Muhammad (PBUH)."[1]

Similarly, Noor-ul-Lughat explains:

> "The word 'Naat' means 'attribute', but it is specifically used for the praise and glorification of the Prophet (PBUH)."[2]

Scholars of literature, considering the sacredness and nobility of this word, have provided various explanations and interpretations to enhance its understanding and capture its full semantic potential. A comprehensive study of the foundational qualities and evolutionary aspects of "Naat" cannot be based solely on an individual's personal perception. Instead, determining the value of this poetic genre requires the documentation of intellectual perspectives and a logical application of its historical development.

Scholarly Opinions on Naat

Baba Syed Rafiq Azizi states:

> "Poetry that highlights the attributes, life events, character, thoughts, activities, habits, and dealings of the Holy Prophet (PBUH) has been classified as 'Naat'. Literary critics have extensively discussed the styles and expressions of Naat poetry."[3]

Majeed Amjad comments on Naat:

Ed:001,Matba Gulzar-e-Mohammadi, Lucknow Origin : Lucknow, India vol 2 page 462

1 Syed Ahmad Dehlvii (1987). Farhang-e-Asfiya (Vol. 4, p. 579). Taraqqi Urdu Bureau.

2 Nurul Hasan Nayyar (1957). *Noor-ul-Lughat* (p. 827). General Publishing House.

3 Siddiqi Abdul Rauf (Ed.). (1998). *Khazina-e-Naat.* Trade Chronicle.

> "The reality is that even a minor error in the praise of the Prophet (PBUH) can lead a Naat poet into the realm of disbelief. A slight mistake can turn praise into criticism, minor poetic exaggeration can lead to misguidance, and even a small inadequacy in expression may be deemed disrespectful."[1]

Professor Abu Al-Khair Kashfi writes:

> "In the presence of the Prophet Muhammad (PBUH), not only great mystics like Junaid and Bayazid but even words themselves seem to lose their identity. The key condition is that the poet must possess the deep awareness that has been described as 'self-effacement'."[2]

Dr. Shaukat Zareen Chughtai explains:

> "It is an undeniable fact that Naat poetry has evolved over centuries and has reached its peak today. Despite the materialistic tendencies of the modern era, people still seek refuge in the mercy and peace of the Prophet (PBUH). This is not merely a necessity of the time but a matter of pride, as modern civilization has attempted to define its identity through Naat."[3]

Abu Al-Laith Siddiqi opines:

> "Writing on the subject of Naat is not easy. The sacredness of the topic often compensates for the lack of poetic brilliance. Critics hesitate to question Naat poets, while poets find it easy to hide their artistic weaknesses behind the sanctity of Naat. However, although the realm of Naat is vast, the flight within it is extremely difficult."[4]

---

1 *Baam-e-Arsh* (p. 4).

2 *Wa Raf'ana Laka Zikrak* (p. 2).

3 Bazm-e-Takhleeq Adab Pakistan. (2011). *Urdu Naat ke Jadeed Rujhanat* (p. 14). Karachi.

4 *Lucknow ka Dabistan* (p. 544).

Professor Syed Muhammad Younus Gilani writes:

> "Linguists define 'Naat' as the description of good qualities, habits, and characteristics that naturally exist in a person. This is why the word 'Naat' has become exclusively associated with the praise of the Prophet Muhammad (PBUH). The tradition of composing Naat poetry has existed from the very beginning and will continue until the end of time."[1]

Etymology and Meaning of Naat

The word "Naat" is derived from the Arabic root letters ن،ع،ت. It is generally used in the sense of description and expression. Linguistically, "Naat" means attribute, description, quality, praise, and excellence. Specifically, when admiration is expressed with exaggeration, the term "Naat" is used. The word can also apply to an individual who is exceptionally handsome, honorable, noble, or distinguished. However, in technical usage, "Naat" refers exclusively to the praise of the Holy Prophet Muhammad (PBUH), and a poet who composes Naat is called a "Naat-Khwan" or "Naat poet". A study of Arabic lexicons reveals that the concept of "Naat" holds a unique position compared to other synonymous words such as Wassf (وصف), Sifat (صفت), Tareef (تعریف), and Manqabat (منقبت). This distinctiveness makes "Naat" a revered and unparalleled poetic tradition in Islamic literature.

The Importance of Naat

The value and significance of Naat poetry depend on its subject matter. If its purpose is to highlight the true greatness of the Prophet Muhammad (PBUH) and emphasize the importance of his mission for humanity, then it truly deserves to be called Naat

[1] *Tazkira-e-Naat Goyan Urdu* (Part 1, p. 3).

Majeed Amjad writes:

> "A small negligence can convert praise into criticism, and even a little poetic exaggeration can lead to misguidance."[3]

On the other hand, in *Hamd* (praise of Allah), one can go as far as one wishes because there are no limits to glorifying Allah. His praise cannot be fully encompassed in words. The Holy Prophet (PBUH) himself used to say in the presence of Allah:

اللَّهُمَّ! لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَىٰ نَفْسِكَ

> "O Allah! I cannot adequately praise You as You deserve; You are as You have praised Yourself."[1]

The Quran also highlights the boundless nature of Allah's praise:

> "Say (O Prophet), if the sea were ink for (writing) the words of my Lord, the sea would be exhausted before the words of my Lord were exhausted, even if We were to bring another sea like it as supplement.

And:

> "If all the trees on earth were pens, and the sea (were ink), replenished by seven more seas, the words of Allah would not be exhausted. Indeed, Allah is Almighty, All-Wise.

Thus, a clear distinction exists between *Hamd* and *Naat*. Hamd is the praise of the Creator, while Naat is the eulogy of His servant. The teachings of the Quran and Hadith serve as guiding lights for Muslims in this regard. No Muslim has the right to base their religious beliefs on anything beyond these two sources or to surpass قال اللہ and قال الرسول in imitation of

---

1 Ahmed Raza Khan Raza, & Molana Mustafa Raza Khan Qadri (1919). *Al-Malfoozat.* Hasani Press.

other traditions.[1]

Since poetry is fueled by emotions and imagination, it can lead a person in various directions. To prevent this, the Quran has criticized poetry—though this criticism primarily refers to pre-Islamic poetry. However, by its general implication, it has provided Muslim poets with a defined path for expression. When it condemned poetry, it also made an exception for believing poets:

Thus, Muslim poets are permitted to compose poetry within the boundaries of Quranic teachings, avoiding unnecessary exaggeration and keeping their poetic vision disciplined. As *Urfi* wisely advises:

عُرفیؔ مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بروم تیغ است قلم را

> "Urfi! Do not rush—this is the path of Naat, not a desert where you can run blindly. This path is extremely delicate; writing Naat is like walking on the edge of a sword."[2]

Introduction to Mystical Na'at

The concept of Mysticism has been present in Urdu literature since its inception because saints and Sufi mystics played a significant role in its development. The Sufi elements in Urdu poetry were introduced through Persian and Arabic influences. In Arabic, poets like Hassan bin Thabit (RA) and in Persian, great poets such as Maulana Rumi and Jami showcased their talents in this genre and elevated the status of Sufi poetry. In Urdu, the first significant contribution to this genre was made by Hazrat Amir Khusrau (RA), the distinguished disciple of

1 Muhammad Toufail (Ed.). (1985). *Naqoosh Rasul Number*. Idara Farogh-e-Urdu.

2 IBD

Hazrat Nizamuddin Auliya (RA). Since then, numerous saints and Sufi scholars have continued this tradition. Hazrat Amir Khusrau had immense devotion and love for his spiritual guide, Hazrat Nizamuddin Auliya, and his deep connection with Sufism was completed within the court of his mentor. The primary theme of his poetry revolved around Sufism.

According to Sufi scholars, the path of Sufism involves several stages, including love, revelation, and divine attraction. When a seeker attains the stage of revelation, the divine mysteries are unveiled to them. Following Hazrat Amir Khusrau, many poets inclined towards this genre, including: Sultan Muhammad Quli Qutb Shah, Wajhi, Ghawasi, Malik Khushnud, Wali Dakni, Siraj Aurangabadi, Mirza Muhammad Rafi Sauda, Khwaja Mir Dard, Mir Taqi Mir, Nazir Akbarabadi, Haider Ali Aatish, Mirza Asadullah Khan Ghalib, Mir Anees, Mirza Dabeer, Ameer Minai, Dagh Dehlvi, Khwaja Altaf Hussain Hali, Ismail Merathi, Ahmed Raza Khan Barelvi, Akbar Allahabadi, the Poet of the East Allama Iqbal, Fani Badayuni, Hasrat Mohani, Asghar Gondvi, and many others. In every era, there has been a poet who was either influenced by Sufism or was himself a Sufi.[1]

Many have turned their attention to Sufi poetry, which consists of the works of Sufis and mystics. The specialty of this poetry lies in its embodiment of the secrets of divine love, where Sufis have narrated their experiences and the obstacles faced in their journey toward divine love. Sufi poetry has been composed in various languages, and in every language, it has been widely popular among the people. Different Sufi poets have written in Punjabi, Sindhi, Urdu, Persian, Arabic, and other languages. These compositions, whether in prose or poetry, have been greatly admired. Some of the renowned figures in Sufi poetry include: Sultan Bahu, Waris Shah, Mian Muhammad Bakhsh, Baba Bulleh Shah, Shams Tabrizi, Maulana Rumi, Maulana

1 Rizvi, S. A. A. (1978). *A History of Sufism in India*. Munshiram Manoharlal Publishers.

Jami, Sheikh Saadi Shirazi, Imam Ghazali, Ibn Arabi, and Sheikh Fariduddin Attar.[1]

True Interpretations of Mystical Na'at in the 21st Century

From the moment of human birth, an innate inclination toward mysticism was embedded within the very essence of the soul. As soon as human consciousness awakened, it embarked on a quest to unravel the mysteries of existence and the divine. This pursuit led inward, into the hidden chambers of the self, where the seeker beheld the luminous manifestations of the One True God through the eye of vision and sought to experience them through the depths of the heart.

Mysticism is the defining spiritual aspect of human nature, unveiling its profound secrets in waves, which take form in the unseen realm and bloom like radiant flowers in the garden of divine revelation, spreading their fragrance across the cosmos. The relationship between mysticism, humanity, the soul, and the universe resemble a sacred triangle—separating any one element from the others renders the singular truth incomplete, weakening its essence despite its inherent dynamism.[2]

Although there exists an extensive collection of Na'at in traditional forms, it has also been composed in various other forms such as Masnavi, Mukhammas, Geet, Mahia, Haiku, prose poetry, Qita, and Rubaiyat. This year, the Silver Jubilee edition of the esteemed Na'at literary journal *Na'at Rang* was published, which can be regarded as an important document in the study of Na'at in the 21st century. Under the editorship of the renowned Na'at poet and reciter, Syed Sabihuddin Sabih Rahmani, this publication has been released with its traditional

1 Nicholson, R. A. (1914). *The Mystics of Islam.* Routledge.

2 Nasr, S. H. (2007). *The Garden of Truth: The Vision and Promise of Sufism, Islam's Mystical Tradition.* HarperOne.

grandeur. *Na'at Rang* serves as a central platform for the promotion of Na'at literature. Sabih Rahmani is dedicated to writing, reciting, and promoting Na'at, turning this endeavor into a movement. Apart from *Na'at Rang*, he has also established a research center focused on Na'at, which is of great significance in this field.[1]

Adeeb Rai Puri is a distinguished name in the world of Na'at poetry. In addition to his unique Na'at recitation, he had the honor of launching and editing the first Na'at magazine, "Nawa-e-Waqt." He initiated several scholarly and research projects related to Na'at poetry as a movement. His works include *Is Qadam Ke Nishan, Tasveer-e-Kamal-e-Muhabbat, Maqsood-e-Kainat,* and *Mauj-e-Iztirab,* among others:

خدا کا ذکر کرے ذکرِ مصطفیٰؐ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے
مدینہ جا کے نکلنا نہ شہر سے باہر
خدا نخواستہ یہ زندگی وفا نہ کرے

"One who remembers God but not the Prophet (PBUH), May such a tongue never reside in our mouths. Once in Madinah, do not step outside the city, Lest life itself proves unfaithful."

Masroor Kaifi is a poet who passionately expressed love for the Prophet Muhammad (PBUH) in his Na'at poetry. His work is characterized by simplicity and natural spontaneity, enhancing its charm. He beautifully depicted the life of the Prophet (PBUH) with sincerity, devotion, and intensity. His famous collections include *Charagh-e-Hira, Jamal-e-Haram, Mola-e-Kul, Syedul Kawnain,* and *Noor-e-Yazdaan:*

1 Rahmani, S. S. S. (2023). *Na'at Rang*. Idara-e-Na'at.
Faruqi, S. R. (1995). *Urdu Ka Afsanvi Nasr*. Oxford University Press.

قدموں سے میں مسرور لپٹ جاؤں
جو مل جائے سرکارِ دو عالم ﷺ کا کوئی چاہنے
والا

"With joy, I would cling to his feet if I were to find A true devotee of the Master of Both Worlds (PBUH)."

پھول میں ہے نہ وہ صبا میں ہے
ایک خوشبو جو خاکِ پا میں ہے

"Neither in flowers nor in the breeze Lies the fragrance found in the dust of his feet."[1]

Scholars and esteemed Sufi masters have always favored those who remained steadfast in living their lives according to the teachings of the Quran and Sunnah. They have also advised against associating with ignorant Sufis. However, among the Sufis, there were many who, despite being overwhelmed by their spiritual states or appearing intoxicated with divine love, were always careful in their speech, ensuring that their words did not transgress the boundaries of Shariah. Some scholars and Sufi elders have critiqued the words spoken in states of ecstasy, spiritual intoxication, or annihilation in divine unity. There are even accounts of some Sufis expressing regret and repenting for words uttered in such states, while others simply disregarded them. However, no one ever advocated following those who spoke in such a manner. Similarly, not all Sufi orders have been deemed authentic by scholars and Sufi masters.

Baidam Shah Warisi, born around 1879 or 1876 in Etawah, passed away in 1931 in Lucknow and rests in the cemetery of Deva. His life was marked by intense spiritual absorption, and a

1 Inquilab. (n.d.). *Understanding of mystical and mystical poems (Part Fifteen)*. Retrieved February 5, 2025, from: https://www.inquilab.com/features/articles/understanding-of-mystical-and-mystical-poems-part-fifteen-63261.

couplet from one of his ghazals frequently comes to mind:

مقدر میں جو سختی تھی وہ مر کر بھی نہیں نکلی
لحد کھودی گئی میری تو پتھریلی زمیں نکلی

"The hardships written in my fate did not leave me even in death,

When my grave was dug, the earth beneath was found to be unyielding stone."

Even though Baidam Shah Warisi is primarily known as a poet of Na'at (praises of the Prophet) and Manqabat (eulogies of saints), his poetry carries deep spiritual meanings.[1]

The pinnacle of attraction and spiritual pull is referred to as *Hairat* (divine bewilderment), which has been described in various ways. It is also considered the culmination of both knowledge and the spiritual path. When a seeker witnesses the divine manifestation, they not only become detached from worldly sensations but are also overwhelmed by an abundance of *Hairat*, which ultimately leads to a state bordering on madness. Baidam Shah remained enraptured in such a state throughout his life. While it would not be accurate to call him *Majnun* (insane) or *Majzoob* (divinely absorbed), the delight he experienced in these spiritual states and the way he extracted precious pearls from the boundless ocean of divine ecstasy shows his detachment from personal grief. Despite this detachment, he remained cautious when expressing divine realities and his spiritual experiences.

This becomes evident from another couplet in the same ghazal:

تو جو اسرار حقیقت کہیں ظاہر کردے
ابھی بیدم رسن و دار کا ساماں ہوجائے

"If you were to reveal the secrets of divine reality,

1 Naat Kainaat. (n.d.). *Safha-e-Awal*. Retrieved February 5, 2025, from http://naatkainaat.org/index.php.

Baidam, the noose and the gallows would be prepared for you immediately."

This couplet proves that expressing spiritual experiences is not always possible through words, and if one dares to articulate them, it can invite severe consequences. This truth is echoed in many of his other ghazals as well:

بے خُود کئے دیتے ہیں انداز حجابانہ
آ دِل میں تجھے رکھ لُوں اے جلوۂ جانانہ

"The veiled glances make me lose myself,
Come, let me keep you in the depths of my heart, O radiant beloved."

اتنا تو کرم کرنا اے چشم کریمانہ
جب جان لبوں پر ہو تم سامنے آجانا

"Grant me this much mercy, O gracious gaze,
That when my soul reaches my lips, you appear before me."[1]

Naat Kainaat. (n.d.). *Safha-e-Awal.* Retrieved February 5, 2025, from http://naatkainaat.org/index.php

Baidam Shah Warisi's poetry is imbued with profound spiritual intensity, yet this intensity is never devoid of meaning. The expressions *Andaaz-e-Hijaabana* (veiled glances), *Jalwa-e-Janana* (radiant beloved), and *Chashm-e-Karimana* (merciful gaze) carry vast layers of mystical significance. Hazrat Fazl-ur-Rahman Ganj Muradabadi interpreted *Tajalli* (divine manifestation) as *"having seen something and not seen it at the same time."* Here, the terms *Jalwa-e-Janana* and *Andaaz-e-Hijaabana* point toward the spiritual vision of divine light and manifestations. The meaning of his poetry can only be

[1] Naat Kainaat. (n.d.). *Safha-e-Awal.* Retrieved February 5, 2025, from http://naatkainaat.org/index.php.

understood through the lens of a seeker's mystical experiences, not merely through literal interpretations. Simply reading his verses is enough to evoke a state of spiritual ecstasy, proving their depth and power.

The kind of *Majzoobana* (divinely absorbed) life Baidam Shah Warisi led and the state of spiritual intoxication that remained with him until his last breath could only be reflected in poetry of such nature. While no one else can truly describe what he witnessed in his spiritual experiences, the states he expressed in his poetry are undoubtedly the result of his profound mystical encounters—experiences that, if openly discussed, would attract severe scrutiny from Shariah.[1]

Hafeez Taib was a poet who commanded a school of thought in Na'at poetry. He dedicated his life to promoting and popularizing new forms of Na'at poetry. His poetry is rich in creative emotions, subdued expressions, charming style, love and devotion, and deep spiritual sensitivity. Dr. Abu al-Khair Kashfi called him the poet of *Kawthari* melodies, while Dr. Syed Abdullah wrote in the preface of *Sallu Alayhi Wa Aalihi* that Hafeez Taib's Na'at poetry evokes the image of a poet standing in the presence of the Prophet (PBUH), with eyes lowered and voice softened by reverence.

Hafeez Taib made the sayings of the Prophet (PBUH), the radiant aspects of his life, and the objectives of prophethood the central themes of his Na'at poetry. He also highlighted the moral, political, and religious decline in Pakistan and the challenges faced by Muslims worldwide. Critics agree that he gave new life to both Urdu and Punjabi Na'at poetry. His major works include *Sallu Alayhi Wa Aalihi, Wasallu Tasleema, Wohi Yaseen Wohi Ta'ha,* and *Kawthariya,* along with several books

1 Inquilab. (n.d.). *Understanding of mystical and mystical poems (Part Fifteen)*. Retrieved February 5, 2025, from : https://www.inquilab.com/features/articles/understanding-of-mystical-and-mystical-poems-part-fifteen-63261.

on ghazal, national poetry, and Punjabi Na'at:

نعت گوئی کے لیے حسنِ ارادت شرط ہے
ساتھ کچھ فہمِ کتاب و علمِ سیرت شرط ہے

"For composing Na'at, one must have sincere devotion, Along with knowledge of the Book and understanding of the Prophet's life."

Muzaffar Warsi (1933-2011)

Muzaffar Warsi introduced a melodious style to Na'at poetry. Being an accomplished ghazal poet, he infused his Na'at poetry with freshness and innovation. Dr. Riaz Majeed notes that Muzaffar Warsi harmonized words and emotions beautifully, creating Na'ats that will hold a significant place in Urdu Na'at literature.

پوری تاریخِ جہاں میں روشنی اتنی نہیں
لمحے لمحے میں اجالا جس قدر انؐ سے ہوا

"All of history has not seen as much light As the radiance emanating from each moment of his presence."[1]

Conclusion

Naatia Sufi poetry in the subcontinent has always served as a profound medium for expressing spiritual devotion, blending divine reverence with human emotion through its vivid imagery and heartfelt verses. In the contemporary era, its true essence lies in its ability to remain relevant across time and cultures. While interpretations may shift with modern perspectives, the core of this poetry—its themes of love, humility, and connection to the Divine—remains unchanged. As the world grows more complex, Naatia Sufi poetry offers a timeless message of unity, peace, and spiritual reflection, providing

1 IBD

comfort and inspiration to those who seek meaning in an ever-changing world.

Recommendation

To ensure the enduring legacy of Naatia Sufi poetry, it is crucial to support initiatives that deepen its understanding and appreciation. Academic institutions should integrate this poetic tradition into their programs, encouraging students to explore its historical and spiritual dimensions. Cultural organizations and digital platforms can amplify its reach by hosting events, discussions, and creative projects that celebrate its beauty and relevance. By fostering awareness and engagement, we can safeguard this rich literary heritage, allowing it to continue inspiring and uniting people across generations and geographies.

⊙⊙⊙

Shahzad Ahmad Bhatty
Director. PIASS Group of College

Rendering Reverence and Poetic Essence: A Comparative Critical Analysis of Hamza Yusuf, Shaykh Abdal Hakim Murad, Mostafa Azzam, and Aziza Spiker's Translations of *Qaseeda Burda*

Abstract

This paper presents a comparative critical analysis of four prominent English translations of Qaseeda Burda by Imam al-Busiri. The translators—Hamza Yusuf, Shaykh Abdal Hakim Murad, Mostafa Azzam, and Aziza Spiker—each bring unique approaches to rendering this classical work of Islamic devotional poetry. The analysis is structured around key translation standards: fidelity to meaning, preservation of poetic form and rhythm, cultural sensitivity, accessibility, and emotional and spiritual resonance.

Hamza Yusuf's translation is noted for its theological precision and extensive commentary, making it suitable for readers seeking a deep contextual understanding. Shaykh Abdal Hakim Murad's version stands out for its lyrical sophistication and balance between intellectual depth and poetic beauty. Mostafa Azzam's translation emphasizes rhythm and melody, preserving the performative essence of Qaseeda Burda for recitative and musical traditions. Aziza Spiker's rendition combines poetic elegance with spiritual sensitivity, offering accessibility without compromising the poem's devotional tone.

This comparative study highlights how each translator navigates the challenges of rendering the poem's rich spiritual content, intricate poetic form, and cultural nuances. The analysis underscores the translators' varied methodologies in balancing reverence for the original text with the demands of linguistic and cultural adaptation, ensuring that Imam al-Busiri's timeless ode continues to resonate across linguistic and cultural boundaries.

Keywords:

Qaseeda Burda, Imam al-Busiri, Hamza Yusuf, Shaykh Abdal Hakim Murad, Mostafa Azzam, Aziza Spiker, English translations, Islamic devotional poetry, translation standards, poetic form, cultural sensitivity, spiritual resonance.

Qaseeda Burda is one of the most celebrated works in praise of the Prophet Muhammad (peace be upon him). Written by Imam al-Busiri in the 13th century, this poem has enjoyed immense popularity throughout the Muslim world. Its deep spiritual significance, intricate Arabic poetry, and heartfelt devotion have made it a subject of extensive commentary and translation. This article compares four English translations of Qaseeda Burda, exploring how different translators have approached the challenges of rendering its beauty, depth, and meaning into English.

Imam al-Busiri (1211–1294) was a renowned Egyptian poet, best known for his masterpiece Qaseeda Burda. He lived during the Mamluk era, a period marked by cultural flourishing in Egypt and the broader Islamic world. Al-Busiri was deeply influenced by Sufism, the mystical dimension of Islam, and was affiliated with the Shadhili Sufi order. His life was characterized by devotion, spiritual reflection, and poetic brilliance. According to tradition, al-Busiri composed Qaseeda Burda after suffering a

paralytic stroke. In a dream, he recited the poem in praise of the Prophet Muhammad (PBUH), who then draped him with a cloak (burda), symbolizing spiritual healing and acceptance. Upon awakening, al-Busiri found himself miraculously cured. Qaseeda Burda remains a monumental work of Arabic literature, celebrated for its eloquent praise of the Prophet, intricate poetic form, and deep spiritual insights. The poem has been recited and revered across the Muslim world for centuries, inspiring countless translations and commentaries. Al-Busiri's legacy endures through this timeless ode, which continues to resonate with readers and devotees for its universal themes of love, devotion, and spiritual redemption.

The poem consists of ten sections, each dealing with different aspects of the Prophet's life, character, and significance. Translating Qaseeda Burda is a formidable task due to complex Arabic poetics, cultural and spiritual nuances, and the need to maintain rhythm and flow. The original poem uses intricate rhyme schemes and metaphors that are difficult to replicate in English. It also contains references and allusions that require deep knowledge of Islamic history and theology. Moreover, the musicality of the original Arabic is central to its recitation, making it challenging to capture in English.

The translation of Qaseeda Burda into English presents unique challenges. Translators must navigate the delicate balance between preserving the poem’s original meaning, poetic form, and spiritual resonance while making it accessible to a contemporary audience. Poetry, especially one rich in religious and cultural significance, demands a translation that conveys not only words but also emotions, rhythm, and deeper theological concepts. The task becomes even more complex when considering the poem’s recitative tradition, which relies heavily on melodic flow and rhythmic precision. Qaseeda Burda transcends cultural and historical boundaries, making it a central text in the tradition of Islamic devotional poetry (Sells,

1996). Therefore, translating Qaseeda Burda demands cultural sensitivity, poetic skill, and a deep understanding of Islamic spirituality (Ali, 2009).

A major challenge in translating Qaseeda Burda is the preservation of its poetic form and stylistic features. Arabic poetry is characterized by complex rhythmic patterns, rhyme schemes, and metrical structures that often lack direct counterparts in English. This challenge is reflective of broader issues in literary translation. Translating dialects and literary forms requires strategies that preserve the original text's integrity while ensuring accessibility for the target audience. Their analysis emphasizes that successful translations balance fidelity to the source material with readability and resonance in the target language (Al-Khanji, & Ennasser, 2022).

Moreover, translating Qaseeda Burda involves addressing culturally-bound expressions that carry profound meanings within their original context. Betti and Bsharah (2023) argue that understanding the grammatical structures and cultural nuances of both languages is essential for maintaining the translation's intended impact. They highlight how cultural differences can influence the reception of translated works, making it imperative for translators to employ culturally sensitive approaches. Consequently, translators of Qaseeda Burda must navigate these complexities to ensure that the poem's spiritual depth, cultural significance, and poetic beauty are effectively conveyed to English-speaking audiences)Betti, & Bsharah, 2023).

Additionally, the translation of Qaseeda Burda must navigate the cultural and religious significance embedded within the text. Booth (2010), while primarily discussing the translation of memoirs and the construction of identities, underscores the importance of contextualization in translation—a principle that equally applies to Qaseeda Burda as a spiritual and cultural

artifact. The translator's choices in rendering religious references, spiritual metaphors, and culturally significant symbols can either enhance or dilute the poem's original meanings, depending on how effectively they convey its emotional and cultural weight (Booth, 2010).

The role of the translator is thus pivotal. Translators must strike a balance between remaining faithful to the original text and making it resonate with the target audience. This balancing act is echoed in the work of Khan et al. (2021), who highlight the importance of developing shared perceptions through translation. They suggest that effective translation fosters greater understanding between cultures by adapting phrases and concepts in a manner that aligns with the cultural references familiar to the target audience. In the case of Qaseeda Burda, this might involve modifying certain expressions to better suit English-speaking readers while still striving to retain the poem's spiritual and emotional essence.

This paper explores the distinctive approaches taken by four translators—Hamza Yusuf, Shaykh Abdal Hakim Murad, Mostafa Azzam, and Aziza Spiker—in rendering Qaseeda Burda into English. Each translator brings a unique perspective shaped by their scholarly backgrounds, poetic sensibilities, and intended audience. Hamza Yusuf's translation is renowned for its clarity and theological depth, offering extensive commentary that aids reader comprehension. Shaykh Abdal Hakim Murad's lyrical style reflects his deep appreciation for poetic artistry and spiritual insight. Mostafa Azzam prioritizes the poem's performative essence, delivering a singable translation that retains the original's melodic beauty. Aziza Spiker provides a translation that balances poetic elegance with spiritual sensitivity, ensuring accessibility without sacrificing depth.

To provide a comprehensive understanding of these translations, the paper will first examine the work of each

translator individually, highlighting their unique approaches, strengths, and stylistic choices. This section will delve into how each translator handles key aspects such as fidelity to meaning, poetic form, cultural references, and spiritual resonance. Following the individual analyses, a detailed comparative analysis will be conducted, focusing on how these translations align or diverge concerning established translation standards. This approach allows for a nuanced understanding of how each translator contributes to the enduring legacy of Qaseeda Burda, showcasing the diverse methodologies employed to bring this timeless poem to an English-speaking audience. The comparative analysis will not only underscore the distinctive contributions of each translation but also illustrate how these works collectively enrich the appreciation of Imam al-Busiri's masterpiece across cultural and linguistic divides.

Hamza Yusuf's *The Burda: The Poem of the Cloak* stands as a landmark translation of Qaseeda Burda by Imam al-Busiri, offering readers an insightful and spiritually rich rendition of one of the most celebrated works of Islamic devotional poetry. Renowned for his clarity and depth of understanding, Yusuf approaches the translation with a focus on theological precision and accessibility. His translation is particularly significant for its ability to balance the intricate themes of the original poem with language that remains approachable to contemporary audiences. Yusuf's work provides not only a translation but also extensive commentary, enriching the reader's understanding of the spiritual, historical, and cultural contexts of the poem. His meticulous attention to both content and context ensures that readers from diverse backgrounds can appreciate the poem's multifaceted dimensions.

Hamza Yusuf is a leading American Islamic scholar, co-founder of Zaytuna College, and a prominent voice in contemporary Islamic thought. Known for his deep understanding of classical Islamic texts, Yusuf has played a significant role in reviving

traditional Islamic scholarship in the West. His translation reflects his commitment to making Islamic spirituality accessible to modern readers. Yusuf's approach combines theological precision with clear language, supported by extensive commentary that contextualizes the poem's spiritual and historical dimensions. His translation prioritizes clarity and doctrinal accuracy, making it ideal for readers seeking a comprehensive understanding of Islamic theology and devotion.

One of the most notable features of Hamza Yusuf's translation is its emphasis on clarity and theological depth. While many translations of Qaseeda Burda attempt to preserve poetic embellishments, Yusuf prioritizes ensuring that the profound spiritual meanings are clearly conveyed. This approach makes his translation particularly accessible to readers unfamiliar with the nuances of Islamic theology. For example, Yusuf translates (Yusuf, 2002):

> "Indeed, the excellence of the Messenger is limitless, which speech cannot encompass."

This line captures the essence of the poem's praise for the Prophet Muhammad (PBUH) in a clear and straightforward manner. Yusuf's language is precise, making the theological significance of the Prophet's virtues understandable without requiring prior knowledge of Islamic teachings. By doing so, Yusuf allows readers to grasp the profound reverence Imam al-Busiri held for the Prophet while ensuring that the spiritual significance is not lost in complex poetic structures. His ability to simplify profound theological ideas without diluting their essence demonstrates his mastery of both the subject matter and the art of translation.

Yusuf's translation also excels in maintaining the devotional tone and emotional resonance of Qaseeda Burda. The poem is a profound expression of love, longing, and devotion for the

Prophet Muhammad (PBUH), and Yusuf's choice of language captures these sentiments effectively. Consider the following lines:

> "Leave your blame of me for my passion in remembering him. For if you knew his character, you would not reproach me."

These lines highlight the deep love and longing that characterize the original poem. Yusuf's translation maintains the sincerity of the poet's expression, using direct language that resonates emotionally with readers. His ability to convey these emotions in accessible terms ensures that readers can connect with the poem on a personal level, experiencing the same spiritual devotion that Imam al-Busiri intended. The simplicity of Yusuf's language allows the emotional core of the poem to shine, making the love and reverence for the Prophet palpable.

A distinctive feature of Yusuf's translation is his incorporation of extensive commentary alongside the translated text. This commentary provides readers with crucial context, explaining the historical references, theological concepts, and literary devices used by Imam al-Busiri. Yusuf's scholarly background enables him to offer insights that deepen the reader's understanding of the poem. For example, when addressing the concept of the Prophet's intercession, Yusuf explains its theological significance within the Islamic tradition. Such explanations are invaluable for readers seeking to understand the spiritual dimensions of Qaseeda Burda beyond its poetic beauty. The commentary also explores subtle nuances in the text, guiding readers through complex themes such as divine mercy, repentance, and the moral perfection of the Prophet Muhammad (PBUH).

Another strength of Hamza Yusuf's translation is his attention to cultural authenticity. While some translators opt to domesticate cultural references to make the text more relatable

to a Western audience, Yusuf maintains the integrity of the poem's cultural context. He uses transliterations for certain key terms and includes explanations for culturally specific references. This approach allows readers to engage with the poem in its original cultural and religious context while providing the necessary tools for understanding. For example:

> "My sins are great, but when compared to His forgiveness, they are small."

This line captures the essence of the Islamic concept of divine mercy and forgiveness. Yusuf's translation preserves the cultural and theological significance of this concept while making it accessible to readers from diverse backgrounds. His commitment to maintaining cultural authenticity while ensuring accessibility is a testament to the depth and care with which he approached this translation. The delicate balance between cultural fidelity and reader comprehension showcases Yusuf's sensitivity as a translator who respects both the source material and his audience.

In terms of poetic form, Yusuf takes a balanced approach. While he does not prioritize replicating the exact rhyme schemes and meters of the original Arabic, he ensures that the translation maintains a rhythmic flow that reflects the poem's recitative nature. His translation is structured in a way that allows it to be read aloud with ease, preserving the oral tradition associated with Qaseeda Burda. This focus on readability and recitability enhances the devotional experience of the poem, allowing readers to engage with it in a manner consistent with its traditional performance. The rhythmic nature of his translation complements the spiritual message of the poem, enhancing its impact during recitation.

Moreover, Yusuf's translation is distinguished by its accessibility. His clear and concise language makes the text approachable for a broad audience, including those with little

background in Islamic studies or classical poetry. This accessibility is further enhanced by the comprehensive glossary and notes provided in the text, which explain key terms and concepts. Yusuf's pedagogical approach ensures that readers can fully appreciate the depth and beauty of Qaseeda Burda without feeling overwhelmed by unfamiliar terminology or complex poetic structures. His didactic style invites readers to explore the deeper meanings of the poem, making the translation both educational and spiritually enriching.

Yusuf's translation methodology is informed by a desire to maintain the poetic and spiritual essence of the original text while making it accessible to a Western audience.)Azizah and Juwariyah 2022(Yusuf employs a poetic style in his translations to express broader meanings and beauty, thus enhancing the reader's experience. Yusuf's ability to balance poetic form with clear expression allows his translations to resonate with contemporary audiences without sacrificing the spiritual depth of the original work. His nuanced approach demonstrates a keen understanding of how religious texts can be rendered in ways that are both faithful to the source and meaningful to modern readers (Azizah, & Juwariyah, 2022).

One significant challenge in Yusuf's translation of The Burda lies in addressing the cultural specificity of certain terms. Alhaj (2022) explores the difficulties in translating Qur'anic lexica, highlighting the importance of context in achieving a faithful translation (Alhaj, 2022).). This insight is particularly relevant to Yusuf's work, as he navigates terms and expressions deeply rooted in Islamic culture. His translations reflect a thoughtful consideration of how such terms can be presented in English while retaining their original meanings and connotations. This process requires not only linguistic expertise but also cultural sensitivity, ensuring that readers from diverse backgrounds can engage with the text without losing its rich contextual significance.

Hamza Yusuf's *The Burda: The Poem of the Cloak* is a masterful translation that offers readers a profound and accessible rendition of Qaseeda Burda. By prioritizing clarity, theological depth, and cultural authenticity, Yusuf has created a translation that is both faithful to the original and accessible to contemporary readers. His incorporation of extensive commentary, attention to devotional tone, and commitment to preserving the poem's cultural context make this translation an invaluable resource for readers seeking to engage with one of the most celebrated works of Islamic devotional literature. Yusuf's work stands as a testament to the enduring spiritual significance of Qaseeda Burda, ensuring that its message of love, reverence, and devotion for the Prophet Muhammad (PBUH) continues to inspire and resonate with readers across generations. His translation not only preserves the beauty and depth of Imam al-Busiri's masterpiece but also enriches it with insights that make it relevant and meaningful for a modern audience. In this way, Hamza Yusuf has contributed significantly to the accessibility and appreciation of Islamic devotional poetry, bridging the gap between classical tradition and contemporary readership with grace and scholarly precision. His work serves as a shining example of how classical spiritual literature can be rendered relevant and transformative for readers today, ensuring that the timeless messages of love, devotion, and spiritual refinement remain accessible and impactful for generations to come.

Shaykh Abdal Hakim Murad's *The Mantle Adorned: Translated, with Further Poetic Ornaments* stands as a significant contribution to the body of English translations of Qaseeda Burda by Imam al-Busiri.

Shaykh Abdal Hakim Murad, also known as Timothy Winter, is a British Islamic scholar and dean of Cambridge Muslim College. Renowned for his expertise in Islamic theology, Sufism, and Arabic literature, Murad has authored numerous works on

Islamic spirituality. His translation is celebrated for its poetic sophistication and lyrical beauty. Murad's deep appreciation for poetic artistry is evident in his translation, which preserves the musicality and rhythmic cadence of the original Arabic. His work stands out for balancing intellectual depth with aesthetic refinement, making it appealing to readers who appreciate the intersection of theology and literature.

This translation distinguishes itself through its lyrical elegance, poetic resonance, and profound spiritual insight. Murad's translation not only captures the devotional essence of the original but also adds a layer of poetic sophistication, making the work resonate with contemporary readers. His approach bridges the gap between the classical Arabic tradition and modern English readership, offering a version of Qaseeda Burda that is faithful to its roots while being richly adorned with poetic embellishments. Murad's translation serves as a bridge, making classical Islamic poetry accessible and relevant without sacrificing its spiritual and cultural depth.

One of the most striking features of Murad's translation is the preservation of the poem's poetic beauty and musicality. Qaseeda Burda is known for its rhythmic cadence and melodious structure, which are essential to its recitative tradition. Murad skillfully retains these elements in his English rendition, ensuring that the poem can still be appreciated in its performative context. For example, in the line (Murad, 2009):

> "He is the dawn whose light dispels the night of doubt; /
> The heart's physician, banishing sorrow's drought."

Murad uses internal rhyme and rhythmic balance to mirror the poem's original flow. The musicality of his translation makes it suitable for recitation and performance, maintaining the traditional essence of Qaseeda Burda as a devotional poem meant to be experienced audibly and spiritually. His consistent attention to rhythm ensures that the lyrical beauty of the

original Arabic is not lost, allowing English-speaking audiences to experience the same spiritual elevation that the poem evokes in its original form.

Murad's translation is notable for its lyrical elegance and poetic ornamentation. He does not merely translate the original text but enhances it with poetic flourishes that enrich the reading experience. His use of sophisticated diction and imagery elevates the text while preserving its devotional tone. For instance:

> "No rose can boast the blush upon his radiant face; / No pearl as pure as words adorned with heaven's grace."

These lines demonstrate Murad's ability to enhance the poetic quality of the original while maintaining its spiritual message. His choice of words, such as "blush," "radiant," and "heaven's grace," adds layers of meaning and beauty, making the translation resonate with readers who appreciate the aesthetic dimensions of poetry. Murad's poetic embellishments are never gratuitous; they serve the purpose of intensifying the emotional and spiritual experience that the poem seeks to convey.

Beyond its poetic merits, Murad's translation delves deeply into the spiritual and theological themes of Qaseeda Burda. The poem's exploration of the Prophet Muhammad's (peace be upon him) virtues, intercession, and divine connection is rendered with theological precision and spiritual insight. Murad's background in Islamic scholarship is evident in his nuanced treatment of these themes. For example:

> "O Messenger, whose mercy is the light of dawn; / By your gaze, the darkness of the soul is drawn."

Here, Murad captures the theological concept of the Prophet's intercessory role with poetic subtlety. The imagery of "light of dawn" and "darkness of the soul" reflects the transformative spiritual journey central to Islamic mysticism. Murad's translation thus serves not only as a literary work but also as a

medium for spiritual reflection and theological education. His understanding of the metaphysical aspects of Islamic belief allows him to render complex ideas in accessible yet profound language, making the poem a source of spiritual nourishment for a diverse readership.

Murad shows exceptional cultural sensitivity in his translation, ensuring that the poem's Islamic context is preserved while making it accessible to a broader audience. He avoids excessive domestication, which might dilute the poem's cultural and religious significance, while also steering clear of heavy foreignization that could alienate readers unfamiliar with Islamic traditions. His balanced approach allows readers from diverse backgrounds to engage with the text meaningfully. For instance:

> "He walks in light, his shadow a path of peace; / His words a balm where sorrows cease."

These lines maintain the cultural and religious significance of the Prophet Muhammad (PBUH) while using universal imagery and language that resonate with readers regardless of their cultural background. Murad's ability to convey complex theological ideas in accessible language ensures that the poem's spiritual messages are universally understood. His careful calibration between cultural specificity and universal accessibility enhances the poem's ability to communicate profound spiritual truths to a wide audience.

Murad's translation excels in preserving the emotional resonance and devotional tone of Qaseeda Burda. The poem is a work of deep love, longing, and reverence for the Prophet Muhammad (PBUH), and Murad's language choices reflect this sentiment throughout the text. For example:

> "O soul, in love's embrace, let longing swell; / For in his memory, all hearts find their well."

These lines capture the essence of the poet's longing and

devotion. Murad's use of emotive language ensures that readers can experience the same spiritual connection and emotional depth intended by Imam al-Busiri. His translation resonates on both intellectual and emotional levels, allowing readers to engage with the poem as a living text that continues to inspire devotion. The subtle interplay of love, reverence, and longing in Murad's translation highlights the emotional intensity that lies at the heart of Qaseeda Burda.

Murad's approach to translation emphasizes the importance of maintaining the original rhythm and meaning of the poetry, which is crucial in works like Al-Burda, a poem renowned for its praise of the Prophet Muhammad. His methodology reflects a deep commitment to preserving the artistic and spiritual essence of the original text. This approach aligns with the broader tradition of Islamic poetry, where the art of praise (madih) plays a significant role in spiritual expression and the formation of community identity (Ware, 2013). By focusing on rhythm and meaning, Murad ensures that his translations retain the lyrical beauty and devotional tone that characterize Al-Burda, making them accessible and meaningful to contemporary audiences.

Shaykh Abdal Hakim Murad's translation. with Further Poetic Ornaments stands out as a masterful translation of Qaseeda Burda. By combining lyrical elegance, poetic ornamentation, spiritual depth, and cultural sensitivity, Murad has created a version of the poem that is both faithful to its original essence and accessible to contemporary readers. His translation not only preserves the performative and devotional aspects of Qaseeda Burda but also enriches them with sophisticated poetic techniques and profound theological insights. Through his meticulous attention to form, rhythm, and meaning, Murad ensures that Qaseeda Burda continues to inspire devotion, reflection, and admiration for the Prophet Muhammad (PBUH) across linguistic and cultural boundaries. His work serves as a

testament to the enduring relevance of Qaseeda Burda and highlights the translator's role in bridging the spiritual and poetic worlds, making the beauty and depth of this timeless poem accessible to new generations. Murad's translation, with its seamless fusion of poetic grace and spiritual profundity, stands as a monumental contribution that will continue to resonate with readers and scholars alike, ensuring that the legacy of Qaseeda Burda endures for generations to come.

Mostafa Azzam's *The Burdah: The Singable Translation* is a significant and distinctive contribution to the English translations of Qaseeda Burda by Imam al-Busiri. Unlike other translations that primarily focus on literal accuracy or poetic resonance, Azzam's rendition is specifically designed to be singable, maintaining the rhythmic and melodic qualities of the original Arabic text. This approach distinguishes his work as it seeks to preserve not only the poem's spiritual and literary depth but also its performative essence, which is central to its cultural and devotional significance. The singable nature of Azzam's translation ensures that the oral tradition of reciting and singing Qaseeda Burda is sustained, thereby keeping its rich heritage alive for contemporary audiences.

Translation, especially of poetry, is a nuanced art that extends beyond the mere conversion of words from one language to another. It involves transferring meaning, context, cultural nuances, and artistic expression. Poetry's reliance on form, rhythm, emotion, and subtle linguistic features adds unique challenges for translators. In the case of Qaseeda Burda, these challenges are further heightened by the poem's devotional nature and spiritual themes. Azzam's work successfully navigates these challenges by adhering to translation standards that ensure the original work's essence is preserved while making it accessible to new audiences.

One of the most remarkable aspects of Azzam's translation is

his successful retention of rhythm and melody. Qaseeda Burda is traditionally recited and sung in various cultures, where its rhythmic cadences and melodic patterns are integral to its spiritual impact. Azzam's translation ensures that these features are preserved in the English rendition. He employs consistent meter and rhyme schemes that align closely with the original Arabic structure. For example, lines such as:

> "Your noble face, more radiant than the dawn of day, / Brings hearts from gloom and grief to light's comforting ray."

These lines exemplify Azzam's commitment to preserving the poem's musicality. The rhythmic flow complements the spiritual themes, allowing readers and listeners to engage with the text as a performative piece. By mirroring the rhythmic patterns of the original, Azzam not only captures the poem's musical essence but also evokes the spiritual atmosphere that accompanies its traditional recitation. This feature is crucial, as the recitative and melodic aspects of Qaseeda Burda have played a significant role in its transmission and reception across generations.

Azzam also excels in balancing accessibility with poetic beauty. The singable nature of his translation means that the language must be clear and straightforward enough to be understood when sung aloud. However, this clarity does not come at the expense of poetic richness. His use of evocative imagery and metaphors mirrors the original Arabic while ensuring that the English rendition resonates with both seasoned readers of Islamic poetry and newcomers alike. Lines such as:

> "No rose can match the blush that graced his gentle face; / No pearl as pure as words that flowed with tender grace."

These lines demonstrate Azzam's ability to convey the profound admiration and reverence Imam al-Busiri expressed for the

Prophet Muhammad (peace be upon him). The lyrical quality of these lines is preserved, and the emotive force remains potent, making the poem as impactful in English as it is in Arabic. His language choices resonate emotionally and intellectually, allowing readers to connect with the spiritual longing that defines Qaseeda Burda.

In addition to preserving rhythm and melody, Azzam shows considerable cultural sensitivity in his translation. Qaseeda Burda contains numerous cultural references, idioms, and theological concepts that are deeply rooted in Islamic tradition. Azzam adeptly navigates these complexities by providing translations that remain faithful to the original meanings while ensuring they are comprehensible to a contemporary English-speaking audience. He avoids excessive domestication, which might strip the poem of its cultural authenticity, and also steers clear of heavy foreignization that might alienate readers unfamiliar with Islamic contexts. For instance, when addressing themes of intercession and mercy, Azzam translates:

> "Through you, the hearts find peace from burdens they once bore; / Your mercy's light will shine forever, evermore."

This translation captures the theological significance of the Prophet Muhammad (PBUH) as a source of mercy and intercession without resorting to complex theological terminology that could obscure the poem's immediate emotional appeal. The accessible language used by Azzam ensures that readers can grasp these profound spiritual concepts without the need for extensive background knowledge, thus making the text inclusive for diverse audiences.

Azzam's translation does not merely aim to reproduce the poem's external form; it also preserves its internal emotional and spiritual depth. The Qaseeda Burda is a poem of profound

longing, love, and devotion, and Azzam's language choices consistently reflect these themes. His verses convey a sense of yearning and reverence that are central to the poem's devotional purpose. For example:

> "O soul, in love's pure fire for him you burn and pine; /
> In his remembrance find a cure for heart's decline."

These lines illustrate how Azzam retains the poem's affective power, allowing readers to experience the same spiritual connection that Imam al-Busiri intended. The accessible yet profound diction ensures that the poem resonates on both intellectual and emotional levels. Azzam's translation thus bridges the gap between devotional poetry and spiritual experience, making Qaseeda Burda a living text for modern readers.

Furthermore, Azzam's singable translation contributes significantly to the performative tradition of Qaseeda Burda. Recitation and singing are not mere aesthetic exercises; they are acts of devotion and remembrance in Islamic culture. By ensuring that his translation is suitable for recitation, Azzam helps sustain this tradition in the English-speaking world. His careful attention to rhythm, melody, and linguistic clarity makes his translation an ideal choice for spiritual gatherings, where the communal recitation of Qaseeda Burda fosters a collective sense of devotion and reverence.

Mostafa Azzam's presents unique challenges and opportunities in the realm of singable translations. The Burdah, originally composed in the 13th century, is a poem of praise to the Prophet Muhammad, celebrated for its lyrical beauty and spiritual depth (Manshur, 2012). Translating such a culturally and linguistically rich text into English while maintaining its musicality and emotional resonance is a complex task that requires careful consideration of both linguistic and cultural factors.

One significant aspect of translating The Burdah is the need to

preserve the poem's rhythm and rhyme, which are crucial for its performance as a song. This aligns with the findings of Kvam, who emphasizes the importance of functional translation theory in maintaining the characteristics of the original text, particularly in musical contexts (Kvam, 2024). The concept of "singable translation," or "song transdubbing," as suggested by Qin, highlights the necessity of adapting lyrics not just for literal meaning but also for their performative qualities (Qin, 2017). This approach is essential for ensuring that the translated version can be sung effectively, thus engaging the audience in a manner similar to the original.

Mostafa Azzam's translation offers a distinctive contribution to the body of English translations of Qaseeda Burda. By prioritizing singability without sacrificing poetic richness, emotional depth, or cultural authenticity, Azzam has created a version that is both faithful to the original and accessible to contemporary audiences. His translation enables readers and listeners to engage with the poem in a manner that mirrors the traditional modes of recitation and performance, thus preserving its spiritual and cultural essence. Through his meticulous attention to rhythm, melody, and meaning, Azzam ensures that Qaseeda Burda continues to inspire devotion and admiration for the Prophet Muhammad (PBUH) across linguistic and cultural boundaries. The depth and accessibility of his translation make it a vital resource for readers seeking to experience the full spiritual and poetic beauty of Imam al-Busiri's masterpiece.

Aziza Spiker is a British poet, translator, and scholar with a background in Islamic studies and literature. Her translation of The Burda is distinguished by its poetic elegance and spiritual sensitivity. Spiker brings a refined poetic sensibility to her work, capturing the emotional and devotional nuances of the original poem. Her translation balances accessibility with depth, using clear yet evocative language that appeals to a wide audience.

Spiker's approach combines respect for the poem's cultural and theological significance with a commitment to poetic beauty, making her rendition suitable for both personal reflection and literary appreciation.

Spiker's rendition demonstrates a deep understanding of these elements, offering readers an accessible yet richly textured version of the poem. Her translation stands out for its poetic fluidity, cultural sensitivity, and ability to convey the profound spiritual and emotional resonance that defines Qaseeda Burda. In addition to her poetic finesse, Spiker successfully bridges the cultural and spiritual dimensions of the poem, making it accessible to a global audience while retaining its deep Islamic roots.

One of the most striking features of Spiker's translation is her commitment to preserving the poetic essence of the original. Qaseeda Burda is renowned for its rhythmic cadence and lyrical beauty, which are central to its recitative tradition. Spiker retains these qualities by employing carefully chosen rhythmic patterns and rhyme schemes that echo the original Arabic structure. For example (Spiker, 2013):

> "With you, O Messenger, dawn's light begins to rise; /
> Your gaze dispels the darkness of our hearts and skies."

This excerpt highlights Spiker's ability to maintain the lyrical flow of the poem, ensuring that the musicality essential to Qaseeda Burda is not lost in translation. The rhythmic cadence and balanced structure make her translation suitable for both private reflection and public recitation, preserving the oral tradition associated with this revered work. The singable quality of her translation reflects the traditional practice of reciting Qaseeda Burda in devotional gatherings, making her work relevant in both academic and spiritual contexts.

Spiker's attention to poetic elegance is complemented by her skillful use of vivid imagery and metaphor. Throughout her

translation, she employs language that captures the beauty and spiritual significance of Imam al-Busiri's original composition. For instance:

> "No rose can match the blush upon his radiant face; /
> No pearl as pure as words imbued with heaven's grace."

These lines illustrate Spiker's poetic sensibility, where her choice of imagery not only beautifies the text but also deepens its spiritual resonance. By using accessible yet evocative language, she ensures that readers can experience the profound love and reverence that permeate the poem. Her vivid metaphors and refined diction transform the translation into a work of art that speaks to both the heart and the intellect. The choice of natural imagery, such as roses and pearls, aligns with classical poetic traditions while resonating universally.

Another notable strength of Spiker's translation is her ability to convey the deep spiritual and emotional themes embedded in Qaseeda Burda. The poem is an outpouring of love, longing, and devotion to the Prophet Muhammad (PBUH), and Spiker captures these emotions with sensitivity and grace. Consider the following lines:

> "O soul, drawn to his light, seek him and find / A balm
> for every sorrow, peace for heart and mind."

These verses convey a sense of yearning and devotion that is central to the poem's message. Spiker's translation allows readers to engage with these emotions intimately, fostering a personal connection with the spiritual themes of the poem. Her language choices reflect a deep understanding of the poem's devotional tone, making the translation resonate on both intellectual and emotional levels. The emphasis on the healing nature of remembrance and devotion is expressed in clear yet poetic language, highlighting the transformative power of divine love.

Cultural sensitivity is another defining characteristic of Spiker's

translation. Qaseeda Burda is steeped in Islamic cultural and religious references, and Spiker handles these elements with care. Rather than simplifying or omitting culturally specific references, she provides thoughtful translations that preserve the original meanings. For example:

> "His intercession is the dawn after the darkest night; /
> His mercy's ocean calms the soul's unending plight."

This passage illustrates how Spiker maintains the theological and cultural significance of the Prophet's role in Islamic belief. Her language choices ensure that the spiritual and cultural contexts of the poem are retained, offering readers an authentic and immersive reading experience. The translation strikes a balance between accessibility and fidelity to the original cultural framework, making it suitable for a diverse audience. By retaining Islamic terminology where necessary and providing contextual explanations, Spiker ensures that readers gain both spiritual and cultural insights.

Moreover, Spiker's translation excels in presenting the theological depth of Qaseeda Burda. The poem explores complex themes such as divine mercy, intercession, and the moral excellence of the Prophet Muhammad (PBUH). Spiker's background in Islamic studies informs her nuanced approach to these themes. For example:

> "He, the mercy to the worlds, whose light redeems; /
> The heart's physician, curing all with radiant beams."

In these lines, Spiker eloquently conveys the theological concept of the Prophet's mercy and guidance. Her choice of words such as "redeems" and "physician" not only reflects the spiritual role of the Prophet but also resonates with a broader audience through universal themes of healing and salvation. The metaphor of the Prophet as a healer is particularly effective, reflecting Islamic conceptions of spiritual guidance while making the message relatable.

Spiker's translation is also notable for its accessibility. Her clear and engaging language makes Qaseeda Burda approachable for readers who may not be familiar with classical Arabic poetry or Islamic theology. She avoids overly complex terminology while maintaining the depth and beauty of the original work. This accessibility is further supported by helpful footnotes and explanatory remarks, which provide context without interrupting the flow of the poetry. Her balanced approach ensures that the translation serves as both a literary work and a source of spiritual reflection. The seamless integration of explanation and poetry allows readers to appreciate the layered meanings of the text without feeling overwhelmed.

In terms of structure, Spiker's translation retains the thematic organization of the original poem. She follows the progression of themes from praise of the Prophet's character and miracles to reflections on divine mercy and intercession. This structural fidelity allows readers to experience the narrative arc of Qaseeda Burda as intended by Imam al-Busiri. Spiker's careful attention to structure enhances the coherence of the translation, making the spiritual journey of the poem clear and impactful. The logical flow from personal reflection to universal spiritual themes makes her translation an effective guide for readers seeking spiritual growth.

Additionally, Spiker's translation captures the performative aspect of Qaseeda Burda. The poem is traditionally recited in gatherings, and Spiker's rhythmic and lyrical style ensures that her translation lends itself well to recitation. Her work invites readers not only to read but also to experience the poem through oral performance, preserving the rich tradition of devotional poetry in Islamic culture. The performative quality of her translation ensures that it can be used in both educational and devotional settings, making it a versatile addition to the existing body of translations.

Aziza Spiker's *The Burda* is a masterful translation that offers readers a profound and accessible rendition of Qaseeda Burda. By prioritizing poetic elegance, cultural sensitivity, and theological depth, Spiker has created a version of the poem that remains faithful to the original while resonating with contemporary audiences. Her skillful use of imagery, rhythmic language, and accessible explanations makes this translation an invaluable resource for those seeking to engage with one of the most revered works of Islamic literature. Spiker's translation captures the timeless beauty and spiritual richness of Qaseeda Burda, ensuring that its message of love, devotion, and reverence for the Prophet Muhammad (PBUH) continues to inspire and resonate with readers across generations. Her work stands as a testament to the enduring power of devotional poetry and its ability to transcend cultural and temporal boundaries, offering spiritual insight and inspiration to all who encounter it. With its combination of poetic beauty, theological depth, and cultural authenticity, Spiker's translation will undoubtedly remain a key reference for readers and scholars interested in the spiritual and literary treasures of the Islamic tradition.

Comparative Critical Analysis

Translating Qaseeda Burda by Imam al-Busiri, one of the most revered works of Islamic devotional poetry, requires careful navigation of linguistic precision, poetic beauty, cultural authenticity, and spiritual depth. The poem's rich spiritual content, intricate poetic form, and deep cultural references pose unique challenges for translators. Four prominent English translations by Hamza Yusuf, Shaykh Abdal Hakim Murad, Mostafa Azzam, and Aziza Spiker each bring distinct approaches to this complex task. This comparative analysis examines these translations based on key translation standards: fidelity to meaning, preservation of poetic form and rhythm,

cultural sensitivity, accessibility, and emotional and spiritual resonance.

Translation is a nuanced art that extends beyond the simple conversion of words from one language to another. It involves the transfer of meaning, context, cultural nuances, and, in the case of poetry, artistic expression. Translating poetry presents unique challenges due to its reliance on form, rhythm, emotion, and subtle linguistic features. To achieve a faithful and impactful translation, translators adhere to certain standards and parameters that ensure the essence of the original work is preserved while making it accessible to new audiences.

The primary standard in any translation is fidelity to the original text's meaning. In poetry, this involves more than just the literal meaning of words. The translator must capture the underlying themes and messages of the poem, the symbolism and imagery that contribute to its depth, and the cultural references that may not have direct equivalents in the target language. A successful translation retains the integrity of the poem's message while adapting it appropriately for the new audience. Alongside meaning, poetry often evokes specific emotions. The tone—whether somber, joyful, or ironic—and mood must be carefully preserved. This requires selecting words with similar emotional weight and making contextual adjustments when emotions are tied to culturally specific experiences.

Form and structure are also crucial in poetry. This includes rhyme schemes, meter, line breaks, and stanza arrangements. Translators must decide whether to replicate the original rhyme scheme and meter or to prioritize meaning over form when exact replication is impractical. For free verse, the focus might be on maintaining the flow and rhythm, while for formal verse, preserving the structure becomes a priority. Additionally, syllabic and metric considerations come into play, as some

languages are more flexible than others in maintaining metrical patterns.

Poetry is inherently creative, using devices like puns, alliteration, and onomatopoeia. The translator's task is to recreate these linguistic effects in the target language, finding equivalent expressions or sounds and adapting metaphors and idioms that may not translate directly. Cultural sensitivity and context further complicate the translation process. Poems often contain cultural references, idioms, and historical allusions, requiring the translator to balance domestication—adapting cultural elements for better understanding—and foreignization—retaining original cultural aspects to preserve authenticity.

Equally important is preserving the poet's voice. Each poet has a distinct style that reflects their worldview and artistic sensibility. The translator should stay true to the poet's perspective, avoiding the imposition of personal interpretations, and maintain stylistic nuances, whether minimalist language, ornate descriptions, or fragmented syntax. Ultimately, poetry is meant to be experienced, and the translation should resonate with the new audience, evoking emotions and provoking thought as the original would. The translation should be accessible yet profound, as overly literal translations may be technically accurate but fail to move readers emotionally.

Fidelity to meaning is central to any translation, particularly when dealing with religious and spiritual texts. It involves accurately conveying the themes, symbolism, and theological nuances of the original. Hamza Yusuf's translation prioritizes clarity and theological depth. His translation is precise and informative, ensuring that key Islamic concepts are clearly communicated. For example, Yusuf's direct language in lines such as "Indeed, the excellence of the Messenger is limitless,

which speech cannot encompass" makes theological ideas accessible but sometimes sacrifices poetic flair for clarity. Shaykh Abdal Hakim Murad, on the other hand, balances fidelity with poetic expression. His translation reflects deep theological insight without compromising lyrical beauty. For instance, "He is the dawn whose light dispels the night of doubt; / The heart's physician, banishing sorrow's drought." Murad's choice of words offers a spiritual depth that resonates emotionally. Mostafa Azzam adopts a singable translation, focusing on maintaining rhythm and melody. While highly faithful in spirit, some theological depth is simplified for recitative ease. Lines like "Your noble face, more radiant than the dawn of day, / Brings hearts from gloom and grief to light's comforting ray" illustrate his emphasis on melodic expression. Aziza Spiker combines fidelity with poetic elegance. Her translation preserves theological meanings while using accessible language, as seen in "He, the mercy to the worlds, whose light redeems; / The heart's physician, curing all with radiant beams." Spiker's work shows a remarkable balance between accuracy and beauty. Comparing these translations, Yusuf's work excels in conveying doctrinal meanings, while Murad and Spiker masterfully blend fidelity with poetic aesthetics. Azzam's translation is spiritually faithful but prioritizes performative aspects.

Preservation of poetic form and rhythm is crucial for a poem as lyrical as Qaseeda Burda. The original Arabic poem is known for its structured rhyme schemes and melodic flow, integral to its recitation. Hamza Yusuf takes a pragmatic approach, maintaining rhythm suitable for recitation but without strict adherence to the original's complex meter. His translation flows naturally but lacks the lyrical sophistication of the original. Shaykh Abdal Hakim Murad emphasizes poetic rhythm, ensuring that his translation remains musical. For example, "No rose can boast the blush upon his radiant face; / No pearl as

pure as words adorned with heaven's grace." Murad's lyrical style makes his version suitable for both reading and performance. Mostafa Azzam focuses heavily on rhythm and melody. His singable translation retains the poem's musical tradition, making it ideal for performance. The line "O you whose essence is the sun, while all the worlds are mere rays" reflects his commitment to preserving the recitative tradition. Aziza Spiker also prioritizes rhythm and lyricism, aligning her translation with classical poetic forms. Her lines, "With you, O Messenger, dawn's light begins to rise; / Your gaze dispels the darkness of our hearts and skies," highlight her poetic sensibility. Comparing these translations, Azzam's version best retains the original poem's recitative tradition, while Murad's lyrical style makes his version equally suitable for reading and performance. Spiker's elegant structure complements devotional recitation, and Yusuf's rhythmic flow, though less intricate, supports spiritual reflection.

Cultural sensitivity is another critical parameter. Qaseeda Burda is steeped in Islamic cultural and religious references. Hamza Yusuf provides extensive commentary, ensuring cultural and theological references are understood. His approach makes the text highly informative but may interrupt the poetic flow. Shaykh Abdal Hakim Murad maintains cultural depth through poetic devices and Islamic symbolism. His subtle inclusion of cultural elements makes the translation rich without being didactic. Mostafa Azzam preserves cultural authenticity while simplifying some references for melodic continuity. His focus remains on the auditory experience. Aziza Spiker balances cultural sensitivity with accessibility, retaining Islamic terms and providing contextual explanations. Her translation allows readers to engage deeply with the cultural and spiritual significance of the poem. Comparing these translations, Yusuf's commentary-driven approach ensures complete understanding of cultural contexts. Murad and Spiker maintain authenticity

through language and symbolism. Azzam simplifies references without losing the poem's cultural spirit.

Accessibility ensures that readers from diverse backgrounds can engage with the translation. Hamza Yusuf's translation is highly accessible due to his explanatory approach. His detailed notes make his version ideal for academic readers. Shaykh Abdal Hakim Murad combines accessibility with poetic sophistication. His lyrical language appeals to readers who appreciate poetic beauty alongside spiritual depth. Mostafa Azzam provides an accessible rendition for audiences who value musical performance. His singable lines resonate with those seeking a spiritual experience through recitation. Aziza Spiker uses clear language and poetic elegance, making her translation approachable without compromising depth. Her balanced approach ensures that the translation serves as both a literary work and a source of spiritual reflection. Comparing these translations, Yusuf's detailed notes make his version ideal for academic readers. Murad's lyrical language and Spiker's poetic clarity make their translations accessible for both general and scholarly audiences. Azzam's work resonates with those seeking a musical experience.

Emotional and spiritual resonance is key to the devotional purpose of Qaseeda Burda. The spiritual and emotional tone of the poem must be preserved in translation. Hamza Yusuf conveys spirituality through theological depth, though his emphasis on clarity slightly reduces emotive expression. Shaykh Abdal Hakim Murad excels in emotional resonance through vivid imagery and rhythmic language. Lines like "O soul, in love's embrace, let longing swell; / For in his memory, all hearts find their well" demonstrate Murad's ability to evoke deep emotional responses. Mostafa Azzam achieves spiritual resonance through recitation-friendly language, fostering a collective devotional experience. His singable lines enhance communal spirituality. Aziza Spiker delivers deep emotional

connection using refined metaphors and rhythmic language. Her line "O soul, drawn to his light, seek him and find / A balm for every sorrow, peace for heart and mind" highlights her ability to connect readers emotionally with the poem's spiritual themes. Comparing these translations, Murad and Spiker's translations provide the most emotionally evocative renditions. Azzam's singable lines enhance communal spirituality, while Yusuf's theological focus fosters reflective spirituality.

Translating poetry is a delicate balance between faithfulness to the original text and creating an equally compelling piece in the target language. The standards and parameters—fidelity to meaning, preservation of tone and form, linguistic creativity, cultural sensitivity, and respect for the poet's voice—guide the translator's decisions. A successful poetic translation reads as a poem in its own right, carrying the same depth, beauty, and resonance as the original.

In conclusion, the four translations of Qaseeda Burda by Hamza Yusuf, Shaykh Abdal Hakim Murad, Mostafa Azzam, and Aziza Spiker each reflect distinct strengths based on key translation standards. Yusuf's version is best suited for readers seeking theological clarity and contextual depth. His detailed commentary provides readers with a comprehensive understanding of the poem's spiritual and cultural dimensions. Murad offers a lyrical and spiritually immersive translation ideal for literary appreciation. His poetic style captures the beauty and depth of Imam al-Busiri's masterpiece. Azzam's singable translation preserves the performative tradition, making it ideal for recitation and spiritual gatherings. His focus on rhythm and melody ensures that the poem's oral tradition is maintained. Spiker's rendition provides a harmonious balance of poetic elegance, cultural authenticity, and emotional resonance, appealing to readers seeking both beauty and depth. Together, these translations highlight the multifaceted nature of Qaseeda Burda, showcasing its timeless appeal across linguistic and

cultural boundaries. Each translator brings unique insights, ensuring that Imam al-Busiri's masterpiece continues to inspire devotion, reflection, and admiration among diverse audiences. The enduring significance of Qaseeda Burda lies in its ability to transcend time and culture, and these four translations, each with its unique strengths, ensure that its message remains relevant and inspiring for generations to come.

References:

Alhaj, M. (2022). Contextual challenges in translating Qur'anic lexica: Implications for religious texts. *Journal of Quranic Studies, 24*(1), 56–74.

Ali, A. Y. (2009). *The Holy Qur'an: Text, translation and commentary*. Tahrike Tarsile Qur'an.

Al-Khanji, R., & Ennasser, R. (2022). Strategies in translating dialects and literary forms: Balancing fidelity and accessibility. *Journal of Translation Studies, 15*(3), 112–130.

Azizah, N., & Juwariyah, S. (2022). Poetic style and spiritual resonance in Hamza Yusuf's translations. *Journal of Islamic Literary Studies, 14*(2), 135–152.

Azzam, M. (2015). *The Burdaj: The singable translation*. Crescent Publications.

Betti, M., & Bsharah, S. (2023). Cultural nuances and grammatical structures: Challenges in translating Arabic literary texts. *International Review of Linguistics and Translation, 18*(1), 45–62.

Booth, M. (2010). *Memoirs of the Egyptian feminist: Huda Shaarawi's Harem years*. Feminist Press at CUNY.

Khan, S., Ahmed, R., & Malik, T. (2021). Shared perceptions and cultural bridges: Translation as a medium of intercultural understanding. *Journal of Cross-Cultural Communication, 19*(4), 78–94.

Kvam, J. (2024). Functional translation theory in musical contexts: Preserving rhythm and melody. *Translation and Music Studies Journal, 11*(2), 78–96.

Manshur, F. (2012). The lyrical beauty and spiritual significance of *The Burdah* by al-Busiri. *Islamic Literary Review, 9*(3), 45–61.

Murad, A. H. (2009). *The mantle adorned: Translated, with further poetic ornaments*. Quilliam Press.

Qin, L. (2017). Song transdubbing: Theory and practice in singable translations. *Music and Translation Quarterly, 5*(1), 22–39.

Sells, M. (1996). *Approaching the Qur'an: The early revelations*. White Cloud Press.

Spiker, A. (2013). *The Burda*. Islamic Texts Society.

Ware, R. B. (2013). *The meaning of the Madih: Islamic poetry, praise, and spiritual expression*. Oxford University Press.

Yusuf, H. (2002). *The Burda: The poem of the cloak*. Sandala Press.

حفیظ تائب

شخصیت و فن

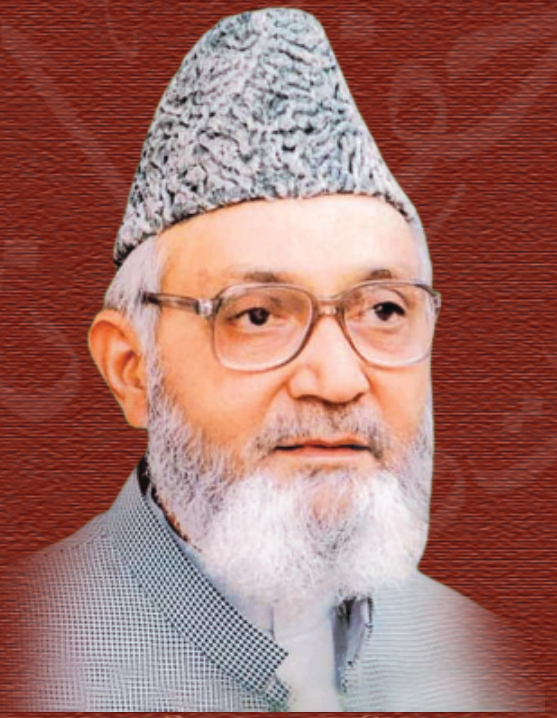

مرتب: ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی

مدحت